قدوۃ السالکین محبوب الواصلین عاشق یزدانی شیرِ ربانی
حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ
کی سوانح حیات کا جامع مطالعہ
موسوم بہ :
الرحیق العرفان
حسب الارشاد :
حضرت صاحبزادہ خالد سیف اللہ مدظلہ العالی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ بیربل شریف ضلع سرگودھا
ادارۂ
تصوّف
بیربل شریف تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا
مؤلف : پروفیسر غلام عابد خاں
معاون مؤلف : ماسٹر اکبر علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الرحیق العرفان
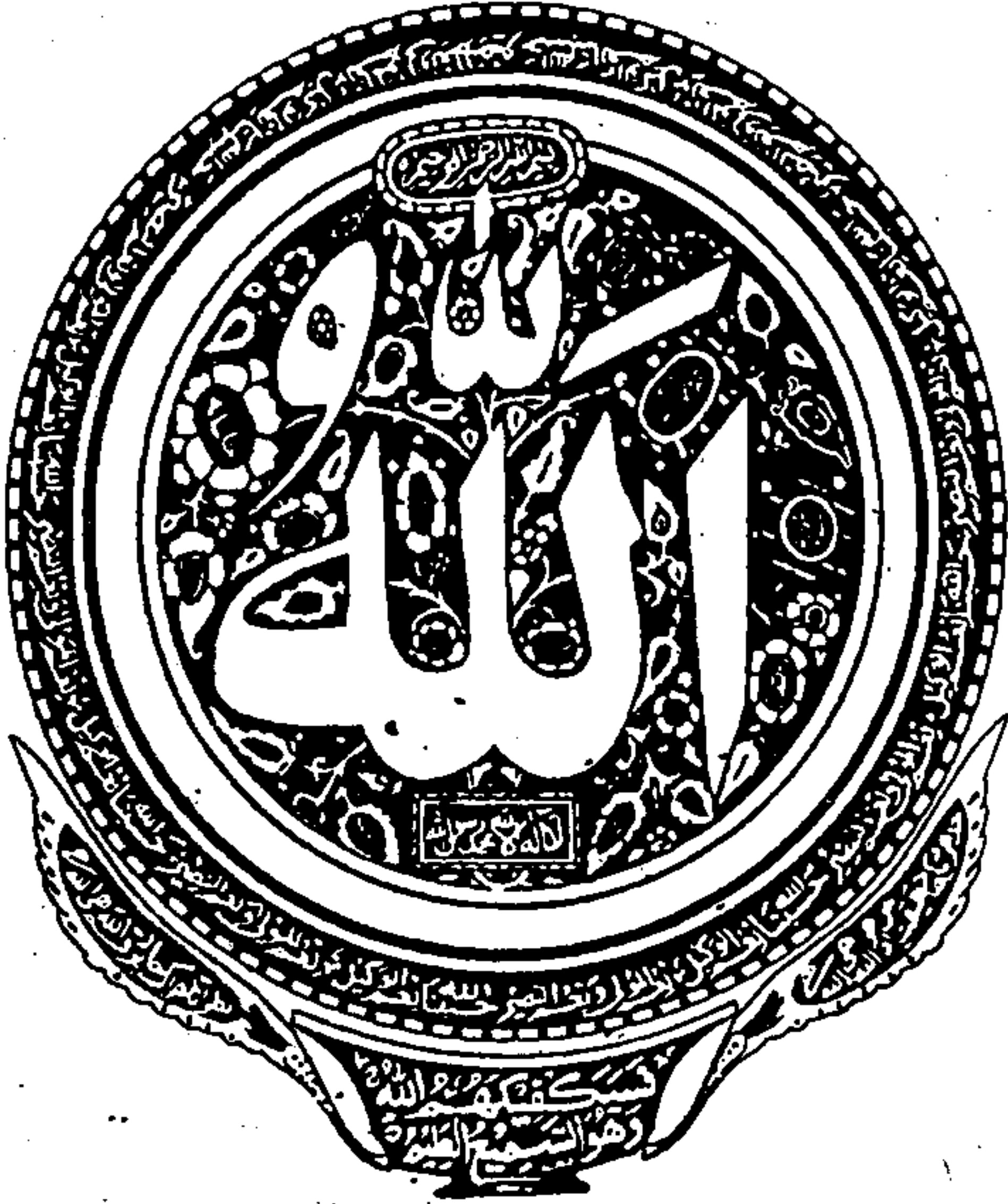
یہ قطعہ:

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی

نے اپنے دست مبارک سے رقم فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قدوۃ السالکین، محبوب الواصلین، عاشقِ یزدانی شیرِ ربانی

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

کی سوانح حیات کا جامع مطالعہ

موسوم بہ:

الرحیق العرفان

حسب الارشاد:

حضرت صاحبزادہ خالد سیف اللہ مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ بیربل شریف ضلع سرگودھا

مؤلف: پروفیسر غلام عابد خان

معاون مؤلف: ماسٹر اکبر علی

ادارۂ تصوف

بیربل شریف ، تحصیل شاہ پور ، ضلع سرگودھا

111393

2012ء

باراول..........................1100

ہدیہ..............................500

زیرِ اہتمام..............نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

﴿ملنے کے پتے﴾

مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف 0301-7241723

مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد 041-2631204

مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد 0333-7413467

مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد 0321-3025510

مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ 055-4237699

مکتبہ المجاھد بھیرہ شریف 048-6691763

مکتبہ فیضان سنت بوہڑ گیٹ ملتان 0306-7305026

مکتبہ نعیمیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 0300-4986439

انتساب

جن کا ذکر

ان کی نظر

؎ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

فہرست

❁❁❁❁

تقریظ

از حضرت صاحبزادہ خالد سیف اللہ مدظلہ العالی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ بیربل شریف ضلع سرگودھا

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ تقریباً ایک صدی پہلے آپ نے صوبہ پنجاب کے مسلمانوں کی اصلاحِ معاشرت، احیائے سنت اور تصوف اسلام کی تبلیغ کا جو کام سرانجام دیا۔ اس کے اثرات ابھی تک دیکھے جا رہے ہیں۔ آپ کے تربیت یافتہ جانشین حضرات اور خلفاء نے اسی کارِ خیر میں گراں قدر اضافہ کیا ہے جو تا قیامت جاری رہے گا۔

بزرگوں کی سوانح حیات کا مقصد دراصل، ان کے کام کو اجاگر کرنا ہے۔ اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک ذات شریعت و طریقت کا ایک قابلِ فخر نمونہ تھی جس نے اپنی ساری زندگی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق گزار دی اور اسوہ حسنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملاً پرچار کیا۔ آپ کی تعلیمات، نمونہ زندگی اور صحبت کے فیض سے ایک دنیا راہِ راست پر آ گئی۔ جس کے اثرات آج بھی لوگوں کی زندگیوں پر نظر آ رہے ہیں۔

میرے والد گرامی قبلہ عالم، محبوبِ الٰہی، ترجمان الحقیقت حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ صاحبِ قلم اور صاحب طرز ادیب ہونے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور سوانح حیات ''خزینۂ معرفت'' کی تدوین اور ''انقلاب الحقیقت'' لکھ کر حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے علم طریقت کا اچھوتے انداز میں ذکر کر کے ایک دنیا کو

حیرت میں ڈال دیا تھا۔ تاہم حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کی جامعیت کے پیش نظر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر ایک جامع سوانح عمری لکھی جائے۔ جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام اور مرتبے کی صحیح عکاسی ہوتی ہو۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنی زندگی میں اس وقت کے لکھنے والوں کے لیے مبلغ ۵۰۰ روپے نقد انعام بھی مقرر فرمایا۔ کئی لوگوں نے ایسی کتاب لکھنے کی کوشش کی لیکن کوئی معیاری سوانح حیات منظر عام پر نہ آسکی۔ آپ کے زیر سایہ ادارہ تصوف اور ماہنامہ سلسبیل میں حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر مختلف مضامین تو چھپتے رہے لیکن ادارہ تصوف کی طرف سے بھی کوئی باقاعدہ کتاب شائع نہ ہوسکی۔

اس سلسلے میں ہمارے ایک برادر طریقت پروفیسر غلام عابد خان نے حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کو ایک جامع انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ پہلے بھی والد گرامی کی سوانح حیات "انوارِ عمر" لکھ کر برادرانِ طریقت سے خراجِ تحسین وصول کر چکے ہیں۔ ان کی اسی تازہ کاوش کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے کام اور کارکردگی کو سمجھنے میں مدد ملے۔ "مؤلف کتاب" نے ماہنامہ سلسبیل اور ادارہ تصوف کی طرف سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات لکھ کر یہ ادھار چکانے کا حق ادا کر دیا ہے جن کی حسرت اور خواہش ہمیشہ ہمارے دلوں میں موجود تھی۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس کتاب کو قبولیت عام بخشے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔

نیازمند

خالد سیف اللہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ بیربل شریف

ضلع سرگودھا

پیش لفظ

حضرت صاحبزادہ پروفیسر عبدالرسول صاحب
سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج سرگودھا
سابق چیئرمین سرگودھا بورڈ آف ہائر سیکنڈری ایجوکیشن

تصوف کے بارے میں مختلف غلط فہمیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اہلِ تصوف دنیا سے الگ تھلگ رہ کر اللہ اللہ کرتے تھے اور دنیوی حالات اور معاشرتی مسائل سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔ یہ کہ انہیں اپنے گردو پیش مسلم سماج کی اصلاح و بہبود سے کوئی غرض نہیں ہوتی تھی اور ان کی ساری نیکی ان کی ذات تک محدود تھی۔ اصل معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ تمام سلاسل کے مشائخ نے بالعموم اور نقشبندیہ سلسلہ کے مشائخ نے بالخصوص مسلم معاشرہ کے مسائل میں گہری دلچسپی لی۔ انہوں نے عملی جہاد (جیسے امام شامل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ) سے لے کر اصلاحی تحریکات کی قیادت (جیسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) اور تبلیغ و ارشاد کی مساعی تک ہر قسم کے اقدامات میں بھرپور حصہ لیا۔ سلسلہ نقشبندیہ کے نامور بزرگ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

> ”ہمارے ذمہ ایک اور کام لگایا گیا ہے کہ ظلم و شر سے مسلمانوں کی حفاظت کریں۔ اس مقصد کے لیے بادشاہوں سے تعلق پیدا کرنا

اور ان کے نفوس کو مسخر کرنا اور اس طریقہ سے مسلمانوں کے مقاصد پورا کرنا ضروری ہے۔“

برصغیر پاک و ہند میں چشتی اور سہروردی بزرگوں کے ہاتھوں اشاعت اسلام کا کام وسیع پیمانے پر ہوا تھا لیکن سولھویں صدی عیسوی تک ہندومت کے اثرات کی وجہ سے مسلم معاشرہ میں کئی قسم کی خرابیاں اور بدعات در آئی تھیں۔ خود تصوف میں ہندو لوگ اور دیگر خارجی اثرات کے تحت ریاضت اور تعذیب نفس کے ایسے طریق رائج ہو چکے تھے جن کا کتاب و سنت سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ ایسے ذہنی رجحانات کو ہوا مل رہی تھی جن کے سبب اسلامی تشخص کو نقصان پہنچ رہا تھا۔ کہا جا رہا تھا کہ رام اور رحیم ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں اور یہ کہ ہندو ویدانت اور اسلامی تصوف ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ دارا شکوہ کی کتاب ”مجمع البحرین“ سرکاری سطح پر اس سوچ کی ترجمان تھی جس کے ذریعے ہندو مسلم متحدہ قومیت اور اکھنڈ بھارت کا فکری فلسفہ جنم لے رہا تھا۔ ہم عصر مورخ عبدالقادر بدایونی نے اپنی کتاب ”منتخب التواریخ“ میں مغل بادشاہ اکبر کے ایسے متعدد اقدامات کا ذکر کیا ہے جو کھلم کھلا اسلام دشمنی کا اظہار تھا۔ اس نے دین الٰہی کے نام سے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جس میں بادشاہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ محمد، احمد وغیرہ جیسے نام بادشاہ پر گراں گزرتے تھے اور وہ انہیں بدل دیتا تھا۔ نئی مساجد کی تعمیر پر پابندی، گائے کی ذبح کی ممانعت، پیاز لہسن کے استعمال کی بندش، بادشاہ کے سامنے سجدہ کا لزوم، دربار میں نماز روزہ کی حوصلہ شکنی وغیرہ خلافِ اسلام اقدامات کی لمبی فہرست میں سے صرف چند بطور نمونہ ہیں۔

اس صورتِ حال میں برصغیر پاک و ہند میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۶۴-۱۶۰۳ء) نے سلسلہ نقشبندیہ کو متعارف کیا۔ شیخ محمد اکرام کے الفاظ میں:

”اس دور کو علم تصوف کا عہدِ زریں سمجھنا چاہیے لیکن عام طور پر ان

بزرگوں نے عہدِ اکبری کی مذہبی بوالعجبیوں کو روکنے کے لیے
مؤثر کوشش نہ کی۔ ان میں جو غالی وحدت الوجودی خیالات
کے تھے (مثلاً شیخ امان پانی پتی کے قبیلہ دار) وہ تو اکبری مذہبی
اختراعوں میں اس کے شریک کار ہو گئے۔ جو شیخ عبدالحق محدث
کی طرح ان اختراعوں سے متنفر تھے، وہ زیادہ تر دربار سے کنارہ
کش رہے اور گوشہ تنہائی میں اللہ اللہ یا درس و تدریس کرنے
لگے۔ دربار اکبری کے مذہبی رجحانات کے خلاف مستحکم محاذ ایک
ایسے بزرگ نے قائم کیا جو عہد اکبری کے بالکل آخر میں
ہندوستان میں آئے۔ انہیں چار پانچ سال سے زیادہ کام کرنا
نصیب نہیں ہوا۔ لیکن وہ نہ صرف روحانی پاکیزگی اور سربلندی
میں بے نظیر تھے بلکہ ان کا طریق کار وقت کی ضرورت کے لیے
خاص طور پر موزوں تھا...... انہوں نے نہ صرف ہندوستان میں
نقشبندی سلسلے کی مستحکم بنیاد رکھی بلکہ امراء و اکابر سے اختلاط پیدا کر
کے نہایت خاموشی سے درباری بدعتوں کے خلاف متشرع اور
دیندار امراء کا محاذ قائم کیا۔ وہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ بیرنگ
تھے۔"

اصلاح احوال کی اس تحریک کو حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے نامور خلیفہ حضرت
مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۲۴ء- ۱۵۶۴ء) نے بڑے منظم اور پرجوش انداز میں آگے
بڑھایا۔ آپ کو قید و بند کی صعوبتوں سے بھی دو چار ہونا پڑا۔ لیکن بالآخر ماحول مسخر ہوتا گیا
اور اکبر کی اولاد میں اورنگ زیب عالمگیر جیسا حکمران پیدا ہوا جس نے شعائر اسلامی کی
سربلندی کا اہتمام کیا۔ وہ حضرت مجددؒ کے فرزند حضرت خواجہ محمد معصومؒ (۱۶۶۹ء-۱۵۹۹ء)

کا مرید تھا۔ آپ نے بادشاہ کی روحانی تربیت کے لیے اپنے فرزند حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر کیا جنہوں نے اس کی تسلیک میں پوری کوشش کی اور بادشاہ باقاعدہ حلقہ توجہ میں شریک ہوتا رہا۔

ان نقشبندی بزرگوں کا سب سے اہم کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے کتاب وسنت کی ترویج کو اپنا مطمح نگاہ بنایا۔ معاشرہ میں بدعات کا قلع قمع کیا۔ خاص طور پر تصوف کو خارجی اثرات سے پاک کر کے اسے کتاب وسنت کے تابع بنایا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے مسلم قوم کے تشخص کو برقرار رکھا اور اسے ہندومت میں مدغم ہونے سے بچایا۔

مغل حکومت کے زوال پر انگریز اپنی شاطرانہ چالوں سے برصغیر پر قابض ہو گئے۔ یہ دور یورپی تہذیب کے عروج کا زمانہ تھا۔ مشرق ومغرب میں دنیا کے مختلف حصے انگریز قوم کے زیر تسلط تھے اور کہا جاتا تھا کہ برطانوی حکومت پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ اب ہر جگہ یورپی تہذیب نے مسلم ثقافت پر یورش کر رکھی تھی۔ یورپی زبانوں، لباس، بود وباش اور لامذہبیت کے نظریات نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ کرۂ ارض کے بیشتر حصوں سے اصل باشندوں کو ملیامیٹ کر کے ان علاقوں کو یورپ کے رنگ میں رنگ دیا گیا۔ آج کینیڈا، شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، افریقہ کے جنوب وسطی حصے تہذیب وتمدن کے لحاظ سے یورپ کا حصہ ہیں۔

مسلمانوں کے لیے یہ ایک بڑا چیلنج تھا۔ برصغیر میں جہاد بالسیف کے ذریعے انگریزی اقتدار سے نجات کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔ مسلم تہذیب کو یورپی اثرات سے بچانا ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ ایک دفعہ پھر صوفیاء نے اس چیلنج کو قبول کیا اور وہ مسلمانوں کے علوم وفنون، تہذیب وتمدن اور ثقافت کو زندہ رکھنے میں کوشاں ہو گئے۔ اس دور کے صوفیاء کی جماعت کے متاخرین میں سے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری (شیر ربانی) رحمۃ اللہ علیہ کا نام بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ کی پوری زندگی

مسلم معاشرہ میں کتاب وسنت کی ترویج کے لیے وقف رہی۔ آپ کی ذات سے معاشرہ کا معتد بہ حصہ متاثر ہوا اور ان افراد کی شخصیت پر تہذیب مغرب کے رنگ کے بجائے صبغۃ اللہ یعنی اللہ کا رنگ واضح طور پر دکھائی دینے لگا۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم عصر مشائخ سے بعض لحاظ سے ممتاز اور منفرد تھے۔ اکثر اقطاب الارشاد کا طریقہ یہ رہا کہ گو وہ اپنے مواعظ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے تھے لیکن باقاعدہ روحانی تربیت کی ذمہ داری ان افراد کے لیے روا رکھتے تھے جو ان کی بیعت کرتے تھے۔ ان حضرات کا طریقہ اپنی جگہ بہت موثر تھا کیونکہ انہوں نے مجاز خلفاء کو مختلف مقامات پر بٹھایا اور یوں یہ خلفاء الگ الگ روحانی مرکز بنتے گئے اور طریقت کی اشاعت ہوتی گئی۔ تاہم حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف یہ روایتی انداز اختیار کیا بلکہ اس سے بڑھ کر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ہر اس شخص کو پہنچایا جس سے انہیں واسطہ پڑا۔ ہر آنے جانے والا شخص، مسجد میں اجنبی نمازی، ہم سفر ناواقف ساتھی غرضیکہ جو آدمی بھی کسی حیثیت میں ان کے قریب آیا، اسے اپنی پند و نصیحت سے بہرہ ور کیا۔ تلقین کا انداز بھی متنوع تھا۔ کبھی "بریشم کی طرح نرم" جمالی انداز مخاطب کا دل موہ رہا ہے، کبھی پر جلال تہدید آمیز لہجہ دلوں کو مسخر کر رہا ہے اور کبھی کسی نوجوان کے چہرے پر تھپڑ بھی پڑ سکتا ہے۔ انداز جو بھی ہوتا، اس کا نتیجہ ایک ہی ہوتا کہ اکثر اوقات مخاطب کی کایا پلٹ جاتی اور اس کی شخصیت پر صبغۃ اللہ کی چمک ہمیشہ کے لیے ثبت ہو جاتی۔

کتاب وسنت کی پیروی کی تلقین میں سماجی مرتبے کا کوئی لحاظ نہیں تھا۔ اس ضمن میں سر محمد شفیع اور اعلیٰ سرکاری افسروں سے لے کر ایک بے کس غریب مسلمان تک کسی کے ساتھ امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مباحات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف اور صرف آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی لباس، وضع قطع، نشست و

برخاست، رہن سہن وغیرہ اختیار کرنے پر زور دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں کسی سے کوئی رعایت روا نہیں رکھتے تھے۔

حضرت صاحبزادہ خالد سیف اللہ صاحب، حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب و اجل خلیفہ حضرت محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور جانشین ہیں۔ آپ نے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نظریہ تصوف کی نشر و اشاعت کا کام شروع کر رکھا ہے۔ آپ کی خواہش تھی کہ حضرت میاں صاحب شرقپوریؒ کے حالات پر جو مواد تحریری صورت میں یا سینوں میں محفوظ ہے، اسے ماہرانہ نظم و ترتیب کے ساتھ جمع کیا جائے تاکہ وہ آنے والی نسلوں کے لیے شمع ہدایت کا کام دے۔ اس کام کے لیے قرعہ فال جناب پروفیسر غلام عابد خان کے نام نکلا جو اس سے پہلے حضرت محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع سوانح حیات "انوارِ عمر" لکھ کر خواص سے دادِ تحسین وصول کر چکے ہیں۔

جناب پروفیسر غلام عابد خان نے جس مہارت، تندہی اور محنت سے یہ کام انجام دیا ہے، یہ انہی کا حصہ ہے۔ مجھے یقین ہے یہ کتاب تصوف سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوگی اور پروفیسر موصوف کے لیے دنیوی و اخروی سرخروئی کا موجب ہوگی۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

پروفیسر صاحبزادہ محمد عبدالرسول للّٰہی

❁❁❁❁

عرضِ حال

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد برصغیر پاک و ہند میں انگریز اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ اپنا سیاسی تسلط قائم کر چکا تھا۔ غلامی کے اس دور میں مغربی تہذیب و تمدن کے اثرات پوری آب و تاب کے ساتھ اس معاشرہ میں ظاہر ہو رہے تھے۔ مسلمانوں نے ایک لمبے عرصے تک اس سرزمین پر حکومت کی تھی اور ایک ایسا آزاد نظام تعلیم رائج کیا تھا جو مسلمانوں کی دینی و دنیاوی دونوں ضرورتوں کو پورا کرتا تھا۔ اس کے مقابلے میں انگریزوں نے ایک ایسا نظام تعلیم رائج کیا جس کا مقصد انگریزی اقدار کا اجراء اور مقامی لوگوں کو غلام بنانا تھا تاکہ ایک لمبے عرصے تک برصغیر پر اپنی حکمرانی کر سکیں۔

انگریز حکمرانوں نے انگریزی زبان اور مغربی تعلیم کے حصول کو ذریعہ معاش کا معیار مقرر کر کے مسلمانوں کے نظامِ تعلیم کو یکسر بے دست و پا کر دیا تھا۔ اس لیے مسلمان بھی انگریزی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور تھے۔ ایسے حالات میں مسلمانوں میں دینی اقدار ناپید ہو رہی تھیں اور مغربی تہذیب و تمدن کے معاشرہ پر اثرات نمایاں ہو رہے تھے۔ سیاسی انحطاط کے اس دور میں ایسی شخصیات کی ضرورت بڑھ رہی تھی جو ان اثرات کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور اسلامی اقدار کے احیاء کا بیڑہ اٹھائیں۔ یہ ایک بدیہی حقیقت اور سنتِ اللہ ہے کہ جب کبھی تعلق باللہ کی سرزمین خشک ہو جاتی ہے تو حکمت الٰہی کسی ولی اللہ کے وجود کو بارانِ رحمت بنا کر سیراب کر دیتی ہے جس کے اثرات صدیوں تک محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ تیرھویں صدی کی آخری دہائی اور چودھویں صدی کے نصف اوّل (۱۲۸۲ تا ۱۳۲۷ء) میں اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق شرق پور شریف کی فضا میں ایک کامل ولی اللہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تعینات

فرمایا جن کی ذاتِ گرامی کے وجود باسعود سے پنجاب بلکہ پورے برصغیر پاک و ہند کی سرزمین خوب عطر بیز رہی اور عطر کی اس خوشبو نے برصغیر پاک و ہند اور خصوصاً وسطی پنجاب کے اضلاع میں علم و عرفان اور تبلیغ و اشاعت کا ایک ایسا غلغلہ برپا رکھا جس کے اثرات آج بھی ان علاقوں میں دیکھے جاتے ہیں۔[1] عرفان و محبت الٰہی کی تقسیم اور مسلمانوں کو اپنی گم شدہ میراث عطا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اگلے مرکز کے طور پر شرقپور شریف کا انتخاب فرمایا۔ (الحمد للہ علی ذالک)

اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۶۵ء تا ۱۹۲۸ء) نے ایک لمبے عرصے تک اس سرزمین کو عرفان و محبت الٰہی کے رنگ میں رنگے رکھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ خلفاء نے معرفتِ الٰہیہ کے اس نور ہدایت کو مزید فروغ بخشا۔ بفضلہ تعالیٰ جس کا سلسلہ تاحال جاری و ساری ہے۔

خداوند قدوس نے انسانوں کی ہدایت کے لیے روزِ اول سے ہی ایسی نیک روحوں کا انتخاب کر لیا تھا۔ جنہوں نے انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری فرمائی اور منصبِ رسالت پر فائز ہوئے۔ سلسلہ رسالت کے انقطاع کے بعد امت کے سلیم فطرت انسان یختص من یشاء کے اصول کے تحت منصب ولایت پر فائز کیے گئے۔ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی کامل اتباع کے ذریعے اس نور ہدایت کو آگے بڑھایا۔ انبیاء علیہم السلام کی طرح فرقِ مراتب کے تحت جتنا کسی نے اچھے اور بلند ہمتی سے اپنے فرائض منصبی سرانجام دیئے اسی قدر اللہ تعالیٰ نے ورفعنا لك ذكرك کے اصول کے تحت اس کا ذکر بلند فرمایا۔

اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس گئے گذرے دور میں عشقِ الٰہی کی تقسیم اور احیائے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جو شمع روشن کی اس کا تقاضا تھا کہ ایسی جامع شخصیت کی زندگی کا ہر پہلو آئندہ نسلوں کے لیے بھی ہدایت کا نمونہ قرار پائے۔

[1] اسی نسبت سے اس کتاب کا نام ''الرحیق العرفان'' تجویز کیا گیا۔ مؤلف

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے فوراً بعد متوسلین میں یہ احساس پیدا ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حیاۃ طیبہ کے ہر عمل کو محفوظ کر لیا جائے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرۃ پر ملک حسن علی کی کتاب ''حیاتِ جاوید'' کے نام سے منظر عام پر آئی اس کے بعد ''خزینۂ معرفت'' جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک یارِ غار صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے محض اُمی ہونے کے باوجود ایک معرکتہ الآرا کتاب شائع فرمائی جس کا دیباچہ اور تدوین مرشدی و مولائی حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

ترجمان الحقیقت، قطب العالم، محبوب الٰہی حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاہکار تصنیف ''انقلاب الحقیقت'' میں اعلیٰ حضرت شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر ایک ایسے انوکھے انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ بعد میں اعلیٰ حضرت شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ پر لکھی جانے والی کوئی ایسی کتاب نظر نہیں آتی جس میں ''انقلاب الحقیقت'' کا حوالہ موجود نہ ہو۔ الحمدللہ آج تک اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر تقریباً ۴۰ کے قریب کتب شائع ہو چکی ہیں۔ ان سب میں سے ''خزینۂ معرفت'' اور ''انقلاب الحقیقت'' دو ایسی کتب ہیں جنہیں اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کے سلسلہ میں پرائمری اور بنیادی ماخذات کی حیثیت حاصل ہے۔ ''خزینۂ معرفت'' میں بھی فنی لحاظ سے کچھ کمیاں موجود ہیں جس کا ذکر مرشدنا حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیباچہ میں کیا ہے اور ساتھ ہی اس کا اظہار بھی فرمایا ہے کہ جتنی اعلیٰ مرتبت شخصیت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات تھی اس پر ایک اچھی سوانح حیات کا نہ لکھا جانا باعث افسوس ضرور ہے۔ اس بارے پورا اقتباس حسب ذیل ہے:

> ''کتاب ھذا کا گو ظاہراً مقصد یہی قرار دیا گیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت قبلہ مرشدم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ہے لیکن درحقیقت یہ ایسا نہیں بلکہ تصوفِ حقیقی اور اسلام مجازی کا خاکہ دیا گیا ہے یا بالفاظِ دیگر یہ ''خزینہ التصوف'' کہلانے کی مستحق ہے۔ بیشک

ہمارے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر یہ فاخرانہ الفاظ ہوتے تھے کہ خان صاحب حسن خاں[1] نے حالاتِ نقشبندیہ لکھ کر بڑا احسان کیا ہے کہ تمام مشکوٰۃ شریف کو اس کے اندر بھر دیا ہے یعنی طریقہ نقشبندیہ کے تمام سلف و خلفاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے حالات کو سنت نبویہ علیہ التحیۃ والسلام کے ساتھ منطبق کر دیا اور یہی بات ان قبلہ بابرکات کو منظور بھی تھی کہ آپ کے حالات میں بھی یہی رنگ دکھایا جائے لیکن جس جامعیت اور کمال کی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات تھی اس حیثیت کی سوانح کا نہ لکھا جانا باعثِ افسوس ضرور ہے۔''[2]

خزینہ معرفت میں جناب صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے سلف سابقین کی حیاتِ طیبہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کی بڑی کامیاب کوشش کی ہے۔ یہی بات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پسند بھی تھی جیسا کہ مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے۔ لیکن اس بارے میں مرشدم صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کا منفرد نقطۂ نظر یہ ہے:

''یوں تو متعدد کتب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جائیں گی لیکن ہمارے دل کی پیاس تب بجھے گی جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایک حال اور ایک ایک عمل بلکہ ایک ایک حرکت و جنبش اوراق کے اندر ضبط ہو کر ہماری بینائی کا باعث ہو گی۔ اگر کسی کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و کیفیات کے جوڑ توڑ تعلق و بے تعلقی سلف اور خلف علیہ الرحمۃ کے ساتھ دیکھنے کا شوق ہو تو ہوا کرے

---

[1] حضرت محمد حسن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعلیٰ حضرت غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ مولف حالات نقشبندیہ

[2] خزینۂ معرفت دیباچہ

لیکن ہمیں تو عشق و محبت ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے، آپ کی کیفیات سے۔[1]

اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو مرشدم حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انقلاب الحقیقت میں جس احسن طریقہ سے سلف سابقین سے تطابق پیدا کرنے کی بجائے اپنے مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور کیفیات کا مسائل تصوف و اسلام سے ایسا تطابق پیدا کر دکھایا ہے کہ یہ کتاب دستور تصوف کے طور پر اپنا منفرد مقام پیدا کر چکی ہے اور عجیب حیرت یہ ہے کہ یہ کتاب نہ محض آپ بیتی ہے نہ محض سوانح نگاری اور نہ محض تصوف کی کتاب ہے بلکہ اس میں سب کچھ یکجا کر دیا گیا ہے کہ فنی لحاظ سے تاریخ نگاری اور سوانح نگاری اگرچہ دو مختلف علمی و ادبی اسلوب ہیں لیکن فکری لحاظ سے ان میں کئی قدریں مشترک ہیں۔ تاریخ ہمیں زمانہ کی سیاست کے نشیب و فراز سے آگاہی دیتی ہے۔ لیکن تاریخ کی نسبت سوانح کا خاص وصف یہ ہے کہ ہمیں ایک ایسے فرد یا انسان سے روشناس کراتی ہے جس کی زندگی دوسروں کے لیے قابل تقلید نمونہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد اولیائے کرام کی پاکیزہ زندگیاں ہی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں جن کی سیرت و حالات سے آگاہی حاصل کر کے رشد و ہدایت اور خیر و اصلاح کا مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

"حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انفاس العارفین کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ اہلِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں کہ حکایات المشائخ جنود من جنود اللہ (مشائخ کی حکایات اللہ

---

[1] خزینہ معرفت دیباچہ

کے لشکروں سے لشکر ہیں) کے قول کے مطابق صوفیاء مشائخ کے اقوال واحوال جو کرامت واستقامت کے مساوی ہیں اور ظاہری اور باطنی علوم کے جامع ہیں مبتدیوں کو شوق ورغبت دلاتے ہیں پختہ کاروں کے لیے دستور میزان ہوتے ہیں۔ خصوصاً اولاد اور اخلاف کے لیے آباؤ اجداد کے حالات سننے سے بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

بسا اوقات صاحب صلاحیت کی غیرت کی رگ حرکت میں آتی ہے اور اسے کسی مقام پر پہنچا دیتی ہے اور انصاف پسند شخص کو اپنی غلطی سے آگاہ کرتی ہے اور توبہ کا دروازہ اس پر کھول دیتی ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے صالحین کی حکایتوں کے متعلق دریافت کیا گیا کہ ان کا بیان کرنا اور سننا سنانا کیسا ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کی مثال خدا کے لشکروں کی سی ہے جس سے مریدوں کے حالات درست ہوتے ہیں۔ عارفین کے اسرار زندہ رہتے ہیں۔ عاشقوں کے دلوں میں ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے اور مشتاقوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ ان سے کہا گیا اس کی دلیل کیا ہے تو دلیل کے طور پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی:

و کلا نقص علیك من انبیاء الرسل ما نثبت به فوادك۔

ترجمہ: ''اور ہم رسولوں کی خبروں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیان کریں گے جس سے ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو قرار وتسکین بخشیں گے۔''

چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے قرونِ اولیٰ سے ہی اولیائے کرام کی سوانح حیات لکھنے کی روایت چلی آرہی ہے اور تاقیامت جاری رہے گی۔ متقدمین اولیائے کرام کے حالات وواقعات انہی کتابوں کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں۔ سوانح

نگاری کا اصل مقصد یہ ہے کہ اولیائے کرام کی سیرۃ و کردار کو اس انداز سے پیش کیا جائے کہ پڑھنے والے متاثر ہو کر اپنی زندگیوں کو اس سانچے میں ڈھالنے کے لیے عملاً آمادہ ہو جائیں۔ اس لحاظ سے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے متقدمین کے بارے میں لکھی جانے والی سوانح حیات اس مقصد کے حصول کے لیے کہاں تک کامیاب رہی ہیں اور ان کے بارے اس عہد کے عالموں اور محققین کی ثابت رائے کیا ہے۔"

معروف مورخ اور سلسلۂ کوثر کے مؤلف شیخ محمد اکرام نے صوفیاء کے تذکروں کے بارے میں لکھا ہے:

"اولیاء و مشائخ کے جو تذکرے ہیں بیسیوں بلکہ بسا اوقات، سینکڑوں صفحات الٹ جائیے تب جا کر کام کی ایک سطر ملتی ہے۔ بقول شبلی نعمانی چیونٹیوں کے منہ سے دانہ دانہ اکٹھا کر کے خرمن تیار کرنا پڑتا ہے۔ قصہ نویسی اور خوش اعتقادی کی کہر تمام لٹریچر پر چھائی ہوئی ہے جس کے اندر نہ مختلف اولیاء کرام کے جداگانہ خدوخال نظر آتے ہیں اور نہ ان کے عملی کاموں سے صحیح واقفیت ہوتی ہے۔"[1]

اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے عظیم مفکر نامور محقق اور معروف صاحب قلم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں:

"ہندوستان کے اولیائے کرام، داعیانِ اسلام اور مشائخ عظام کے تذکروں میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں کافی ضخیم تصنیفات بھی ہیں لیکن جب اس عصر کا کوئی مصنف ان کے ایسے حالات جمع کرنے کے لیے بیٹھتا ہے جس سے ان کے اصلی کمالات ان کی دینی مساعی ان کی تعلیم و تربیت کے نتائج اور ان

---

[1] دیباچہ آبِ کوثر مؤلف شیخ محمد اکرام مطبوعہ فیروز سنز، لاہور

کے مزاج ومذاق پر روشنی پڑے اور اس زمانہ کے لوگوں کے لیے یہ حالات سبق آموز، شوق انگیز اور ہمت آفرین ہوں اور بحیثیت ایک جلیل القدر اور کامل انسان کے ان کے حالات منظرِ عام پر آئیں اور ان کی سوانح کا صحیح ڈھانچہ سامنے آئے تو اس کو سخت مایوسی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات صدہا صفحات کی ایک کتاب سے بلکہ متعدد کتابوں سے بھی ایک صفحہ کے بقدر بھی مواد حاصل نہیں ہوتا۔ عظیم ترین شخصیتوں کے تذکروں اور سوانح حیات میں اتنے بڑے بڑے خلا نظر آتے ہیں جن کو کسی قیاس اور عبارت آرائی سے بھرا نہیں جاسکتا۔ پوری کی پوری کتاب خوارق وکرامات، محیرِ العقول واقعات اور عجائبات سے بھری ہوتی ہے اور ضروری معلومات کا افسوس ناک فقدان نظر آتا ہے۔[1]

تھوڑا آگے چل کر موصوف اس عہد کے مصنفین کے رویے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مصنف کا سارا زور ان کے کشف وکرامات بیان کرنے پر صرف ہوتا ہے اور ان کو اس حد تک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ وہ بنی نوع انسان سے ماوراء کوئی اور ہستی نظر آتے ہیں۔ وہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ سوتے ہیں اور نہ خصائص انسانی سے ان کو سروکار ہے، نہ علمی مشاغل سے ان کا واسطہ ہے۔ ان کا صرف یہ کام ہے کہ وہ قانونِ فطرت کو ہمیشہ توڑتے رہیں اور موالید ثلاثہ اور عناصر اربعہ پر اپنی حکومت اور خودمختاری کو کسی طرح

[1] تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم صفحہ ۱۳

قائم رکھیں۔"[1]

اس عہد کے ایک مشہور محقق جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی نے صوفیاء کے تذکرہ نگاروں کا صوفیاء کی سیرت و کردار اور اصل کارناموں کی طرف دھیان اور اہمیت نہ دینے کا بدیں الفاظ رونا رویا ہے۔

"مذہبی تذکرہ نگاروں نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس طرح کہ بزرگوں کے اصلی خدوخال بھی چھپ گئے اور ماحول کے صحیح پس منظر کے ساتھ نہ ان کو دیکھا جاسکا اور نہ انسانیت کی سطح پر ان کی عظمت و بلندی کا اندازہ لگایا جاسکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان بزرگوں کی سوانح حیات کرامات کا چند بے معنی داستانوں کا مجموعہ بن کر رہ گئیں۔ وقت کا تقاضا ہے ان بزرگوں کے حالات بنی نوع انسان اور ملت کی ضروریات کے آئینہ میں دیکھے جائیں تاکہ ان کے صحیح خدوخال نمایاں ہوسکیں۔"[2]

ایک جگہ محقق موصوف نے صوفیاء کے اصل کارناموں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا ہے کہ

> "ان کی نفسیاتی بصیرت کا چشمہ ایمان و عمل کی قوت سے اُبلتا ہے اور ان کی نگاہ میں ایسی تاثیر پیدا کر دیتا ہے کہ جس کی طرف دیکھ لیتے اس کی زندگی میں معصیت کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔ افسوس کی بات ہے ان بزرگوں کے حالات میں اب تک ہندوستان میں جو تشریح شائع ہوئی ہے اس میں ان کی زندگی کے اس پہلو کو نظر انداز کر کے کرامات اور خرق عادات کی داستانوں کو مرکزی حیثیت دے دی گئی ہے حالانکہ ان مشائخ کرام نے اظہار کرامت کی نہ صرف جگہ جگہ مذمت کی ہے بلکہ

---

[1] تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم صفحہ ۱۶

[2] تاریخ مشائخ چشتیہ صفحہ ۹ مطبوعہ دار المؤلفین، اسلام آباد

اس کو حیض الرجال سے تعبیر کیا ہے۔[1]

احیائے علوم کے اس دور میں علوم وفنون میں بڑی تیزی سے ترقی ہو رہی ہے اور ہر فن اور علم سے نئے نئے سوتے پھوٹ نکلے ہیں آج سے چند سال پہلے اگر کوئی ایک فن یا علم کی شاخ تھی تو اس کی اب کئی شاخیں نئے فنون کی صورت میں ہمارے سامنے جلوہ گر ہو رہی ہیں۔ خاص کر تمدن، عمرانیات اور انسانی نفسیات کے شعبوں میں حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے۔ ماہرین نفسیات نے اثر پذیری کے لحاظ سے انسانوں کی جو درجہ بندی کی ہے اس میں سب سے نچلا طبقہ داستان گوئی اور کہانی کا شوقین ہوتا ہے۔ متوسط طبقہ کسی مقبول اور ہر دلعزیز شخصیت کے سیرت و کردار کو پسند کرتا ہے اور اس سے متاثر ہوتا ہے۔ انسانوں کی جمعیت میں سب سے اعلیٰ طبقہ نئے نظریات اور جودت فکر کا متلاشی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو تذکرہ اور سوانح حیات میں ایسی جامعیت ہونی چاہیے کہ وہ ملن مذکورہ بالا تمام طبقات کی ضروریات پوری کر سکے اور اگر کوئی تذکرہ نگار تمام طبقوں کی ضروریات پوری کر سکے تو اس کی تالیف کے مقبول عام ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور تذکرہ نگاری کا اصل مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو متقدمین کے تذکروں میں یہ کمی ضرور محسوس ہوتی ہے۔ جس کا اشارہ جدید محققین نے درج بالا سطور میں بڑے تاسف سے کیا ہے۔ صوفیاء کرام کا سب سے بڑا کارنامہ اور عظیم کرامت مردہ دلوں کو زندہ کرنا ہے اور ان میں ایمان وایقان کا بیج بونا ہے۔ لہٰذا صوفیاء کے ہاتھوں اور ان کے دم قدم سے اسلام اور نیکی کی جو ترویج ہوئی ہے وہ ان کی کرامات اور خرقِ عادات و واقعات سے بڑھ کر کہیں زیادہ ان کے حسنِ اخلاق، مخلوق کے لیے ایثار، محبت عام، بندگانِ خدا کے لیے ہمدردی و غمگساری، عطاو شفقت، بذل و کرم اور بے لوث خدمتِ خلق کی وجہ سے ہوئی۔ اسی لیے شیراز کے عظیم صوفی شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک

[1] تاریخ مشائخ چشتیہ صفحہ ۲۳۶-۲۳۷

شعر میں طریقت کا سارا خلاصہ بیان کر دیا ہے

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست　　　　بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

صوفیاء کے پاس سب سے بڑا ہتھیار اور سب سے بڑی طاقت جس کے ذریعے وہ لوگوں کے دلوں کو فتح کرتے تھے ان کو ایسا گرویدہ بناتے تھے اور بڑے بڑے فساق و فجار اور گناہوں میں ملوث لوگوں کو پاک باز انسان بنا دیتے تھے۔ یہی خدمتِ خلق، محبت و شفقت عامہ اور حسنِ اخلاق کی تلوار تھی۔ جدید محققین نے ہماری توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی ہے کہ تذکرہ نگاری میں صاحبِ تذکرہ کے ماحول کو مدِ نظر رکھ کر اس کے اصل کام اور اس کے اثرات کا جائزہ پیش کیا جائے۔

پہلے سے موجود تذکروں میں ایک کمی یہ بھی تھی کہ مشائخ کے تاریخی پس منظر اور ہم عصر شخصیات کے بارے میں کچھ بتایا نہیں جاتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی شیخ کے حالات کا مطالعہ کرتے وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا یہ شخصیت گرد و پیش کے ماحول سے بالکلیہ منقطع ہے۔ اس لیے تاریخی واقعات کے تناظر میں اس کے اصل کردار اور جادۂ تاریخ پر اس کے نقوشِ پا کا ادراک نہیں ہو پاتا تھا حالانکہ تاریخ میں کسی کا مقام متعین کرنے کے لیے تاریخی پس منظر اور اس پر اس شخصیت کے پیدا کردہ اثرات کا جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ صوفیاء کے خانقاہی نظام کے متعلق ایک عام غلط فہمی یہ بھی رہی ہے کہ اس کے متعلقین کا کام یہ ہے کہ وہ کسی کونے یا بیاباں میں ساری عمر اللہ اللہ کرتے ہیں اور وہ اپنے گرد و پیش کے ماحول اور معاشرتی مسائل سے لاتعلق رہتے ہیں اور انہیں اسلام کے انفرادی اور اجتماعی مسائل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اقامت دین کی جد و جہد میں ان کا کوئی عملی حصہ نہیں ہوتا بلکہ تصوف کا مقصد تو دنیا سے لاتعلقی اور زندگی کے تلخ حقائق سے فرار ہے۔ ہمارے ماضی کے تذکرہ نگاروں نے اس خیال کو یوں تقویت دی کہ انہوں نے مشائخ کی معاشرتی اصلاح اور ترویج دین کی کوشش کو زیادہ اہمیت نہ دی بلکہ بعض اوقات یکسر نظر انداز کر دیا اور زیادہ تر زور خرق عادات اور

کرامات کے واقعات بیان کرنے پر دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ منجملہ تمام سلاسل طریقت کے مشائخ نے اپنے عہد میں اپنے گردوپیش کے مسلمانوں کے اجتماعی اور معاشرتی مسائل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بالخصوص نقشبندی سلسلہ کے مشائخ نقشبندیہ نے تسخیر سلاطین کے ذریعے اشاعتِ دین کا اہتمام کیا اور اپنے روحانی تصرف کے ذریعہ مسلم معاشرہ میں اصل اسلامی روح کو زندہ کیا۔ بعض اوقات انہوں نے اسلام مخالف حکمرانوں کو انقلاب کے ذریعے اسلام دوست حکمرانوں سے بدلا اور بعض اوقات صالح حکمرانوں کے حق میں رائے عامہ ہموار کر کے انہیں تقویت پہنچائی اور ان کی راہنمائی فرمائی۔ آج بھی دنیا کے مختلف حصوں میں کفار کے خلاف جہاد کی جو تحریکیں چل رہی ہیں ان کے پیچھے مشائخ نقشبند کا روحانی تصرف کارفرما ہے۔

اس ساری سیر حاصل بحث کا مقصد صرف یہ تھا کہ سوانح نویسی اور تذکرہ نگاری میں جدید دور کے تقاضوں اور اصلی معیار مطلوب کی طرف توجہ مبذول کرائی جائے اور تاریخ نویسی اور سوانح نویسی کے اس بنیادی فرق کو مدِنظر رکھا جائے کہ سوانح نویسی میں صرف ایک ''فرد یا انسان'' کے گھروندوں میں جھانک کر کھلے اور چھپے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسی شخصیت دوسروں کے لیے قابلِ تقلید نمونہ ہوتی ہے اس زاویہ نگاہ سے اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ پر مطبوعہ لٹریچر کا جائزہ لیا جا سکتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر شائع ہونے والے ادب میں مذکورہ بالا مقاصد کو کہاں تک مدِنظر رکھا گیا ہے۔ الحمدللہ فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ العالی کی ذاتی دلچسپی سے صحافتی تجربے اور متحرک قیادت سے بڑی اچھی اچھی کتابیں منظرِ عام پر آئیں ہیں جن کے ذریعے اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات سے نئی نسلیں آگاہی حاصل کر رہی ہیں۔ اس ناچیز نے ''انوارِ عمر'' کی تالیف کے وقت ایسے ہی ایک تجربے کی کوشش کی ہے جس سے جدید سوانح نگاری کو ایک نئی جہت ملی ہے

جس میں اپنے ممدوح کے کھلے چھپے سب حالات کو اجاگر کرنے اور کارکردگی کو منظرِ عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔الحمدللہ مختلف حلقوں سے اچھی پذیرائی ملی۔

دوسری اصناف کے مقابلے سوانح نگاری بڑا مشکل کام ہے۔اس کے لیے تجربہ، تحقیق، ذاتی مشاہدہ اور تحریری مواد کا ہونا لازمی شرط ہے۔"انوارِ عمر" کے سلسلے میں اس ناچیز کو یہ تمام سہولتیں وافر مقدار میں میسر تھیں۔اس لیے اس کی تالیف کے وقت کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی۔جہاں تک اعلیٰ حضرت شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ لکھنے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں زمانی بُعد اور مشاہدہ کے فقدان کے علاوہ جو تحریری مواد موجود ہے اس میں تکرار کی وجہ سے بہت مشکل پیش آتی رہی ہے۔اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ جیسی بلند پایہ شخصیت کے شایانِ شان تقریباً ایک صدی بعد لکھنے کے لیے ایسے ہی کسی بلند پایہ عالم فاضل محقق اور صاحب حال وقال کی ضرورت تھی۔جو آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار شخصیت کی زندگی کے ہر پہلو کو احسن طریقے سے اجاگر کرنا اور عشق ومحبت کے حالات اور روحانی کیفیات کو منظرِ عام پر لانا ہے۔

حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھنے کا سب سے بڑا مقصد اپنے مرشد کی دیرینہ خواہش کی تکمیل تھا جو ان کی زندگی میں پوری نہ ہوسکی۔اب اس کی مجھے سعادت نصب ہوئی۔الحمدللہ۔

میں اپنی علمی بے مائیگی اور علمی بے بضاعتی کے سبب شاید ان دعووں پر پورا نہ اتر سکا ہوں جن کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے تاہم اپنے استاد مکرم جناب ظہور احمد اختر کی رائے کے مطابق زیادہ تر انحصار خزینہ معرفت اور انقلاب الحقیقت پر کیا ہے اور حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔مجھے نہیں معلوم میں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔اس ناچیز کا معاملہ کچھ یوں ہے کہ ایک بار امام الطریقت حضرت خواجہ بہاؤالدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جس

نے ایک دفعہ بھی میری جوتی سیدھی کی میں اس کی شفاعت کروں گا۔

پس اعلیٰ حضرت شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر طیبہ کر کے صرف ایک بار جوتی سیدھی کرنے کی کوشش کر رہا ہوں؟

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

اس کتاب کی تیاری مختلف مراحل سے گزری۔ ابتدا میں جب چار ابواب لکھ چکا تو فالج کی بیماری میں مبتلا ہو گیا اور جسم کا دایاں حصہ مفلوج ہو گیا اور خود لکھنے سے محروم ہو گیا۔ تقریباً ایک سال کے عرصے میں بتدریج افاقہ ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ چلنے پھرنے کے قابل ہوا۔ بیماری کی شدت کے دوران اس کتاب کی تکمیل کا خیال غالب رہا۔ اپنے بچوں کی مدد سے سارے ابواب مکمل ہو گئے۔ بچوں کی لکھائی مختلف تھی اس لیے برادرِ طریقت جناب ماسٹر اکبر علی صاحب سکھیکی منڈی نے تمام مسودہ کی لکھائی اور تصحیح کی ذمہ داری اٹھائی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ اس لیے ان کی ان مخلصانہ خدمات کے اعتراف کے طور پر سرورق پر ان کا نام معاون کے طور پر لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ اگر باقی مراحل بھی بفضلہ تعالیٰ طے ہو گئے تو میری زندگی کی آخری خواہش پوری ہو جائے گی۔

قارئین سے گذارش ہے کہ دعا فرمائیں کہ میری یہ حقیری سی کاوش اللہ تعالیٰ کے حضور شرفِ قبولیت حاصل کرے اور میرے لیے آخرت کا توشہ بنے۔ آمین ثم آمین!

احقر العباد

پروفیسر غلام عابد خان

موضع لغاری ضلع خوشاب

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ (صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّم)

شجرۂ منثورہ

(حضرت اعلیٰ قبلہ شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ
وحضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب قدس سرہٗ العزیز تا جمیع حضرات خاندان نقشبندیہ مجددیہ عالیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین و حضرت ثانی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ (مع تاریخ وصال و مزار شریف)۔

1. الٰہی بحرمت حضرت سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین سیدنا و شفیعنا وسیلتنا فی الدارین محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مدینہ منورہ۔
2. الٰہی بحرمت صدیق اکبر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ مدینہ طیبہ۔
3. الٰہی بحرمت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، ۱۰ رجب ۲۳ھ مدائن۔
4. الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، ۱۴ جمادی الاول ۱۰۱ھ مدائن۔
5. الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، ۱۵ رجب ۱۴۸ھ مدینہ منورہ۔
6. الٰہی بحرمت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، ۱۴ شعبان ۲۶۱ھ بسطام۔
7. الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ، ۱۰ محرم الحرام ۴۲۵ھ خرقان۔

۸ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ ۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ طوس۔

۹ الٰہی بحرمت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷ رجب ۵۳۵ھ مرو۔

۱۰ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ غجدوان۔

۱۱ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ یکم شوال ۶۱۶ھ ریوگر قریب بخارا۔

۱۲ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ ۷۱۵ھ انجیر فغنہ۔

۱۳ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ رامتینی رحمۃ اللہ علیہ ۲۸ ذی قعدہ ۷۲۱ھ خوارزم علاقہ بخارا۔

۱۴ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ، ۱۰ جمادی الثانی ۷۵۵ھ سماس قریب بخارا۔

۱۵ الٰہی بحرمت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ۸ جمادی الاول ۷۷۲ھ سورخا قریب بخارا۔

۱۶ الٰہی بحرمت حضرت امام الطریقت والشریعت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ قصر عارفاں بخارا۔

۱۷ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ۲ رجب ۸۰۲ھ نوحقانیاں۔

۱۸ الٰہی بحرمت حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ ۵ صفر ۸۵۱ھ بلغنوز۔

۱۹ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ سمرقند۔

۲۰ الٰہی بحرمت حضرت مولانا زاہد ولی رحمۃ اللہ علیہ یکم ربیع الاول ۹۳۹ھ موضع وخش۔

۲۱ الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ محرم الحرام ۹۰۷ھ اسفرار مضافات ماوراء النہر۔

۲۲ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ ۲۲ شعبان ۱۰۰۹ھ موضع امکنہ نزد بخارا۔

۲۳ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ دہلی۔

۲۴ الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ سرہند شریف۔

۲۵. الٰہی بحرمت حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ، ۲۸ جمادی الثانی ۱۰۷۰ھ سرہند شریف۔

۲۶. الٰہی بحرمت حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ، ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ سرہند شریف۔

۲۷. الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ، ۲۷ ذوالحجہ ۱۱۲۶ھ سرہند شریف۔

۲۸. الٰہی بحرمت حضرت محمد حنیف پارسا رحمۃ اللہ علیہ یکم صفر المظفر ۱۰۲۳ھ بامیان از توابع کابل۔

۲۹. الٰہی بحرمت حضرت خواجہ زکی رحمۃ اللہ علیہ، ۱۱۴۳ھ ابتنکی لائقی۔

۳۰. الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ، ۹ ذوالحجہ مکہ مکرمہ۔

۳۱. الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ، ۴ ذی قعدہ ۱۱۸۸ھ حیدرآباد سندھ لواری شریف، ضلع بدین (سندھ)۔

۳۲. الٰہی بحرمت حضرت حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ، ۱۲۲۳ھ موضع قاضی احمد علاقہ سندھ۔

۳۳. الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ رتڑ چھتڑ مکان شریف پنجاب بھارت۔

۳۴. الٰہی بحرمت حضرت امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، ۱۳ شوال ۱۲۸۲ھ رتڑ چھتڑ مکان شریف پنجاب بھارت۔

۳۵. الٰہی بحرمت حضرت خواجہ صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ رتڑ چھتڑ (مکان شریف) پنجاب بھارت۔

۳۶. الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ، ۹ ذی قعدہ ۱۳۲۱ھ کوٹلہ پنجو بیگ پنجاب ضلع شیخوپورہ۔

۳۷. الٰہی بحرمت حضرت غوث زماں قطب دوراں شیر ربانی سیدنا حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ۳ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ۔

۳۸. الٰہی بحرمت حضرت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین سیدنا و مرشدنا میاں غلام اللہ (ثانی لاثانی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ۷ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ شرقپور شریف۔

باب نمبر ا

تاریخی پس منظر

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی اشاعت کے سلسلہ میں ذرائع کے متعلق مؤرخین کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ اس ملک میں اشاعت اسلام بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کی وجہ سے ہوئی۔ اس خطے میں مسلمان حکمرانوں نے علاقے فتح کر کے میدان ہموار کیا لیکن مسلمانوں کی روایتی رواداری پر عمل پیرا ہو کر مفتوحہ اقوام کو اپنا دین بدلنے پر مجبور نہیں کیا۔ اگر وہ ایسا کرتے تو آج برصغیر پاک و ہند کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ وسط ایشیا سے مختلف اوقات میں اٹھ کر آنے والے صوفیاء کرام نے مختلف مقامات پر خانقاہیں اور مدرسے قائم کیے جہاں مقامی قومیں اُن کے حسنِ اخلاق، انسانی ہمدردی اور سیرت و کردار سے متاثر ہو کر جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوتی رہیں۔ فاتح حکمران برصغیر کو اپنی عددی قلت کے باوجود سیاسی طور پر ایک مرکزیت پر لائے اور بہت سے مسلمان خاندان تقریباً ایک ہزار سال تک کامیاب حکومت کرتے رہے۔ جب مسلمان حکمرانوں میں جفاکشی اور بہادری کا دور ختم ہوا تو انگریز جو اس ملک میں پہلے تجارت کی غرض سے آئے تھے۔ مقامی لوگوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر آہستہ آہستہ اس ملک پر قبضہ کرتے گئے۔

۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مسلمانوں کو بتدریج زوال شروع ہوا جس کا نقطہ عروج ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی تھی جو بری طرح ناکام

ہوئی اور اس ملک پر مسلمانوں کا سیاسی اقتدار ختم ہو گیا۔ ہندو اکثریت نے اپنے لیے انگریز کو ایک نعمت سے کم خیال نہیں کیا اور مسلمانوں کے مقابلے میں انگریزوں سے تعاون کرنا شروع کر دیا۔ اس ملک میں جہاں مسلمانوں نے سینکڑوں سال حکمرانی کی تھی ایک زوال پذیر قوم بن کر رہ گئے۔

انگریزی تہذیب نے برصغیر کے لوگوں پر کیا اثرات مرتب کیے ان کا ذکر کرتے ہوئے علامہ عبداللہ یوسف علی اپنی کتاب ''انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ'' میں لکھتے ہیں:

''تعلیم میں ہم نے پہلے پہل یورپین خیالات کی تقلید اس وجہ سے اختیار کی تھی کہ وہ نئے تھے مگر جب نئے نہ رہے تو ہم اُن کو ترک کرنے لگے۔ ہم نے اولاً لندن یونیورسٹی کے نظام کو پیشِ نظر رکھا اور اس نمونے کو اپنی ضروریات اور اغراض کے سانچے میں ڈھالا۔ ہمارے ابتدائی گریجوایٹ ایک نئی تہذیب کے پیشواؤں کی طرح تھے۔ زندگی میں ان کی حیرت انگیز کامیابی نے بھی عوام کے سامنے ان کی نظیر پیش کی۔ تاکہ وہ اس تہذیب کو قبول کریں۔ ملک کے نئے روشن خیال طبقے اور دقیانوسی لوگوں کے درمیان اجنبیت بڑھنے لگی۔ انگریزی تعلیم اس بات کا معیار تھی کہ اس اجنبیت میں حق بجانب کون سا فریق ہے۔

جب ہندوستان کے دوسرے مقامات میں انگریزی تعلیم کے پھیلنے کی وجہ سے بنگال کی امتیازی حیثیت میں فرق آنے لگا۔ تو بنگالی جو انگریزی زبان میں ایک عرصے سے تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ دوسرے صوبوں میں پھیلنے لگے اور ہر جگہ بڑے بڑے

عہدوں پر ممتاز ہونے لگے۔ انگریزی تعلیم کے مالی فوائد نے بھی فرقہ وارانہ حیثیت سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان منافرت پیدا کر دی۔ مسلمانوں نے کئی نسلوں تک انگریزی تعلیم سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ کھو دیا۔ دوسرے فرقے اس میدان میں ان سے بہت پہلے قدم بڑھا چکے تھے۔ ہماری قدیم صنعت و حرفت پر ادبار چھا گیا۔ انگریزی نمونے پر جن جدید صنعتوں اور حرفتوں کی بنیاد قائم کی گئی انہوں نے اپنا علم بلند کیا اور قدیم صنعت و حرفت کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ اس طرح شہری اور دیہاتی، آدمیوں کے درمیان مفارقت بڑھنے لگی۔ قدیم قصبے برباد اور ویران ہو کر مفصلات میں ملنے شروع ہو گئے۔ زراعت کا منافع کم ہوتا گیا اور اسی کے ساتھ زمینداری کی وقعت اور عزت گھٹنے لگی۔ مفصلات کے ذہین اور طباع لوگ قصبوں اور شہروں کے پیشوں کی طرف مائل ہونے لگے اور زمیندار حیاتِ عامہ میں انگریزی تعلیم یافتہ پیشہ اور جماعتوں کے مقابلے میں نسبتاً اپنی حیثیت سے گرنے لگے۔"

اسلامی تہذیب و تمدن کی پائیداری اور استحکام ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ اس کا انحصار اقتدار اور قومی فتح و شکست کا مرہونِ منت نہیں۔ اس کی تصدیق اس واقعے سے ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی حکومتیں بارہا شکست پذیر ہوتی رہیں اور مختلف علاقوں میں اپنے سیاسی اقدار سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور غیروں نے اس کو ختم کرنے کی بارہا کوشش کی لیکن یہ تہذیب جہاں پھیلی اور اپنے قدم جمائے وہاں سے مٹ نہ سکی۔ بلکہ مسلمانوں کے سیاسی زوال کے اندر اِسے پنپنے کے زیادہ مواقع

میسر آئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ خلافت کا ایک واقعہ ہے کہ یورپی ممالک سے عیسائیوں کا ایک وفد آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آیا۔ گفتگو کے بعد وفد نے جامع دمشق جو اُسی عہد میں تیار ہوئی کو دیکھنے کی خواہش کی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مترجم کو ساتھ بھیج دیا اور اسے ہدایت کی کہ جامع کی زیارت کے دوران جو کچھ یہ کہیں مجھے اُسی طرح بتانا۔ وفد کے اراکین مسجد کی خوبصورتی اور فن تعمیر سے بہت متاثر ہوئے اور آپس میں کہنے لگے ہم تو سمجھے تھے کہ اسلام ایک کڑاہی کے اُبال کی طرح کچھ عرصے بعد بیٹھ جائے گا۔ مگر یہ مسجد دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کی یہ تہذیب ہمیشہ زندہ رہے گی۔

اسلامی تہذیب وتمدن کے انحطاط و ابتلا کے دور میں ہمیشہ صوفیاء کرام نے ہی شجر اسلام کی آبیاری کی۔ ''تاریخ مشائخ چشت میں پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

> ''یورپ کے مستشرق جب اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی زوال کبھی ان کے دینی نظام کو تباہ نہ کر سکا۔ بقول پروفیسر کے۔ ہٹی کہ سیاسی اسلام کے تاریک ترین لمحات میں مذہب اسلام نے بعض نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ ہالینڈ کے ایک فاضل مستشرق لوکے گارد نے دبے انداز میں اس بات پر استعجاب کا اظہار کیا ہے کہ گویا اسلام کا سیاسی زوال تو بارہا ہوا مگر روحانی نظام میں ترقی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔''

اسی طرح ایک اور مستشرق ایچ-اے-آر گب (H-A-R Gibb) نے اپنے ایک خطاب کے دوران اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

> ''تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا

شدت سے مقابلہ کیا گیا۔لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیاء کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی طاقت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔"

اس کی بڑی مثال مسلمانوں کی تاریخ میں سقوطِ بغداد ہے جو وسط ایشیاء میں اسلامی تہذیب وتمدن کے لحاظ سے نقطہ عروج کو پہنچ چکا تھا۔لیکن تاتاری چنگیز خاں اور اُس کے پوتے ہلاکو خان نے مسلمان حکومتوں کو تہس نہس کر دیا اور اُن شہروں کو برباد کر دیا جو اُس زمانے میں اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ کہلاتے تھے اور اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔مسلمانوں کی اس تباہی کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ اب ان علاقوں میں اسلام کا نام تک باقی نہیں رہے گا،لیکن قدرت کاملہ کا نظام ملاحظہ فرمائیے کہ کچھ ہی عرصہ بعد صوفیائے کرام کی کوششوں سے ان ہی غیر مذہب حکمرانوں کی اولاد مسلمان ہوتی گئی اور وہ اسلام کی تبلیغ کے داعی بن کر اس کے محافظ بن گئے۔علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو اپنے ایک شعر میں سمو کر رکھ دیا ہے۔

ہے عیاں ملت کہ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

برصغیر میں بھی ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی مسلمانوں کے سیاسی،اقتصادی اور تمدنی زوال کا نقطہ آغاز تھی۔اس کے بعد مسلمان زوال پذیر ہوتے چلے گئے۔یہ عہد مسلمانوں کے خلاف ابتلاء و مصائب کا زمانہ تھا۔خود اسلام کے اندر بھی فتنے پیدا ہوئے جن میں نیچریت،قادیانیت،چکڑالویت اور متشدد وہابیت کے فتنے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔اُدھر انگریزی تہذیب وتمدن کی اشاعت کے لیے عیسائی مشنریوں کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی۔ایسے حالات میں برصغیر میں مسلمانوں کا ہمہ جہتی زوال مقدر بن

چکا تھا،لیکن قدرت کاملہ کا یہ اصول ہے کہ قوموں کے انحطاط کے دور میں ایسی شخصیات پیدا کر دیتا ہے جو اس عہد کے فتنوں کے اسباب کا تدارک کرتے ہیں۔ہماری تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔برصغیر کے انحطاط کے دور میں سیاسی بیداری کے لیے سرسید احمد خاں اور اُن کے رفقاء نے مسلمانوں کی تعلیم کی تحریک شروع کی اور دو قومی نظریے کی بنیاد پر مسلمانوں کی ترقی کے لیے کام کیا۔علی گڑھ،دیو بند اور ندوۃ العلماء کے قیام سے مسلمانوں میں دینی اور سیاسی بیداری پیدا ہوتی گئی۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ جیسے سیاسی راہنما ملتے گئے اور دیگر فتنوں کے سدِ باب کے لیے اس عہد کے ہم عصر علماء کرام اور صوفیائے کرام نے اپنے اپنے میدان کا انتخاب کر کے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔اس عہد کے ہم عصر علماء اور صوفیاء کرام میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف،حضرت دیوان غیاث الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف (وصال ۱۹۲۲) حضرت دیوان سید محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاک پتن شریف (وصال ۱۹۲۴ء) حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دربار حضرت سلطان المشائخ دہلی۔

حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ تونسہ شریف (۱۸۲۳ء تا ۱۹۰۱ء)

حضرت خواجہ محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیال شریف (۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۱ء)

حضرت باوا فضل دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کلیامی (وصال ۱۸۹۲ء)

حضرت خواجہ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میروی (وصال ۱۹۱۲ء)

حضرت خواجہ امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بسالوی (وصال ۱۹۳۹ء)

حضرت سلطان نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دربار سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۱۹۵۱ء)

حضرت حافظ جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی پوری (وصال ۱۹۳۹ء)

حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری (۱۸۲۴ء تا ۱۹۲۹ء)

حضرت مخدوم صدرالدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گیلانی ملتان شریف

حضرت سید غلام عباس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشیں مکھڈ شریف

حضرت سید لعل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دندہ شاہ بلاول

حضرت سید سید علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سوہاوہ (وصال ۱۹۰۳ء)

حضرت مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرنگی محلی

حضرت مولانا غلام نبی للٰہی رحمۃ اللہ علیہ ضلع جہلم (۱۸۸۸ء-۱۸۱۹ء)

حضرت مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی (۱۳۲۱ھ-۱۲۵۱ھ)

قابل ذکر ہیں۔

اس عہد کی ایک بہت بڑی شخصیت حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی کی تھی کہ صوفیت کے باوجود اپنی خداداد علمیت کے ساتھ قادیانیت، وہابیت اور چکڑالویت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کے اثر و رسوخ کو مسلمانوں میں پھیلنے نہ دیا۔ مغربی تہذیب کے خلاف اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار شخصیات پیدا ہوئیں۔

اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احیائے سنت کی ایسی تحریک چلائی کہ اس کے اثرات آج بھی دیکھے جاتے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ ان نفوسِ قدسیہ نے اس دور میں اسلامی تہذیب و تمدن کی حفاظت کے لیے بڑی بڑی قربانیوں سے ملتِ اسلامیہ کی آب یاری کی۔ اس دور انحطاط میں انہی لوگوں کی مساعی جمیلہ سے نہ صرف تصوف اسلام کے سلسلوں کی اشاعت ہوئی بلکہ مختلف علماء نے سیاسی تحریکوں میں حصہ لے کر مسلمانوں کو اس قدر تربیت بہم پہنچائی کہ وہ بڑی سے بڑی قربانیاں دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ برصغیر کے علماء اور

صوفیائے کرام نے ملت اسلامیہ میں پیدا ہونے والے فتنوں کے سدِ باب کے لیے عام مسلمانوں کی اصلاح احوال کا بیڑہ اٹھاتے ہوئے اپنے تفویض کردہ کام کو سرانجام دیا اور اس طرح اسلامی تہذیب وتمدن کو اُجاگر کر کے غیروں کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ اس طرح اسلامی تہذیب وتمدن نے ہر دور میں سیاسی اقتدار نہ ہونے کے باوجود ایسی مستحکم کامیابیاں حاصل کیں جن کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے اور ان کامیابیوں کی بدولت اپنا تشخص بحال کیا۔

۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک تقریباً ۹۰ سال بعد اس خطۂ ارض میں اپنا ایک علیحدہ ملک حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ صوفیائے کرام اپنے عہد کے سیاسی اقتصادی اور معاشرتی مسائل سے ہمیشہ بے خبر رہے اور صرف اللہ اللہ کرتے رہے اور دنیا کے مسائل سے لاتعلق رہے یہ بات قطعی طور پر مناسب نہیں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور سوانح کے مطالعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دائرہ کار میں عام مسلمانوں کی اصلاح کی اور سنت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احیاء کے لیے ہمیشہ سرگرم رہے اور حکومت وقت کی تہذیب و تمدن کی ممکن حد تک مخالفت کرتے رہے اور انگریزی دور کے مشینی آلات کو بھی ہمیشہ ناپسند فرمایا جس کا مفصل ذکر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس سوانح حیات میں آئے گا۔

✿✿✿✿

باب نمبر ۲

خاندان اور سوانحی حالات

اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان ایک متوسط دینی خانوادہ تھا۔ البتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے اکثر بزرگ ورع، تقویٰ اور دین داری میں کامل استعداد رکھتے تھے اور اولیاء اللہ سے اپنی نسبت وابستہ رکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آباءؒ و اجداد حجرہ شاہ مقیم کے بزرگوں سے روحانی نسبت رکھتے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی اللہ تھے اور بچپن ہی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت خلوت پسند اور ذکر و فکر والی تھی۔ بیعت ہونے کے بعد آپ کی زندگی میں جو تبدیلیاں رونما ہوئیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ طریقت کی نعمتِ عظمیٰ کے لیے میدان پہلے سے ہی تیار تھا۔ اگرچہ طریقت ایک وہبی نعمت ہے اور اس کے لیے ہر کوئی مسلمان مکلف نہیں۔ لیکن فطرت کاملہ جب وَ یَخْتَصُّ مِنْ یَّشَآءُ کے اصول کے مطابق جب کسی کو منتخب فرما لیتی ہے تو اس کی تربیت کا انتظام بھی خود کرتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے:

رحمت حق ناگاہ می رسد
ولے بر دل آگاہ می رسد

اس منصب پر فائز ہونے والے انسان پیدائشی طور پر خاص صلاحیتوں اور استعداد کے مالک ہوتے ہیں اور بعض پیدائشی طور پر منصب ولایت پر فائز ہوتے

ہیں جس کے آثار ان کی ولادت سے پہلے ظہور پذیر ہوتے ہیں ایسے ہی صاحب تذکرہ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری کی پیدائش سے قبل کئی بار ہوا۔

آثارِ ولایت

متقدمین اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بعض کی ولادت سے پہلے کئی آثار اور پیش گوئیاں ظہور پذیر ہوئیں اور خاص کر مادر زاد اولیائے کرام کی ولادت سے قبل ایسی صورت حال کا تذکرہ اکثر کتابوں میں ملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح "خزینۂ معرفت" کے مولف صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے متعلق اس عہد کے بعض بزرگوں کی پیش گوئیوں کا ذکر کیا ہے۔

1. اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کی خوشخبری آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جد اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو کابل کے ایک بزرگ نے ایک صدی پہلے دی تھی اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی تجویز فرمایا تھا۔
2. آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نانا حضرت مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سرزمین شرقپور کو مسکن بنانے کا مقصد بھی "بوئے یار مہرباں آید ہمی" کے مصداق تھا۔
3. امیر طریقت حضرت بابا خواجہ امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے پہلے شرقپور تشریف لاتے اور فرماتے کہ ہمیں حق سبحانہ نے کشف سے فرمایا ہے کہ اس شہر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک "شیر" پیدا ہوگا۔
4. آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے بہت سال پہلے ایک مجذوب حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مولد شریف کے اردگرد چکر لگایا کرتے تھے اور فرمایا

کرتے تھے کہ اس محلے میں ایک مقبول بارگاہِ رب العلیٰ پیدا ہوگا۔ میں اس کی بوئے مست سے روح کو مسرور اور دل و دماغ کو تازہ کرتا ہوں۔

◆ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خود ارشاد ہے کہ "میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ جب تم پیدا ہوئے تو گھر میں عجیب کیفیت تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے ایک تخت اترا ہے فرشتے تمہیں اٹھا کر اوپر لے گئے اور جب واپس لے کر آئے تو شاہی لباس زیب تن تھا۔

◆ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قصور میں ایک بزرگ کی خانقاہ ہے جہاں نفل پڑھنے کے لیے اکثر مستورات جایا کرتی تھیں میری والدہ صاحبہ بھی وہاں نفل پڑھتی تھیں۔ صاحب مزار سے ایک بار اشارہ ہوا کہ تمہارے ہاں ایک صالح لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام شیر محمد رکھنا۔(۱)

ولادت باسعادت

۲۰ جون ۱۸۶۳ء بمطابق ۱۲۸۲ھ کو شرقپور شریف میں حضرت میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ سات روز بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی شیر محمد رکھا گیا۔ حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے بزرگ تھے نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت پر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گود میں لے کر بہت پیار کیا اور اپنی زبان مبارک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے منہ مبارک میں ڈال دی جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چوسا اور وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سینہ سے لگاتے اور بار بار چومتے تھے حضرت مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے بابرکت بزرگ تھے جو حجرہ شاہ مقیم والوں کے مرید تھے اور بہت بڑے عالم باعمل صاحب کرامت ولی اللہ تھے۔ شرقپور

شریف میں اس خاندان کے مؤسس اعلیٰ بھی حضرت مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔

خاندان

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کا پہلا مسکن غالباً دیپال پور تھا۔ وہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے تین افراد قحط سالی کی وجہ سے نقل مکانی کر کے قصور تشریف لائے جن میں ایک شادی شدہ تھے اور دو حضرات کی شادی ابھی نہیں ہوئی تھی۔ قصور شریف میں کوٹ نواں قلعہ کے دروازے کے اوپر ایک منزل تھی جہاں انہوں نے قیام کیا۔ قرآن مجید کی کتابت ان کا پیشہ تھا۔ قرآن مجید قلمی لکھا کرتے تھے۔ یہی ان کا ذریعہ معاش بھی تھا۔ ان تین حضرات میں سے جو شادی شدہ تھے وہ تو واپس چلے گئے اور باقی دونوں میں سے ایک پکہ قلعہ قصور میں رہائش پذیر ہوئے اور دوسرے کوٹ پیراں قصور میں مقیم ہو گئے۔ کوٹ پکہ قلعہ والے صاحب کی اولاد میں سے تیسری پشت میں ایک صاحب مسمی صالح محمد تھے جو قرآن مجید کی کتابت کرتے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بزرگوں سے کوئی پوچھتا کہ تمہاری ذات کیا ہے آپ فرماتے "ماخوشنویسیم" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی پیشہ کتابت اور خوش نویسی تھا۔

حضرت صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے تھے حافظ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میاں غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ حافظ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جدِ بزرگوار ہیں جو خوش نویسی کے علاوہ حکمت بھی کرتے تھے اور نہایت ہی نیک بخت اور صالح آدمی تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے

بھائی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت بڑے بزرگ تھے اور قصور شریف میں آپ کی رہائش کوٹ رانجھے خان متصل مسجد حاجی رانجھے خان میں تھی۔اس مکان کا ایک تہ خانہ تھا جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ چلہ کشی اور مجاہدہ کرتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ بوجہ قحط سالی حجرہ شاہ مقیم تشریف لے گئے۔وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت مقبولیت نصیب ہوئی۔جب سکھوں نے حجرہ شاہ مقیم پر حملہ کیا اور فتح کر لیا تو دو سید صاحبان اور مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر لیا۔ان تینوں صاحبان کو پھانسی دینے کا حکم ہوا۔تو سید زادوں نے کہا یہ مولوی صاحب ہیں ان کا کیا قصور ہے۔یہ سن کر سکھوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رہا کر دیا۔پھر آپ وہاں سے شرقپور شریف تشریف لے گئے۔یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے وقت انہیں اپنی زبان مبارک چوسائی تھی۔اس طرح حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان شرقپور شریف میں آباد ہو گیا۔

چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان پہلے قصور شریف میں آباد ہوا تھا اور وہاں کچھ رشتہ دار بھی موجود تھے جس کی وجہ سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قصور شریف سے ایک موانست اور محبت تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات میسر نہیں۔البتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب حضرت میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے نیک بخت، پارسا اور متشرع آدمی تھے اور قادری طریق میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت تھی اور ذکر و شغل قادری طریق کے مطابق ہی کیا کرتے تھے۔آپ کی ملازمت ضلع رہتک میں تھی۔وہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ملازمت کے دوران وفات پائی۔اس طرح حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب کچھ اس طرح بنتا ہے۔حضرت میاں شیر محمد صاحب بن میاں عزیز الدین صاحب بن محمد حسین صاحب بن محمد عمر صاحب بن صالح بن محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہم۔
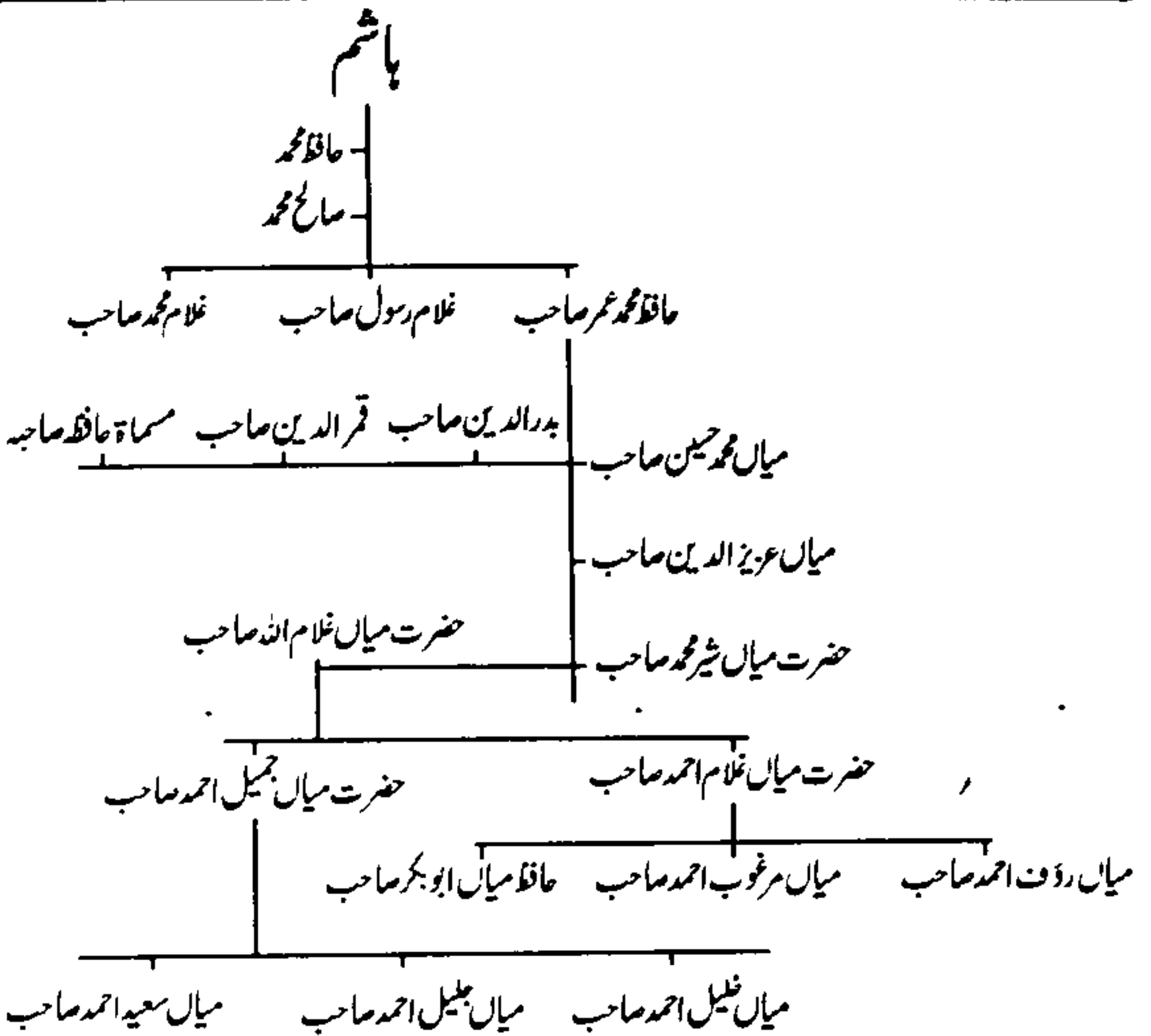
تعلیم وتربیت

آپ رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی تھے۔کم عمری ہی میں کھیل کود سے بیزار نظر آتے۔ تنہائی کو پسند کرتے عام بچوں کی طرح کھیل کود کو پسند نہ کرتے تھے۔کبھی لڑکوں کو کھیلتے دیکھتے تو فرماتے ہم بھی اپنا کھیل کھیلیں گے اور گھر جا کر اسم ذات ''اللہ'' لکھنا شروع کر دیتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اسم ذات ''اللہ'' کے بے حد شیدائی تھے اور یہ نام انہیں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز اور پسند تھا۔جب آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآنِ پاک پڑھتے تو رونے اور آنسوؤں کی کثرت سے جلد خراب کر دیتے۔نانا جان کی باز پرس پر سکوت اور رونے کے سوا کوئی جواب نہ دیتے۔حیاداری کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب گھر سے نکلتے تو چہرہ مبارک پر رومال ڈال دیتے۔اڑوس پڑوس کی عورتیں دیکھ کر کہتیں کہ ہمارے محلے میں یہ لڑکا نہیں بلکہ لڑکی رہتی ہے جو غیروں سے منہ چھپاتی پھرتی ہے۔

والد بزرگوار کے اصرار پر دنیوی مدرسہ میں صرف ابتدائی پانچ درجہ تک تعلیم حاصل کی تھی مسجد میں اپنے چچا حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کلام مجید اور فارسی کی چند کتابیں پڑھیں۔ عموماً پانچ چھ سال کی عمر میں ہی قبرستان چلے جاتے۔ والدہ صاحبہ کے استفسار پر فرماتے کہ بزرگوں سے ملنے گیا تھا۔ کبھی کبھی جوشِ عشقِ الٰہی میں دہکتے ہوئے کوئلے پکڑ لیتے اور انہیں نگلنے لگتے اور کبھی کبھی کھولتی ہوئی ہنڈیا منہ سے لگا لیتے اور فرماتے یہ چیزیں بھی تو اللہ ہی کی ہیں۔ گھر والے انہیں دیوانہ سمجھتے۔ جب جذبہ شوق ومحبت کم ہوتا تو دینی تعلیم کے حصول میں لگ جاتے۔ مولانا حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید حکیم شیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلیم حاصل کی۔ خطاطی کا فن آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ورثہ میں ملا تھا۔ مدرسہ میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خوشخطی کی دھوم تھی۔ مدرسہ چھوڑنے کے بعد بھی خطاطی کی مشق جاری رکھی۔ اچھے اچھے کاتب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خط دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ مگر اس شوق کو حضرت نے ذاتِ حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کے حصول کے اعلیٰ مقصد کے لیے استعمال کیا۔ حمد وثنا کی نظمیں نقل کرتے، نعتیہ کلام قلم بند کرتے۔ پھول پتیوں کے نقش ونگار میں حق سبحانہ وتعالیٰ کا اسم اعظم اللہ جل شانہ اور حضور صاحبِ لولاک سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بصد شوق لکھتے۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ جوان ہوئے تو ان کے لیے بچپن کی طرح یہ میدان بھی عام لوگوں سے بالکل مختلف تھا۔ پہلے قبرستانوں میں اس لیے چلے جاتے تھے کہ بڑوں سے ملیں جلیں اور خیر وعافیت دریافت کریں اور اب قبرستان خاموش آبادی میں بیٹھنے اور لیٹنے کو جی چاہتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قبرستان جاتے اور ٹوٹی پھوٹی پرانی قبروں میں لیٹ جاتے اور انتہائی کیف ولذت محسوس کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شروع ہی سے شاہ خرچ تھے احباب نوازی اور غربا پروری میں سب سے پیش پیش تھے۔ اس لیے ادھار لیتے اور

حضرت کے والد بزرگوار خفا ہوتے اور فرماتے۔ "عجب بات ہے ایک لڑکا ہے وہ بھی شاہ خرچ اور دیوانہ کہتے۔ انہی ایام میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ منہ اندھیرے گھوڑے پر سوار ہو کر ملازمت پر جا رہے تھے کہ کسی نے صبح کے دھند لکے میں رستہ روک کر گھوڑے کی باگیں تھام لیں اور فرمایا جس لڑکے کو آپ رحمۃ اللہ علیہ دیوانہ سمجھتے ہیں اور اس سے ناراض ہوتے ہیں وہ ایک دن بہت بلند اقبال ہوگا اور اس کے بڑے چرچے ہوں گے البتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نہیں دیکھیں گے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم جب تائید غیبی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاندار مستقبل سے آگاہ ہوئے تو حضرت قبلہ سے مطمئن ہو گئے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے شاہ خرچ تھے۔ احباب نوازی اور غربا پروری میں سب سے آگے تھے اس لیے اکثر مقروض رہتے جب حالات زیادہ ابتر ہوئے ارادہ فرمایا کہ لاہور جا کر کتابت کا کام کیا جائے اور اس ارادہ کی تکمیل کے لیے لاہور تشریف بھی لے گئے لیکن مشیتِ ایزدی کو کچھ اور منظور تھا۔ اس لیے وہاں دل نہ لگا اور واپس شرقپور شریف تشریف لے آئے۔

عائلی زندگی

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق شادی کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دو صاحبزادے تولد ہوئے جو بچپن ہی میں یکے بعد دیگرے چل بسے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ انہیں گود میں لے کر فرماتے تھے کہ اگر تم نے اچھا نہ بننا ہو تو پھر تمہارا اس دنیا سے چلے جانا ہی اچھا ہے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھوں انہیں غسل دیا اور فرمایا کہ کیسے خوبصورت نکل آئے ہیں اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ صاحبزادوں سے بڑی ایک صاحبزادی صاحبہ بھی تھیں جن کا نام حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے بکمال عقیدت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے "غلام فاطمہ" رکھا۔ یہ تقویٰ و دین داری میں کامل تھیں۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان سے بہت محبت تھی۔ شادی کے بعد بعض وجوہ کی بنا پر سسرال میں بن نہ آئی اور وہ سایہ عاطفیت میں چلی آئیں۔ اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے لنگر کا کام انہیں سونپ دیا تھا۔ علاوہ ازیں جو مستورات گھر میں آتیں انہیں مسائل سے آگاہ اور ہدایات فرماتیں۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ۱۳۴۵ھ میں ہوا اور صرف تین سال بعد صاحبزادی صاحبہ بھی اس دنیا فانی سے چل بسیں۔ جب ان کا آخری وقت قریب آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے معرفت کی بہت سی باتیں ان سے کیں اور فرماتے تھے کہ میں اکیلا رہ گیا ہوں اب میری باری ہے۔ حضرت قبلہ کی اہلیہ محترمہ کا جب انتقال ہوا احباب نے دوسری شادی کی تجویز پیش کی تاکہ فیوض و برکات کا سلسلہ بصورت نسل آگے چلے اور قائم رہے۔ اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اول تو مجھ میں طاقت ہی نہیں اور اگر یہ ہو تو بھی ہم روحانی بیٹوں کو نسلی بیٹوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ الغرض بقیہ زندگی آپ رحمۃ اللہ علیہ مجرد ہی رہے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ میانہ قد اور نحیف الجسہ تھے۔ کتابی چہرہ، رنگ گندمی مائل گورا، پیشانی چوڑی، بینی بلند، ابرو پیوستہ، داڑھی مبارک گھنی جس میں کچھ بال سفید اور باقی سیاہ تھے۔ اکہرے جسم کے تھے۔ آنکھیں درمیانہ سیاہی مائل۔ اکثر سرمہ لگاتے بوجہ کثرت گریہ بینائی پر اثر پڑا تھا۔ اس لیے مطالعہ کے وقت عینک استعمال کرتے۔ چہرہ مبارک پر تفکرات اور غور و تدبر کے اثرات نمایاں رہتے۔ بہت ہی کم لیٹتے تھے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے لباس میں سادگی ہوتی تھی۔ پانچ کلی ٹوپی پر سفید ململ کی پگڑی باندھتے تھے۔ ڈھیلی آستینوں یعنی کھلے بازوؤں والا کرتہ اور تہبند استعمال کرتے تھے۔ سفید لباس کے دلدادہ تھے۔ جاڑوں میں بند گلے کا کوٹ اور بند گلے ہی کی واسکٹ استعمال کرتے۔ سردیوں میں چمڑے کے موزے بھی استعمال فرماتے۔ قصوری زرد رنگ کی جوتی پہنتے سیاہ رنگ کی جوتی سے سخت نفرت تھی۔

آپ ﷺ کو بچپن ہی سے گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا۔اڑیل سے اڑیل گھوڑے کو بھی مطیع فرما لیتے۔ایک دفعہ باہر سے بارات آئی ان کے پاس ایک منہ زور اور سرکش گھوڑی تھی۔وہ لوگ امتحاناً اس گھوڑی کو حضرت ﷺ کے پاس لائے۔آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے تو وہ ہر طرح سے مطیع اور فرمانبردار ہو کر آپ ﷺ کے اشاروں پر چلنے لگی۔یہ سماں دیکھ کر تمام باراتی حیران ہو گئے۔طبع مبارک میں حد درجہ کی انکساری تھی۔ذاتی شہرت اور تعریف کو سخت ناپسند فرماتے۔ملنے والے جب کہتے کہ زیارت کے لیے آئے ہیں تو فرماتے میں زیارت کے کب لائق ہوں خدا تعالیٰ کا ایک ناچیز بندہ ہوں۔جب کوئی تعظیم کے لیے کھڑا ہوتا تو آپ ﷺ سخت ناپسند فرماتے۔ملنے والوں سے بلند جگہ پر بیٹھنے سے پرہیز فرماتے۔ساتھیوں کے ساتھ چلتے وقت آگے نہ چلتے بلکہ پیچھے چلنے کو ترجیح دیتے۔ہمیشہ دوزانو بیٹھتے۔کھانا کھاتے ہوئے دایاں زانو کھڑا رکھتے۔چلتے ہوئے راستے میں کوئی اینٹ، پتھر، کانٹا یا کسی پھل کا چھلکا ہوتا تو اپنے دستِ مبارک سے اٹھا کر راستہ صاف فرما دیتے۔چلتے وقت نظریں نیچی ہوتیں، میانہ روی اختیار فرماتے۔چال ڈھال میں تصنع ہرگز نہ ہوتی۔کبھی کسی بات پر فخر نہ فرماتے اور ہمیشہ انکساری اختیار فرماتے۔جب کوئی چیز خریدتے تو طاق تعداد میں خریدتے حتیٰ کہ مہمانوں کے سامنے روٹیاں بھی طاق تعداد میں رکھتے۔کسی خادم کو آپ ﷺ کی جوتی اٹھانے کی اجازت نہ تھی بلکہ چھونے بھی نہ دیتے۔ہر چیز دائیں ہاتھ سے لیتے اور دیتے، البتہ روپیہ پیسہ بائیں ہاتھ سے لیتے اور بائیں ہاتھ سے ہی دیتے۔

بیعت

بچپن ہی سے آپ ﷺ بڑی محنت اور جانفشانی سے اوراد و وظائف میں مشغول رہتے اور سخت ریاضت فرماتے تھے۔کہتے ہیں کہ درود شریف بکثرت

پڑھتے۔ جس کی تعداد روزانہ چھ ہزار سے کم نہ ہوتی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

ذکر نفی اثبات اور پاس انفاسِ ازہ میں بے حد محنت و جانفشانی فرماتے تا آنکہ طبیعت میں ضرورتِ مرشد کا احساس پیدا ہو چکا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے بزرگ حجرہ شاہ مقیم کے بزرگوں سے روحانی تعلق رکھتے تھے۔ ابتداء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ بھی حجرہ شریف کی طرف مبذول ہوئی اور غالباً اپنے بزرگوں کے ایماء پر آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر سعادت علی سجادہ نشین حجرہ شاہ مقیم کی خدمت میں حاضر بھی ہوئے۔ ایک ہی نظر میں وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ استعداد اور بلند عزائم کو بھانپ گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مشورہ دیا کہ کوئی اور صاحب باطن تلاش کریں اور بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ انکار صرف اس لیے تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس میدان میں بہت بلند استعداد رکھتے تھے اور کسی ہائیں مائیں کے بس کی بات نہ تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی راہنمائی کرتا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کئی اولیائے کرام نے بیعت کی دعوت دی لیکن میری چند شرائط تھیں جنہیں وہ پورا نہ کر پاتے تھے اس لیے بیعت نہ ہو سکی۔

حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف والے اکثر شرقپور شریف تشریف لاتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جدِ امجد کے پاس مسجد میں ٹھہرتے اور چلے جاتے۔ کچھ عرصہ بعد پھر تشریف لاتے، اس آمد و رفت کا مقصد صاف ظاہر تھا۔ مگر یہ شاہین بلند پرواز اس ضعیف اور عمر رسیدہ بزرگ کے قابو میں آتا دکھائی نہ دیتا تھا۔ بالآخر اس ضعیف مگر جواں ہمت امیر طریقت نے اپنے روحانی تصرف سے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر قابو پا لیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کے بعد جب حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو ذکر کی تلقین فرمائی اور خصوصی توجہ سے نوازا

تو جذب وسُکر کی کیفیتیں اُمڈ آئیں۔حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بےخودی میں تڑپتے اور گریبان چاک کر دیتے۔بےقراری کے عالم میں مسجدوں کے دروازوں پر جا کھڑے ہوتے اور اللہ کریم جل شانہ کا نام لے کر آوازیں دیتے اور کبھی جنگل میں نکل جاتے جو ملتا اس سے رب العزت کا پتہ پوچھتے اور کبھی حالتِ جذب میں اچھل اچھل پڑتے۔کبھی جھاڑیوں میں گھس جاتے،بدن کانٹوں سے لہولہان ہو جاتا،جب ہوش آتا تو اپنے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔کچھ وقت بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ پھر جذب وسُکر میں کھو جاتے اور کئی کئی روز اسی حالت میں گزر جاتے۔کپڑے پھٹ جاتے۔مسجد کے فرش پر دیوانہ وار لوٹتے۔اکثر قبرستان میں چلے جاتے اور کسی ٹوٹی پھوٹی قبر میں چھپ جاتے۔ایک دفعہ فرمایا کہ مجھے زمین پر چلنا پھرنا اور قضائے حاجات سے فارغ ہونا مشکل ہو گیا ہے کیونکہ ہر جگہ اسم ذات روشن نظر آتا تھا۔الغرض آپ رحمۃ اللہ علیہ پر عجیب وغریب عالم بےقراری طاری تھا اور طرح طرح کی وارداتیں وارد ہو رہی تھیں۔خزینۂ معرفت کے مؤلف صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے جذب وسُکر کے ایسے سترہ واقعات کا ذکر کیا ہے۔[1]

الغرض ایک ایسا وقت تھا کہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دام میں اُن کی پیرانہ سالی کی وجہ سے آنا نہیں چاہتے تھے۔اور جب اس تجربہ کار اور جہاں دیدہ مرشد کامل نے ان کو قابو میں لے لیا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کے روبرو ہمیشہ مؤدب اور دوزانو بیٹھتے۔ایک دفعہ اپنے پیر و مرشد کو رخصت کرنے کے لیے اُن کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راستے میں کسی وجہ سے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بڑھئی کے مکان پر ٹھہرنا پڑا۔بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ چارپائی پر تشریف فرما تھے اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ دوزانو زمین پر بیٹھے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر اُن کی سواری کے ساتھ

---

[1] خزینہ معرفت صفحہ ۱۵۳

پیدل چلتے۔ جب حضرت پیر و مرشد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہتا۔ دل کھول کر خاطر مدارات فرماتے۔ بلکہ مقروض ہو جاتے اور کیا مجال کہ طبیعت پر ذرا بھر بھی ملال آتا۔ ان کی آمد کو باعث خیر و برکت سمجھتے۔ ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چائے پینے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ لیکن گھر میں ایندھن نہیں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پگڑی جلا کر چائے تیار کی۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے وطن جاتے تو ہر قسم کی خدمت بجا لاتے۔ جنگل سے لکڑیاں چُن کر لاتے اور دیگر گھریلو امور سرانجام دیتے۔ ایک دفعہ حضرت پیر و مرشد کے پاؤں دبانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اوں ہوں! حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے اس سعادت کی محرومی سے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے میں دوزخ میں جا پڑا ہوں۔

پیر و مرشد کی خدمت اور اُن کی توجہ خاص سے بالآخر ایک موقع پر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"میرے اور شیر محمد کے درمیان جو فرق سمجھے گا وہ بے ایمان ہے۔"

نیز فرمایا:

"میاں شیر محمد کی فقیری آج کل کی سی نہیں بلکہ ان کا طریقہ سلف صالحین کے مطابق ہے۔"

خلافت

زندگی کے تمام حالات میں ہمارا معاشرتی رویہ یہ ہے کہ ہر ماں باپ اپنی اولاد کو پھلتا پھولتا دیکھنے کی زبردست خواہش رکھتا ہے۔ چہ جائیکہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے روحانی باپ اپنی روحانی اولاد کو پھلتا پھولتا نہ دیکھیں اور روحانی اولاد بھی ایسی ہو کہ جو اُن کی مراد ہو۔ اس لیے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ زبردست خواہش تھی کہ حضرت

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی زندگی ہی میں سلسلہ کی اشاعت کا منصب تفویض کر دیں۔ ادھر حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی قلیل عرصہ میں اشغالِ نقشبندیہ میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ لطائف ششش گانہ بھی فتوح ہو گئے۔ سلطان الذکر کی منزل بھی طے کر چکے تھے۔ نفی اثبات، پاس انفاس ازہ اور طریقہ یاد داشت میں بھی مشاق ہو گئے تھے۔ اتباعِ سنت میں بھی حد درجہ رعایت فرماتے تھے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں معراج کمال پر دیکھا تو ایک روز بڑی شفقت اور مہربانی سے عطاء خلافت کی تحریر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کرنا چاہی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لینے سے انکار کر دیا اور بولے کہ میں خلیفہ بننے کے لیے مرید نہیں ہوا ہوں۔ میری بیعت کا مقصد تو معبودِ حقیقی کا بندہ بننا تھا۔ کسرنفسی کا یہ عالم تھا کہ اپنے آپ کو پیر کہلوانا پسند نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اپنے آپ کو اس منصب کا اہل سمجھتے تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ عرصہ بعد یہ تحریر دوبارہ دینی چاہی مگر حضرت قبلہ اپنے انکار پر اڑے رہے۔ یہی کشمکش اڑھائی سال چلتی رہی۔ آخرکار ایک روز حضرت بابا صاحب نے انہیں مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں آپ کا مرشد ہوں اور تعمیل ارشاد آپ کا فرض ہے۔ اس پر حضرت قبلہ کے لیے کوئی جائے انکار نہ رہی۔ لہٰذا اجازت نامہ حضرت ممدوح کے ہاتھ سے تھام لیا اور اس ذمہ داری کے بوجھ کو ایسا محسوس کرنے لگے کہ گویا کسی نے ان پر پہاڑ رکھ دیا ہے۔ لوگ مرید ہونے کے لیے جوق در جوق آتے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ قبول نہ فرماتے اور فرماتے کہ میں اپنے آپ کو ہرگز اس منصب کا اہل نہیں سمجھتا۔ مگر کیا کروں پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ مجبور کرتے ہیں ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجبوراً مولوی یار محمد صاحب سکنہ چونیاں کو داخل طریق کیا۔ لیکن آپ پھر بھی اسی نفی میں رہے۔ صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ موضع ہرچوکی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جانے کا اتفاق ہوا۔

وہاں ایک نوجوان لڑکا دیکھا جس کی رنگت سیاہی مائل تھی۔ جب بندہ نے اس کی طرف دیکھا تو دل اس کی طرف کھینچا گیا۔ بندہ نے اس سے دریافت کیا کہ تم کس کے ملنے والے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بارہا حاضر ہوا۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہیں فرمایا۔ پھر ایک نوشاہی طریق کا ایک فقیر یہاں آیا۔ اس نے کہا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ فلاں لڑکے کو جا کر بیعت کرلو۔ سو میں نے اس سے بیعت کرلی۔ بندہ نے اس کی بیعت کا طریقہ پوچھا۔ اس لڑکے نے جواب دیا کہ پہلے اس فقیر نے مجھ سے وضو کرایا۔ پھر حکم دیا کہ اپنے باپ کو سجدہ کرو۔ میں نے والد کو سجدہ کیا پھر اس نے کہا اب مجھے سجدہ کرو میں نے اس کو بھی سجدہ کیا۔ یہ میں نے بیعت کی۔ بندہ یہ واقعہ سن کر اس لڑکے کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گیا۔ اور اس کی بیعت کا واقعہ سنایا اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تو نفی میں رہیں اور خلق خدا مشرک ہوتی جائے۔ مانا آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس کا اہل نہیں۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کو شرک کی تعلیم تو نہیں دیں گے۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تلقین کا طریقہ جاری کردیا۔[1]

❁❁❁❁

---

[1] خزینہ معرفت صفحہ ۱۶۲-۱۶۱

باب نمبر ۳

مسندِ ارشاد

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کا مرتبہ دیا اور خلافتِ ارضی کا منصب عطا فرمایا۔ اس منصب اور شرف کے کچھ قواعد وضوابط کی پابندی لازمی قرار دی گئی۔ ان قواعد وضوابط کے لیے انسانوں کی ہدایت کا سلسلہ شروع فرمایا اور اپنے خاص برگزیدہ بندوں کو نبی اور رسول کا درجہ دے کر بنی نوع انسان پر اتمامِ حجت کا اہتمام فرمایا تاکہ انسان اس کے عملی نمونہ اور تعلیم سے کماحقہٗ استفادہ کر سکے۔

یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور سرورِ کائنات خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوا۔ انبیاء علیہم السلام کا وجود مبارک خاص صفات کا حامل ہوتا ہے۔ وہ پیدائشی طور پر گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ جب یہ سلسلہ نبوت ختم ہوا تو رشد و ہدایت کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے علماء کے سپرد ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں۔ ان علماء میں سے بعض کو منصب ولایت تفویض کیا جاتا ہے اور بلا شبہ منصب ولایت ایک وہبی نعمت ہے اور اس منصب پر فائز ہونے والے انسان بھی پیدائشی طور پر خاص استعداد اور صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام کی طرح رشد و ہدایت کے اس سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہیں اور یہ ایک ایسی سنت اللہ ہے جس کا اہتمام فطرت کاملہ نے قیامت تک جاری کر رکھا ہے۔ اسی سلسلہ کی کڑی کے طور

پر فطرت کاملہ نے حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو انسانوں کی ہدایت کا وسیلہ بنایا اور آپ کی طبیعت میں جذب ومحبت کی وافر مقدار ودیعت فرما کر انسانوں کی تربیت کا اہتمام فرمایا۔

جذب وشوق کا وفور

بیعت کرنے کے بعد حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اس طرح جذب و شوق طاری ہوا کہ دن میں کئی دفعہ حالت بے خودی طاری ہو جاتی۔ گریبان چاک کر دیتے، بے قراری کے عالم میں مسجدوں کے دروازوں پر جا کھڑے ہوتے اور خداوند کریم کو آوازیں دیتے اور پکارتے۔

جنگلوں میں بھاگ جاتے اور کوئی شخص مل جاتا تو خداوند کریم کا اس سے پتہ دریافت فرماتے کہ تمہیں اللہ جل جلالہ ملا ہے یا کہ نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کانٹے دار جھاڑیوں میں گھس جاتے۔ خاردار چھاپوں میں اپنے آپ کو پھینک دیتے اور اس حالت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے جو کلمات صادر ہوتے ان کو لکھنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔[1]

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ جب مجھ پر جذب طاری ہوا تو میں نے اعلیٰ حضرت (پیرومرشد) رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ کیا ہو گیا ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔ پھر تو یہ حالت ہو گئی کہ دن میں کئی کئی بار جذب طاری ہو جاتا۔ کپڑے پھٹ جاتے، مسجد کی صفیں لپٹی جاتیں، جب لوٹنے پوٹنے سے افاقہ ہوتا تو سخت ضعف ہو جاتا۔

ایک دفعہ حالتِ سکر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے یہ کلمہ نکلا ”ہن میں ہو گیا کوئی ہور مینوں کون پہچانے گا“ تین مرتبہ یہ فرمایا اور پھر صحو میں آ گئے اور تین مرتبہ

---

[1] خزینۃ المعرفت صفحہ ۱۵۳

لاحول ولا قوۃ الّا باللہ پڑھا۔

ابتداء میں کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ شام کی اذان کے واسطے کھڑے ہوئے اور عشاء تک کھڑے رہے۔ ایک دفعہ پوہ کے مہینے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب پہلے سجدے میں گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو وجد ہو گیا اور اسی حالت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ تین صفیں پھاند کر باہر آ گئے۔ حافظ رانجھا صاحب نے نماز کو مکمل کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوسرے دن آئے تو فرمایا کہ میں رات قبرستان میں پڑا رہا۔ اِن دنوں حضرت خواجہ امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سایہ کے نیچے تشریف فرما ہوتے اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شدت کی گرمی میں پتھریلی زمین پر تیز دھوپ میں لوٹتے پوٹتے اور سرد آہیں بھرتے اور اکثر اوقات روتے بھی۔ بعض لوگ کہتے ان کے پاس کیا جائیں۔ یہاں تو ماتم ہی برپا رہتا ہے۔

ایک دفعہ محرم کے مہینے میں لڑکیاں حنا حنا کر کے پیٹ رہی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ چلتے پھرتے اس محلہ میں آ نکلے۔ جہاں وہ لڑکیاں ماتم کر رہی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان لڑکیوں میں کھڑا ہو کر پیٹنا شروع کر دیا کہ گویا ماتم بپا ہو گیا۔ لڑکیاں یہ معاملہ دیکھ کر اپنے گھروں کو بھاگ گئیں۔

ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ عید کے دن مسجد کی طرف آئے اور میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں سوز بھرا تھا۔ چہرہ مبارک پر بے قراری کا عالم نمایاں تھا۔ لوگوں کو خیال آیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کپڑے کیوں نہیں بدلے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو فرمایا: ''میاں! عید تو تب ہے جب دل خدا کی طرف عود کرے ورنہ عید کیسی۔''

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے پر سوار ہو کر قصور شریف لے جا رہے تھے اور راستہ میں ایک بھیڑ کی آواز سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے سے گر پڑے اور کچھ وقت وجد

میں رہے۔ جب تک وجد کی حالت جاری رہی گھوڑا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کھڑا رہا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ سوار ہو کر قصور تشریف لائے۔[1]

اس صورت حال سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کئی بار گزرنا پڑا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وفور جذب وسکر کوئی ارادۃً مجاہدہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ اپنے نفس امارہ پر قابو پانے کے لیے کرتے ہیں۔ یہ اس ذاتی محبت کا نتیجہ تھا جو آگے چل کر یہ حالات جذب انتہائی مدارجِ قرب کی بنیاد بننے والے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس میں پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کا ایماء بھی شامل تھا۔

خزینۂ معرفت کے فٹ نوٹ میں جذبہ اور سکر کی اس حالت پر حضرت قبلہ مرشدم صاجزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس حال سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی استعداد کا کامل پتہ لگ جاتا ہے کہ طبیعت مبارک کو روزِ اول سے ہی مستِ محبت بنا دیا گیا تھا اور جہاں ذرا سی بھی ٹھیس لگی، وہیں بے تاب ہو بیٹھے اور بیعت بھی جنبش پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے جس سے محبت میں تلاطم اور تموج پیدا ہوتا ہے۔ الغرض جتنے حالات اس منزل میں بلند ہوں گے اتنے ہی حالات منزل تزول میں بلند تر ہوں گے۔ یہ ابتدائی حالات جذب انتہائی مدارجِ قرب کی بنیاد ہیں بشرطیکہ انجام پر تزول ہو۔ اسی جذبہ محبت نے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کو انجام پر تڑپا دیا۔"

یہ تمام واقعات محبتِ ازلی کا نشان ہیں، مجاہدے کو ان سے تعلق نہیں۔ ذاتی محبت والے سالک کی محبت مجاہدے کی راہ دکھاتی ہے اور غیر ذاتی محبت کی پیدائش کے لیے مجاہدے اختیار کیے جاتے ہیں، تاکہ یہ پاک جذبہ پیدا ہو۔ دونوں جذبوں میں

[1] خزینہ معرفت صفحہ ۱۵۳ تا ۱۵۷

زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے اور اسی پر سلوک کی انتہا کا دارو مدار ہے ورنہ ہزاروں مجاہدہ کش ہیں کہ الف سے ب بھی نہ ہوئے۔[1]

جذب وسلوک کا حسین امتزاج

ایک وقت ایسا تھا کہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خرقۂ خلافت لینے سے انکاری تھے اور منصب خلافت کے حصول کے لیے کئی سال متردد رہے۔ حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بصد مشکل آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آمادہ کیا۔ اس کے بعد کچھ مدت تک کسی کو بیعت کرنے پر بھی آمادہ نہ ہوتے تھے۔ بیعت کے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان تھا:

"بیعت ہونا تو ایک رسم ہو گیا ہے فرمان کا ماننا اصل ہے۔"[2]

خلافت حاصل ہونے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہزارہا بیعت ہونے کو آتے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ قبول نہ کرتے اور فرماتے کہ

"میں تو اپنے آپ کو خارش کے مارے ہوئے کتے کی طرح سمجھتا ہوں اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجبور کرتے ہیں مگر میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں پاتا۔"

اس تمہید کے بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اب حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تکمیل فرما کر مسندِ ارشاد پر فائز فرما دیا تھا اور دوران تربیت جذب و شوق کی جو حالت تھی اس میں بھی کمی واقع ہو گئی تھی۔

ایک روز ایک شخص کو جذب ہوا۔ اس کو دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ

---

1. خزینہ معرفت صفحہ ۱۵۳
2. خزینہ معرفت صفحہ ۱۹۲

دیوانگی مجھ کو بھی ہوتی تھی اب ہمارے اندر داخل ہوگئی ہے۔[1]

ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم نے دعا کر کے جوش وخروش کو بند کیا ہے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک والہانہ طبیعت سے سرفراز فرمایا تھا جو سراسر محبت، سراسر درد، سراسر سوز تھی جس کا لازم خاصہ بے چینی اور بے قراری تھا۔ آپ جب تک مغلوب الحال رہے مجنوں کہلائے لیکن جب حال آپ کے سامنے مغلوب ہوگیا اور ہر حرکت اور ہر عادت اتباع سنت کے مطابق ہونے لگی تو ظاہری بے قراری کا تموج قلبی بے قراری اور بے چینی کے ساتھ مل گیا۔ چنانچہ اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پہلے جنوں باہر تھا اب اندر چلا گیا، اب میں کیا کروں۔[2]

جذب و جوش کا کنٹرول گویا اس بات کی علامت تھی کہ اب آپ مسندِ ارشاد کے تمام تقاضے پورے کرنے کے لیے تیار ہیں اور ان تقاضوں کا مطلب رشد و ہدایت و تبلیغِ دین اور طالبانِ سلوک کی تربیت کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں ایک توازن پیدا ہوگیا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت جذب وسلوک کا ایک حسین مرقع بن گئی تھی جس میں جلال و جمال برابر کارفرما تھا جس کا ذکر انقلاب الحقیقت میں مرشدم حضرت صاجزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

"تربیت کے سلسلے میں آپ کی ذات بابرکت میں یہ صفت نمایاں تھی کہ جس سے کسی دوسرے کو کم ہی حصہ ملا ہوگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جلال کسی کو آگے بڑھنے نہیں دیتا تھا اور جمال کسی کو پیچھے ہٹنے نہ

[1] خزینہ معرفت صفحہ ۱۹۱

[2] خزینہ معرفت صفحہ ۱۹۱

دیتا تھا۔ جو ایک بار حاضر ہوا پھر عمر بھر اسی درِ دولت کا غلام رہا۔
کبھی جلال دل پر غالب ہوتا تو دل دھڑکتا اور جمال اپنا جمال
دکھاتا تو طبیعت بے اختیار جذبۂ الفت سے بے قرار ہو جاتی، جو
طبیعت خائف ہو کر سامنے ہوتی تو آپ ﷺ کا جمال اس کی تواضع
کرتا اور جو صورت متکبرانہ رنگ میں پیش ہوتی تو آپ کا جلال
اس کی مدارات کرتا۔ ادنیٰ و اعلیٰ کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ لیکن
ساتھ ہی کہتر و مہتر آپ کی محبت کے دعوے دار تھے اور ہر ایک
اپنے خیال میں رازِ الفت کا مدعی تھا اور بحق تھا بھی ایسا ہی کہ وہ
سراسر محبت تھے اور سرچشمۂ رحمت، جمال آپ کا ذاتی تھا اور
جلال صفاتی۔ کون ہے جو حاضر ہوا ہو اور آپ ﷺ کے جمال
نے اس کے آنسو پھوڑ پھوڑ نہ گرائے ہوں اور کون ہے جو پیش
ہوا اور آپ ﷺ کے جلال سے دم بخود نہ رہ گیا ہو۔ گھر میں بیٹھے
خوف ہوتا کہ اب کیا پیش آئے اور کالے کوسوں دور دل پھڑکتا کہ
کب دیدار نصیب ہوگا۔ آپ کی اس صفت نے آپ ﷺ کے دم
میحائی پر سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور "رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ
شَیْءٍ" "میری رحمت ہر چیز پر چھا گئی" (القرآن) اور (حدیث
قدسی) "رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِیْ" "میری رحمت میرے
غضب پر سبقت لے گئی" کا پورا نمونہ اور عکس آپ ﷺ کی ذات
بابرکات تھی۔ ایک طرف حکومت کا اعلیٰ افسر اپنے جاہ و جلال کے
ساتھ پیش ہوتا ہے تو منہ پر طمانچے کھا رہا ہے دوسری طرف ایک
غریب پھٹے پرانے لباس میں حاضر ہوتا ہے تو گلے لگایا جا رہا

ہے۔ لطف یہ ہے کہ ہر گھڑی اور ہر آن یہ دونوں رنگ بیک وقت ظہور پذیر ہوتے۔ ظاہر جلال ہے اور اندر جمال اور شاذ و نادر اس کے برعکس بھی ہوتا۔ جب دیکھتے کہ چارہ گر کچھ نہیں ہو سکتا تو نرم مزاجی سے ٹال دیتے لیکن اندر (باطن) بیتاب ہوتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جلال کی برق جلوہ پذیر ہوتی۔ جہاں بارانِ جمال کی رحمت اس کے پے در پے ہوتی گویا رحمت الٰہی کی گھٹا کہ چمک دمک کر برس پڑتی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب عام مجلس میں تشریف لاتے تو طبیعت شریف پوری طرح مستعد ہو کر آتی اور اس وقت کی ہر ایک حرکت، ہر ایک فعلؒ، من جانب اللہ ہوتا۔ اور بِیْ یَسْمَعُ وَ بِیْ یُبْصِرُ وَ بِیْ یَبْطِشُ کا پورا نمونہ ہوتی۔ لیکن جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلوت خانہ میں تشریف لے جاتے تو جمال ہی جمال رہ جاتے حتیٰ کہ یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ یہ وہی "شیر محمد" ہے یا کوئی اور بےکس اور مسکین ہے[1]

طریقۂ تربیت

حلقہ مریدی میں تو داخل کر لینا فی زمانہ آسان بات ہے لیکن مرید کی تربیت کرنا مشکل کام ہے۔ بعض مشائخ تو بالکلیہ اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ اگر مرید کی استعداد اور محبت کامل ہوئی تو خودبخود کچھ لے نکلا ورنہ خیر، حلقۂ ارادت ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ بعض بزرگ تربیت دینے کے شائق تو ہیں لیکن کوئی ایک خاص تربیت مقصود بالذات کر لی جاتی ہے۔ اور اسی پر تمام قوت صرف کی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک خاندان

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۹۷-۹۶

میں تربیت عملی (ذکر) سے کام لیا جاتا ہے تو دوسرے سلسلہ میں تربیت روحانی (توجہ) کو مقصود بالذات سمجھا جاتا ہے۔ ایک تیسرا گروہ ہے کہ وہ تربیت عملی کے ادراک کو سلوک جانتا ہے اور ظاہری پیروی حضرت محمد ﷺ اور سنت کے بغیر اندرونی حقیقت سے واسطہ نہیں رکھتا۔ اسی طرح بعض بزرگوں نے دوطرفہ تربیت سے کام لیا ہے۔ لیکن حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلف صالحین کی طرح چوطرفہ تربیت فرمایا کرتے تھے اور کسی ایک حاضر ہونے والے کو واگذار نہ فرماتے تھے، بلکہ اپنی تمام ہمت صرف فرماتے اور جو کچھ اس کی قوت میں ہوتا تھا اسے باہر نکال کر چھوڑتے اور جس جس تربینت کے لیے کوئی مستعد ہوتا تھا، اس سے دریغ نہ فرماتے۔ سالکین کی عملی تربیت کے بارے آنحضور رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ سر سے لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ ایڑی تک حاضرین کو تاڑ جاتے۔ جو کوئی فعل یا معمول خلافِ سنت ہوتا بلاتردد اور بلاتحاشہ اسے جا پکڑتے۔ جو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے وہ پہلے اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کرتے۔ آدابِ مجلس میں تھا کہ آنے والا داہنا قدم پہلے رکھے، دوزانو بیٹھے، اپنے سینہ پر نظر رکھے۔ لباس میں کُرتے پر عام خیال ہوتا تھا کہ قمیض نہ ہو۔ جوتے پر توجہ تھی کہ سیاہ نہ ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کا جوتا مبارک زرد رنگ کا ہوتا تھا۔ ٹوپی کو یا صرف پگڑی کو بہت برا جانتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ فیض ترجمان پر اکثر ہوتا تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ صرف ٹوپی نصرانی پہنتے ہیں اور صرف پگڑی یہودی۔ مسلمان آدمی دونوں کو رکھتا ہے۔ کئی بار ایسا دیکھا گیا کہ کسی کی پگڑی میں سے چوٹی ننگی دیکھ پاتے تو تنبیہ فرماتے اور ٹوپی منگوا کر اپنے دستِ مبارک سے پہنا دیتے۔ ایک دفعہ ایک بوڑھے ساربان کو آپ نے ٹوپی پہنائی۔ سبحان اللہ! اسی وقت اُس کے چہرے پر نور آ گیا۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: "میں تو پیروئ سنت کے لیے ٹوپی پہنا رہا ہوں۔ بعض لوگ خیال کر بیٹھتے ہیں کہ خلافت کی کلاہ ہے مجھے خلافت سے کیا واسطہ۔"

خطبہ میں دوزانو بیٹھنے اور سینے کی طرف دیکھنے کے لیے ہمیشہ وعظ فرماتے اور کسی کو اس وقت ننگے سر یا ٹوپی پہنے دیکھ نہ سکتے۔ اگر کوئی اس حالت میں سامنے آجاتا تو وعظ میں اسی بات پر زور دیتے لیکن کسی کو نمایاں نہ فرماتے۔ آداب مسجد میں داہنے قدم سے داخل ہونا، ننگے سر مسجد میں نہ بیٹھنا، دوزانو رہنا، بلند آواز سے کلام نہ کرنا اور تنکے نہ توڑنا پر اکثر زور ہوتا تھا۔

آدابِ طعام میں تھا کہ کھانا سفرہ پر ہوتا۔ ہاتھ دھونے کی تاکید ہوتی، ایک زانو لٹائے اور دوسرا اٹھائے کھانا کھایا جائے۔ دو دو، چار چار مل کر کھائیں۔ سالن بچے تو پی لیا جائے اور برتن صاف کیا جائے۔ فراغت کے بعد انگلیوں کو چاٹ لیا جائے۔ یہ تمام وہ باتیں ہیں کہ موجودہ تمدن میں کسی کی توجہ ان پر نہیں۔ حقوق اللہ سے بڑھ کر حقوق العباد کی طرف زیادہ توجہ بھی فرماتے تھے "اس میں دو حق ہیں ایک اللہ تعالیٰ کا اور دوسرا بندہ کا۔"[1]

اکثر خدا پرستوں میں بیٹھ کر یہ فرماتے تھے کہ

"جو کچھ ہیں معاملات ہی معاملات ہیں، جو معاملات میں اچھا ہے وہی اچھا ہے۔ میرے نزدیک تو معاملات کا درجہ دیگر اعمال صالحہ سے بلند ہے۔"[2]

حضرت قبلہ میاں صاحب ذکر کرنے کے بارے میں مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔ حاذق حکیم کی طرح نسخہ تجویز فرماتے جو نوعی نسخہ سے بڑھ کر شخصی نسخہ ہوا کرتا۔ اور اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم بہ قدم تھے۔ جیسے کسی کی طبیعت دیکھی ایسا ارشاد بھی فرمایا۔ نابالغ بچوں کو بالکلیہ ذکر کی تلقین نہ کرتے۔ بوڑھے اور سن رسیدہ کو بھی مختصر ذکر کی

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۲۸
[2] انقلاب الحقیقت صفحہ ۳۵-۳۴

تلقین کرتے۔ البتہ جوانوں اور ادھیڑ عمر لوگوں پر آپ ﷺ کی توجہ زیادہ ہوتی تھی اور حتی المقدوران سے خوب کام لیتے۔ نووارد کے لیے کبھی تو بسم اللہ شریف کہ ہر کام سے پہلے پڑھ لیا کرو۔ کبھی فرماتے کہ سوتے وقت گیارہ بار یا کم و بیش کسی کو صفاتی نام کا سبق فرماتے اور اکثر یہ بھی دیکھا گیا اُسی کے نام سے صفاتی نام باری ع۔ اسمہ کا ذکر کرنے کے لیے فرمادیتے۔

عبدالعزیز آیا تو یا عزیز۔ عبدالحق نام ہے تو یا حق۔ کئی ایک کو صفاتی نام یا کریم و یا رحیم الگ الگ یا جمع پڑھنے کا ارشاد فرماتے اور بعض کو سوتے ہوئے کلمہ شریف کے تکرار کا حکم فرماتے اور بعض کو ہر نماز کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ قل شریف (سورہ اخلاص)۔ غرض اس میں ذکر لینے والے کی طبیعت پر دارومدار ہوتا۔ زاں بعد آپ ﷺ تبدیلی حسبِ ضرورت فرماتے۔ تاآنکہ اسم ذات پر پہنچاتے۔

اچھی طبیعت اگر مل جاتی تو پہلی بار ہی اسم ذات کی تلقین فرماتے اور خفیہ ذکر پر تاکید فرماتے کہ لوگوں نے ذکر کو فقر کے لیے لازم سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ قرآنی حکم ہے جو ہر ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (القرآن۔ سورۂ جمعہ)

ترجمہ: "اللہ کا بہت ذکر کیا کرو تاکہ نجات پاؤ۔"

ہر حالت میں ذاکر رہنے کے لیے یہ آیت شریف پڑھ کر تاکید فرماتے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ۔ (القرآن)

ترجمہ: "اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلو پر لیٹے۔"

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً۔ (القرآن)

ترجمہ: "اپنے رب کو عاجزانہ اور پوشیدہ پکارو۔"

آپ ﷺ کی زبان فیض ترجمان پر اکثر ہوتا اور اخفاء کی اتنی تاکید تھی کہ تسبیح

تک ہاتھ میں نہ ہو۔ کیونکہ یہ بھی نمود ہے اور ذکر خفیہ نہیں رہتا اکثر یہ مصرعہ بھی فرماتے۔

چناں پوشیدہ کن ذکرش کہ از دل نیز اخفا کن

ترجمہ: "ذکر اس طرح پوشیدہ کر کہ دل سے بھی خفیہ کر۔ تسبیح کا استعمال صرف درود شریف کے لیے جائز تھا اور وہ بھی پوشیدہ کپڑے کے اندر"

دیگر اوراد میں قبلہ رحمۃ اللہ علیہ متوسلین کو درودِ خضری (صلی اللہ علی حبیبہٖ محمّدٍ وَّ اٰلِہٖ و اصحابِہٖ وَسَلَّم) فرمایا کرتے تھے۔ عموماً پانچ صد بار بعد از نماز تہجد اور زیادہ سے زیادہ تین ہزار۔ فرمایا: اللہُ کی ضرب دل پر پڑتے ہوئے لگے۔

فرمایا (درود شریف میں) پہلے تو وَ اَصْحَابِہٖ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب وقت آگیا ہے اب ضروری ہے چنانچہ پہلے متوسلین نہیں پڑھتے تھے۔ باوضو دو زانو پڑھنے کی تاکید فرماتے۔

الحمد شریف تین سے لے کر ۴۰ بار تک مختلف اصحاب سے معلوم ہوا کہ آپ نے اجازت بخشی اور مختلف طریقوں سے کئی ایک کو بتکرار آیت ہفت بار۔ سہ بار بھی فرماتے۔ سورہ الم نشرح بھی خواص کو فرماتے تعداد بھی کم و بیش ہوتی۔ اورادِ فتحیہ بھی خواص کو فرماتے۔

سورہ توبہ کی آخری دو آیات لقد جاء کم رسول اور سورہ حشر کی تین آخری آیات کلام اللہ شریف کے پڑھنے سے پہلے اور درودِ پاک اللّٰھُمَّ صل علی سیدنا محمدٍ وَ علی آلِ سیدنا محمدٍ کما صلّیت علی ابراھیم و علی آلِ سیدنا ابراھیم انك حمیدٌ مجید۔ اور اَعوذُ بِاللهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ من الشیطان الرجیم کا ارشاد فرماتے۔ اس کے علاوہ آیۃ نور اور آیۃ اللّٰھُمَّ مالك الملك وغیرہ جس کا القا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ مبارک میں ہوتا کسی کسی کے لیے اس کے پڑھنے کی ہدایت فرماتے۔[1]

تربیت روحانی میں آپ ﷺ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ الغا سیدھا سب درست اور سیدھا۔ وہ انسان کتنا کامل ہے جس کا کوئی وار خطا نہ جاتا ہو۔ آپ کا ہاتھ ید موسیٰ تھا۔ آپ کا دم دمِ عیسیٰ۔ سچ تو ہے کہ آپ ﷺ کو سامنے دیکھ کر یہ کہنا پڑتا تھا۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

عوام کو توجہ اپنی زباں درفشاں سے فرماتے اور باتوں باتوں میں دنیا کا نقشہ بدل جاتا۔ ساری دنیا فنا ہی فنا نظر آتی۔ لامذہبی کی جگہ مذہب اپنا روشن چہرہ آفتاب کی طرح دکھاتا۔ رسوم بد کی حقیقت آنکھوں میں جلوہ گر ہو جاتی۔ نبی کریم ﷺ کا عشق دامن گیر ہو جاتا۔ آنکھوں سے منہ کی طرح پانی برسنے لگتا۔ غرض کفر سے ایک گھڑی مسلمان کر بٹھاتے۔ ایک نہیں سینکڑوں ہزاروں اس فیض سے فیض یاب ہوئے اور کسی کو اس حقیقت سے انکار نہیں۔ جاہل نہیں بلکہ عالم فاضل آئے اور اسی رنگ میں گھڑی کی گھڑی میں رنگے گئے۔ [1]

مجلس شریف میں اکثر موجودہ تمدن کا ذکر کرتے کہ پیسوں کے بتوں نے ہمارے اندر بھی بت پیدا کر دیئے ہیں۔

حُبُّ الدُّنیا رَاسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ۔

ترجمہ: "دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ بنیاد ہے۔"

انگریزی کلوں نے ہمیں تباہ کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ان فقروں میں کیا روحانیت ہوتی تھی کہ تمام مجلس کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں اور استدلال سے نہیں بلکہ عیاں ان امور کی حقیقت دکھائی دیتی۔ مسلمان نہیں بلکہ غیر مسلم زائرین بھی رونے لگتے۔

اس کے بعد دوسرا درجہ توجہ کا دست مبارک سے تھا۔ کسی کے چہرے پر ہاتھ

---

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۵۰

[2] انقلاب الحقیقت صفحہ ۵۱

ملنے لگتے کسی کے سینے پر کسی کی پیشانی پر اور کسی کے کان پکڑ لیتے اور کسی کو آہستہ آہستہ تھپڑ مارتے اور یہ دونوں صورتیں دیکھنے میں آتیں اور کسی کو یہ کہہ کر میں بولا ہوں اپنا کان مبارک اُس کے منہ سے لگا لیتے اور اس کے گلے لگ جاتے اور گاہے گاہے ہاتھ سے مصافحہ کر کے اپنا فیض روحانی پہنچاتے۔[1]

خواص کے لیے اکثر توجہ کا طریقہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ معمول یہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنا دست مبارک معمول کے زانوؤں پر رکھ دیتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ خیال (مراقبہ) میں ہو جاتے اور خیال (عالم مراقبہ) میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وجودِ مبارک میں روحانی لہریں چلتیں اور ہاتھ مبارک کو آہستہ آہستہ جھٹکے لگتے۔ اصل میں یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کے جذبات ہوتے جو بجلی کی طرح معمول کے رگ و ریشہ میں اتر جاتے۔[2]

خواص کی ذہنی تربیت کی طرف جس کا موجودہ دور میں بہت کم مشائخ کا خیال ہے اور اوراد و اذکار پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ اگر علمی حلقہ میں اس تربیت کو مکمل کیا جاتا ہے تو اس میں صرف تصوف کے باریک مسائل کو فلسفیانہ لباس میں ذہن نشین کرنا۔ اس تربیت کی تکمیل سمجھی جاتی ہے اور حضرت امام مجدد علیہ الرحمۃ کے مکتوبات سمجھنے کو نصب العین قرار دیا جاتا ہے اور اس طرح یہ تربیت ذہنی، ذہنی رہ جاتی ہے نہ کہ ذہنی علمی۔[3]

اکثر احباب، زائرین اور مخلصین لکھے پڑھے لوگ ہوتے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلہ روحی فداہ کو عقلِ کل اور اشراقِ کامل عطا فرمایا تھا، اس لیے جہاں کہیں کمی دیکھتے یا طالب کو جس کی ضرورت ہوتی وہی اس کے پیش کرتے۔ کتب تصوف،

---

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۵۲

[2] انقلاب الحقیقت صفحہ ۵۲

[3] انقلاب الحقیقت صفحہ ۶۹

تفاسیر اور احادیثِ مبارکہ کا انبار ہر وقت سامنے لگا رہتا اور تمام کتب میں نشان لگے ہوتے اور علامات صفحہ پر موجود ہوتیں۔ اپنے دستِ خاص سے کتاب کھولتے اور فرماتے کہ یہاں سے پڑھو بلکہ اگر کوئی خواندہ بزور پڑھتا کہ آپ ﷺ کے کان مبارک میں آواز پہنچے تو گاہِ بگاہِ آپ ﷺ فرماتے " مجھے تو معلوم ہے مجھے تو پتہ ہے آپ پڑھتے جائیں۔" کبھی کبھی کسی اپنے حاشیہ نشین خادم سے سنواتے اور ایک نشان کے بعد دوسرا نشان پھر تیسرا غرض ایک گھڑی میں وہ تمام سامان مہیا فرماتے جس کی طالب کو ضرورت ہوتی اور جس کی تلاش کے لیے اسے بہت سا وقت اور بہت سی محنت درکار ہوتی۔ علماء کی جماعت کی راہبری اکثر اسی طریقہ سے فرماتے۔[1]

حلقۂ ارادت

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی اشاعت اور اس میں علماء اور صوفیاء کرام کی خدمات کا ذکر ہم پہلے باب میں کر چکے ہیں۔ اسلام کی اشاعت کے ساتھ ہی برصغیر میں اسلامی حکومت کا قیام بھی عمل میں آیا اور اسلامی معاشرت کی داغ بیل پڑی۔ اس عرصہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کے ابتلاء اور انحطاط کے کئی دور آئے۔ ان ادوار میں ہمیشہ صوفیاء کرام نے شجر اسلام کی آبیاری کی۔ یورپ کے مستشرقین جب اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی زوال کبھی ان کے ذہنی نظام کو تباہ نہ کر سکا بلکہ تاریخ اسلام میں ایسے بارہا مواقع آئے کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن باایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیاء اسلام کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور سیاسی زوال کے باوجود اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی بلکہ سیاسی اسلام

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۸۵

کے نازک ترین لمحات (زوال) میں بعض اوقات مذہبی اسلام نے شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی کم و بیش یہی صورتِ حال تھی کہ اٹھارویں صدی عیسوی میں برصغیر پر انگریز قابض ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کا سیاسی نظام زوال پذیر ہو گیا تھا اور اسلامی تہذیب و تمدن رو بہ انحطاط تھا۔ ایسے وقت میں قدرتِ کاملہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسی نامور ہستیاں پیدا کیں جنہوں نے نامساعد حالات میں اسلامی تہذیب و تمدن کی آبیاری کی۔ ان کی ان کوششوں سے مسلمانوں کا سیاسی زوال تو نہ رُک سکا لیکن اسلامی تمدن کو اس سرزمین سے بچا لیا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ برصغیر میں مسلمانوں کے سیاسی زوال اور غیر ملکی غلامی کے باوجود اسلامی تمدن کے ارتقاء کا تسلسل جاری رہا۔ انحطاط کے اس دور میں ہر علاقے اور خطے میں مسلمان صوفیاء کی خانقاہیں اور علماء کرام کے دینی مدارس انگریز کی پابندیوں کے باوجود اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام کرتے رہے۔ محکوم اقوام کا اپنے حاکموں کے اثرات سے متاثر ہونا ایک فطری عمل تھا۔ تاہم اس کے سدِ باب کے لیے قدرت ایسے مواقع پیدا فرماتی رہی جس سے شجرِ اسلام پھلتا پھولتا رہا۔ جس وقت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شعور کی آنکھیں کھولیں تو ان کے پیشِ نظر یہ تھا کہ انگریزوں کا اقتدار بامِ عروج کو چھو رہا تھا۔ انگریزی معاشرت مسلمانوں میں گھر کر چکی تھی۔ انگریزی لباس رہن سہن، میل ملاپ، شکل و صورت، کھانا پینا اور تعلیم و تربیت تمام انگریزی معاشرت کے مطابق تھی۔ فسق و فجور کا دور دورہ تھا۔ بلکہ کئی مسلمان گھرانے اپنے حکمرانوں کی تقلید میں اسلامی معاشرت سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادنیٰ سی سنت کی ادائیگی بھی مشکل ہو رہی تھی۔ ایسے حالات میں شیرِ ربانی حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے وسطی پنجاب کے علاقوں کی اصلاح و احوال کا بیڑہ اٹھایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سر تا پا سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل نمونہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہر عمل عین سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

مطابق تھا۔اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ جب کسی کی معمولی سی حرکت خلافِ سنت دیکھتے فوراً اس کا محاسبہ کرتے اور اس معاملے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ چھوٹے بڑے ادنیٰ و اعلیٰ کی کوئی تمیز نہ کرتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر اور بھی بزرگانِ دین اپنے اپنے حلقۂ اثر میں تبلیغِ دین اور احیائے سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مصروفِ عمل تھے۔لیکن حق تعالیٰ جل شانہٗ نے اس سلسلہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جو جرأت مندانہ انداز بخشا تھا وہ صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حصہ تھا۔

وسطی پنجاب کے عروس البلاد شہر لاہور کے قریب اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وجود باسعود کی بدولت شرق پور شریف کو مرکز کا شرف حاصل ہوا اور اس سرزمین سے علم لدنی، اشاعتِ دین، عرفانِ الٰہی کے ایسے سوتے پھوٹے کہ ربع صدی کے اندر اس علاقے کے اضلاع لاہور، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، قصور، چونیاں، ساہیوال، سرگودھا، فیصل آباد وغیرہ کے علاقوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کا ڈنکہ بجنے لگا۔ان علاقوں کے عوام و خواص میں سے جو کوئی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اپنی استعداد کے مطابق فیض سے خالی نہ رہا۔حتیٰ کہ غیر مسلم اقوام کے لوگ بھی آپ کے فیض سے خالی نہ رہے۔مسلمانوں کے لیے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بالخصوص اس آیت کریمہ کے مصداق (حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ) تھے۔اور بقول مرشدی حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے "جب آپ رحمۃ اللہ علیہ عام مجلس میں تشریف لاتے تو طبیعت شریف پوری طرح مستعد ہوتی اور اس وقت کی ہر ایک حرکت اور ہر ایک فعل من جانب اللہ ہوتا۔"

اور بقول حضرت محمد اسماعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کرمانوالہ شریف کہ "حضرت قبلہ میاں صاحب نے تو ہر چیز ٹکے ٹوکری لگا رکھی تھی۔فیض رسانی کا یہ وفور اس بات کا متقاضی تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے والا کوئی انسان بھی خالی نہ لوٹے اور فی الواقع یہی صورتِ حال تھی۔ہر خاص و عام کو آپ رحمۃ اللہ علیہ تک بلا روک ٹوک رسائی حاصل تھی

البتہ ملنے کے چند آداب مقرر تھے۔ جنہیں خدام پہلے ہی لوگوں کو سمجھا دیتے تھے۔ اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ اثر بہت وسیع تھا۔ جس میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر طبقہ کے لوگوں کی ذاتی استعداد کے مطابق معاملہ فرماتے تھے۔ ایک طبقہ اس عہد کے بزرگوں کی خانقاہوں کے والیان یعنی سجادہ نشینوں کا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات کی بے عملی اور باہمی جھگڑوں سے سخت متفکر رہتے اور ان کی اصلاح اور صلح جوئی کی سعی فرماتے۔ علماء کرام سے آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ شفقت سے پیش آتے، ان کی اصلاح کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرماتے۔

جب کوئی سرکاری افسر حاضر خدمت ہوتا تو اس کی جمالی اور جلالی طریقہ سے کہ جس کا وہ اہل ہوتا تربیت فرماتے۔ بڑے رؤساء اور ریاست دان بھی حاضر خدمت ہوتے۔ بڑے بڑے تعلیم یافتہ مغرب زدہ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان کی ہیئت کو دیکھ کر برملا ان کی اصلاح فرماتے۔ نوجوانوں پر آپ خصوصی توجہ فرماتے۔ چور، ڈاکو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح سے خالی نہ رہتے۔ والیانِ ریاست بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ اور اصلاح سے عیش و عشرت چھوڑ کر خدا پرست بن گئے۔ عوام الناس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملنے والوں پر پوری توجہ فرماتے۔ قطع نظر اس کے کہ ملنے والا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوتا یا کسی اور سلسلہ کا بیعت ہوتا، اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ یکساں طور پر توجہ فرماتے۔ حتیٰ کہ غیر مسلم بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مہربانی اور شفقت سے خالی نہ رہے۔

❁❁❁❁

باب نمبر ۴

تبلیغ دین اور مذہبی تعامل

طریقت کی دنیا میں خلافت یا مسندِ ارشاد کے منصب کا اصل مقصود تبلیغ دین ہے۔ایک مناسب عرصے تک روحانی تربیت حاصل کرنے کے بعد یہ منصب عطا ہوتا ہے۔دراصل اس منصب کے زیادہ اہل وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ جل شانہ کی محبت سے سرشار ہو کر اور عارضی قوتوں سے بے نیاز ہو کر شہنشاہِ حقیقی کے فقیر بن کر اخلاص کے ساتھ اس فریضہ کو سرانجام دیتے ہیں۔ان کی زبان ہی نہیں ان کی خاموشی بھی مبلغ دین بن جاتی ہے۔دیکھنے والا جب ان کے رخِ روشن پر انوار اِلٰہی دیکھتا ہے تو اسے خدا یاد آجاتا ہے۔حدیث پاک میں ہے:

اِذَا رُؤُا ذُکِرَ اللہُ۔

ترجمہ: "انہیں دیکھتے ہی خدا یاد آجائے۔"

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا:

"میں ایک بار امرتسر گیا تو چند سکھ مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ تمہاری چپ ہمیں کھائے جاتی ہے تم کچھ بولو۔"

میں نے ان سے دو چار باتیں کیں تو وہ زاروقطار رونے لگے۔[1]

الغرض تبلیغ واشاعتِ دین ہی اولیائے کرام کی زندگی کا مطمع نظر ہوتا ہے۔جس

(۱) انقلاب الحقیقت صفحہ ۱۱۰

کا انداز اور اسلوب علمائے کرام سے مختلف اور منفرد ہوتا ہے۔ علمائے کرام کی تبلیغ کا اسلوب یہ ہے کہ انفرادیت (وحدت) کا رخ کثرت (اجتماعیت) کی طرف ہوتا ہے جبکہ اولیائے کرام کے پاس انفرادیت، کثرت (اجتماعیت) کو مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچتی ہے۔

بقول مرشدی ومولائی حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ
''اولیائے کرام مرکزِ انسانیت ہوتے ہیں، تمام انسانیت کی فلاح کے چشمے یہاں سے ابلتے ہیں اور تمام انسانی ہستی ابھی ہو یا بڑی ان سے فیضیاب ہوتی ہے۔''

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں بہت سی نمایاں صفات درجہ کمالات پر ذاتِ باری تعالیٰ نے آپ کی فطرت میں ودیعت فرمائی تھیں۔ اس میں سب سے نمایاں درجہ محبت تھا۔ جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ میں کسی دوسری چیز کی گنجائش نہ تھی۔ اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جس میں نمود ہو۔ اس محبت کا ایک جزو تھا کہ وہ تعمیراتِ مساجد کی بنا ہوئی، اور کتبِ تصوف کی اشاعت کا باعث ہوئی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل مساجد تعمیر کرائیں اور تصوف کی مندرجہ ذیل کتب کی طباعت فرما کر مفت تقسیم فرمائیں، لیکن اخلاص اور للّٰہیت کا درجہ کمال یہ ہے کہ نہ مسجدوں پر کہیں بانی مسجد کا نام ملتا ہے اور نہ کتابوں پر۔ سبحان اللہ! کتنا بڑا اخلاص تھا، ایثار ہاشمی مکان وہی پرانا اور سادہ تھا، نہایت تنگی اور تکلیف سے عمر بسر کی۔ اللہ اکبر!

تعمیرِ مساجد

اسلامی عبادات میں مہتم بالشان رکن سجدہ ہے۔ اس لیے اس کی اہمیت کے لیے نیز نماز کی غرض و غایت اجاگر کرنے کے لیے شریعت اسلامیہ میں عبادت گاہ

کے لیے معبد کی بجائے مسجد کا نام اختیار کیا گیا۔ اسلام کی اس مخصوص عمارت کو جو صرف عبادت یعنی سجدہ کرنے کے لیے تعمیر کی جائے مسجد کہا جاتا ہے۔

سورہ توبہ آیت ۱۸ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی مساجد وہی بناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔“

اس آیت کریمہ سے دو باتیں بڑی عیاں ہیں کہ جو لوگ مساجد تعمیر کرتے ہیں صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ان لوگوں کا ایمان قابلِ یقین ہے۔ دوسری بات یہ کہ جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان ہے اس کا اظہار ان کی طرف سے مساجد کی تعمیر کی شکل میں ہوتا ہے۔ نیز مساجد اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت کے لیے بنائی جاتی ہیں اور دینی علوم و معارف کی تعلیم بھی مساجد میں تکمیل پذیر ہوتی ہے۔ اسلامی معاشرہ میں مساجد نہ صرف ایک عبادت خانہ ہیں بلکہ قوانین شرعیہ اور احکامِ الٰہی کے اعلانات مساجد اور منبروں سے جاری ہوتے رہتے ہیں اور قرآنی تعلیم اور اسلامی درس و تدریس کا معدن و مخزن بھی یہی مساجد ہیں۔ تعمیر مسجد کرنے والوں کے لیے ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

مَنْ بَنَا مَسْجِدًا بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ۔ (۱)

ترجمہ: ”جس نے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔“

مسجدوں میں باقاعدگی سے آنے والوں اور آباد کرنے والوں کے لیے ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اذا رأیتم الرجل یعتاد المسجد فاشھدوا بالایمان۔

ترجمہ: ”جب تم دیکھو کہ ایک شخص پابندی سے نماز پڑھنے آتا ہے تو تم

اس کے ایمان کی گواہی دو۔"

اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام زندگی اتباعِ سنت میں گذری۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا، جاگنا گویا کہ ہر فعل سنت کے عین مطابق تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معمولاتِ زندگی پر اسوۂ حسنہ کا اتنا غلبہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تمدن، طرزِ زندگی، بود و باش کے کسی بھی پہلو کو بغور دیکھیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں سراپا سنتِ نبوی کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔ اس لیے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آیاتِ ربانی اور اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے اپنی زندگی میں اپنی بساط کے مطابق مساجد تعمیر کرائیں جن میں سے چند ایک کا ذکر حسبِ ذیل ہے:

1. محلہ نبی پورہ ملحقہ شاہراہِ شرقپور، اس جگہ پرانے وقتوں میں مسجد تھی جس کا صرف نشان باقی تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہی نشانات پر مسجد، کنواں، غسل خانے، طہارت خانے اور ایک مکان امام مسجد کے لیے بنوایا۔

2. دوسری مسجد ڈاہرانوالہ میں بنوائی یہ قبرستان شرقپور شریف کے جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ اس کے دو کمرے ایک کنواں ایک غسل خانہ، ٹوٹیاں، حجرہ اور ایک ڈیوڑھی بنوائی۔ اس مسجد کی آبادی کے لیے ایک درویش رکھا جو مسجد کی دیکھ بھال اور راستہ میں پھول بوٹے لگاتا۔ اس مسجد کی تعمیر کے وقت یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آپ اپنی قبر مبارک کے قریب بنوا رہے ہیں، ویسا ہی ہوا۔

3. تیسری مسجد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے محلہ ڈھول پورہ میں جو شرقپور کے دائیں طرف ہے میں تعمیر کروائی۔

4. چوتھی مسجد کوٹلہ شریف میں تعمیر کروائی۔ اس کے تین کمرے ہیں، صحن اچھا خاصا ہے۔ وہاں کے لوگ کہتے تھے کہ نمازی تو ہیں نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے

فضل و کرم سے اب سب سے زیادہ آباد ہے۔

- ۵ پانچویں مسجد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کنویں پر بنوائی۔
- ۶ چھٹی مسجد شرقپور شریف کے وسط میں واقع ہے، اس وقت سب مسجدوں میں بڑی ہے اور سب سے زیادہ آباد۔ یہ وہ مسجد ہے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد مولانا مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف سے تشریف لائے تو انہیں اس مسجد کا امام بنایا گیا۔
- ۷ یہ عمارت مکان شریف میں حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضے مبارک کی کلس (چوٹی) جو زلزلہ کے باعث اوندھی ہو گئی تھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بھی ٹھیک کروا دیا۔
- ۸ ایک بیٹھک پختہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مکان شریف میں تعمیر کروائی جس کے دو کمرے اور آگے بہت اچھا صحن تیار کرایا۔
- ۹ موضع سکھانوالی کی مسجد کی چھت گر پڑی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے قریب کے کنویں سے ایک آدمی کو بلوایا۔ اُس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کسی کے گھر کی چھت گر جائے تو وہ کیا کرے گا۔ اس نے عرض کی حضور! بنائے گا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زوردار تھپڑ اُسے لگایا کہ اپنے گھر کا اس قدر خیال اور خدا کے گھر کی پرواہ نہیں۔ اُس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ ایک ماہ بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ بنی ہوئی پائیں گے۔

اشاعتِ کتب

اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے والے اکثر احباب زائرین اور مخلصین لکھے پڑھے لوگ ہوتے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عقلِ کل اور

اشراقِ کامل عطا فرمایا تھا اس لیے جہاں کہیں بھی دیکھتے یا طالب حق کو جس کی ضرورت ہوتی وہی چیز اس کو عطا فرماتے۔

کتب تصوف، تفاسیر اور احادیث مبارکہ کا انبار ہر وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لگا رہتا اور تمام کتب میں نشان لگا رکھے تھے۔ ایک نشان کے بعد دوسرا پھر تیسرا۔ غرض ایک گھڑی میں وہ تمام سامان مہیا فرما دیتے جس کی طالب کو ضرورت ہوتی اور جس کی تلاش کے لیے اسے بہت سا وقت اور بہت سی محنت درکار ہوتی۔ علماء کی جماعت کی راہبری اکثر اسی طریقہ سے فرماتے۔ پانچ مولوی صاحبان اکثر روزانہ اکٹھے ہو جاتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اس گروہ سے نہایت اخلاص مندی اور جانثاری فرماتے۔ حالانکہ عوام کے ساتھ ایک دو الفاظ سے زیادہ گفتگو نہ فرماتے اور وہ اسی میں دم بخود ہو جاتے۔ علماء میں سے اعتدال پسند طبیعتیں درست ہو کر نکلتیں حالانکہ نصف سے زیادہ ایسے عالم ہوتے جو حنفی مذہب کو درست نہ جانتے یا جانتے تو اپنے مذہب کو ترجیح دیتے۔ اور بعض اکھڑ طبیعتیں لاجواب ہو کر خاموش ہو جاتیں۔ اکثر عادت مبارکہ تھی کہ استفسارانہ لہجہ اختیار فرماتے اور استقرائی طریقے سے چلنے اور باطنی توجہ سے زیادہ کام لیتے۔ چنانچہ باتوں باتوں میں بڑے بڑے مسائل حل ہو جاتے۔ اکثر سالکین تصوف کو تفاسیر کی مشہور کتب کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دیتے۔ ان میں کشف المحجوب اور تفسیر مواہب الرحمٰن، مراۃ المحققین، مکتوبات مجدد، حضرات نقشبندیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ انگریزی دان حضرات کو اکثر مولانا غلام قادر صاحب مرحوم بھیروی کے سلسلہ اسلام کی کتب مطالعہ کے لیے عطا فرماتے کیونکہ ان لوگوں کے عقائد خراب ہوتے ہیں۔ اکثر قرآن پاک کے آخری پاروں کا ترجمہ یا کسی خاص تفسیر کا نام لے کر بھی ارشاد فرماتے۔ تفسیر مرادیہ کا آخری پارہ صرف اسی غرض سے اپنے خرچ سے طبع کرایا۔ لیکن افسوس کہ آپ کے وصال مبارک کے بعد طبع ہو کر آیا اور سجادہ نشین صاحب نے اپنے آقا کی مرضی کے مطابق مفت تقسیم

فرمایا۔ سیرۃ نبوی ﷺ پر زیادہ توجہ تھی اور مختلف احباب کو مختلف کتب سیرۃ ارشاد فرماتے اسی طرح جو مخلصین جادۂ سلوک میں قدم استقامت دکھاتے اور اپنے حال کو درست کر لیتے اور پابند مشاغل ہو نکلتے تو حسب طبیعت اور حسبِ مذاق کتب تصوف کے مطالعہ کا ارشاد فرماتے۔ مثلاً ایک صاحب ذوق کے لیے مثنوی مولانا روم وغیرہ کا عاشقانہ انتخاب فرماتے اور صاحب سلوک اور استدلالی طبیعت کے لیے کشف المجوب، مکتوبات مجدد، حضرات نقشبندیہ حالات وغیرہ کی کوئی کتاب تجویز فرماتے جس سے طالب کی طبیعت دن بدن زیادہ موزوں اور صاحب حال وقال ہوتی جاتی۔ کبھی کبھی یہ ترتیب الٹ بھی ہو جاتی۔ مثلاً جب دیکھتے کہ آتش جذبہ زیادہ ہو گئی ہے تو اسے سرد کرنے کے لیے استدلالی اور تحقیقی کتب تجویز فرماتے اور محقق اور صاحب تحقیق وفلسفہ کے لیے عاشقانہ کتب کا انتخاب فرماتے کہ مطالعہ سے جذبہ کی آگ بھڑک کر فلسفہ کی دھجیاں اڑا دے اور تن من عشق میں جل جائے۔ گویا مخلصین اور تعلیم یافتہ احباب کی ذہنی علمی تربیت کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نصاب مقرر کر رکھا تھا اور حسبِ ذوق ہر ایک کو مطالعہ کی ترغیب دیتے۔ بعض کتب جو مطبوعہ تھیں وہ آپ کے پاس موجود رہتی تھیں اور بعض ایسی کتب جنہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ سالکین کے لیے فائدہ مند سمجھتے تھے ان کے غیر مطبوعہ ۸ قلمی نسخے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ میں موجود تھے۔ ایسی کتب جو فارسی زبان میں تھیں ان کے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تراجم کرا کر طبع کرائیں اور انہیں مفت تقسیم کیا جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مراۃ المحققین فارسی زبان میں تھی جس کا اردو ترجمہ کرا کر طبع کروائی اور اس کی اشاعت عام کی دوسری کتاب ذخیرۃ الملوک ترجمہ منہاج السلوک یہ بھی فارسی میں تھی۔ مولوی غلام قادر صاحب سکنہ کوٹ بھوانی داس والے جو حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے تھے وہ شرقپور شریف میں سرکاری سکول میں مدرس بن کر آئے

تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت ارادتمند ہو گئے تھے۔ اس کا ترجمہ مولوی صاحب مذکور نے کیا، یہ کتاب ۱۳۳۲ھ میں چھپی۔ اس کے ۳۱۲ صفحات ہیں مولانا نے اس کتاب کے شروع میں دو نظمیں لکھیں جن کے ہر مصرع کے شروع کا پہلا حرف لیا جائے اور ان سب کو سلسلہ وار ملایا جائے تو "مولوی شیر محمد شرقپوری" برآمد ہوتا ہے۔ یہ حروف اس طریقہ پر اس لیے لکھنے پڑے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کتاب میں اپنا نام لکھوانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ تیسری کتاب حکایت الصالحین ترجمہ مجالس المحسنین ہے اس کی کاپی سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی اس کے ۸۸۲ صفحات ہیں اس کے علاوہ اور بہت سی کتب جنہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ سالکین کی تربیت کے لیے ضروری سمجھتے منگوا کر مفت تقسیم فرما دیتے۔(۱)

طریقہ تبلیغ

آپ رحمۃ اللہ علیہ مختلف طریقوں سے تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ عوام کو موٹی موٹی مثالیں دے کر سمجھایا کرتے اور خواص کو ان کی سمجھ کے مطابق بیان فرماتے۔ علماء کو قرآن و حدیث سے تبلیغ فرماتے اور غیر مسلموں کو ان کے بزرگوں کے حالات سنا کر تبلیغ فرماتے۔ عوام کے روبرو بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اکثر پڑھ کر سناتے

اٹھ فریدا کوک توں جیوں راکھا جوار
جب تک ٹانڈا نہ گرے تب تک حال پکار

جس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے خداوند کریم کو یاد کر لے۔

جس وقت کوئی خاص لوگ حاضر خدمت ہوتے جو دنیوی علم سے واقف ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان سے فرماتے کہ تم علم طبیعات پڑھاتے ہو، تمہارا ایمان تو بڑا کامل ہوا کیونکہ سب چیزوں کی تاثیرات سے آپ واقف ہیں، یہ تاثیر ان چیزوں میں کس نے پیدا کی۔

اگر کوئی علماء کی جماعت میں سے آتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآنِ پاک پکڑلاتے اور انہیں وہ آیات دکھاتے جو ذکر کے متعلق ہوتیں۔ فقیر اور صوفی لوگ کیا بتائیں گے قرآنِ پاک میں جابجاذکر کی آیات مبارکہ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ آیات پڑھ کر سناتے اور توجہ ذکر کی طرف فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ علماء اور فقراء کو چاہیے کہ حق بات کہنے میں خوف نہ کریں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ "حق کہنے سے تیری اجل قریب نہیں ہوگی اور تیری روزی بندنہ ہوگی۔"

بعض علماء کو سختی سے سمجھاتے اور فرماتے تم نے دین کو کھیل بنا چھوڑا ہے۔

جس وقت کوئی خاص الخاص یار آتے تو اُن کو خاص ہی طرح سمجھاتے۔[1]

جب کوئی شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے کیوں آئے ہو؟ تیرا کیا مطلب ہے؟ اگر وہ کہتا کہ صرف زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ ہمارے پاس کوئی زیارت نہیں۔ اگر کوئی کہتا کہ مجھے اللہ اللہ کا شوق ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے اللہ اللہ کرنا سکھائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآنِ پاک سامنے رکھ کر ذکر کے متعلق آیات سناتے:

اذْكُرُوا اللهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٤٢﴾

اور

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ الخ

وغیرہ وغیرہ آیات دکھا کر اور ان کا ترجمہ سمجھا کر فرماتے زبان تالو سے لگا اور دل کی طرف دھیان کر کے ھُو کی ضرب دل پر لگایا کرو چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے جاگتے

---

[1] خزینۃ المعرفت صفحہ ۱۸۹-۱۸۸

سوتے ہر وقت ذکر کیا کرو۔

اگر کوئی زیادہ عالی حوصلہ ہوتا تو اس کو فرماتے کہ ذکر کرتے وقت یوں خیال کرنا کہ میں اللہ کریم کے ساتھ بیٹھا ہوں اور یہ شعر بھی سناتے

یقیں بداں کہ تو با حق نشستہ شب و روز
جو ہمنشیں تو باشد خیال نام خدا
وصالِ حق طلبی ہم نشیں نامش باد
ببیں وصالِ خدارا بیادِ نام خدا

ترجمہ: "تو یقین جان لے کہ تو رات دن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے نام کا خیال تیرا ہمنشین ہو۔ اگر تو اللہ کا وصال چاہتا ہے تو اس کے نام کا ہم نشین ہو جا اور اللہ کے وصال کو اللہ کے نام کی یاد میں دیکھ۔"

جب اس سے زیادہ شوق ہو جاوے اور ذکر کا غلبہ ہو جائے تو۔

چوں اول شب آہنگ خواب آوردم
بر تسبیح نامت شتاب آوردم
و اگر نیم شب سر بر آرم ز خواب
ترا خوانم و ریزم از دیدہ آب

ترجمہ: "جب رات کے پہلے پہر میں نے سونے کا ارادہ کیا میں تسبیح پہ تیرا نام جلدی سے لے آیا اور اگر آدھی رات کو میں نیند سے جاگ جاؤں میں تجھے پکاروں اور آنکھ سے آنسو بہاؤں۔"

کا دھیان کرو۔

جس طرح پہلے عرض کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا انداز تبلیغ بڑا منفرد تھا۔ سائل کو

ذہن نشین کرانے کے لیے سوال و جواب کا طریقہ اپناتے اور اس طرح اصل مدعا تک جا پہنچتے اور ساتھ ساتھ باطنی توجہ بھی فرماتے۔ اس طرح باتوں باتوں میں بڑے بڑے مسائل ذہن نشین کرا دیتے۔ جس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

حکیم علی محمد صاحب اور حکیم پیر بخش صاحب ساکن بلوکی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سخت جذبہ سے فرمایا کہ تمہارے والد صاحب کس جگہ رہتے ہیں۔ جس سے حاضرین سمجھے کہ شاید واقعی یہ کوئی خبر پوچھ رہے ہیں۔ عرض کی یا حضرت وہ تو فوت ہو گئے ہیں۔ تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا آدمی فوت بھی ہو جاتا ہے؟ اگر فوت ہو جاتے ہیں تو دنیا باطل ٹھہری پھر اس کے ساتھ محبت کیسی۔ پس یہی کلید معرفت ہے۔ جس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت آسان لفظوں میں حاضرین کو سمجھا گئے کہ آدمی کو یقیناً فنا ہونا ہے اور عنداللہ حساب دینا ہے۔ جس کا یہ خیال پختہ ہو جائے اس کے لیے نجات ہے۔

اکثر مولوی صاحبان حاضر ہوتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ اب شریعت کا کیا حال ہے؟ بعض تو کہتے کہ اب شریعت کی پابندی کا حال بہت اچھا ہے۔ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ آپ میں حقوق کا کیا حال ہے؟ باپ بیٹے کا دشمن، عورت خاوند کی دشمن، ہمسایہ ہمسائے کا دشمن، یہ کیسی شریعت کی پابندی ہے۔ پھر ان کی آنکھیں کھلتیں اور ہوش آتا اور وہ کہتے (اس سلسلے میں) کہ اب لوگوں نے شریعت اور قرآن پاک کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ کیا آج سے بیس سال پہلے لوگوں کا یہی حال تھا۔ عرض کیا جاتا کہ اس سے پہلے آپس میں محبت تھی، اخلاص تھا، ہمدردی تھی، لیکن اب بالکل مفقود ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے یہ سب انگریزیت کا اثر ہے۔

ایک مولوی صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الخ پہ کتنا عمل ہو رہا ہے۔ تو مولوی صاحب نے آنکھیں نیچی کر

لیں اور عرض کیا: اب تو سارے زمانے کا یہی حال ہے کوئی بھی دین کی طرف رغبت نہیں رکھتا۔ مولویوں نے اپنی اپنی خواہش کے مطابق قرآن پاک کے معنی گھڑ لیے ہیں، فرقہ بندی پیدا ہوگئی ہے اور اپنی عزت اور توقیر کے درپے ہو گئے ہیں۔ اصل اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔

تبلیغ دین کے سلسلے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے حریص واقع ہوئے تھے۔ حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ اپنے پرائے جاہل، عالم، دین دار، دنیادار، صوفی، فقیر، مسلم، غیر مسلم، گدی نشین سب کو شریعت کی پابندی کی ہدایت فرمانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرماتے اور بعض اوقات بڑا جارحانہ انداز اختیار فرماتے۔ بایں ہمہ کسی کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ نتیجتاً لوگوں کی زندگیوں پر بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

ایک دن ایک ریلوے سپرنٹنڈنٹ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ داڑھی مونچھ صفاچٹ، ٹوپی سر پر۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کتنی تنخواہ لیتے ہو؟ اس نے کہا کہ ہزار بارہ سو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا کہ اس کی ٹوپی دور جا گری۔ فرمایا یہ ہزار بارہ سو روپے تم کو منکر نکیر سے بچالیں گے اور پل صراط پر کسی کے سہارے اتر جانا اور حساب کے وقت رشوت دے کے جنت میں چلے جانا۔ یہ مسلمانی ہے؟ سب انگریز کے بچے ہیں انگلستان میں بن باپ کے ایسے ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا۔

اہل دنیا کافرانِ مطلق اند	روز و شب در لق لق و در زق زق اند
اہلِ دنیا چہ کہیں و چہ مہیں	لعنت اللہ علیہم اجمعین
اہلِ دنیا چہ سگ دیوانہ اند	دور شو زیشاں کہ بس بے گانہ اند

ترجمہ: ”دنیا والے بالکل کافر ہیں۔ دن رات لق لق اور زق زق کرتے رہتے ہیں۔ دنیا والے کیا چھوٹے اور کیا بڑے سب پر اللہ کی

لعنت ہو۔ دنیا والے کیا پاگل کتے کی طرح ہیں دور سے اس
طرح دکھائی دیتے ہیں کہ جیسے وہ ایک دوسرے سے بیگانہ ہیں۔"

پھر فرمایا:

"میاں قانونِ خداوندی کی پابندی بھی کوئی چیز ہے۔ وہ کون آ کر
کرے گا۔ اپنے پیدا کرنے والے کو کچھ تو سمجھو۔ اس پر بہت اثر
ہوا اور آئندہ کے لیے اپنی حالت سنوار لی۔"

مولوی چراغ دین رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فیض پور خورد پیر حسن شاہ صاحب کے فاتحہ پر تشریف لے گئے۔ گاؤں کے مرد و زن سب اکٹھے ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں وعظ فرمایا اور مسلمانوں کو ان کی حالت پر متنبہ کیا۔ وہاں بھی ایک سکھ موجود تھا اس کو پاس بٹھا کر مسلمانوں کا اس کی شکل کے ساتھ مقابلہ کرایا۔ مسلمان بہت ہی شرمندہ ہوئے اور آئندہ کے لیے توبہ کی۔ (چونکہ سکھ قوم اپنے گرو کی محبت میں ان کی سنت پر عمل پیرا ہے اور مسلمان اپنے نبی کی سنت سے غافل)۔

درجہ بندی

پچھلے کسی باب میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حلقۂ ارادت بہت وسیع تھا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مسلسل تبلیغی سرگرمیوں اور مذہبی تعامل کا نتیجہ تھا جس میں معاشرہ کے ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلف صالحین کی طرح چوطرفہ تربیت فرماتے تھے۔ اور کسی ایک حاضر ہونے والے کو وا گزار نہ فرماتے تھے بلکہ اس کی تربیت میں اپنی تمام ہمت صرف فرماتے اور جو کچھ اس کی ہمت میں ہوتا تھا اسے باہر نکال کر چھوڑتے اور جس جس تربیت کے لیے کوئی مستعد ہوتا تھا اس سے دریغ نہ فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت مبارک نہایت طینت شناس تھی اور ہر ایک

طبیعت کے جزوی فرق کو بھی دا گزارنہ کرتی۔ ہر ایک کے ساتھ وہی سلوک ہوتا جو عین طبیعتِ طالب و زائر کے مطابق ہوتا، اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تربیت جلالی اور جمالی کے نمونے تمام ملتے ہیں۔ کسی آنے والے کے ساتھ بڑی محبت کے ساتھ پیش آ رہے ہیں اور اس کے آگے پیچھے ہو رہے ہیں اور کہیں ننگی تلوار کی طرح دلوں کو کاٹ دیتے ہیں۔ تند و تیز جملوں کی بارش ہو رہی اور مار پیٹ بھی ہو رہی ہے۔ دراصل یہ آنے جانے والے کی کیفیت پر منحصر ہوتا تھا۔ کوئی سجادہ نشین یا نواب، سرکاری ملازم، امراء یا سیاست دان، خواص ہوں یا عوام الناس، بزرگ ہوں یا جوان۔ مالک ہوں یا خادم غرضیکہ جو بھی آیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صلاحیت اور اہلیت کے مطابق تعلیم و تربیت فرمائی اور خاص کر سجادہ نشین حضرات اور علمائے کرام پر زیادہ زور دیا کیونکہ اگر ان کی اصلاح ہو جاتی ہے تو پھر معاشرہ میں بہت سے لوگوں کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

ذیل میں ہم نے انہی معاشرتی طبقات کی درجہ بندی کر کے آپ کی تبلیغ کے جلالی اور جمالی نمونہ پر نظر ڈالی ہے۔

① علماء اور سجادہ نشین

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حجرہ شریف تشریف لے گئے چونکہ یہ جگہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگوں کا پیر خانہ تھا۔ گدی نشین کی داڑھی کتری ہوئی اور نماز کے اوقات کی پابندی کا اہتمام نہ تھا، شکار کے لیے بندوق اور کتے رکھے ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ کون سا طریقہ ہے جو آپ نے اختیار کر رکھا ہے؟ کیا آپ کے آباؤ اجداد ایسا ہی کیا کرتے تھے، یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سنت ہے۔ یہ سن کر وہ بہت شرمندہ ہوئے اور زار و قطار رونے لگے اور کہا کہ میں نے سب کچھ اپنے بزرگوں کے خلاف کیا ہے۔ اب میری توبہ آئندہ کبھی ایسا کام نہیں کروں گا اور پھر آپ

رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک پر توبہ کی۔

ایک زائر میاں صاحب خوبصورت پچیس سالہ داڑھی صفا نوجوان تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نام پوچھا تو کہا حسین۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا حسین ہے اس نے کہا جی ہاں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھوڑی پکڑ کر اس کا منہ دائیں بائیں پھرایا اور فرمایا کیا حسین کی شکل ہے یہ حسین ہے۔ اتنے میں دو چار طمانچے رسید کر دیئے۔ ازاں بعد فرمایا کہو: لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ لندن کعبۃ اللہ۔ وہ بے چارہ ہیبت سے لرز رہا تھا اور مجلس بھی دم بخود تھی۔ پھر فرمایا۔ باپ دادا دیکھے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کی ان کی صورت بھی ایسی تھی۔ اس نے کہا جی نہیں۔ فرمایا پھر تجھے کیا ہو گیا۔ میں نے سنا ہے بزرگ تھے ان کی قبر پر اب بھی لوگ حاجات طلب کرنے کے لیے جاتے ہیں کیا ایسا ہی ہے اس نے کہا جی ہاں۔ ایسا ہی ہے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پھر تجھے کیا ہو گیا۔ پھر دو چار طمانچے اور لگا دیئے ازاں بعد فرمایا کتنے مربعوں کے مالک ہو اس نے کہا: چودہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر دو طمانچے لگا دیئے کہ اللہ نے اتنا دے رکھا ہے اور پھر یہ حالت۔ پھر فرمایا کہو: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه۔ ازاں بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیا کرتے ہو۔ اس نے کہا: ذیلدار ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہاں کیوں آئے ہو۔ اس نے عرض کی کپتان آیا ہوا ہے اس سے کچھ کام تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت نرم لہجے میں فرمایا کہ لوگوں کے فیصلے گھر پر ہی کر دیا کرو۔ انگریزوں کے جو افسر گھر پر آئیں ان کی خدمت کر کے ٹال دیا کرو اور خود ان کے پیچھے نہ دوڑا کرو۔ وہاں اب تمہاری پیشی صاحب کے پاس کس وقت ہے؟ وہ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت سے ناواقف تھا۔ اس لیے اسے کچھ معلوم نہ ہوا بلکہ حیران۔ اس نے سمجھا پھر کچھ تادیب ہو گی۔ پھر فرمایا دوپہر کا کھانا یہاں ہی کھانا۔ ازاں بعد اس کا ہاتھ پکڑا اور پر منزل میں لے گئے۔

رمز شناسوں نے کہا مار پیٹ تو بہت کھائی لیکن حسین جس کام کے لیے آیا تھا ہو گیا۔[1]

صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف کے عرس پر تشریف لے گئے تو میاں سید مخزن العلوم گاؤ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا:

"خدا کسی کو صاجزادہ نہ بنائے، بندہ بنادے۔"

ایک دفعہ مکان شریف میں میر لطف اللہ صاحب نے اپنے بزرگوں میں سے کسی کا ختم دلوایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ختم شریف میں طلب فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "ختم سے کیا فائدہ بزرگوں کی روح تو تم سے ناراض ہے۔ خود غرضیاں چھوڑ دو۔ مقدمے بازی چھوڑ دو۔ آپس میں صلح صفائی سے رہو، یہ ختم سے بہت بہتر ہے۔ جب کوئی شخص الٰہی قانون چھوڑ کر انگریزوں کی عدالت میں جاتا ہے تو اس کا ایمان نہیں رہتا۔"

اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ علماء کرام سے ہمیشہ شفقت سے پیش آتے ان کو سوالیہ انداز سے تبلیغ فرماتے۔ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں پانی پت گیا امام صاحب تشریف لائے تو بلا عمامہ ٹوپی سے ہی جماعت کرانے لگے۔ میں نے کہا عمامہ کہاں ہے تو وہ کہنے لگے یہ ٹوپی درباری ہے۔ میں نے کہا کس دربار کی۔ کیا تو نے دیکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ٹوپی اور عمامہ سے جماعت کراتے تھے یہ کس دربار کی ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ یہ دربار انگریزی سے اجازت ملی ہے کہ دربار میں ٹوپی ہی سے آجایا کرو۔ اتنے میں میں نے اپنی پگڑی نصفا نصف کردی۔ ایک نصف اُن کے سر پر بندھوایا۔ دوسرا نصف اپنے سر پر رکھ لیا اور کہا اب جماعت کراؤ۔ تو وہ حیران ہو کر مجھے دیکھنے لگا اس کو معلوم ہوا تو معافی مانگی۔

ایک دفعہ ایک مولوی صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ تغیر زمانہ پر گفتگو ہونے لگی۔ تو مولوی صاحب نے عرض کی کہ حدیث شریف میں بھی ایسا ہی آیا ہے کہ قرب

ل انقلاب الحقیقت صفحہ ۳۱،۳۰

قیامت مسجد یں بہت ہوں گی اور نمازی کم اور فسق و فجور کا اس قدر زور ہو گا کہ اسلام کا صرف نام ہی رہ جائے گا اور حدیث شریف کے مطابق سب کچھ ہو رہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مولوی صاحب اگر نہر جاری ہو اور اس میں جا بجا سوراخ ہو کر پانی اِدھر اُدھر بہنا شروع ہو جائے تو کدال لے کر ان سوراخوں کو زیادہ فراخ کرنا چاہیے یا بند کرنا چاہیے۔ یہ سن کر مولوی صاحب حیران رہ گئے اور عرض کیا سوراخوں کو بند کرنا چاہیے تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس وقت سنت کی نگرانی کی سخت ضرورت ہے۔ ایسے گئے گزرے دور میں جو شخص سنت کی نگرانی کرے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہو گا بلکہ اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

ایک معمر بزرگ سانگلہ کی مسجد تعمیر کردہ حاجی دین محمد گجراتی قادری کے امام آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کیا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا مسجد کا امام مگر دوسرے مولویوں کی طرح نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ کیسے۔ انہوں نے کہا کہ وہ مسجد کے وظیفے کھاتے ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کھاتے ہیں تو کیا مضائقہ آخر آپ کیا کھاتے ہیں انہوں نے کہا کہ حاجی صاحب خرچ دیتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو پھر یہ کیا ہے۔ (۳)

سرکاری ملازمین اور تعلیم یافتہ طبقہ

بڑے بڑے بی اے، ایم اے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی حجامت دیکھتے تو ان کے فیشنی بال پکڑ کر خوب ہلاتے اور فرماتے تمہارے باپ کی شکل بھی ایسی ہی ہے داڑھی مُنڈی ہوئی اور ایسے ہی بال تھے کیا تمہیں اپنے باپ کی شکل بری معلوم ہوتی ہے۔ سکھ تو ایسا نہیں کرتے انہیں تو اُن کے گرو صاحب نے جو تعلیم دی ہے اس پر پورا عمل کرتے ہیں مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے۔

ہمارا خداوندی قانون کیا کم ہے کیا سکھوں کو نوکری نہیں ملتی۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ مسلمان قیدیوں کی حجامت میں داڑھی بھی مونڈ دیتے ہیں لیکن سکھوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ انگریزوں کو بھی معلوم ہوگیا ہے کہ مسلمان اپنے مذہب کے کچے ہیں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے بسم اللہ کے کیا معنی ہیں تو جواب نفی میں ملتا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ یہ مسلمانوں کے بچے ہیں کہ بسم اللہ کے معنی بھی نہیں جانتے۔ انگریزی کو تو بغیر معنوں کے کوئی نہیں پڑھتا۔ مگر قرآن شریف کو بغیر معنوں کے پڑھتے ہیں۔ انگریزی قانون کو تو ہر ایک جانتا ہے۔ مگر خدائی قانون کی خبر نہیں کہ قرآنِ پاک میں کیا حکم ہے۔ اب تو انگریز بن گئے۔ اب لاالٰہ الا اللہ انگریز رسول اللہ پڑھا کرو۔ ایسے لوگ توبہ کر کے جاتے اور جب دوبارہ حاضر خدمت ہوتے تو داڑھی رکھی ہوئی ہوتی پابند صلوٰۃ ہوتے بلکہ تہجد گزار ہو جاتے آپ رحمۃ اللہ علیہ ان سے بڑا پیار کرتے۔ آخر کار ہدایت کا نور اور قلب کا سرور انہیں حاصل ہو جاتا۔ سبحان اللہ! جب کوئی سرکاری افسر حاضر خدمت ہوتا تو اس کو جلالی و جمالی طریق سے جس کا وہ اہل ہوتا تبلیغ فرماتے۔ ایک دفعہ ڈپٹی سلطان احمد خاں حاضر خدمت ہوئے۔ دو روپے آپ کی نذر کیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تمہارے دو روپے نہیں لیتا تو ظالم ہے اس نے عرض کیا میں ظالم تو ہوں مگر یہ دو روپے میری تنخواہ میں سے ہیں لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے روپے واپس کر دیے اور چند نصیحتیں فرما کر رخصت کر دیا۔"

ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں سر محمد شفیع سے فرمایا آج تیرا نام لینے کو جی نہیں چاہتا۔ نام تو کیسا اچھا ہے اپنے نام کی ہی شرم کرو اور کچھ سوچو سمجھو۔ تمہارے باپ کی شکل کیسی اچھی تھی وہ شکلیں تم کو بری لگتی ہیں۔ اصل میں سارا قصور انہی کا ہے۔ انہوں نے تمہیں کیوں ولایت بھیجا اور جب تم نے اپنی شکل بگاڑ لی تھی تو تمہیں کیوں اپنے گھر میں گھسنے دیا۔

بھیرہ کمیٹی کے سپرنٹنڈنٹ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اتفاقاً حضور

رحمۃ اللہ علیہ نیچے کی منزل میں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ ان پر پڑی تو وہ بے چارے حیران رہ گئے اور دوزانو بیٹھنا بھول گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو۔ تو کہنے لگے کہ بھیرہ کمیٹی کا پریذیڈنٹ ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جذبہ و جوش میں آ کر فرمایا میں ڈنڈ ونڈ کچھ نہیں جانتا پھر تو وہ اور سہم گئے اور اپنا بچاؤ اس میں دیکھا اور عرض کرنے لگے جی میری پیدائش عرب میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں جنت البقیع میں سے اونٹ بھی لدے ہوئے گذرتے ہیں۔

صوفی ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہوشیار پور تشریف لے گئے بندہ بھی ہمراہ تھا۔ ہم پیدل تھے راستے مین ایک جنٹل مین ہمراہ ہو لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام پوچھا۔ پھر اس کے نام کو بار بار دہراتے جاتے اور اس شخص کو اپنے نام کی غیرت دلاتے۔ بندہ دیکھ رہا تھا جوں جوں آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے نام کی تکرار فرماتے اس شخص کی حالت بدلتی جاتی حتیٰ کہ وہ معتقد ہو گیا۔ (۲)

علامہ اقبال ؒ "کاشانہ شیر ربانی" شرقپور شریف میں پہنچے تو حضرت میاں صاحب ؒ نے ان سے شفقت فرمائی اور احترام کیا۔ عرض کیا گیا: "حضور! یہ تو خلاف شرع شکل و صورت کے حامل ہیں۔ جبکہ آپ ان کا احترام کرتے ہیں؟" آپ نے جواب دیا: "یہ خلاف شرع نہیں کیونکہ ان کی داڑھی ان کے پیٹ میں ہے۔" یہ بات عوام الناس میں جتنی مشہور ہے اتنی ہی غلط ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال ؒ پر مشہور نظم "شکوہ" لکھنے اور پڑھنے پر پندرہ سال تک کفر کا فتویٰ قائم رہا۔ درِ شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری اور حضرت کی نگاہ ولایت کے نتیجے میں انہیں نہ صرف کفر کے فتویٰ سے نجات ملی بلکہ عالمگیر شہرت حاصل ہوئی۔

غالباً ۱۹۲۷ء میں سر محمد شفیع کے ساتھ ایک دن کوئی دس بجے کے قریب یہ دونوں حضرات شرقپور شریف میں حاضر ہوئے۔ علامہ اقبال ؒ کو ملکانہ گیٹ میں ملکاں

والے ڈیرے میں کھڑا کیا اور خود سر محمد شفیع حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ علامہ صاحب آ گئے ہیں اگر اجازت ہو تو خدمت میں حاضر ہوں۔

آپ نے فرمایا! ہاں ٹھیک ہے آ جائیں۔ سر محمد شفیع علامہ صاحب کو لینے کے لیے چلے گئے اور آپ اوپر والی بیٹھک میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ دونوں حضرات (سر محمد شفیع اور علامہ اقبالؒ) بیٹھک میں آ کر بیٹھ گئے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ آپ کے نیچے اترنے کی آواز آئی۔ یہ دونوں بے ساختہ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ آپ تشریف لائے تو دونوں تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ دونوں کے سر جھک گئے، دونوں نے چپ سادھ لی۔

سر محمد شفیع کو اپنی حالت پر قابو رہا مگر علامہ اقبالؒ کی رقت بے قابو ہو گئی۔ ان کی آنکھوں نے ساون بھادوں کی جھڑی لگا دی۔ حضرت میاں صاحبؒ نے سر محمد شفیع سمیت سب لوگوں کو باہر نکال دیا۔ اقبالؒ کے کاندھے پر پیار سے ہاتھ رکھا۔ اقبالؒ کو سکون مل گیا۔ عرض کیا: "حضور! گناہوں سے نفرت بجا ہے، گنہگاروں سے ناروا سلوک۔ ہم لوگ تو پہلے ہی مایوسیوں کا شکار ہوتے ہیں اگر آپ بھی ٹھکرا دیں تو کدھر جائیں؟"

آپ نے بازو کھینچ کر اپنے قریب کر لیا۔ ہاں آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ گناہگاروں سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ کہیے کیسے آنا ہوا ہم فقیروں کے پاس؟ اقبالؒ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، روندھی ہوئی آواز میں عرض کیا: کافر بنا دیا گیا ہوں، مسلمانوں کے زمرے میں داخل فرما دیجیے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اقبال! خدا کی رحمت رونے والوں کو پسند کرتی ہے، گھبرائیں نہیں آپ مسلمان ہی رہیں گے۔ آپ کو کافر کہنے والے تمہارا نام عزت سے لیں گے، منبروں پر تمہارے اشعار پڑھیں گے۔ تمہارے جن شعروں کی وجہ سے تم پر فتویٰ تکفیر لگا ہے وہ خود انہیں اکثر گنگناتے رہیں گے۔ خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

رحمت حق بہانہ می جوید
رحمت حق بہا نمی جوید

اب اقبالؒ کو لنگر کا کھانا پیش کیا گیا۔ سر محمد شفیع کو بھی بلایا گیا۔ دونوں نے ماحضر شوق سے تناول فرمایا۔ حضرت میاں صاحبؒ نے دعا فرمائی اور دونوں کو رخصت فرما دیا۔ اس حاضری کے بعد علامہ اقبالؒ کی توقیر میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔[1]

نوجوان طبقہ

اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نوجوانوں پر خصوصی توجہ فرماتے۔ حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ ایک بار حاضر ہوا تو خادم نے حسب ارشاد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بلالو۔ حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں آپ رو مائل بہ قطب تشریف رکھتے ہیں اور ارد گرد پانچ چھ لڑکے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کو مواہب الرحمٰن دکھا رہے ہیں اور سنا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں اس کے مصنف نے عنایہ شرح ہدایہ بھی لکھی ہے۔ چونکہ وہ بچے تھے وہ عنائیہ اور ہدایہ شریف کو کیا جانیں آخر خواجہ دین محمد سے کہا کہ ہدایہ کی جلدیں لے آؤ۔ وہ لے آئے لڑکوں کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ یہ کتاب بھی اسی مصنف کی ہے۔ سبحان اللہ! چونکہ میں نے اس سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے حیرت کے سوا مجھے کچھ ہوش نہیں کہ اتنے بلند پایہ کا ولی اپنے وقت کا غوث اور زمانہ کا قیوم اور اس بے کسی میں مجلس افروز کہ دیکھنے والا حیرت میں آجائے کہ وہ کیا تھے جن کو نیچے منزل میں دیکھا تھا اور یہ کیا ہیں جو بالاخانہ پر نظر آ رہے ہیں اور یہ نقشہ کبھی میری آنکھوں سے نہ جاسکا۔[2]

---

[1] اس واقعہ کی تفصیل ماہنامہ نور اسلام شمارہ اکتوبر ۱۹۹۳ء میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

[2] خزینۃ المعرفت صفحہ ۳۰۹-۳۰۸

حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں:

"ایک نوجوان آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کھڑا کر دیا اور اپنے چپہ سے دونوں قدموں کا فاصلہ ناپ کر فرمایا، نماز پڑھتے وقت دل میں کہا کرو کہ الٰہ العٰلمین میں نے اپنا منہ تو تیری طرف کر دیا اب تو میرے دل کو بھی اپنی طرف پھیر دے کیونکہ وہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔"[1]

صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ ایک نوجوان کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن بندہ سے مولوی محمد صدیق سکنہ باہری ضلع گوجرانوالہ نے کہا کہ ہمارا بھائی نہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے۔ داڑھی منڈواتا اور مونچھیں لمبیں دراز رکھتا ہے ہم اس کو کہتے ہیں کہ تو علماء کے گھر کیا بلا پیدا ہو گئی ہے۔ ہم اس سے لڑتے بھڑتے لیکن وہ باز نہ آیا۔ میں کہیں سفر پر گیا ہوا تھا واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بھائی نے داڑھی بھی رکھی ہوئی ہے اور مونچھیں تراشی ہوئی ہیں اور پابند نماز بھی ہے۔ میں نے دیکھ کر کہا کہ اس کی کایا کس نے پلٹ دی ہے۔ بھائی نے خود جواب دیا کہ میں شرقپور شریف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا کہ تو نے کیا شکل بنائی ہوئی ہے۔ پھر میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر لٹا دیا اور میرے اوپر ہو بیٹھے اور میرے دل پر ہاتھ رکھ کر فرمایا خدا کو راستہ اس طرف سے جاتا ہے بس اس کے بعد مجھے ہدایت ہو گئی۔

صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ بندہ شرقپور شریف حاضر ہوا کہ ایک پندرہ سولہ سالہ لڑکے کو تلقین فرما رہے تھے اور بار بار آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑی گہری توجہ سے ارشاد فرما رہے تھے "بس دین میں سعی اور کوشش کرو۔" بندہ کو خیال

---

[1] خزینۃ المعرفت صفحہ ۳۰۹-۳۰۸

گزرا کہ یہ بچہ حقیقتِ اسلام کو کیا سمجھتا ہو گا۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ بار بار یہی تکرار فرماتے۔ ایک

مولوی صاحب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ عرفان اور معرفت کے مسائل بیان فرمارہے تھے۔مولوی صاحب نے عرض کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حال کے مسائل بیان فرمارہے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا ''قرآن پاک اور حدیث پاک کیا حال نہیں ہے۔'' یہ سن کر مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔

عوام الناس

اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملنے والوں پر پوری توجہ فرماتے تھے۔قطع نظر اس کے کہ ملنے والا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوتا یا کسی اور سلسلے کا بیعت ہوتا۔اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ یکساں طور پر تبلیغ فرماتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ جماعت کی سخت پابندی فرماتے۔کسی کی مجال خادموں یا زائروں سے نہ ہوتی کہ وہ شرقپور شریف حضور رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر میں ہو اور جماعت سے غائب ہو۔حضرت صاحب زادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ امام دین خادم عصر کے وقت نلکہ سے پانی بھرتا رہا اور اس بیچارے کو وقت معلوم نہ ہوا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ یک دم نہ معلوم کیوں نیچے تشریف لائے سوائے امام دین اور کوئی نہ تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو جماعت میں نہیں گیا وہ بیچارہ بہرہ تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ غصہ سے بے تاب ہو گئے اور بار بار فرماتے تھے تمہارے یہاں رہنے کی کوئی ضرورت نہیں تم نے جماعت کی پرواہ نہیں کی لیکن اس نے کچھ نہ سنا۔اتنے میں میاں دین محمد آئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ کیوں نہیں یہاں سے چلا جاتا۔انہوں نے عرض کیا: بہرہ ہے،اس نے سنا نہیں۔اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اس سے کہو کہ اب کی تو گزر گئی کہ تو نے سنا نہیں آئندہ ایسی حرکت کرو گے تو نکال دوں گا۔''

حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ کئی آدمی لدھیانہ سے آئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی تلقین فرمائی۔پھر فرمایا کیا کام کرتے ہو؟

انہوں نے کہا: سفید باف ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پھر تو عجیب بات ہے ایک طرف نال ڈالی یا کریم دوسری طرف ڈالی یا رحیم اور دیر تک اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتے رہے اور زبان مبارک سے یا کریم یا رحیم پڑھتے رہے۔ سبحان اللہ! عجب حال تھا آنکھیں بند تھیں اور ہاتھ زبان کے ساتھ برابر چلتے تھے اور معلوم نہیں خود حضور رحمۃ اللہ علیہ کس عالم میں تھے۔

صوفی محمد ابراہیم قصوری ؒ فرماتے ہیں۔ ایک ڈاکو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کیوں آئے ہو تم ڈاکے مارو اور خلق خدا پر ظلم کرو۔ تمہیں یہاں آنے سے کیا فائدہ۔ اس کے دل پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت توبہ کرلی۔ نماز پنجگانہ اور تہجد، ذکر و مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ معلوم نہیں زندہ ہے کہ مرگیا عرصہ ہوا اس کو دیکھا تھا۔

صوفی محمد ابراہیم قصوری ؒ ہی ریاست رام پور کے نواب کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ شرقپور شریف آیا۔ آپ ؒ بیٹھک میں تشریف فرما تھے۔ کسی خادم سے کہا لحاف لپیٹ کر نواب صاحب کے پیچھے رکھ دو، تکیہ تو ہمارے پاس ہے نہیں نیز نواب صاحب سے فرمایا کہ کھانا کھالو اس نے عرض کی کھانا ہم لاہور سے کھا کر آئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارا کھانا تم کب کھاتے ہو۔ پھر فرمایا: ”ہمارا نواب تو دین ہے تم اپنے دین کو درست کرلو پھر چند نصیحتیں فرما کر ان کو رخصت کیا۔“

❁❁❁❁

باب نمبر ۵

مذہبی افکار اور خدمات

اسلام دین فطرت ہے جس کا ایک پہلو تو معاشرتی زندگی پر محیط ہے اور دوسرا عبادات و اعتقادات کا سرچشمہ ہے جسے عام اصطلاح میں مذہب کا نام دیا جاتا ہے، اس لیے اسلام دین بھی ہے اور مذہب بھی۔ ہر مذہب کی بنیاد غیب پر ہے یعنی ظاہر پر نہیں باطن پر ہے۔

"یومنون بالغیب" اسی امر کی طرف دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس سراسر غیب (پوشیدہ) ہے اس کی ذات حقہ کو تسلیم کرنا اور اس کے احکامِ غیب (مذہبی کتب) پر عمل کرنا وحی، الہام، تعلیم و ارشاد جس کا تعلق کسی خارجی ذی شعور سے نہیں بلکہ غیر مشاہدہ ذات کے ساتھ ہے اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں بلکہ وہ ذات آنکھوں کو پالیتی ہے یہ سب کچھ غیب کے زمرے میں آتا ہے۔

مذہب کے تمام اعمال کا دارومدار اعتقادات پر ہوتا ہے کیونکہ اعتقادات ایک قسم کا اعمال کا سانچہ ہوتا ہے اور مذہب کا ہر عمل اس میں ڈھل سکتا ہے۔ اگر اعتقادات کمزور پڑ جائیں تو اعمال کی شکل وصورت بھی کمزور پڑ جاتی ہے اور مذہب جو اس معاشرے کے قیام کی بنیاد فراہم کرتا ہے اعمال کے صحیح اور موزوں نہ ہونے کی وجہ سے معاشرے کی دیواریں مضبوط بنیادوں پر قائم نہیں کر سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ اعتقادات کا جزو اپنی اپنی جگہ پورے کامل یقین اور ایمان کا درجہ رکھتا ہو اور

اس میں کوئی لچک نہ ہو۔

مذہب انسان اور معاشرے کی کیا خدمت سرانجام دیتا ہے؟ یہ ایک فلسفیانہ قسم کا سوال ہے جس کا مجملاً جواب یہ ہے کہ مذہب انسانیت کی روح رواں ہے۔ مذہب ذہنی کش مکش کو دور کرتا ہے۔ طبقاتِ انسانی کو اتحاد، مساوات اور اخوت کا سبق ہی نہیں دیتا بلکہ عملاً ایک کر دیتا ہے۔ اور معاشرے کو یکجہتی اور یک رنگی کی لڑی میں پرو دیتا ہے۔ یہ نفرت اور غرور کو مٹاتا ہے۔ حسد اور رقابت کو دور کرتا ہے، اتحادِ محکم کی دیوار سے معاشرہ کا قلعہ تعمیر کرتا ہے۔ انسانی ذہن کی فطرت ہے کہ وہ اختلافات پیدا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلمۃ الحق (لاالہ الااللہ) کے ذریعے وحدتِ انسانی کا سبق دیتا ہے۔ اقتدار اور اختلاف کو اس کلمہ پاک سے مٹایا جاتا ہے۔ پھر اس کے تخم سے اعمال اور ان کے ثمرات کو یکسانیت ملتی ہے جس کے نتیجے میں پوری انسانیت ایک لڑی میں منسلک نظر آتی ہے۔

مذہب کا یہ اساسی کردار جو کسی بھی انسانی معاشرہ میں ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے اس کی روشنی میں اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اعتقادات اور مذہبی افکار کا اس ناچیز کے لیے جائزہ لینا چھوٹا منہ بڑی بات کے مترادف ہے۔

اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے سوانح نگار جناب صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''خزینۂ معرفت'' میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد پر باقاعدہ ایک باب لکھا ہے اور لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سچے حنفی المذہب تھے۔ طریقت میں آپ کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ طریقہ سے تھا۔ عقائد بھی آپ کے وہی تھے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے (۱) اس باب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کی فہرست نمبر وار درج کی ہے جس کی تعداد اکیس (۲۱) کے قریب ہے قضا و قدر اور حقیقتِ رجاء سے متعلق بھی تفصیل درج کی ہے۔ آگے چل کر اسی باب میں

حقیقتِ خلق، افعال اور خالق ومخلوق کے تعلق کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف کی روشنی میں وضاحت کی ہے۔ اسی باب میں اہلِ نظر و کشف خاصانِ خدا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (اولیائے کرام) کے اعتقاد کی وضاحت کے لیے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتوحات مکیہ کی جلد اول سے نقل کیا ہے جس کی تفصیل اور فلسفیانہ اندازِ فکر کا سمجھنا ایک عام قاری کے لیے نہ صرف مشکل ہے بلکہ غیر ضروری بھی معلوم ہوتا ہے۔ کسی وسعت نظر کے بغیر اعتقادات کا اس قدر وسیع اور عمیق مطالعہ وسیع علم اور زیادہ وقت کا متقاضی ہے اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اعتقادات کا اساسی تصورات کے تحت ایک مختصر جائزہ لیا جائے جو نہ صرف مختصر مگر جامع ہو بلکہ عام فہم بھی ہو جو اس دور کی اصل ضرورت ہے۔ لہٰذا ہم نے اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اعتقادات کا اساسی تصورات کے تحت ایک مختصر جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔

ا۔ تصورِ توحید

عقیدہ توحید اسلامی ایمانیات کا پہلا زینہ ہے۔ واحدانیت اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔ اسلامی نظامِ زندگی میں توحید روح رواں ہے۔ توحید اہلِ ایمان اور اسلام کی بنیادی اصطلاح ہے جس طرح توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اسی طرح اس کی توضیح و تشریح بھی بڑی اہمیت اور افادیت کی متقاضی ہے۔

اس عالم کون و مکان میں صفاتِ الٰہیہ کے ظہورات اتنے عام اور واضح ہیں اور فطرت مقدسہ اپنی بے تابی جلوہ سے معمور ہو کر اپنے ظہور کے لیے ہمہ وقت بے تاب ہے اور اپنی شناخت کے لیے ہر لحہ مائل بہ کرم ہے تو اس کو دیکھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات قدرتی مناظر کی رنگا رنگی اور تخلیق کے دوسرے عوامل سب صفاتِ الٰہیہ کے ظہور کا ذریعہ ہیں۔ ان کے مشاہدے سے توحید کا جو

ادراک پیدا ہوتا ہے یہی توحید کا اعلیٰ تصور ہے۔ ہر ایک کا توحیدی تصور ایک جیسا نہیں ہوتا اس کی بھی درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔

سب سے اعلیٰ توحید قلبی ہے جو مشاہداتِ غیبی سے پیدا ہوتی ہے اور جس کے ظہور کے بعد کائنات کا ذرہ ذرہ خدائی جلوہ سے معمور نظر آتا ہے۔ اور ہر ذرہ کائنات تسبیح و تقدیس میں مشغول نظر آتا ہے۔ یہ دولت صرف ان نفوسِ پاک کو حاصل ہوتی ہے جن کی خلقت صرف اسی لیے ہوتی ہے۔ وہ دوسرے کائناتی امور کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اگر یہ رنگ غالب ہو جائے تو مجذوب کی صورت ہو نکلتی ہے۔ اگر برابر رہتی ہے تو مجذوب سالک کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ اور یہ سراسر یقین ہوتا ہے۔ وحدت یا وحدانیت کے اندر تمام صفات الوہیت جمع ہیں۔ جب کوئی اس وحدت کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی تصدیق کے تمام صفاتِ الوہیت بھی تسلیم کرتا ہے تو وہ اس ذات اقدس کے پہلو میں آنے سے تمام ارض و سماء کی اشیاء سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ ڈرتا ہے تو اس سے، خوف کھاتا ہے تو اس سے، محبت ابھرتی ہے تو اس سے، کارسازی اس کی ہر جگہ ہر موقع حاضر و ناظر۔ ایسی صورت میں ایک موحد بے خوف زندگی گزارتا ہے اور پورے اطمینان سے زندگی بسر کرتا ہے۔ ویسے تو ہر موحد کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں پر بڑا مہربان ہے اور بڑا افضل فرمانے والا ہے لیکن اس کے پرتو اور عکس میں تو صرف وہی لوگ دیکھے جاسکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق اور اس کی شانِ کریمی کے ساتھ خاص مناسبت ہے اور وہ ہیں اولیائے امت۔

جو دکھ سکھ اور بھوک کو بھی شانِ کریمی سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر راضی رہتے ہیں اور کسی سخت سے سخت منزلِ زندگی میں نہیں گھبراتے، ہر رنج و غم کو خوشی اور راحت کی طرح قبول کرتے ہیں، غرض ہر حال میں خوش ہیں۔ بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یَبْصِرُ (مجھ سے سنتے اور مجھ سے دیکھتے ہیں) کا کامل نمونہ دکھائی دیتے

ہیں۔ توحید کے اس اعلیٰ اور قلبی تصور کو سامنے رکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تصورِ توحید کو سمجھنا اور پرکھنا آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت قبلہ صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے توحیدی مقام و مرتبہ کا جائزہ اس انداز سے لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"توحیدی جذبہ اس قدر زبردست تھا کہ جب آپ کے صاحبزادے پیدا ہوئے تو گود میں لے کر فرمایا کہ اگر تمہیں نیک ہونا ہے تو زندہ رہو ورنہ اس زندگی سے تمہارا مرنا بہتر ہے چنانچہ وہ فوت ہو گئے۔ لیکن بے صبری نہ فرمائی، نہ جزع و فزع فرمائی بلکہ رضا بقضا خوش بخوش۔ ساتھ ہی یہ بھی تھا کہ جب کسی کی گود میں لڑکا دیکھ پاتے تو اسے اپنی گود میں لے لیتے اور پیار فرماتے اور گاہے اپنا لعاب اس کے منہ میں ڈالتے حالانکہ ذاتی محبت (توحید) دنیاوی حلاوتوں سے بہت بلند تھی؟ لیکن اتباع سنت علیہ التحیۃ والسلام اور اسوۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے سب کچھ پسندِ طبع ہو چکا تھا۔[1]

حضرت قبلہ مرحوم و مغفور رحمۃ اللہ علیہ ان اولیائے کرام و عظام رحمۃ اللہ علیہم سے تھے جو اثنائے مشاہدہ پر بھی اپنے مجاہدات میں ویسے ہی پیاسے رہے جیسے ایک تشنہ لب ابتدائے عشق میں فرقت زدہ ہو کر اپنی بے تابی میں سرگرم ہوتا ہے۔ عاشق کامل وہی ہے جو منتہائے وصال (مشاہدہ) کے بعد بھی ویسے ہی بے تاب نظر آئے جیسے ابتداء عمر میں تھا، بلکہ اس سے بھی زیادہ بے تاب نظر آئے۔ حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے توحیدی مقام و مرتبہ کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"ہمارے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر گھڑی ہر دم متواتر آتش عشق میں

[1] خزینۂ معرفت صفحہ ۱۹۶

مثل سیماب بے تاب جھلکتے نظر آتے تھے اور ایک لمحہ بھی دل کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہوتا تھا لیکن دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ[1] کی سی بے تابی آپ کی ذات میں نہ تھی بلکہ مشاہدہ حق کے جمال کی اتنی سیرابی تھی کہ اس کے بغیر آپ کو کچھ نظر نہ آتا تھا، لیکن ساتھ ہی ہر ایک چیز کو ذات جل وعلا کے سوا جانتے تھے۔ ہمارے نزدیک آپ کی توحید نہ توحید وجودی تھی نہ توحید شہودی، بلکہ یہ ایک تیسری توحید تھی جو ان مذکورہ توحیدوں کے علاوہ تھی۔ وہ توحیدی مسلک تھا جس کو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے ذوقِ سلیم سے پایا تھا گو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کو توحید شہودی سے الگ نہ دکھا گئے لیکن صاحب ذوق سے پوشیدہ نہیں کہ یہ توحید کیسی ہے اور اس توحید کے لیے معارف کا وجود اگر غیب نہیں تو زیب بھی تو نہیں۔"[2]

بلند ترین توحید کا مقام یہ ہے کہ انسان اور خدا کے درمیان کوئی واسطہ نہ رہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز بیٹھے بیٹھے فرمایا کہ نظر کشاف سے دیکھ رہا ہوں کہ تمام دنیا والے لا الٰہ الا انا کہہ رہے ہیں یعنی نہیں کوئی معبود مگر میں۔ یہ سن کر آپ کے فرزند حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ حضور میں بھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو بھی۔ پھر حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ علیحدگی میں ذکر نفی اثبات کرتے رہے۔ اس کے بعد پھر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور اب فدوی کا کیا حال ہے۔ فرمایا اب کچھ ترقی ہے۔ مگر انا باقی ہے خواجہ محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعد وفات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں حج کو گیا تو وہاں کشف سے معلوم ہوا انا کے زنار مجھ سے قطع ہو رہے ہیں۔"[3]

توحید کا جب یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو پھر اس کی تاثریں واضح ہونے لگتی

---

1. حضرت اعلیٰ غلام مرتضیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ
2. خزینہ معرفت صفحہ ۱۹۶
3. خزینہ معرفت صفحہ ۱۹۷

ہیں ایسا موحد جب توحیدی نظر کسی پر ڈالتا ہے تو وہ مطیع ہو جاتا ہے اور زبان سے کوئی کلمہ ادا فرماتا ہے تو اس کی تاثیر یں لوگوں میں مختلف کیفیات پیدا کر دیتی ہیں۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک موقع پر میں گاڑی میں سوار ہونے لگا۔ گاڑی مسافروں سے بھری ہوئی تھی۔ ادھر انجن کی وِسل کی آواز آئی میں جلدی سے گارڈ کے ڈبے میں جا گھسا وہ دیکھ کر بہت گھبرایا اور بڑی تیزی سے گفتگو کرنے لگا۔ میں نے توحید کا خیال کر کے اس کی طرف تیز نظروں سے دیکھا۔ نگاہ کرنے کی دیر تھی کہ وہ مطیع ہو گیا اور کبھی کبھی شرقپور شریف بھی آیا کرتا تھا اور اکثر خط بھی بھیجتا رہتا ہے۔"[1]

"ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ گاڑی میں سوار ہوا تو مسافر بوجہ قلتِ جگہ بہت گھبرائے۔ میں نے وہاں بھی نظرِ توحید سے دیکھا تو ان لوگوں نے مجھے بیٹھنے کے لیے جگہ دے دی۔"

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب خطبے میں وعظ فرماتے تو لوگوں پر طرح طرح کی کیفیات طاری ہوتیں۔ بعض پر استغراق، بعض پر جوش، خود جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی جوش میں گھرے ہوتے تھے۔ حالت بے خودی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ پر نمایاں ہو جاتی تھی۔ بعض لوگ عرض بھی کرتے اور کہتے بھی کہ یہ کیا حال ہے، بعض متعجب ہوتے تھے۔[2]

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سالکین کی تربیت کے وقت دعا کے موقع پر

---

[1] خزینہ معرفت صفحہ ۱۹۹

[2] خزینہ معرفت صفحہ ۲۰۱

توحیدی اور حمدیہ اشعار کا بخوبی استعمال کرتے اور سالکین کی طبیعت اور استعداد کے مطابق اظہار فرماتے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود شاعر نہ تھے لیکن بے خودانہ اور سرخوش حالت اور عالم وجود میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے اس قسم کے توحیدی اشعار غزلیات اور قصائد ورباعیات نکلتے تھے۔ جن کے ہر ہر مصرع پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جو کچھ فرما رہے ہیں بالکل آپ کے دل کا آئینہ ہے۔ اس میں بناوٹ یا تکلف کا شائبہ تک نہ ہوتا اور سننے والوں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے برمحل اور برجستہ اشعار کا اثر اس قدر ہوتا کہ کبھی زائل نہ ہوتا۔ بعض اوقات عالم محویت اور بے خودی میں مشہور شعرا کا ایسا ایسا برجستہ اور پر از بلاغت وفصاحت توحیدی اور نعتیہ کلام پڑھتے کہ سامعین آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حافظہ پر حیران وششدر رہ جاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی طبیعت کے مناسب اور حسب حال اردو، فارسی اور عربی کے شعرائے عالی مقام کا کلام وافر مقدار میں از بر تھا۔

حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی پہلی حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"زاں بعد حضور میرے سامنے حسبِ دستور تشریف لائے اور توحید کے مندرجہ ذیل اشعار محویت کے عالم میں پڑھتے گئے۔

ہر چہ آید در نظر از خیر و شر	جملہ ذاتِ حق بود اَے بے خبر
اوست در ارض وسماں و مکاں	اوست در ہر ذرہ پیدا و نہاں
پاس دار انفاس اے اہلِ خرد	تا ترا این قافلہ منزل برد
اوست پیدا و نہاں و آشکار	جلوہ ہا کر دست در ہر شئی نگار
ہوش در دم دار اے مردِ خدا	یک نفس یک دم مباش از حق جدا
نفی گرداں از دل خود ماسوا	تانہ گنجد در دلت غیر از خدا

زنگِ دل از صیقل لا پاک کُن	سینہ با تیغِ محبت چاک کُن
اے کہ بودی در حریمِ لامکاں	چوں جدا گشتی بگور از نہاں
پاک بودی در حریمِ کبریا	از چہ پیدا شد ترا حرص و ہوا
خوش خرامیدی تو از کتمِ عدم	خوش نہادی برسرِ ہستی قدم(۲)

اشعار کا ترجمہ

1. بھلائی اور برائی سے جو کچھ بھی نظر آئے۔ وہ تمام کا تمام ذاتِ حق کا جلوہ ہے۔
2. زمین و آسمان اور لامکان میں وہی ہے وہی ہر ذرہ میں ظاہر اپوشیدہ ہے۔
3. اپنے سانس کی نگہبانی کر اے عاقل تاکہ تجھے یہ قافلہ منزلِ مقصود تک پہنچائے۔ دم دم کے ساتھ اللہ اللہ نکلے اور یہی ذکر کی کثرت کا قافلہ منزلِ مقصود پر پہنچانے والا ہے۔
4. وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور وہی جلوہ نما ہے اسی محبوب نے ہر ایک چیز میں جلوہ دکھایا ہے۔
5. اے مردِ خدا ہوش کو سانس میں رکھ اور ایک سانس بھی اللہ سے جدا نہ ہو۔
6. اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کی اپنے دل سے نفی کر دے تاکہ تیرے دل میں اللہ کے سوا کچھ بھی نہ ہو۔
7. اپنے دل کے زنگار کو لا (نفی ماسوا اللہ) کی ریتی سے صاف کر دے اور اپنا سینہ محبت کی تلوار سے چاک کر دے۔
8. اے انسان تو تو لامکان کا ساکن تھا تو کیسے جدا ہو گیا مجھے یہ چھپا ہوا راز بتلا دے۔
9. تُو تو کبریا جل جلالہٗ کے خاص پردوں میں تھا تجھے لالچ اور خواہشات کہاں سے آ گئے۔

⑩ تو عدم کے پردوں سے اچھا آیا۔

اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار علامہ قاضی ظہور احمد اختر صاحب نے اپنی کتاب ”احوالِ مقدسہ“ میں ”آپ کی دعائیں“[1] کے نام سے فارسی، عربی، اردو اور پنجابی زبان میں شعراء کا وہ تمام کلام اور منظوم دعائیں لکھی ہیں جو اکثر و بیشتر آپ رحمۃ اللہ علیہ محویت کے عالم میں پڑھ کر زائرین کو بسمل فرماتے اور ان کے ذریعے لوگوں کے دلوں کی صفائی اور تزکیہ نفس فرماتے تھے۔ اسی حصہ سے چند اہم اشعار قارئین کی نظر کیے جاتے ہیں۔ تاکہ آپ کے توحیدی ذوق کا صحیح اندازہ لگایا جاسکے۔

① کریما بہ بخشائے بر حالِ ما　　　　کہ ہستیم اسیرِ کمندِ ہوا
نداریم غیر از تو فریاد رس　　　　توئی عاصیاں را خطا بخش و بس
نگاہ دار مارا ز راہ خطا　　　　خطا در گزار و صوابم نما

ترجمہ: ”اے کرم کرنے والے ہمارے حال پر بخشش فرما کہ ہم خواہش کی کمان کے قیدی ہیں ترے بغیر ہمارا کوئی فریاد سننے والا نہیں ہے تو ہی گناہگاروں کی خطائیں بخشنے والا ہے اور بس ہمیں غلطیوں کی راہ سے محفوظ رکھ۔ ہماری غلطیوں کو معاف کر دے اور ہمیں نیکی کی راہ دکھا۔“

② الٰہی عاصیم استغفراللہ　　　　توئی فریاد رس الحمد للہ
نہ دارم ہیچ توشہ اندریں راہ　　　　لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

ترجمہ: ”میرے اللہ ہم گناہگار ہیں ہماری بخشش فرما۔ تو ہی فریاد سننے والا ہے۔ اللہ تیرا اس راستے میں میں کوئی زادِ راہ نہیں رکھتا ہوں۔ اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہونا۔“

[1] احوالِ مقدسہ صفحہ ۱۳۰-۱۳۱

◆یارب از سودائے خود درویش دار | زندہ را مردہ بعشق خویش دار
ترجمہ: "اے رب! اپنے عشق سے مجھے درویش کر دے۔ اپنے عشق سے زندہ کو مردہ کر دے۔"

◆ذلیل و خوار گشتم در مناہی | یاالٰہی یاالٰہی یاالٰہی
ترجمہ: "میں منع کیے ہوئے راستوں میں ذلیل و خوار ہو گیا۔ اے میرے خدا! اے میرے خدا! اے میرے خدا!"

◆شب و روز در شام و در بار مداد | تو بر یادی از بر چہ دارم بیاد
چوں اوّل شب آہنگ خواب آورم | بہ تسبیح نامت شتابِ آورم
چو در نیم شب برسرِ آرم زخواب | ترا خواستم و ریزم از دیدہ آب
ترجمہ: "رات دن اور شام سویرے تو مری یاد میں ہے۔ میں تجھے یاد سے کیسے نکالوں۔ جب رات کو میں نے سونے کا ارادہ کیا۔ میں نے تسبیح پر تیزی سے تیرا نام لینا شروع کر دیا۔ جب آدھی رات کو میں نیند سے جاگا میں نے تجھے چاہا اور میری آنکھ سے آنسو بہنے لگے۔"

◆ما در دو جہاں غیر خدا یار نداریم | جز یادِ خدا ہیچ دگر کار نداریم
درویش فقیریم دریں گوشۂ دنیا | با نیک و بد و خلق جہاں کار نداریم
ماست شبوچم ز میخانہ توحید | حاجت بے بادہ خمار نداریم
با جامہ صد پارہ و با خرقہ پشمین | بر خاک تنعّم و ازیں عار نداریم
گر یار وفادار نداریم عجب نیست | ما یار بجز حضرت جبار نداریم
ما شاخ درختیم پُر از میوۂ توحید | ہر راہگزر سنگ زند عار نداریم
ماتم زدگانیم در ایں گوشۂ دنیا | چو زاغ گزر برسرِ مردار نداریم

بنگر تو دل خستہ شمس الحق تبریز — ما جز ہوس دیدہ دیدار نداریم

ترجمہ: ”ہم دونوں جہاں میں خدا کے سوا کوئی دوست نہیں رکھتے ہیں۔ اللہ کی یاد کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں کرتے ہیں۔ دنیا کے اس گوشے میں ہم درویش ہیں فقیر ہیں۔ دنیا کے لوگوں کے نیک اور بد سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہم توحید کے میخانے میں۔ ہمیں شراب کی حاجت نہیں ہے اور نہ ہی ہم خمار رکھتے ہیں۔ ہماری گدڑی ریشم کی ہے اور ہمارے لباس کے سو ٹکڑے ہیں۔ میں خاک نشین ہوں اور اس سے مجھے عار نہیں ہے۔ اگر ہمارا یار وفادار نہیں ہے تو اس میں تعجب نہیں ہے۔ ہم زبردست حضرت یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی یار نہیں رکھتے ہیں۔ ہم ایک ایسے درخت کی شاخ ہیں جو توحید کے میوہ سے بھرا ہوا ہے۔ ہر راستہ چلنے والا پتھر مارتا ہے۔ ہمیں اس سے عار نہیں ہے۔ دنیا کے اس کونے میں ہم ماتم زدہ ہیں ہم کوے کی طرح مردار کے اوپر سے نہیں گزرتے ہیں۔ اس دل خستہ شمس تبریز کو دیکھ۔ ہمیں دیدار کے سوا لالچ نہیں ہے۔“

◆ بہ نفی لا اللہ از خود رہانم — شود اثبات اِلّا اللہ زجانم
ز جام بے خود بہا ساز مستم — فنا غارت کند سامان ہستم
خیال غیر از من دور گرداں — بدردِ عشق خود رنجور گرداں
مراد من تو باشی در دو عالم — ز جانم ہر نیاید جز خدا دم
حدیث مصطفیٰ صورت دہانم — کلام اللہ باشد بر زبانم

ترجمہ: ”لاالہ کی نفی سے خود کو رہائی دلاؤں۔ اور میری روح کو الا اللہ کا

اثبات ہو جائے۔ بے خودی کے جام سے میں بہت زیادہ مست
ہو گیا۔ اور فنا کے سامان نے میری ہستی کو ختم کر دیا۔ غیر کا خیال
مجھ سے دور کر دے۔ اور مجھے اپنے عشق کے درد سے دردمند کر
دے۔ دونوں جہانوں میں تو میری مراد ہو جا مری جان سے خدا
کے سوا دم نہ آئے۔ آنحضورؐ کی بات حدیث میرے منہ میں ہو۔
اللہ کا کلام میری زبان پر ہو۔"

◆ تصور دل میں رکھے ذاتِ حق کا	ہر وقت و ہر حال و ہر جا
زباں خاموش ہو پر دل میں جاری	رہے ہر وقت ذکرِ ذاتِ باری
◆ ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے	تری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے
اس قدر ڈوب اس میں اے صابر	کہ بجز ھُو کے غیر ھُو نہ رہے

۲۔ تصورِ رسالت

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اشرف المخلوقات اور سرتاجِ کائنات بنا کر زمین میں اپنا نائب اور جانشین بنایا اور اسے بتایا کہ اس کی زندگی کا مقصد خلافتِ ربانی کا قیام، عبادتِ الٰہی کا اہتمام اور بہتر معاشرتی نظام کے قیام کی تشکیل ہے۔ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے فطرت کاملہ نے جہاں انسان کی جسمانی بالیدگی اور تربیت کے لیے اشیاء کائنات کو پیدا فرمایا اور ان کو انسان کے لیے مسخر فرمایا وہاں اس کی روحانی بالیدگی کے لیے مختلف ذرائع ہدایت کا انتظام فرمادیا۔ حواس، وجدان اور عقل کے علاوہ ہدایت وحی بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ تاکہ ماوراء العقل حقائق کے ادراک کے لیے انسان کو روئے زمین پر کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔ انسان کو صراطِ مستقیم دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے واسطہ تجویز فرمایا اسی واسطے کا نام رسالت ہے۔

احکامِ خداوندی کو عملی جامہ پہنانے اور انسان کے سفلی جبلیات کو راہِ راست پر لانے کے لیے خداوند کریم نے اپنے برگزیدہ بندوں کو اس اعلیٰ مقصد کے لیے منتخب فرمایا اور انہیں وقتاً فوقتاً انسان کی اصلاح کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجا تا کہ وہ انسانوں کو گمراہی کے راستے سے نکال کر سلامتی کی راہ بتلائیں۔ احکامِ الٰہی کی اشاعت کے لیے ان پر خود عمل بھی کریں اور دوسرے لوگوں کے لیے نمونہ ہدایت بنیں۔ رسالت کا یہی مجموعی تصور ہے۔ جس کا تعلق انسان کی اصلاح اور تربیت سے ہے۔ رسالت کے منصب کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے:

> ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کے ذاتی تعلق کے سب سے بلند درجہ کا نام رسالت ہے اور اس سے نچلے درجے کا نام نبوت ہے۔ اور سب سے آخری درجے کو ولایت کے اصطلاحی نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ تعلق کسی ظاہری شکل و شباہت ڈول ڈال یا کسی اعلیٰ خاندان کے ساتھ واسطہ نہیں ہوتا بلکہ جسے ذات اقدس عز اسمہٗ اپنے لیے (واللہ یختص برحمتہ من یشآء) کے مطابق چن لے اور جس درجہ پر چن لے یہ اس کے فضل و کرم کی عنایت ہوتی ہے۔ لیکن اسے جب اپنے انتخاب میں لے لیا جاتا ہے تو پھر اس تعلق اور نسبت کی وجہ سے اس کے تمام افعال و حرکات، عادات و اخلاق، افکار و خیالات اتنے بلند ہو جاتے ہیں کہ اس زمانے کا کوئی انسان ان سے مقابلہ نہیں کر سکتا بلکہ بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے وہ شمع ہدایت ہوتا ہے اور اس کی ہر حرکت اور فعل، اس کی ہر عادت اور خلق، اس کی ہر فکر اور خیال انسانوں

کے لیے کامل نمونہ ہو کر لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۲۱-۳۳) عوام و خواص کو اپنی پیروی میں
جذب کر لیتا ہے اور پوری ملت اس کی تابعداری اور اتباع
حیات ظاہری و باطنی خیال کرتی ہے۔ صرف اس تعلق الٰہی کا نتیجہ
ہوتا کہ دل و دماغ اس قدر روشن ہو جاتے ہیں کہ خالی جسم بھی
تمام نور علیٰ نور نظر آتا ہے۔ اور سخت دل انسان بھی اس سے متاثر
ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کی بشری صورت خدائی جلوہ گاہی کا
نظارہ پیش کرتی اور ایک دنیا سرِ خم کرنے پر فطرتاً مجبور ہو جاتی ہے۔
نبی کریم ﷺ اس تعلق الٰہیہ کا آخری اور بلند ترین درجے کا نمونہ
ہیں نہ اتنا تعلق الٰہیہ کسی کو نصیب ہوا اور بعد کا تو ذکر ہی کیا جبکہ آپ
خاتم النبیین ٹھہرے۔

آخر آمد بود فخر الاولین۔

کے شرف کی مہر آپ ﷺ کی ذاتِ انور پر دنیا میں لگ چکی اور
یہ شرفِ مخصوص آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ختم ہو چکا ہے۔[1]

حضرت قبلہ صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منصب رسالت اور منصب مقامِ مصطفیٰ ﷺ کی توجیح و توضیح فرمائی ہے اور ہر مسلمان کا اس بارے نقطہ نظر یہی ہے اور سوادِ اعظم جماعت اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کے سوتے یہیں سے پھوٹتے ہیں لیکن برا ہو ناپسندیدہ فرقہ واریت کا کہ پچھلے کچھ عرصہ سے عام مسلمانوں میں چند فروعی مسائل کھڑے کر کے سوادِ اعظم کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے تمام اہلِ سنت والجماعت (فقہ حنفی) کے اکابرین مشترک تھے جن میں

[1] ماہنامہ سلسبیل سیرۃ مصطفیٰ نمبر صفحہ ۲۱-۲۲

حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو نہ صرف علوم وفنون کے ماہرین بلکہ اقلیم تصوف کے شاور تھے لیکن جونہی علوم وفنون کا احیاء شروع ہوا تو قال اور حال کے حامل حضرات میں تفریق پیدا ہونی شروع ہوئی اور یہیں سے فروعی اختلاف پیدا ہونے شروع ہوئے اور ناپسندیدہ فرقہ واریت کی ابتدا ہوئی۔ بہرحال اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے بارے کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ رسالت کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہی تھا جس کی تشریح ہو چکی ہے۔ آپ کے بعض سوانح نگاروں نے بالتفصیل آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے بارے میں بحث کی ہے۔ آپ کا مسلک وہی تھا جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور اس عہد کے اکابرین اہلِ سنت والجماعت کا تھا۔ آپ کا عہد چونکہ اس سنگم پر محیط ہے جہاں ابھی تک فرقہ واریت نے شدت اختیار نہیں کی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ عقائد کے بارے میں اعتدال کے راہی تھے اس لیے دوسرے لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد میں ابہام پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"آپ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے کہ حدیث شریف وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے نکلا اور قرآن حکیم بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا گویا قرآن مجید بھی حدیث ہی ہے۔"

گرچہ قرآن از لب پیغمبر است ہر کہ گوید او نہ ایں او کافر است

ترجمہ: "اگرچہ قرآن پاک رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبوں سے نکلا رہے جو کوئی کہتا ہے وہ یہ نہیں، وہ کافر ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی[1] تصدیق پر قرآنِ شریف کی صداقت ہے جس دل میں حضور

[1] خزینہ معرفت صفحہ ۲۰۷

ﷺ کی صداقت کا اثر جس قدر ہوگا اس کا ایمان اسی درجہ کا ہوگا جتنی صداقت زیادہ اتنا ایمان زیادہ مضبوط۔

خدایا بدہٖ شوق ذات رسول ۔۔۔ بدردِ محمد ﷺ مرا کن قبول
حیاتی مماتی ہمہ وقت ما ۔۔۔ عطا کن وصالِ مرا مصطفیٰ
چوں بلبل برآں گُل فدائم بکُن ۔۔۔ چوں پروانہ جلوہ نمائم بکن
شب و روز در عشق حضرت بدار ۔۔۔ ہمہ عمر در وصل احمد گذار

ترجمہ: ''اے اللہ ہمیں ذاتِ رسول ﷺ کا عشق دے حضرت محمد ﷺ کے عشق میں مجھے قبول کر۔ ہمارے لیے زندگی اور موت کی کوئی حقیقت نہیں۔ مجھے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا وصال عطا فرما۔ مجھے بلبل کی طرح اس پھول (حضرت محمد ﷺ) کا عاشق بنا۔ پروانے کی طرح مجھے جلوہ دکھانے والا بنا۔ رات دن حضور ﷺ کے عشق میں بیدار رکھ اور تمام عمر حضور ﷺ کے وصال میں گزار۔''

اور فرماتے کہ ہم خداوند کریم کو بھی اسی سے جانتے ہیں کہ وہ رب مصطفیٰ ﷺ ہے۔

خدا کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے ۔۔۔ تیری زبانی سنا ہے محمد ﷺ

حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کہ ایک دفعہ بندہ حاضر خدمت ہوا اور مولوی محمد حسین علی صاحب کا رسالہ دربارۂ ندا ''یارسول اللہ'' مجھے کہیں سے راستہ میں مل گیا جو علم غیب کی بابت لکھا گیا تھا اور یارسول اللہ کہنا اس میں ناجائز قرار دیا گیا تھا۔ وہ میری جیب میں تھا چونکہ اورادِ فتحیہ میں صلوات ندائیہ تھے حضور کی خدمت میں بیٹھا ہی تھا کہ آپ نے فرمایا اور اوراد

ل انقلاب الحقیقت ۴۹-۴۸

فتحیہ کے تمام اذکار اور دعائیں نہایت صحیح اور ماثورہ طریقہ سے مروی ہیں اس میں کسی طرح کا تذبذب (تردد) نہیں بڑی ہی برکت سے پُر ہیں۔"

پھر فرمایا:

"نبی کریم ﷺ بشر ہیں لیکن حاضر و ناظر بھی۔"

پھر فرمایا:

"ہم نے کلام ربانی بھی آپ ﷺ کی زبان سے سنا۔"

پھر فرمایا:

"قرآن شریف بھی آپ ﷺ کی زبان سے سنا ہے اور حدیث شریف بھی آپ ﷺ کی زبان سے۔"

پھر فرمایا:

"اگر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو دور سے سننے اور پہچاننے کی طاقت دے سکتا ہے تو کیا نبی کریم ﷺ کے کان مبارک دور سے سننے کے لیے نہیں بنا سکتا۔"[1]

حاضر و ناظر، نور و بشر اور نبی کریم ﷺ کے علم غیب جاننے کے بارے اہلِ علم تذبذب کا کیوں شکار ہیں حالانکہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کو تسلیم کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کی نبوت اور رسالت کے ہر قسم کے کمالات کی تسلیم ہر مسلمان کا جزو ایمان بن جاتی ہے یہ عجیب اتفاق ہے کہ اہلِ علم فرشتوں کی ہر قسم کی عظمت ماننے کے لیے تیار ہیں اور رسالت کے کمالات کی تسلیم کے وقت بشریت کا پردہ حائل رکھتے ہیں۔ حالانکہ نبوت اور رسالت تو بشریت کی تمام کمزوریوں سے بلند و بالا ہیں۔ اسی طرح

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۴۹-۴۸

حضور ﷺ سید البشر کا نوراللہ کے نور کے بعد تمام انوار سے وسعت اور دل پذیری رکھتا ہے۔نور کو دیکھنے کے لیے نور ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ عرفان ومشاہدہ کا نازک ترین مسئلہ ہے اس لیے اہلِ مشاہدہ باتفاق اس کے قائل ہیں۔اگر کوئی صاحب کسی وقت اس حضوری میں کمی محسوس کرے تو وہ اس کی اپنی کمی ہے۔

نورِ رسالت مآب ﷺ کی ہمہ گیری میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا۔

حضرت اعلیٰ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر کی سطور میں نہایت مختصر الفاظ میں ان متنازعہ فیہ مسائل کی نشان دہی فرمادی۔

اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ کے عالم غیب ہونے پر یقین رکھتے تھے۔چودھری نور احمد مقبول فرماتے ہیں کہ ایک شخص اس نیت سے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ کے پاس آیا کہ نبی کریم ﷺ کے علمِ غیب پر بحث کرے گا۔جب وہ شرقپور شریف پہنچا تو اُسے سخت بھوک لگی اس نے دو آنے کی جلیبیاں حلوائی کی دکان سے لیں اور ایک لکڑی کے تخت پر بیٹھ کر کھالیں اور پھر آپ کی خدمت میں آ کر بیٹھ گیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض بیلی آتے ہیں مگر نفس امارہ پر اتنا ضبط نہیں کہ بھوک برداشت کرسکیں دو آنے کی جلیبیاں خریدیں اور لکڑی کے تخت پر بیٹھ کر کھالیں نہ بسم اللہ شریف پڑھی نہ الحمد للہ کہا کھا پی کر آ گئے۔حالانکہ انہیں علم ہے کہ یہاں لنگر تقسیم ہوتا ہے۔پاک وصاف طیب سادہ کھانا ملتا ہے۔حلوائی کی مٹھائی جو طیب چیز نہیں کھائی اور آگئے۔حضور نبی کریم ﷺ کے علم غیب شریف پر بحث کرنے کے لیے (۱) احمد علی قادری حضوری صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں آ کر سوال کیا آپ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو علم غیب ہے اس کے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی دلیل ہے۔جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ سب سے بڑا غیب کیا ہے؟ جو ہم سب

سے پوشیدہ ہے۔ لیکن اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اس نے فوراً کہا کہ اللہ تعالیٰ۔ اس کا یہ جواب سن کر آپ ﷫ نے فرمایا جب سب سے بڑا غیب اللہ تعالیٰ ہی میرے کملی والے ﷺ سے نہ چھپا تو دنیا کی کون سی چیز حضور ﷺ سے چھپ سکے گی۔ جب اس شخص نے آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے تو اس کے دل پر اثر کر گئے اور وہ فوراً اپنے بُرے عقیدے سے تائب ہوگیا۔[1]

ہم نے پچھلے عنوان کے تحت حضرت قبلہ میاں صاحب ﷫ کے شعری ذوق کی بات کی ہے کہ بہت سے معتبر شعرائے کرام کا حمدیہ کلام آپ ﷫ کو ازبر تھا اور موقع محل کے مطابق آپ ﷫ کلام کو ارشاد فرماتے تھے۔ یہی صورتِ حال رسالت کے بارے میں بھی آپ ﷫ کے پیش نظر تھی۔ فارسی شعراء کی وہ نعتیں جو ہماری نعت گوئی میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہیں آپ ﷫ کو ازبر تھیں۔ طوالت کے خوف کے پیش نظر صرف چند نعتوں کے مطلع کے شعر مثال کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔

❶ ز رحمت کُن نظر برحالِ زارم یا رسول اللہ
فقیرم بے نوائم خاکسارم یا رسول اللہ

ترجمہ: ”اے رسول اللہ میری حالتِ زار پر رحم کی نظر کریں۔ اے رسول اللہ میں فقیر ہوں بے نوا ہوں خاکسار ہوں۔“

❷ و صلی اللہ علیٰ نور کز و شد نورہا پیدا
زمین از حُبِ او ساکن فلک در عشقِ او شیدا

ترجمہ: ”زمین اس کی محبت میں ساکن ہے اور آسمان اس کے عشق میں شیدا ہے۔“

---

[1] احوالِ مقدسہ صفحہ ۳۴

◆ مرحبا سیدی مکی، مدنی العربی
دل و جان باد فدایئت چہ عجب خوش نصیبی

ترجمہ: "خوش آمدید اے سیدی مکی مدنی عربی ﷺ۔ آپ پر دل و جان فدا ہو آپ کیسے خوش نصیب ہیں۔"

◆ اے دل بگو بیاں ز کمالِ محمدی سرِ خدا عیاں ز کمالِ محمدی

ترجمہ: "اے دل حضرت محمد ﷺ کے کمال کو بیان کر۔ اور حضرت محمد ﷺ کے کمال سے خدا کا راز عیاں ہے۔"

◆ ہستم سگِ جنابت یا سید المدینہ جانم فدائے خاکت یا سید المدینہ

ترجمہ: "اے مدینہ کے سردار میں تو آپ کا کتا ہوں۔ اے مدینہ کے سردار میری جان آپ کی خاک پر قربان۔"

◆ خدا نے ہماری ہدایت کی خاطر محمد کو بھیجا بشیراً نذیراً

◆ محمد پہ حق نے وہ قرآں اتارا نہ اُترے گا جو تا قیامت دوبارہ

◆ منم خاک سر کوئے محمد ﷺ اسیر حلقۂ مُوئے محمد ﷺ

ترجمہ: "میں حضرت محمد ﷺ کی گلی کی خاک ہوں۔ میں حضرت محمد ﷺ کے موئے مبارک کا اسیر ہوں۔"

اب نمونہ کے طور پر چند نعتیہ اشعار اور رباعیاں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے نکلتے اور زائرین کے دلوں میں عشقِ محمدی کی آگ بھڑکاتے اور مقامِ رسالت کے بارے میں آپ کے نقطۂ نظر کی ترجمانی فرماتے ہے

◆ خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست محمد چشم بر راہ ثنا نیست

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ہماری حمد کے انتظار میں نہیں ہے۔ (محتاج نہیں ہے) حضرت محمد ﷺ تعریف کے منتظر نہیں ہیں۔"

◆۲ خدا مدحِ آفرین مصطفیٰ بس — محمد حامد حمد خدا بس

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی تعریف کرنے والا ہے۔ آپ ﷺ تعریف کرنے والے اور آپ کی تعریف خدا بس۔''

◆۳ محمد از تو می خواہم خدارا — خدایا! از تو حُبِ مصطفیٰ را

ترجمہ: ''اے محمد ﷺ! میں آپ سے خدا چاہتا ہوں۔ اے خدا میں تجھ سے حب مصطفیٰ ﷺ چاہتا ہوں۔''

◆۴ خدایا بدہ ذات شوقِ رسول — بدردِ محمد ﷺ مرا کن قبول
شب و روز در عشق احمد بدار — ہمہ عمر در وصلِ احمد گزار

ترجمہ: ''اے خدا مجھے رسولِ پاک کا عشق دے اور مجھے حضرت محمد ﷺ کے عشق میں قبول کر۔ مجھے رات دن عشق رسول میں رکھ اور تمام عمر حضرت محمد ﷺ کے وصال میں گزار۔''

◆۵ پیشوائے ماست صدر المرسلین — اُمتاں اوست بدر المومنین
ہست از پیغمبراں از خوب تر — امت او از ہمہ محبوب تر

ترجمہ: ''رسولوں کے صدر ہمارے پیشوا ہیں اور ان کی امت مومنین کے لیے چودھویں کا چاند ہے۔ وہ تمام پیغمبروں سے خوب تر ہیں اور ان کی امت تمام امتوں سے محبوب تر ہے۔''

◆۶ عرش است کمیں پایہ ز ایوان محمد — جبرئیل امین خادم و دربانِ محمد
آں ذات خداوند کریم مخفی و نہاں بود — پیدا و نہاں گشتہ بچشمان محمد

ترجمہ: ''عرش کا محل آپ ﷺ کی قیام گاہ ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے خادم اور دربان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جو مخفی و نہاں تھی وہ آپ ﷺ کی آنکھ مبارک سے ظاہر ہوگئی۔''

◆ محمد باعثِ کل آفرین است — محمد مہبط روح الامین است
محمد رونقِ فرشِ زمین است — محمد جالس عرشِ بریں است

ترجمہ: ”حضرت محمد ﷺ تمام تخلیق کا سبب ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ پر وحی لانے والے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ زمین کی رونق ہیں۔ اور حضرت محمد ﷺ عرشِ بریں پر بیٹھنے والے ہیں۔“

◆ اے شفیع رحمۃ اللعالمین — چشم امیدِ دو عالم سوئے تو
عالم زیرِ گلستان ارم — پائے در زنجیر بہ درِ کوئے تو

ترجمہ: ”اے رحمۃ اللعالمین! آپ شفاعت کرنے والے ہیں۔ دونوں عالم آپ پر امید لگائے ہوئے ہیں۔ جنت کے باغ کی سیر کے لیے تیری گلی میں زمانہ پابہ زنجیر ہے۔“

◆ ہمہ انبیاء در پناہ تو اند — مقیم در بارگاہ تو اند
تو مہر منیری ہمہ اختراند — تو سلطان ملکی ہمہ چاکراند

ترجمہ: ”تمام انبیاء آپ کی پناہ میں ہیں۔ تمام آپ کی بارگاہ میں مقیم ہے۔ آپ روشن چاند ہیں باقی سارے ستارے ہیں۔ آپ ﷺ سلطنت کے بادشاہ ہیں اور باقی سارے نوکر ہیں۔“

◆ کعبۂ دل قبلۂ جاں یارسول اللہ توئی — سجدہ مسکین حسن ہر لحظہ با سوئے تو

ترجمہ: ”اے رسول اللہ! آپ ﷺ دل کا کعبہ اور جان کا قبلہ ہیں۔ مسکین حسن کا سجدہ ہر لحہ تیری طرف ہے۔“

◆ خدا کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے — ترے منہ سے سنا ذکرِ خدائے محمد ﷺ
جسے کہتے ہیں سب کلامِ الٰہی — تیری زباں سے سنا ہے محمد ﷺ
تیرا وصل جنت تیرا ہجر دوزخ — تیری دید دیدِ خدا ہے محمد ﷺ

◆ ۱۲

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے[1]

عشقِ مصطفیٰ ﷺ کو جِلا دینے کے لیے آپ خود بھی شعر پڑھتے تھے اور اپنی مسجد میں نعت خوانی اور غزل خوانی کا اہتمام بھی فرماتے تھے جیسا کہ مشہور ہے کہ حکیم اور ولی اللہ جب بوڑھا ہوتا ہے تو حکمت اور ولایت جوانی چڑھتی ہے۔ اس لیے مشرب عالی میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بندہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مکان شریف کے عرس کے موقع پر گیا۔ سردی کا موسم تھا بعد از نمازِ عشاء آپ ایک مکان پر تشریف فرما ہوئے۔ تمام یار مراقبہ اور ذکر میں مشغول تھے۔ لاہور کا ایک نعت خواں آیا اُس نے نعت پڑھنے کی اجازت چاہی آپ نے نیم رضا ہو کر اجازت دی جب اُس نے نعت پڑھی تو بعد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ سے فرمایا میں کیا کروں اس کے پڑھنے سے میری طبیعت بدل گئی۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسجد میں نعت خوانی بند کر دی۔ اس سے پہلے آپ کی مسجد میں نعت خوانی اور غزل خوانی ہوا کرتی اور آپ سُنا کرتے تھے اور خود بھی بہت اشعار پڑھا کرتے تھے۔ آپ نعت خوانوں کو نعت کی کاپیاں لکھ دیا کرتے تھے۔ جب آپ کا مشرب عالی ہو گیا تو آپ کی ہر مجلس شعر و شاعری سے خالی ہو گئی اور ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول ﷺ ہی فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی تعریف شعر میں نہیں ہے بلکہ حال میں ہے۔

تم ایسے بن جاؤ کہ تمہارا ہر فعل اور ہر قول ہر حرکت اور ہر عمل سنتِ رسول

---

[1] احوال مقدسہ اختصار کے ساتھ از صفحہ ۱۲۶

ﷺ کے مطابق ہو۔ بعض بے سمجھ کہہ دیتے کہ یہ مسجد وہابیوں کی ہے۔

۳۔ تصورِ طریقت

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث پاک ہے کہ ہجرت کے دسویں سال حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک انسان کی صورت میں حضور ﷺ کی مجلس میں آئے۔ بال سیاہ لباس سفید نہایت درجے کے حسین و جمیل۔ حضور پاک ﷺ کے زانو مبارک کے ساتھ زانو ملا کر بیٹھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں زانوؤں پر رکھ دیئے۔ حاضرین میں سے کوئی بھی انہیں پہچانتا نہ تھا۔ چونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چہرے پر آثارِ سفر نہ تھے اور نہ کوئی گردوغبار معلوم ہوتا تھا اس لیے صحابہ کرام انہیں دیکھ کر متعجب ہوئے کہ یہ اجنبی بلاتکلف کیسے آپ ﷺ کی خدمت میں آبیٹھا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے اسلام، ایمان اور احسان کے معنی پوچھے۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ مجھے اسلام کی حقیقت بتلائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اس بات کی گواہی دو کہ سوائے خدا کے بندگی کے لائق کوئی نہیں اور محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں نماز کو ٹھیک طور سے پڑھو۔ زکوٰۃ دو رمضان کے روزے رکھو اور اگر خرچ ہو تو حج کرو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا آپ نے نہایت ٹھیک جواب دیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دل سے اللہ تعالیٰ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو، اس کے پیغمبروں کو، قیامت کو اور بری بھلی تقدیر کو مانو۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ احسان اور اخلاص کی حقیقت سے مجھے آگاہ فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ اللہ تعالیٰ تیرے سامنے موجود ہے اور تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ بات تم کو میسر نہ ہو سکے تو یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس کو اخلاص کہتے

ہیں۔جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ نے ٹھیک جواب دیا۔پھر جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا قیامت کب ہوگی؟حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:یہاں پوچھنے والے اور جواب دینے والے کی حالت ایک ہے یعنی ہم تم دونوں برابر ہیں۔اس پر جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کچھ اس کی نشانیاں ہی فرما دیجئے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لونڈی مالک اور مربی کو جنے گی۔یعنی کنیز زادوں کی کثرت اور کمینوں کا عروج ہوگا۔محتاج بکریاں چرانے والے ننگے پاؤں چلنے والے عالی شان عمارتوں میں بیٹھ کر ڈینگیں ماریں گے۔جب جبرائیل علیہ السلام سب سوال پوچھ کر چلے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کون تھے؟آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:جبرائیل علیہ السلام تھے اور تمہیں دین اور ادب سکھانے آئے تھے اس حدیث پاک کو حدیث جبرائیل کہتے ہیں کیونکہ پوچھنے والے جبرائیل علیہ السلام تھے۔اس کا نام اُمِ الحدیث اور اُم الجوامع بھی ہے۔اس میں چار باتیں جبرائیل علیہ السلام نے دریافت کیں۔(۱)حقیقت اسلام (۲)حقیقتِ ایمان ()(۳)احسان واخلاص اور (۴)قیامت جس میں سب کچھ آگیا۔[1]

اس مفصل حدیث پاک کے مندرجات میں سے ہم نے احسان اور اخلاص کے عنوانات کو لے کر آگے بڑھنا ہے جو دراصل اسلامی تصوف میں طریقت کو بنیاد فراہم کرتے ہیں۔اس سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب ملاحظہ فرمائیے:

آپ لکھتے ہیں:

> "شریعت کے تین جز ہیں۔علم،عمل اور اخلاص۔جب تک یہ تینوں نہ پائے جائیں شریعت متحقق نہیں ہو پاتی اور جب شریعت متحقق ہوگی تو حق سبحانہ تعالیٰ کی رضا جو تمام دنیوی اور اخروی سعادتوں سے فائق اور اعلیٰ ہے بھی متحقق ہوگی "وَ رضوان من اللہ

[1] خزینہ معرفت صفحہ ۱۴۸-۱۴۷

ا کبر۔" (۹-۲۷) اللہ تعالیٰ کی تھوڑی بھی رضامندی بہت ہے۔

اس لیے شریعت تمام دنیوی اور اخروی سعادتوں کی ضامن اور کفیل ہے اور کوئی ایسا مطلب اور مقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان کو اس کی محتاجی ہو۔ طریقت وحقیقت جس کے ساتھ صوفیا ممتاز ہیں۔ دونوں شریعت کی خادم ہیں۔ ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جز یعنی اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔ لہٰذا ان دونوں سے صرف اور صرف شریعت کی تکمیل مقصود ہے نہ کہ کوئی امر جو شریعت کے علاوہ ہو۔ احوال اور علوم ومعارف جو صوفیاء کو اس راستے میں ہاتھ آتے ہیں وہ مقاصد نہیں بلکہ اوہام وخیالات ہیں جن سے اطفالِ طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے۔ ان تمام سے گزر کر مقامِ رضا میں پہنچنا ہے جو جذب، سلوک کے مقامات کی انتہا ہے۔ کیونکہ طریقت وحقیقت کی منازل طے کرنا اخلاص کا حاصل کرنا مقصود ہے جو رضا کو متلزم ہے۔"[۱]

ہمارے ہاں جہاں بعض دوسرے فروعی مسائل میں اختلاف رائے موجود ہے وہاں بدقسمتی سے طریقت کے بارے میں بھی بہت سی غلط فہمیاں پھیلا دی گئی ہیں جبکہ درج اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اور طریقت کوئی الگ چیز نہیں بلکہ اس کا اصل مقصد شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل ہے۔

اس امر کی وضاحت کے لیے ہم حضرت قبلہ صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مضمون بعنوان "قرآن اور تصوف" میں تصوفِ اسلام کی ماہیت اور غرض وغایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[۱] مکتوبات حضرت امام ربانی مکتوب نمبر ۳۶ دفتر اول، جلد اول صفحہ ۱۲۶

"تصوف اس حصہ مذہب کا نام ہے جس کے اندر مشاہدات قرب الٰہی ہوں اور مشاہدات کی نوید ہر وقت تازہ دم رکھتی ہو۔ ہر عمل کے لیے جاں نثاری کا جذبہ تازہ ہوتا رہے۔ ایک طرف اپنی کیفیاتِ باطنیہ کا احتساب ہو اور دوسری طرف جلوہ ہائے الٰہیہ کی بے تابی ہو اور صوفی کا دل نور سے بے تاب ہو رہا ہو۔ ہر آن اس کا قدم بلند سے بلند مقام کی طرف چل رہا ہو نہ خود سوئے نہ کسی کو سونے دے، نہ خود بے کار ہو نہ کسی کو بے کار دیکھ سکے۔ اپنے نفس کے ضبط سے دنیا کے نفوس کو ضبط کرنے کی قدرت رکھتا ہو، مگر جو بیچارہ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے اس بے چارے کو صوفی کا نام دینا اور اس پر تصوف کی بدعملی کا داغ دینا کون سی عقلمندی ہے۔ تصوف یہی چاہتا ہے کہ عمل کے اندر اخلاص، محبت، تقویٰ اور پرہیزگاری موجود ہو، ہر عمل اخلاص کی روح پر ہو۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ تصوف کے لیے مذہب میں کوئی مقام نہیں، کتاب و سنت میں اس کا اثر نہیں ملتا اور یہ اسلام کی پیداوار نہیں بلکہ ویدانت اور رہبانیت ہے یہ کتنی بے علمی ہے۔"[1]

طریقت کی ماہیت اور غرض و غایت کی وضاحت کرتے ہوئے اب ہم اس طرف لوٹ آتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تصور طریقت کی توضیح کی جانب قدم بڑھائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کے مطالعہ سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طریقت کو بھی عام روایات سے ہٹ کر ایک انوکھے مفہوم عطا فرمائے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس سلسلہ طریقت میں چار باتوں پر بالخصوص زیادہ توجہ

---

[1] ماہنامہ سلسبیل جون ۱۹۶۵ء

مبذول کرائی ہے اور عام مفہوم سے ہٹ کر ان کی نئی اور منفرد توضیح فرمائی ہے۔ ان میں تقویٰ، اتباع سنت، ادب اور اخلاص و نیاز ہیں۔ رشد و ہدایت کا سب سے اہم مقصد یہی ہے کہ انسانوں میں تقویٰ و طہارت پیدا کر کے ان کا تزکیہ نفس کیا جائے لیکن اگر یہی "نفس امارہ" جس کے مٹانے کے لیے کئی سال صرف کیے گئے ہوں وہ پہلے سے بھی زیادہ چالاک، زیادہ قوی اور زیادہ روشن ہو جائے تو پھر ایسی فنائے نفس سے کیا حاصل۔

"حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس طرح اپنی دیگر صفات میں ممتاز درجہ رکھتے تھے اسی طرح عقلِ کُلی میں بھی امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تاڑ لیا تھا کہ موجودہ دور میں کون سی بات تباہ کن ہے۔ اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسا طریقہ سلوک اور رشد و ارشاد اپنی جدت طبع سے پیدا کیا جو متاخرین سے الگ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی سالک کو یہ کبھی نہ فرمایا کہ یہ کچھ تم نے حاصل کر لیا ہے اور یہ کچھ باقی ہے بلکہ کامل سوار کی طرح اپنے گھوڑے کو منزلِ مقصود کی طرف دوڑاتے۔ گاہے چلاتے کبھی آرام دیتے لیکن ہمیشہ سفر کی دوری کا منظر دکھاتے کہ سفر کا اختتام اسی وقت ہے جب مراحل عمر اپنی آخری منزل کو پہنچ جائیں۔ سفر اسی وقت سعادت مند اور کامیاب قرار دیا جائے گا جب راستے کی تمام منازل بخیر و خوبی طے ہو جائیں ورنہ سب کچھ بے سود۔"(۱)

تقویٰ جس کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ

ترجمہ: "لباس پرہیزگاری سب سے عمدہ لباس ہے۔"

اس لباس کی اب وہ تنگی اور بے مائیگی ہے کہ سوائے طہارتِ بدن اب کسی

صوفی پہ نظر نہیں آتا۔ تقویٰ کو لباس کہنے کے معنی یہ تھے کہ ہر گھڑی ہر آن ہر حال اور ہر موقع پر جس طرح لباس انسان سے جدا نہیں ہوتا اسی طرح تقویٰ بھی مسلمان سے کسی حالت میں جدا نہیں ہوسکتا تو پھر صوفی سے کس طرح توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ اس سے جدا ہو جائے اگر کسی صورت جدا ہو جاتا ہے تو ایک بھاری کمی مسلمان میں ہے۔ فقیری تو الگ رہی یہ تو ایک عام مسلمانی لباس ہے اسے فقیری سے کیا واسطہ اسی لیے حضرت قبلہ میاں صاحب مرحوم و مغفور فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں نے ذکر اذکار کو فقر کا لازمہ خیال کر رکھا ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ یہ تو مسلمانی کا لازمہ ہے اور تمام مسلمان اس کے مخاطب ہیں۔

ارشادِ باری ہے:

یَذْکُرُوْنَ اللہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ۔

تقویٰ کے مفہوم کو تنگ کر دینے سے اکثر بے دین لوگ اس تقویٰ پر پھبتیاں اڑاتے ہیں اور علی الاعلان کہتے ہیں نماز یا وضو دیکھو تو فرشتے معلوم ہوتے ہیں۔ معاملات اور اعمال دیکھو تو شیطان۔ لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متوسلین کی جماعت کو تقویٰ کے وسیع تر معانی سے زینت دی اور ہر شعبۂ زندگی کا دارو مدار تقویٰ پر فرض کر دیا کہ اگر تقویٰ نہیں تو سب کچھ اوراد و اذکار اور عبادت بے کار۔

دوسری اہم بات جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے راہِ سلوک میں بڑی شدت کے ساتھ رائج کی وہ اتباع سنت ہے۔ اتباع سنت کا جوہر گرانمایہ مسلمانوں میں اس گئے گزرے زمانہ میں ایسا کم ہوا کہ کثیر مسلم آبادی پر نظر کی جائے تو حقیقی متبع سنت کوئی نظر نہ آتا تھا۔ تعلیم یافتہ طبقہ فرنگی تہذیب کے اندر جذب ہو کر اسلامی تہذیب پر پھبتیاں اڑانے لگے تھے اور دیہاتی اپنی جہالت کی وجہ سے اتباع کے نام سے بھی نا آشنا ہو گئے تھے اس عہد میں اتباعِ سنت پر چلنے کی ہدایت دینا بڑا مشکل کام تھا۔ ایسے وقت میں کسی ایک کو بھی حقیقی اتباعِ سنت پر راسخ کر دینا کسی معجزہ اور کرامت سے کم نہ تھا۔ حضرت میاں

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات نے جس بے تابی اور بے خوفی سے اس تلاطم میں کود کر خلق اللہ کو شاہراہِ سنت پر گامزن کیا یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا حصہ تھا اور اس امر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اتنی بڑی کامیابی ہوئی کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پوری کوشش اور توجہ اتباع سنت پر تھی، جب یہ اتباع مکمل ہو جاتا تو باطن پر توجہ ہوتی۔ درحقیقت ظاہری اتباع باطنی نور (ایمان) کا ممد ہوتا تھا اور باطنی نور ایمان ظاہر کی جڑ ہوتی تھی۔ اس حقیقت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کی جماعت ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔ سلف صالحین کی توجہ اس امر (اتباعِ سنت) کو راسخ کرنے پر صرف ہوتی تھی۔ یہی فقر کی انتہا خیال کی جاتی تھی۔ لیکن موجودہ دور میں اس کی طرف توجہ نہ رہی جس کی وجہ سے اکثر غیر مقلدین حملے کرنے لگے کہ یہ لوگ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے بہرہ ہیں اور شرک و بدعت کے موجد۔ لہٰذا تمام عمارت فقر کھوکھلی ہے۔ مگر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کو دیکھ کر یہ غیر مقلدین بھی عش عش کر اٹھے کہ اتباعِ سنت کے سچے پیروکار ایسے ہوتے ہیں جیسے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین۔ جس طرح یہ کام آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جرأت رندانہ سے سرانجام دیا کسی دوسرے اہل اللہ کو نصیب نہ ہوا۔ اس بارے میں آپ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی ایک یا دو آدمیوں کی تربیت کرنا نہیں چاہتے بلکہ تمام کائنات کو اچھے اخلاق، اچھے عادات، اچھے خیالات، اچھے لباس اور اکل حلال میں دیکھنا چاہتے تھے۔ ادب جو خاصان خدا کا لباس ہے اس عہد میں اس کی حالت نہایت پتلی تھی۔ اکثر بزرگوں نے تو یہ لباس فقر سے سے ہی الگ کر دیا۔ اور اعلان کر دیا کہ ادب وہی ہے جو دل میں ہے۔ بعض پاک نفوس نے اپنے متوسلین کو ادب کی تعلیم کی طرف اگرچہ توجہ فرمائی بھی تو صرف اپنے حضور باادب بیٹھنے اور باادب کلام کرنے پر یا باادب سلام کرنے پر۔ حقیقی ادب کا پتہ تک نہیں دیا۔ جس کی وجہ سے اکثر صوفی مراقبہ، مذاکرہ اور دیگر مودبانہ اعمال میں

ایسے بے ادب دکھائی دیتے ہیں کہ الٰہی توبہ۔ کھانا کھاتے وقت بسم اللہ شریف زبان پر نہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ عام مریدین نے ادب کو صرف پیر و مرشد کی حضوری کے لیے ضروری سمجھا۔ خدائے علام الغیوب کے کسی امر یا نہی میں کسی قسم کے ادب کا خیال بھی نہیں کیا جاتا۔ لیکن صرف حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان آدابِ مریدانہ پر یکسر قلم پھیر دیا اور وہ آداب سکھائے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے ارشاد فرمائے جسے اسوۂ حسنہ کہتے ہیں۔ تمام شب و روز میں انہیں مدِ نظر رکھنا ہی صوفی کا اولین فرض ہے۔ اس ضمن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول یہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے استقبال کے لیے کسی کا اٹھنا یا کھڑے ہونا بھی گوارا نہ کرتے تھے اور نہ ہی اپنی جوتی اٹھانے کی کسی کو اجازت فرماتے تھے بلکہ سخت ناراض ہوتے تھے۔

حضرت قبلہ صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

- "ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ شریعت تو رسول سکھا دیتے ہیں، پیر نے اگر ادب بھی نہ سکھایا تو کیا کیا۔"[1] (ملفوظ شریف)

بلکہ مجلس شریف میں آپ اکثر فرمایا کرتے کہ شریعت تو انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو تعلیم کر دی اگر پیر نے ادب بھی نہ سکھایا تو کیا کام سرانجام دیا۔

ریاکاری اور عُجب کا مرض عام ہو گیا ہے، اخلاص و نیاز کے جوہر بالکل مفقود ہیں، دنیا بھر کی جوہری منڈیاں چھان ڈالو کسی جگہ یہ جوہرِ خالص آج نہیں ملتے۔ لیکن حضور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متوسلین میں یہ صفت ایسی راسخ پیدا کی کہ جو بھی نظر آتا ہے ٹھوس اور بے لاگ تسبیح تک ہاتھ میں نہیں۔ لیکن ہر وقت مراقب اور مراقبہ بھی ایسا کہ جس میں نہ تصنع اور نہ ریاکاری بلکہ وہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے مراقب ہوتے اور اندر ہی اندر یہ آگ سلگ رہی ہوتی۔ عام لوگ کہتے ہیں کہ حضرت

---

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۳۰

قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نذر و نیاز قبول نہیں فرماتے تھے" نہیں قبول فرماتے تھے۔ لیکن کونسی! جو سراسر اخلاص اور نیاز سے پیش کی جاتی اعمال میں بھی وہی بات پسند فرماتے کہ جس میں ذرہ بھر بھی شائبہ ریاکاری کا نہ ہوتا ورنہ منہ پر تھپڑ مارتے اور "کالا ئے بد بریش مالک" کا عمل ہوتا۔[1]

تصورِ طریقت کے عنوان کے تحت ہم نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نقطہ نظر کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے جس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تقویٰ، اتباعِ سنت، ادب اور نیاز و اخلاص کو عام روایات سے ہٹ کر نئے مفاہم عطا کیے۔ میرے قبلہ و کعبہ حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ اس تمام بحث کا مجموعی تاثر اپنے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> "آپ نے اس لباس تقویٰ، اتباع سنت، نیاز و اخلاص کے اندر ایک ایسی بجلی لگائی تھی جو ہر گھڑی ہر آن ان اوصاف کو روشن کرتی رہتی۔ جس طرح روئی کی بتی کو تیل اپنی مدد پہنچا کر اسے گل نہیں ہونے دیتا اسی طرح دل کے اندر ایک حوضِ محبت بھر دیا تھا کہ ان اوصاف کو دم بدم روشن تر کرتا رہے اور بجھنے نہ دے۔ وہ محبت کیا تھی وہی محبتِ لم یزلیہ![2]

وہی قلب سلیم اے جان ہے آہ ۔۔۔ جسے مارِ محبت نے ڈسا ہو
نہ چین اس کو ہو بیٹھے اور لیٹے ۔۔۔ تڑپتے ہی محبت میں مرا ہو

ترجمہ: "وہی دل قبول ہے میری جان جسے محبت کے سانپ نے ڈسا ہو وہ ہر وقت بے قرار رہے اُسے کبھی آرام نصیب نہ ہو اور اسی

---

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۱۹۰-۱۹۱

[2] انقلاب الحقیقت صفحہ ۱۹۶-۱۹۷

طرح تڑپ تڑپ کر اپنی جان دے دے۔"

وہ محبت سینہ میں رکھی تھی کہ ہاتھ اٹھتے تھے اور آنسو رخساروں پر سے نکل کر دامن کو تر کر رہے ہوتے اور زبان پر ہوتا تھا ۔

ظاہر و باطن ہو برائے خدا   چاہے خدا سے نہ سوائے خدا
دیدۂ بینا ہو ہر اک موئے تن   محوِ تجلّے رہے روح و بدن

ترجمہ: "ترا ظاہر اور باطن سب کچھ خدا کے لیے ہو اور تو خدا سے صرف اُس کی رضا طلب کرے۔ تیرے بدن کا ایک ایک بال آنکھ بن جائے اور اُس کا نظارہ کرے تیری روح اور تیرا بدن ہر وقت اُس کی تجلی میں کھوئے رہیں۔"

گاہے گاہے رندانہ لب ولہجہ سے یہ نکل جاتا ۔

دلم با من ہمیگوید منم شاہباز لاہوتی
بہ سیرِ عالم قدسی پریدن آرزو دارم
دریں وحشت سرائے من چرا باشم چرا باشم
کہ من در گلشن وحدت چمیدن آرزو دارم

ترجمہ: "دل مجھ سے کہتا ہے کہ میں شہبازِ لاہوتی ہوں۔ عالم قدسی کی سیر کے لیے اڑنے کی آرزو رکھتا ہوں۔ اس وحشت سرائے (دنیا) میں کیوں رہوں۔ گلشن وحدت میں ناز سے چلنے کی آرزو رکھتا ہوں۔"

اور کبھی یہ محبت دوسرے انداز میں یوں بول اٹھتی ۔

ہمہ انبیاء در پناہِ تو اند   مقیم در بارگاہ تو اند
تو مہر منیری ہمہ اختر اند   تو سلطانِ ملکی ہمہ چاکر اند

ترجمہ: "تمام انبیاء آپ کی پناہ میں ہیں۔ تیری بارگاہ میں مقیم ہیں۔ آپ

ﷺ روشن چاند ہیں تمام ستارے ہیں۔ آپ ﷺ سلطنت کے بادشاہ ہیں باقی تمام نوکر ہیں۔"

اور لگا ہے محبت کی بانسری نغمہ سرائے درد اس طرح سے بجتی:

خدا کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے — تیرے منہ سے سُنا ذکرِ خدا ہے محمد ﷺ

جسے کہتے ہیں سب کلامِ الٰہی — وہ تیری زباں سے سنا ہے محمد ﷺ

تیرا وصل جنت تیرا ہجر دوزخ — تیری دید دیدِ خدا ہے محمد ﷺ

۴- جادۂ اعتدال

نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیث مبارکہ میں قرآن و سنت کو حجت ماننے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کو سچا کہا گیا ہے۔ اور اس گروہ کی واضح علامت بتا دی گئی ہے کہ اس گروہ کی تعداد زیادہ ہوگی وہ سوادِ اعظم ہوگا۔ اس لیے تمام اکابر اولیائے کرام اہلِ سنت والجماعت کی تائید کرتے رہے ہیں اور اہلِ سنت کے عقائد و اعمال پر عمل پیرا ہونے کو دنیا کی عظیم ترین متاع قرار دیا گیا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے احیاء العلوم کے اس دور میں جس وقت سے حال وقال میں صحیح توازن نہ رہا اور خانقاہی نظام بھی انحطاط کا شکار ہو گیا، علماء کے مقابلے میں صوفیاء نے معذرت خواہانہ انداز اختیار کر لیا تو علماء کی طرف سے اقدارِ تصوف پر جارحانہ اعتراضات کیے گئے جس کے نتیجے میں اس سوادِ اعظم کے اندر بھی کئی متنازعہ مسائل سر اٹھانے لگے۔ مدرسوں اور شخصیتوں کی بنیاد پر الگ الگ مکاتبِ فکر نے جنم لیا۔ اور چند فروعی مسائل کی بنیاد پر ناپسندیدہ فرقہ واریت وجود میں آئی اور کئی علماء اور صوفیاء افراط و تفریط کا شکار ہوتے چلے گئے۔ ہم پہلے گذارش کر چکے ہیں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عہد مبارک اسی سنگھم پر محیط تھا کہ جہاں ابھی تک اس فرقہ واریت میں اتنی شدت نہیں آئی تھی جتنی

موجودہ عہد میں موجود ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہی تھا جس کا اظہار کیا جا چکا ہے۔پھر بھی اس عہد میں جو فروعی مسائل پیدا ہو رہے تھے ان کے متعلق اظہار کا موقع آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے برملا اپنے مسلک کا اظہار کیا لیکن جادۂ اعتدال کو نہ چھوڑا نہ ہی کسی مخصوص مکتبِ فکر کے ساتھ اپنی مخصوص وابستگی کا اظہار فرمایا۔چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس عہد میں جب فرقہ واریت اپنے نقطۂ عروج پر تھی اور کسی کو کسی نہ کسی مکتبہ فکر کے ساتھ وابستگی کا اظہار مجبوری بن گیا تھا ایسے حالات میں آپؒ کے تربیت یافتہ اور خلیفۂ اعظم حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ آپ کا تعلق کس مکتبۂ فکر سے ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''نہ ہم دیوبندی مسلک رکھتے ہیں نہ بریلوی۔ہم مجددی اور شرقپوری مسلک اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہیں۔حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معارف وحقائق اور شغل وعمل آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں ملتے ہیں جو اس غرض سے لکھے گئے ہیں اور حضرت شرقپوری نور اللہ مرقدہٗ کی ذات والاصفات کی نیازمندی میں سالوں گذارے اور ایک ایک قول، ایک ایک فعل، ایک ایک حرکت اور ایک ایک ادا ہمارے روح و جان میں ہر وقت تازہ ہے اور وہی ہماری زندگی کی مشعل راہ ہدایت ہے جس پر چلنا سعادتِ دارین خیال کرتے ہیں اور نجاتِ اخروی۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی

آدابِ فرزندی کہیں یا آدابِ طریقت یا غلامی جو کچھ حاصل ہوا، آپ کی ذاتِ والاصفات سے حاصل ہوا۔ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ

ہماری نجات ان کی اتباع میں ہے اور بس۔[1]

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اسی اعتدال پسند طبیعت کا نتیجہ تھا کہ بلاتفریق مذہب وملت ہر ایک کی اصلاح کے خواہشمند تھے اور ہر ایک کی اصلاح میں پوری قوت صرف فرمایا کرتے تھے۔حضرت قبلہ صاجزادہ محمد عمر بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میری حاضری کے ایام میں اکثر دیکھا گیا کہ پانچ چھ مولوی صاحبان روزانہ اکٹھے ہوجاتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اس گروہ سے نہایت اخلاص مندی اور جانثاری فرماتے بلکہ کئی بار اس خاکسار نے دیکھا کہ گھنٹوں مغز ماری کے بعد جب آپ رحمۃ اللہ علیہ مایوس ہوجاتے تو فرماتے "میں نے مولوی صاحب سے بہت کوشش کی لیکن کارگر نہ ہوئی گو وہ رونے کے قریب ہو گئے لیکن روئے تو نہیں' گاہے مولوی صاحبان کا کتاب کے ساتھ سلوک ناروا دیکھ کر تخلیہ میں فرماتے کہ افسوس کتاب کا ادب تک نہیں کرتے حالانکہ ان کا اثاثہ یہی ہے۔مگر جب آرام پا کر طبیعت درست ہو جاتی تو پھر مولوی صاحبان کو وقت دیا جاتا۔حالانکہ عوام سے ایک دو لفظ سے زیادہ ان آخری سالوں میں نہ فرماتے تھے اور وہ اسی میں دم بخود ہوجاتے تھے۔

اکثر اعتدال پسند طبیعتیں درست ہو کر نکلتیں حالانکہ نصف سے زیادہ عالم ایسے ہوتے جو حنفی مذہب کو درست نہ جانتے یا جانتے تو اپنے مذہب کو ترجیح دیتے۔بعض اکھڑ طبیعتیں لاجواب ہو کر خاموش رہ جاتیں۔

---

[1] ماہنامہ سلسبیل،جولائی ۱۹۶۳ صفحہ ۱۸

ایک بار لاہور کے بڑے فاضل اور ایک بڑے کالج کے پروفیسر سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ بیان فرمایا تو انہوں نے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تو حال بیان فرما رہے ہیں ہم صاحب قال، حال کو کیا جانیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جوش آ گیا فرمایا کہ مولوی صاحب یہ قرآن تمام قال ہی قال ہے۔ اس پر وہ ایسے دم بخود ہوئے کہ پھر نہ بولے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی سے تکرار نہ فرماتے، نہ الجھتے بلکہ بلطائف الحیل سمجھاتے۔ اکثر عادت مبارک تھی کہ استفسارانہ لب و لہجہ ہوتا۔ استقرائی طریقہ سے چلتے اور باطنی توجہ سے زیادہ کام لیتے چنانچہ باتوں باتوں میں بڑے بڑے مسائل حل ہو جاتے۔[1]

اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ، یہی سلوک دوسرے سلاسل طریقت کے پیروکاروں سے فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سب کو ایک جانتے کسی سے اجنبیت نہ فرماتے جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے۔

"غیر طریقہ کے لوگ قادریہ چشتیہ بھی حاضر ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی سے بھی اجنبیت نہ فرماتے بلکہ ایک دفعہ خود حضرت مغفور و مرحوم فداہ روحی نے فرمایا کہ پہلے تو اجنبیت تھی جب کہ تمہارے بھائی فخرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آئے تھے، لیکن اب نہیں، سب کو ایک جانتا ہوں اور اکثر چشتیہ بہشتیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے اور فرماتے کہ چشتیہ بہشتیہ بڑے بابرکت بزرگ ہوتے ہیں۔ قادریہ میں سے غوث الثقلین حضرت پیر دستگیر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ان الفاظ میں نہایت اشتیاقانہ لہجے میں فرماتے "بغداد

---

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۸۶،۸۵

والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمایا۔ بغداد والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اس طرح فرماتی ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک آنکھیں اس طرف ہو جاتیں گویا دیکھ رہے ہیں۔ متاخرین میں سے خواجہ اللہ بخش تونسوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرماتے اور خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر اشعار مبارک نہایت ذوق سے موقعہ بموقعہ حسب ضرورت پڑھتے۔ ایک دوست سے ذکر فرمایا کہ پہلے میری آنکھیں مکان شریف کو دیکھتی رہتی تھیں لیکن اب تو خواجہ معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف میرا رخ رہتا ہے۔
ان خاندانوں سے توسل رکھنے والے کو تلقین ذکر نہ فرماتے لیکن فیوض باطنی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ دریغ نہ فرماتے۔ معمول تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے" کہ جو کچھ بزرگوں نے فرمایا تھا وہی کرو اس میں برکت ہوگی۔" ہاں اگر کوئی کہتا کہ تلقین ذکر حاصل نہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ تلقین ذکر بھی فرما دیتے۔ لیکن عجب حالت تھی زبان سے کچھ نہ فرماتے لیکن اندر ہی اندر کام بن جاتا۔ ایک صابری خاندان کے معمر آدمی صوفیانہ لباس میں جمعہ کو بعد نمازِ عصر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت نہایت ہشاش بشاش اور چہرہ مبارک ماہتاب کی طرح چمک رہا تھا۔ کئی ایک سوال انہوں نے کئے لیکن وہ اتنے صاحب فراست نہ تھے آخر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دو شعر نہایت ذوق وشوق سے پڑھے اور فرمایا یہ تو آپ کے صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ پھر ادھر اُدھر کیوں

پوچھتے پھرتے ہو اس پر عمل کرو۔

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے　　　تیری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے
اس قدر ڈوب اس میں اے صابر　　　کہ بجز ھو کے غیر ھو نہ رہے[1]

حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مشرب عالی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک آفاقی شخصیت بنا دیا تھا اور "الخلقُ عیالُ اللہ" کے جذبہ صادقہ کے تحت انسان تو کیا جانوروں تک آپ کی نظر میں قابل لحاظ ہو گئے تھے۔ انسان خواہ اس کا تعلق کسی مذہب سے ہو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کو اس قدر احترام دیتے کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ اس سلسلہ میں حضرت قبلہ صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"غیر مذاہب لوگوں کے ساتھ ایسے طریقہ سے حضور رحمۃ اللہ علیہ پیش آتے کہ دیکھنے والے حیرت میں آجاتے لیکن حضور رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حصہ خُلق براہِ راست حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں) سے بلا واسطہ ملا ہوا تھا اس لیے اس کی نظیر اولیائے کرام کے حالات میں کم ملتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جب کبھی وقت ناوقت کسی غیر مذہب والے کے آنے کی اطلاع پہنچتی تو فی الفور تشریف لاتے۔ بسا اوقات جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کمزوری اور علالت طبع کی وجہ سے نیچے تشریف نہ لا سکتے اور مخلصین انتظار میں بیٹھے گھنٹوں گزار دیتے تو اچانک کسی غیر مذہب کی آمد ہلالِ عید سے بھی بڑھ کر ہوتی کیونکہ تمام خدام اور تمام زائرین کو یقین ہوتا کہ اب آپ رحمۃ اللہ علیہ ضرور تشریف لائیں گے خواہ طبیعت مبارک پر کتنا ہی شاق ہو۔ چنانچہ آپ تشریف لاتے اور نہایت محبت کے

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۷۷

ساتھ گفتگو فرماتے اور معانقہ کرنے تک پروانہ فرماتے۔ کبھی اس کو دباتے، کبھی اس کے چہرے کی طرف دیکھتے، کبھی اس سے دو چار ہوتے۔ خصوصاً سکھوں کے ساتھ نہایت محبت تھی اور سکھوں کو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے انس تھا۔ اکثر حضور رحمۃ اللہ علیہ ان کی توحیدی محبت کا ذکر فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کا جذبہ محبت بڑا پسند تھا جو دوسرے مذاہب کے لوگوں میں کم ہے۔ اسی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کو نہایت محبت کی نگاہ سے دیکھتے۔ اس کے علاوہ دیگر مذاہب والوں کے ساتھ جذبہ انسانیت اور جذبہ سنت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے طریقہ مخصوص میں مجبور کرتا اور ہر ایک آنے جانے والے کو کچھ نہ کچھ نقد آٹھ آنے یا روپیہ عنایت فرماتے۔ یہ تمہاری دوائی ہے، کیونکہ جو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اپنے آقائے نامدار سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح بِلا کھلائے پلائے رخصت نہ فرماتے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ

وصلی اللہ علی نورِ کزو شد نورہا پیدا
زمیں در حُبِ او ساکن فلک در حُبِ او شیدا

ایک بار گنہگار حاضر تھا کہ ایک بندہ بابو حاضر ہوئے جو عملہ ڈاک میں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ حال واحوال دریافت فرمائے کوئی تکلیف تو نہیں کون افسر ہے اور کیسا پھر فرمایا آج کیوں آئے۔ عرض کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہوں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دستِ مبارک سے حسب معمول دبانے لگے کچھ دیر کے بعد فرمایا اب تو طبیعت اچھی معلوم ہوتی

ہے اس نے عرض کی: جی ہاں! فرمایا: اگر اسی طرح ہر وقت رہے تو اچھا ہو گا۔ آپ لوگوں کو لوگوں سے معاملہ کم ہے۔ بیٹھے لکھتے رہے اور تُو ہی تُو کرتے رہے۔

ایک بار ایک ہندو معمر آئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ نقدی دوائی کے لیے عنایت فرمادی۔ وہ بے چارے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرم بخشی اور مہمان نوازی سے ناواقف تھے۔ وہ انکار کرتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اصرار کرتے رہے۔ پھر خادم سے اس قبلہ حاجات نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ یہ ضرور لے لیں، لیکن وہ سمجھے کہ شاید آپ رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہیں، میرا ہدیہ بھی قبول نہیں فرمایا۔ الٹا اپنے پاس سے کچھ دیتے ہیں۔ آخر بہ ہزار دقت ان کو نقدی دی گئی کہ یہ تمہارے لیے برکت ہے اور یہ حضور کا خاصہ ہے ناراض نہیں۔[1]

صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کوئی سکھ یا ہندو حاضر ہوتا آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے کہ "اول کچھ نہ تھا تر نکار تھا۔ دو عالم کا پیدا کر نہار تھا۔" تو وہ لوگ بڑے متاثر ہوتے اور پھر بھی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان میں سے بعض مسلمان بھی ہو گئے اور اپنے مذہبِ باطلہ کے عقائد بت پرستی اور تناسخ وغیرہ سے توبۃ النصوح کر جاتے۔"[2]

فنا و بقا جو ولایت کے درجہ کی جان ہے تمام کائناتِ ولایت کا معیار اگر فنا و بقا

---

1. انقلاب الحقیقت صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱
2. خزینۃ المعرفت صفحہ ۲۲۲

کو قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ درحقیقت ولایت کا خمیر ان دو پاک جذبوں سے تیار ہوتا ہے لیکن کامل ترین ولی اللہ وہ ہوتا ہے جس کے ضمیر میں یہ دو جذبے مساوی رکھے جائیں۔ حضرت قبلہ میاںؒ صاحب بھی اس قسم کی فنا و بقا سے سرفراز کیے گئے تھے۔ کبھی تو نمازِ نیاز ادا کرنے کے بعد اپنے اندر وہ حالت دیکھتے جو ایک ذلیل ترین گناہ کے بعد کسی انسان پر وارد ہوتی ہے لیکن کبھی وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے کہ تم جانتے ہو میں کون ہوں۔ اسی توازن فنا و بقا نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کو اس درجہ پر پہنچا دیا تھا کہ کسی کو آپ کی ولایت کے انکار کی مجال نہ رہی۔ جس مذہب کا آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا وہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کا اقرار کرنے لگا۔ اس بات کی تائید میں حضرت قبلہ صاجزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ لکھتے ہیں:

> ''ایک بار شرقپور شریف سے واپسی کے وقت ایک بڑی فرم کا ایجنٹ میرے ہمراہ آیا جو غیر مقلد تھا اور اپنی زبانی قصور پر نور کے قضیہ نامرضیہ یعنی سنیوں اور وہابیوں کے مقدمے کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات بھی مسلمانوں میں عجیب چیز ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متوسلین کو لکھا کہ قبروں کی وجہ سے کیوں عدالتوں میں کافروں کے سامنے ایڑیاں رگڑتے پھرتے ہو، فوراً صلح کرلو۔ اگر تم صلح نہ کرو گے تو میں تم سے بے زار بلکہ خواص کو یہاں تک لکھ دیا کہ کسی قسم کی شہادت عدالت میں مہیا نہ ہونے دی جائے۔ مقدمہ تو سنیوں نے آپ کے کہنے پر نہ چھوڑا لیکن نتیجہ وہی ہوا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو منظور تھا یعنی باوجودیکہ غیر مقلد ملزموں پر فردِ جرم عائد کر دیا گیا لیکن فیصلہ سنانے کے وقت مجسٹریٹ نے اتنا پوچھنے کے بعد کہ یہ

جرمانہ کون ادا کرے گا تو صاف بری کر دیا کیونکہ یہی جواب ملا کہ مسلمان ادا کریں گے۔

بھلا خود اندازہ فرمائیے آج اس درجہ کا مغلوب الحال ولی ملتا ہے۔ جو اپنے اندرونی جذبات پر ایسے قادر ہو کہ اپنے مذہبی مسلک کے برخلاف اعتدال حقیقی قائم رکھنے کے لیے ایسا فیصلہ دلوائے۔

۵- اصلاح کا جوہرِ نایاب

حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب سے میل جول رکھتے۔ اعزہ کی دلجوئی کے لیے کبھی کبھی ان کے گھر بھی تشریف لے جاتے تھے اور احباب و عزیزوں کے ہاں کچھ نہ کچھ تحفہ کے طور پر بھی بھیجا کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عزیزوں کے گھریلو معاملات پر نظر رکھتے کسی میں لڑائی جھگڑا ہوتا تو ناپسند فرماتے۔ کہتے کہ آپس میں صلح صفائی سے رہو دنیا چند روزہ ہے خود غرضی چھوڑ دینی چاہیے۔ لین دین کے جھگڑوں میں اپنی گرہ سے رقم دے کر فریقین کی صلح کروا دیتے۔ عزیزوں کے خلافِ شریعت افعال پر نہایت رنجیدہ ہوتے اور سخت ناراضگی کا اظہا فرماتے۔ حقوق العباد کا بڑا خیال رکھتے۔ عزیز و اقارب کے حقوق کی نگہداشت اور اُن کو انجام دینے میں خاص اہتمام فرماتے۔ امورِ شرعیہ کی بجا آوری کی تبلیغ اور اصلاح قرابت داروں کی طرف خاص توجہ فرماتے۔

''ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عم زادہ اور بہنوئی غلام کبریا صاحب مرحوم بازار میں کھڑے کسی سے ہم کلام تھے۔ اور اس وقت آذان ہو رہی تھی۔ مسجد جاتے ہوئے آپ کی نظر پڑ گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گھر جا کر والدہ صاحبہ سے بہت شکوہ کیا اور فرمایا آئندہ پھر کبھی میں

نے انہیں ایسی حالت میں دیکھا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"(۱)

لاہور باغبانپورہ کی مشہور میاں فیملی میں شاہنواز بڑے معروف اور بارسوخ آدمی تھے وہ ہمیشہ اپنے حلقہ سے پنجاب اسمبلی کے بلا مقابلہ ممبر ہوا کرتے تھے۔ گھریلو ناچاقی اور آپس میں چپقلش نے اس خاندان کے دو حقیقی بھائیوں شاہنواز اور میاں حق نواز کو میدان سیاست میں ایک دوسرے کے خلاف مدِ مقابل لا کھڑا کیا۔ شرقپور شریف بھی اسی حلقہ میں شامل تھا۔ مذکورہ فیملی سے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رشتہ داری بھی تھی۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سنا کہ دونوں بھائی اور ان کے رشتہ دار الیکشن کے سلسلہ میں یہاں آئے ہوئے ہیں تو آپ نے اُن کی دعوت کی اور بیس پچیس افراد کو اپنے ہاں کھانا کھلایا۔

ابھی الیکشن میں کچھ دن باقی تھے کہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ باغبانپورہ میں میاں شاہنواز کی کوٹھی آ پہنچے۔ آپ کبھی ان کے ہاں تشریف نہیں لے گئے تھے۔ آپ کی اچانک تشریف آوری کی وجہ سے میاں شاہنواز کے گھر والوں کو مسرت و شادمانی کے ساتھ حیرت بھی ہوئی۔ سلام مسنون کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میاں شاہنواز سے فرمایا کہ مجھے یہ بتاؤ لڑتے کون ہیں! وہ حیران و ششدر خاموش بیٹھے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی فرمایا۔ ارے میاں لڑتے تو کتے ہیں، بھائیوں کو تو آپس میں پیار محبت سے رہنا چاہیے۔ نہ کہ یوں جیسا تم نے شروع کر رکھا ہے تم بڑے ہو اور وہ چھوٹا بھائی ہے اور چھوٹے بھائی اولاد کی مانند ہوتے ہیں۔ تمہیں اس کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیے تھا۔ تم اتنے برسوں سے اسمبلی کے ممبر ہوتے چلے آ رہے ہو اب کی دفعہ اگر تمہارا چھوٹا بھائی منتخب ہو جاتا تو پھر کیا تھا آخر تمہارا ہی چھوٹا بھائی تو ہے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں کا اس پر بڑا اثر ہوا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف تھا کہ اس پر رقت طاری ہوگئی وہ اپنے کئے پر بڑا پشیمان ہوا اور عرض کی جیسے آپ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمادیں میں حاضر ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو بس دست بردار ہو جاؤ اور اپنے

چھوٹے بھائی کے حق میں دست برداری لکھ دو چنانچہ اس نے فوراً دست برداری لکھ دی۔

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں حق نواز کی کوٹھی پہنچے۔ وہ بھی بڑے خوش ہوئے اور حیران بھی کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کیسے تشریف لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میاں حق نواز سے بھی یہی فرمایا کہ معلوم ہے لڑتے کون ہیں۔ اوئے کتے لڑتے ہیں تم دونوں بھائیوں نے یہ کیا اکھاڑہ بنا دیا ہے وہ تمہارا بڑا بھائی ہے اور بڑے بھائی باپ کی مانند ہوتے ہیں تمہیں اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیے تھی اس کی عزت تمہاری عزت ہی تو ہے اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف نے بڑا اثر کیا، اس نے عرض کیا میں اپنے کیے پر بڑا شرمندہ ہوں اور اب ہر طرح حاضر ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو بس اپنے بڑے بھائی کے حق میں دست برداری لکھ دو۔ دونوں بھائیوں سے دست برداری لینے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں افتخار الدین کے والد میاں تاج الدین کے ہاں پہنچے۔ وہاں دونوں بھائیوں کو بلوایا۔ میاں تاج الدین کے ہاں ایک بھینس کھڑی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بھینس کتنی قیمت میں خریدی ہے۔ انہوں نے عرض کیا ایک صد روپیہ سے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بلند آواز سے فرمایا کہ مجھ سے دو سو روپے لے لو اور ایک بھائی لا دو۔ معلوم نہیں اس بات میں کیا جادو بھرا تھا، دونوں بھائی دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور ایک دوسرے کے گلے لپٹ گئے۔ رونے سے ان کی طبیعتیں ہلکی ہو گئیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف اور نظر عنایت سے دل صاف ہو گئے، کدورتیں دھل گئیں اور رنجشیں دور ہو گئیں۔ جب طبیعتوں میں کچھ سکون ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اب بتاؤ ممبر کسے ہونا ہے۔ میاں شاہنواز نے عرض کیا: جناب میں تو دست بردار ہو چکا ہوں۔ حق نواز جھٹ بول اٹھے سرکار میں تو پہلے دستبرداری لکھ کر آپ کو دے چکا ہوں۔ ایک بھائی کہتا تھا کہ چھوٹا بھائی ممبر بنے دوسرا بھائی کہتا تھا کہ بڑا بھائی ممبر بنے۔ آخر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی فیصلہ دیا کہ چلو شاہنواز پہلے سے ممبر ہوتا چلا آ رہا ہے اسے ہی رہنے دو۔" چنانچہ

میاں شاہنواز ممبر ہوگئے اور مرتے دم تک دونوں بھائیوں میں صلح رہی۔(۱)

''حضرت قبلہ مرشدم صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقوق اللہ سے بڑھ کر حقوق العباد پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیادہ توجہ تھی اور فرماتے کہ اس میں دو حق ہیں ایک اللہ کا اور دوسرا بندے کا۔ اکثر خدا پرستوں میں بیٹھ کر فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ ہیں معاملات ہی معاملات ہیں۔ جو معاملات میں اچھا ہے وہی اچھا ہے۔ میرے نزدیک تو معاملات کا درجہ اعمال صالحہ سے بھی بلند ہے۔'' سجادہ نشینوں، عالموں اور متقیوں کی خانہ جنگی سے اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو درد رہتا تھا اور گاہ بگاہ بیتاب ہو کر علی الاعلان فرماتے کہ ان لوگوں نے ہم کو تباہ کر دیا۔ چونکہ نظر مبارک نہایت وسیع تھی۔ تمام پنجاب کے بڑے بڑے گھرانوں اور خاندانوں کے حالات و واقعات سے آپ رحمۃ اللہ علیہ باخبر رہتے تھے اور نہایت درد سے یہ ذکر فرماتے اور حقیقت حال کبھی نہ چھپاتے۔ کئی بار بیربل شریف اور مکان شریف کا قصہ و قضیہ احباب سے فرماتے اور علاج سوچتے۔ یہ اس پاک ہستی کی برکت ہے کہ ان دونوں خاندانوں میں بہت کچھ اصلاح ہوگئی ہے۔[۱]

ہماری خاندانی ناچاقی حد سے گذر گئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ صلہ رحمی کا ارشاد فرماتے۔ ایک دفعہ مجھے بارہ دن اپنی ملازمت میں رکھا۔ گیارھویں دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں یہ الفاظ بھی فرمائے۔ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط بھی مومن کا ایک نشان ہے۔ گو آپ رحمۃ اللہ علیہ ظاہر کسی دوسرے سے مخاطب تھے لیکن میں تاڑ گیا رُوئے خطاب میں ہوں۔ اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ کوئی صورت پیدا

۱۔ حدیث دلبراں تلخیص صفحہ ۲۶۶-۲۶۳

ہو تو یہ ارشاد بجالاؤں۔ گھر آیا تو حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمشیرہ زاد صاحب نے فریقین میں صلح کرادی اور آخری فیصلہ کے لیے میرے منتظر تھے۔ راستہ ہی میں چچا صاحب مذکور نے مجھ سے مل کر ماجرا بیان کیا اور فرمایا کہ تمہارا انتظار تھا۔ میں نے فی الفور کہا مجھ سے تو اس فیصلہ پر شرقپور شریف میں دستخط کرا لیے گئے۔ سبحان اللہ کشف دیکھو اور اصلاح دیکھو۔[1]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبع مبارک میں اصلاحی جوہر اس قدر وافر تھا کہ ہر قسم کے معاملات میں نہ صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کی رہبری فرماتے بلکہ برادریوں کے قضیوں کے فیصلے بھی اس انداز سے فرماتے کہ طرفین خوش ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلوں پر عمل کرتے۔ اس سلسلے میں صوفی محمد ابراہیم قصوری حضوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اکثر لوگ اپنے دینی اور برادری کے قضیے پیش کر کے فیصلہ طلب کرتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوش اسلوبی سے فیصلہ فرما دیتے کہ فریقین مطمئن ہو جاتے اور خوش دلی سے فیصلہ قبول کرتے۔ سود خوروں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ سود خوروں کا ادنیٰ گناہ یہ کہ اپنی حقیقی والدہ سے ستر بار گناہ کیا ہو۔ اکثر لوگ اپنے اس فعل سے توبہ کر کے اپنی اصل رقم واپس لے لیتے اور صلح کر لیتے۔ برادری کے فیصلوں میں لوگ آپس میں ایک دوسرے کی زیادتیاں بیان کرتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی برادری سے کس قدر تکلیفیں پہنچیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون تک معاف کر دیئے کسی سے بدلہ نہ لیا۔ آخر برادری نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر سے نکالا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کرنا پڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دانا پانی تک بند کر دیا گیا۔

---

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۳۵-۳۴

پتھر مارے گئے اور چین نہیں لینے دیا گیا۔ آپ ﷺ نے کس کس سے بدلہ لیا، یہ باتیں سن کر جس پر زیادتی ہوتی وہ خود بخود نرم ہو جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے یہاں جیتا وہی جو ہارا، تم ہارے نہیں بلکہ تم نے بڑی بھاری نیکی کمائی، تم کو خداوند تعالیٰ برکت دے گا۔"[1]

مسلمانوں کے درمیان آپس میں صلح جوئی کے آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ خیر خواہ رہے اور اس سلسلے میں کسی کے مقام و مرتبہ سے کبھی متاثر نہ ہوئے۔ حقیقی اور سیدھی بات سمجھانے میں کسی بات سے دریغ نہیں فرمایا اور اس بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو رائے قائم کی وہی نتیجے کے طور پر سامنے آئی۔

صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مکان شریف میں امام دین نامی ایک زمیندار نے ایک مکان بنانا شروع کیا تو حضرت میر مظہر قیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین وغیرہم نے اس کو روکا اور مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا۔ عرس مبارک کے موقع پر جب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اس زمیندار نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ میں مکان بنانے لگا تو حضرت صاحب نے روک دیا حالانکہ یہ جگہ میری ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے دریافت فرمایا تو انہوں نے اپنی ملکیت ظاہر کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک وہ زمانہ تھا کہ لوگ اعلیٰ حضرت یعنی روضہ والوں کو مکانات اور زمینیں دیتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ قبول نہ فرماتے تھے۔ آج آپ لوگوں سے جھگڑتے ہیں یہ مکان اس زمیندار کو دے دیں اور صلح کر

---

[1] خزینہ معرفت صفحہ ۱۰۳

لیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے صلح تو ہوگئی اور مقابل باہمی قانونی نوشت وخواند بھی ہوگئی بلکہ اس نوشت میں کاتب نے حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی لکھ دیا۔ جب وہ نوشت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سنائی گئی تو آپ نے اپنا نام سن کر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ میرا نام کس نے لکھوایا۔ نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف واپس تشریف لے آئے۔ بعد میں پھر ان میں مخالفت ہوگئی اور وہ صلح وقت گزشت ہوگئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب دوبارہ مکان شریف تشریف لے گئے تو یہ حالات سن کر سخت پریشان ہوئے اور فرمایا اچھا مقدمہ ہی کرلو۔ قدرتِ خداوندی وہ زمین اُس زمیندار کو مل گئی اور صاحبزادگان سخت نادم ہوئے کہ ہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان کیوں نہ قبول کیا۔[1]

''مولف حدیثِ دلبراں'' نے بھی ایسا ہی ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں مولوی فضل حق صاحب دیپالپور ضلع ساہیوال میں تحصیل دار تھے اور ان کی عدالت میں حجرہ شاہ مقیم رحمۃ اللہ علیہ کے سجادگان سید عارف علی شاہ اور پیر سید علی شاہ صاحب کا ایک مقدمہ زیر سماعت تھا۔ حجرہ شریف حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد اعلیٰ کا پیر خانہ تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ کی وجہ سے حجرہ شریف والوں کو احترام کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ مقدمہ کے ایک فریق پیر سید علی شاہ صاحب نے سوچا کہ مولوی فضل حق تحصیلدار میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ لہٰذا حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مولوی فضل حق صاحب کے نام سفارشی رقعہ لانا چاہیے تا کہ مقدمہ کا فیصلہ اُن کے حق میں ہو۔ چنانچہ پیر سید علی شاہ صاحب شرقپور شریف آئے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سفارشی رقعہ کے لیے عرض کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ کی عزت کی وجہ

[1] خزینہ معرفت صفحہ ۱۷۳

سے کچھ غرض نہیں کر سکتا لیکن پیر صاحب مجھے بتائیے لڑا کون کرتے ہیں انسان تو نہیں لڑا کرتے آپ ہوئے سید بادشاہ۔ جنت دوزخ کے مالک۔ آپ خود ہی کود کود کر دوزخ میں پھلانگیں لگانا شروع کر دیں تو آپ کو روکنے والا کون! بادشاہ اور مالک جو ٹھہرے۔ یہ سن کر پیر سید علی شاہ صاحب حیران رہ گئے اور مایوس ہو گئے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی فضل حق کی طرف ایک چٹھی لکھ دی۔ اس چٹھی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا یہ ہمارے پیر خانہ میں سے ہیں اس لیے ان کا فیصلہ از رُوئے شریعت اور قرآن پاک کے احکام کے مطابق کر دیں وہ چٹھی لے کر حیران و پریشان واپس چلے گئے اور سوچتے رہے کہ اس چٹھی کا انہیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ تاریخ مقررہ پر دونوں فریق عدالت میں پیش ہوئے تو مولوی فضل حق تحصیلدار نے دونوں صاحبان کو نہایت عزت و احترام سے بٹھایا۔ لیکن سید علی شاہ صاحب نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چٹھی دنیا مناسب نہ سمجھا اور اپنی جیب میں ہی رہنے دی۔ کرسیٔ عدالت پر بیٹھتے ہوئے مولوی فضل حق صاحب نے پیر سید علی شاہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''شاہ صاحب میرے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ والی وہ چٹھی تو عنایت فرما دیں۔'' سبحان اللہ مولوی فضل حق کی یہ بات سن کر فریق ثانی سید عارف علی شاہ صاحب بڑے سراسیمہ ہو گئے اور گھبرا گئے کہ مولوی صاحب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں اور مخالف فریق والے آپ کی چٹھی لے آئے ہیں۔ مقدمہ کا فیصلہ یقیناً ان کے خلاف ہوگا وہ ابھی سراسیمگی و حیرانی کے عالم میں سوچ ہی رہے تھے کہ مولوی فضل حق صاحب کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ تحصیل دار صاحب فرما رہے تھے پیر صاحب دیکھئے سامنے میز پر قرآن پاک رکھا ہوا ہے جب آپ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چٹھی لینے گئے تھے میں نے اسی رات آپ کا فیصلہ از رُوئے شریعت اور قرآنِ پاک کے احکام کے مطابق لکھا دیا تھا۔ یہ ہے آپ کے مقدمہ کا فیصلہ اور میری سرکار کی چٹھی مجھے دے دیں۔ چٹھی لے کر تحصیل دار

صاحب نے چٹھی کو بوسا دیا اور آنکھوں پر رکھا اور فرمانے لگے میں اپنی اولاد کو کہہ دوں گا کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خط بعد از مرگ میرے کفن میں رکھ دینا۔ جب مولوی فضل حق تحصیلدار نے فیصلہ سنایا تو دونوں فریق بہت خوش ہوئے اور عدالت سے باہر دونوں فریق یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ مقدمہ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا ہے۔ دونوں ہی فیصلہ کو اپنی اپنی جانب منسوب کرتے تھے۔[1]

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فطرت کاملہ سے بڑی وسعتِ نظر پائی تھی اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصلاح کا جذبہ ہر میدانِ عمل میں کارفرما تھا۔ اتباع سنت ہو یا معاشرتی اصلاح حتیٰ کہ مسلمانوں میں عقائد کی اصلاح کا بھی کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص اور تصرف ہر کام میں روبہ عمل دکھائی دیتا تھا۔ خدا کے فضل سے جس کے ہمیشہ مثبت اثرات مرتب ہوئے تھے۔

"ایک دفعہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ چند آدمی جو کہ پٹھان تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھنے لگے کہ ہم نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنا ہے۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "اسے مل کر کیا کہنا ہے۔" انہوں نے کہا ان سے چند مسئلے پوچھنا ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ کوئی مولوی تو نہیں ہے۔ مسئلے تو مولویوں سے پوچھے جاتے ہیں۔ ویسے وہ مسئلے کیا ہیں۔ پٹھان کہنے لگے ان سے پوچھنا ہے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے دیکھو میں جس طرح اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اس سے کہیں بہتر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دیکھ رہے ہیں دوسری کون سی بات ہے۔ انہوں نے کہا: الصلوٰۃ والسلام

[1] حدیث دلبراں صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۵

علیك یا رسول اللہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جوش میں آ کر فرمایا: الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ۔ الصلوۃ والسلام علیك یا حبیب اللہ تو میں خود پڑھا کرتا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ وہ سب کے سب اونچی آواز میں پڑھنے لگے: الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ۔ الصلوۃ والسلام علیك یا حبیب اللہ۔ یہ پڑھتے پڑھتے ہی وہ بے ہوش ہو گئے۔ لوگ جب انہیں ہوش میں لانے لگے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرماتے ہوئے کہا یہ خود بخود ہوش میں آجائیں گے۔ انہیں ایسے ہی رہنے دو۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہوش میں آگئے اور ان کے قلوب شبہات اور شکوک کے غبار سے پاک تھے۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دن ایک وہابی آیا اور اُس نے کہا میں نے ایک مسئلہ پوچھنا ہے" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے یہی فرمایا کہ مسئلے تو کسی مولوی سے پوچھے جاتے ہیں۔ خیر بتاؤ وہ مسئلہ کیا ہے۔ اس نے کہا: "یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئًا للہ" پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئًا للہ تو میں خود پڑھا کرتا ہوں۔

آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ اس وہابی کو وجد ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ قریباً دو گھنٹے بعد جب اُسے ہوش آیا تو وہ روتا تھا اور بے اختیار یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئًا للہ

پڑھتا تھا۔جب لوگوں نے اُس سے پوچھا تو کہنے لگا کہ جب میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئًا للہ کہا تو مجھے وجد ہو گیا اور بے ہوشی طاری ہو گئی تو سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میں نے عرض کیا کہ سرکار آپ کو یاد کیا جائے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے ہیں تو حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں جو مجھے خلوص و محبت سے پکارے تو میں آجاتا ہوں۔اس واقعہ کے بعد اس وہابی نے وہابیت سے توبہ کر لی۔

ایک شخص عبدالرحیم نامی فرقہ باطلہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کے عقائد درست نہیں تھے۔وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور مجھے دانت میں درد ہے۔ڈاکٹر محمد یوسف آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں ان کے نام رقعہ لکھ دیجئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے پیچھے سے ہو کر سامنے آؤ وہ جب پیچھے سے ہو کر سامنے آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہاں ہے درد۔اس نے کہا اس دانت میں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس پر انگلی رکھو اس نے دانت پر انگلی رکھی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئًا للہ پڑھ کر پھونک ماری تو درد جاتا رہا۔اس دن کے بعد اس شخص نے عقائد فاسدہ سے توبہ کر لی۔(۱)

حاجی فضل الٰہی صاحب بیان کرتے ہیں۔قریب ہی محلہ گگے زئیاں میں اونچی مسجد میں آپ تشریف لے گئے اور فرمایا:"میاں بابا محمد حجام، میر جان صاحب سجادہ نشین حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کا مرید کہیں رہتا ہے۔ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ فرما ہی رہے تھے کہ بابا محمد آگیا اور بڑی عقیدت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ملا اور کہنے لگا مجھے مدت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا اشتیاق تھا۔آج اللہ تعالیٰ نے یہ آرزو پوری کر دی ہے۔حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے بابا محمد حجام پر کمال مہربانی فرمانے کے بعد پوچھا "یہاں مسجد میں شرقپور کے ایک

حافظ غلام نبی پیش امام ہیں وہ کہاں ہیں۔ بابا جی نے عرض کی: حضور! وہ تو یکی دروازے میں رہتے ہیں اور نماز کے وقت ہی آتے ہیں۔ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ وہ تشریف لے آئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور کہا: ''اپنی لڑکی کو کیوں گھر بٹھا رکھا ہے۔اس کو سسرال کیوں نہیں بھیجتے۔حافظ صاحب نے چند ایک شکایات عرض کیں۔لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لڑکی بھیج دینے پر ہی اصرار کیا۔حافظ صاحب نے عرض کیا: ''سرکار! کوئی لینے بھی تو آئے وہ تو آتے ہی نہیں۔'' حافظ صاحب ابھی یہ کہہ ہی رہے تھے کہ مہر بخش کولی جو اس لڑکی کا سسر تھا آ گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ حافظ صاحب کو مہر بخش کے ساتھ لڑکی رخصت کرنے کی ہدایت فرما کر وہاں سے چلے آئے۔سبحان اللہ! حضرت صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا کوئی لمحہ اور کوئی وقت ایسا نہیں تھا جس میں اصلاح احوال، فیض رسانی اور تبلیغ کا مشن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیشِ نظر نہ ہو۔آپ رحمۃ اللہ علیہ جہاں بھی گئے اور جب بھی کوئی موقعہ ملا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس تبلیغی اور اصلاحی پروگرام کو جاری رکھا۔[1]

اپنی مرض الموت کے زمانے میں بھی حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی معاشرتی اصلاحی کاموں میں بھرپور توجہ رکھی اور ان کو اپنی زندگی کے آخری سانس تک پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

حاجی فضل الٰہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جب بیماری سے قدرے افاقہ ہوا تو آپ نے پنجابی زبان کی بجائے اردو میں گفتگو کرنا شروع کر دی۔حالانکہ اس سے پہلے کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اردو بولتے نہیں دیکھا گیا۔ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کوئی آدمی جائے اور نظام دین ریوڑی والے سے پانچ صد روپے لے آئے۔جب وہاں سے رقم آ گئی تو

[1] حدیث دلبراں صفحہ ۲۹۳-۲۹۴

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر دے دی کہ اپنا قرض ادا کریں۔ ایسے ہی ایک دو روز بعد مزید پانچ صد روپے منگوا کر میاں ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر دے دیئے کہ وہ اپنی قرض لی ہوئی رقم لوٹا کر سرخرو ہو جائیں۔"

اوپر بیان کردہ واقعہ کے دوسرے دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غلام محمد حجام کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ منڈی واربٹن کے قریبی گاؤں کنجری دے چک جاؤ اور مہر بخش مونگا کو بلا لاؤ۔ حسب الارشاد غلام محمد حجام وہاں گئے اور مہر بخش کو لے آئے۔ بابا مہر بخش کو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"فضل الٰہی کا بازو تھام لو اور اسے ساتھ لے جا کر اپنی پوتری کا نکاح بابا نوردین کے لڑکے حاجی محمد حسین سے کر دو۔"

بابا مہر بخش نے کہا میرے لڑکے موجود نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کسی کی ضرورت نہیں میں جو ہوں۔ چنانچہ بابا مہر بخش گھر پہنچا سب عورتوں کو اکٹھا کیا اور کہا حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حکم ہے لہٰذا یہ نکاح کیے دیتا ہوں۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے عم زاد میاں غلام کبریا صاحب (مرحوم و مغفور) نے خطبۂ نکاح پڑھ کر ایجاب و قبول کروا دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رشتہ ایسے کیوں کروایا تو اس کے متعلق عرض ہے کہ بچپن سے کیا ہوا یہ رشتہ بعض خاندانی رنجشوں کی وجہ سے ٹوٹ رہا تھا اور اس رشتہ کے ساقط ہونے سے ایک باعزت گھرانے میں فتنہ و فساد اور شر پیدا ہونے کا خطرہ تھا جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فراست اور جرأت داثر سے مٹا دیا۔ یہی وہ واقعات اور کام ہیں جن کے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مرض الموت کے دوران فرمایا تھا:

"ابھی دو چار کام پایہ تکمیل تک پہنچانے باقی ہیں۔"[1]

---

[1] حدیث دلبراں صفحہ ۳۴۱-۳۴۲

باب نمبر ۶

تحریکِ اِحیائے سُنّت

حضرت مرزا مظہر سلطان جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے لکھا ہے کہ پاخانے کے لیے آرہے تھے۔ جب بیت الخلا کے پاس آئے تو غلطی سے دایاں پاؤں لیٹرین میں رکھ دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جب قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو پہلے بایاں پاؤں اندر رکھو۔ مسجد میں داخل ہو تو پہلے دایاں قدم رکھو۔ حضرت نے جلدی سے دایاں پاؤں بیت الخلا میں رکھ دیا۔ وہیں اللہ اکبر کہہ کر گر پڑے۔ لوگوں نے آ کر اٹھایا۔ ٹوپی دور جا گری بے ہوش ہو گئے۔ کافی دیر تک بے ہوشی کی حالت میں رہے۔ ہوش آنے پر کسی نے پوچھا۔ حضرت صاحب کیا ہوا؟ فرمایا: خلاف سنت دایاں پاؤں لیٹرین میں چلا گیا جبکہ بایاں پاؤں رکھنا تھا۔ میں ڈر گیا کہ کہیں خدا کا عذاب ہی نہ آ جائے۔ کیونکہ خلافِ سنت کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اکابرین بزرگ کس قدر سنت کے پابند تھے۔ دراصل یہ ایک معمولی بات تھی لیکن چونکہ اتباعِ سنت کے خلاف تھی اس لیے خدا کا خوف غالب آ گیا۔

سُنّت کیا ہے؟

جو کام پیغمبرؑ کریں جو کام نبیؐ سے کرنا ثابت ہو اسے سُنّت کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں قدم رکھیں تو دایاں قدم پہلے رکھنا سنت ہے۔ جب نکلیں تو بایاں قدم پہلے نکالیں تو پہلے بایاں قدم نکالنا سنت ہے۔ کپڑے

پہنیں تو پہلے دائیں سے شروع کریں۔ مصافحہ دائیں ہاتھ سے کریں۔ سوئیں تو دائیں کروٹ سوئیں۔ کوئی چیز تقسیم کریں تو دائیں ہاتھ سے کریں۔ غرض دائیں ہاتھ سے کام کرنا سنّت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کرنا میری سنت ہے۔ جو نہ کرے میری سنت کا منکر ہے۔ نکاح مسجد میں کرنا سنت ہے۔ چھوہارے تقسیم کرنا سنت ہے۔
ہم اس پیغمبر ﷺ کے غلام ہیں جن کے بارے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مدینے کے آخری کونے میں کوئی بیمار ہوتا تو ہمارے آقا ﷺ اس کی بیمار پرسی کے لیے پہنچ جاتے۔ اس کے لیے دعا فرماتے۔ داڑھی رکھنا سنت ہے۔ جمعہ کے دن غسل کرنا اور خوشبو لگانا سنت ہے۔ مونچھوں کو کتروانا نبیؐ کی سنت ہے۔ بغلیں منڈوانا، بچے کی پیدائش پر عقیقہ کرنا، دائیں ہاتھ سے کھانا، بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا، اپنے آگے سے کھانا، ہاتھ دھو کر کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا، بے شمار ایسے کام ہیں جو ہمارے آقا ﷺ کے ہمارے لیے سنت ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا گیا اہلِ سنت کون ہیں؟ فرمایا: جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقے کو زندہ کریں، وہ اہلِ سنت ہیں اور جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلیں وہ بھی اہلِ سنت ہیں۔ آپ کہیں گے کہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ تو سنت ہے لیکن صحابہ کرام کا طریقہ کس طرح سنت ہوا تو یاد رکھیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (علیکم سُنتی وَ سنة الخلفاء الراشدین) یعنی میری اور میرے صحابہ کی سنت میرا طریقہ اور میرے خلفائے راشدین کا طریقہ بھی سنت ہے یہ الفاظ بخاری، ترمذی، مسلم شریف، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں موجود ہیں اور تمام کتب احادیث میں چمک رہے ہیں۔

اِتباعِ سُنّت

لفظ سنت کا اطلاق ہر اس قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے جو آنحضرت ﷺ

سے منسوب ہو اور آپ سے منقول ہو کر ہم تک پہنچا ہو۔ ان معنی کی رو سے سنت لفظ حدیث کے مترادف ہے لیکن سنت کا ایک دوسرا مفہوم بھی ہے اور وہ ہے کہ حضور ﷺ کی وہ روش اور عملی طریقہ اختیار کرنا جس پر عہدِ نبوی ﷺ میں مسلسل تعامل جاری رہا۔

مسلمانوں کے لیے یہ طریق سنت اختیار کرنا لازمی ہے، کوئی عمل اس وقت تک مقبول نہیں ہوتا جب تک کہ وہ سنت کے تابع نہ ہو۔ سنت پر عمل کرنے والا فیضانِ نبوت سے سرشار ہوتا ہے۔ کسی مسلمان کو فیضانِ نبوت ہی درجات خداوندی سے نوازتا ہے اور فیضانِ نبوت سے ہی کوئی مسلمان ولایت کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے لیکن اگر وہ تارکِ سنت ہو تو پھر ولایت کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ ولایت نبوت کے تابع ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ سنتِ رسول ﷺ کو اختیار کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> ''اے محبوب ﷺ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔''

اور پھر ارشاد فرمایا:

> ''رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔''

اس نمونہ میں ڈھل جاؤ۔ جو رسول اللہ ﷺ تمہیں دیں۔ مضبوطی سے پکڑ لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ اس سے سنت کی اہمیت ہر مسلمان پر واضح ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تمام اولیائے کرام نے سنت رسول ﷺ پر خاصا زور دیا۔ خود اپنی زندگی کو سنتِ رسول ﷺ کے مطابق بسر کرتے اور اپنے ملنے والوں کو سنت کی پیروی کی تلقین فرماتے۔ جب کوئی شخص خلافِ سنت عمل کرتا تو ان کو دکھ ہوتا اور وہ فوراً اسے ٹوکتے۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تم نے رسول اللہ

ﷺ کی محبت کا دعویٰ تو کیا ہے، لیکن سنتِ رسول ﷺ کو ترک کر دیا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور نبی ﷺ کی سنت کو پس پشت ڈال دیا۔

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کچھ معلوم ہے تمہیں اپنے زمانہ کے لوگوں پر کیوں برتری حاصل ہے۔ پھر خود ہی ارشاد فرمایا چونکہ تم میری سنت کی پیروی کرتے ہو اور اللہ کے نیک بندوں کا احترام کرتے ہو۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے مخلوق کے لیے تمام راستے بند ہیں، صرف ایک راستہ کھلا ہے اور وہ ہے سنتِ رسول ﷺ کی پیروی۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔ ہر فضیلت اور ہر کمال سنت کی پیروی اور اتباعِ شریعت سے وابستہ ہے۔ مثلاً سنت نبوی ﷺ کے اتباع کے طور پر دوپہر کا سونا یعنی قیلولہ کرنا کروڑوں راتیں جاگنے سے بہتر اور افضل ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہر عمل اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا، جاگنا، کھانا پینا، لین دین، اوڑھنا، پہننا، دیکھنا، بھالنا، نہانا دھونا، سنت کے مطابق تھا۔ بڑے بڑے علماء اور سنت کے دعویدار جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملتے تو پکار اٹھتے کہ ہمارے تو خالی دعوے ہی ہیں، سنت کا صحیح نمونہ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور اعلان کرتے کہ اگر کسی نے سنت کا صحیح نمونہ دیکھنا ہو تو شرقپور شریف میں جا کر دیکھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اکسیر صحبت سے مسجدوں، بازاروں، دفتروں، کھیتوں، دکانوں، کارخانوں، حکومت کے ایوانوں اور غریبوں کی جھونپڑیوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے سنت کا چلتا پھرتا نمونہ بنے رہتے۔ آج بھی آپ کے ملنے والے پہلی نظر میں

پہچان لیے جاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس شریف میں جانے والے شخص کو پہلے ایک تیاری کی ضرورت ہوتی تھی۔ یہ صرف نئے آنے والوں پر ہی موقوف نہ تھی بلکہ مدتوں آنے والے بھی اس سے مبرا نہ تھے۔ ہر بار سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی نہ کوئی نئی جھلک نظر آتی۔ سراپا سنت جب کسی کی معمولی سی حرکت بھی خلافِ سنت دیکھتے تو فوراً اس پر برس پڑتے اور سخت نفرت کا اظہار فرماتے۔ اس معاملہ میں چھوٹے بڑے ادنیٰ واعلیٰ کی کوئی تمیز نہ تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے بڑے فرعونوں کو انسان بنایا۔ بڑے بڑے منہ زوروں کو رام کیا۔ انتہادرجے کے گمراہوں کو سیدھی راہ دکھائی۔ خدا کے منکروں کو خدا پر ایمان بخشا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں التوا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پہلی نظر اور پہلی صحبت کام کر جاتی تھی۔ سنت کے خلاف کوئی فعل دیکھتے تو تیغ بے نیام بن جاتے۔ پھر کون بڑا اور کون چھوٹا۔ انگریزی تہذیب کے زیر اثر داڑھی رکھنا بڑا دشوار تھا بلکہ میرے خیال میں ایک بڑا اجہاد تھا۔ بالخصوص ملازمین کے لیے سخت مشکل تھا۔ داڑھی دیکھ کر افسر بدک جاتے۔ داڑھی کی بناپر ترقیاں رک جاتیں۔ سخت سست سننا پڑتا۔ ایسے دور میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والوں کے چہروں پر نورانی داڑھیاں موجود تھیں۔ نماز میں جماعت کے وقت داڑھی منڈے کو اگلی صف میں جگہ نہ ملتی۔ اگر کوئی غلطی سے پہلی صف میں کھڑا ہو جاتا تو اسے پیچھے ہٹا دیا جاتا۔ داڑھی منڈے ایسے لوگ بھی حاضر ہوتے جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوتے۔ ان کے عہدوں کا ہرگز خیال نہ کیا جاتا۔ کبھی تو زبانی نصیحت پر ہی بات ٹل جاتی مگر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ زناٹے کے تھپڑ پڑتے، زبانِ دُرافشاں سے ارشاد ہوتا کہ سکھوں کے چہروں پر بھی تو داڑھیاں ہیں وہ بھی ملازمت کرتے ہیں۔ سکھ اپنے گرو کے کہنے پر اتنی سختی سے عمل پیرا ہیں مگر تمہیں اپنے پیغمبر علیہ السلام کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے عار آتی ہے۔ وہی دوسری بار حاضر خدمت ہوتے جن کے چہروں پر داڑھی سجی ہوتی۔ بڑھی ہوئی مونچھوں کو پکڑ لیتے اور

خوب ملاتے اور فرماتے یہ کیا بنا رکھا ہے۔ اگر کسی کے سر پر انگریزی فیشن کے بال ہوتے تو ان بالوں کو پکڑ کر خوب ملاتے اور فرماتے کیا تمہارے باپ دادا کی شکلیں ایسی ہی تھیں، تم کو اپنے باپ دادا کی شکلیں بری لگتی ہیں۔ سیاہ جوتے کو پسند نہ فرماتے۔ اگر کسی کے سر پر صرف ٹوپی ہوتی تو فرماتے صرف ٹوپی نصاریٰ کا شعار ہے اور صرف پگڑی یہود کا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ٹوپی اور پگڑی دونوں کا حکم فرماتے۔ باریک کپڑا پہننے سے منع فرماتے۔ انگریزی لباس سے سخت نفرت تھی۔ قمیص کی آستین کھلی رکھتے اور دوسروں کو بھی تلقین فرماتے۔ بند بازوؤں والی قمیض ناپسند فرماتے۔ ایسی قمیص کے کف اور آستین پھاڑ دیتے اور فرماتے اب کتنا اچھا لگتا ہے۔ بیٹھنے کا طریقہ یہ تھا کہ ہمیشہ دوزانو بیٹھا کرتے۔ چوکڑی مار کر بیٹھنے سے منع فرماتے۔ ننگے سر بیٹھنے سے سخت ناراض ہوتے۔ فرمایا کرتے کہ انگریز کے دربار میں جانا ہو تو خوب اہتمام سے جاتے ہیں لیکن خدا کے حضور ننگے سر ہی آجاتے ہیں یعنی مسجد میں ننگے سر ہی آجاتے ہو۔ کھانا سنت کے مطابق دستر خوان پر ہوتا تھا۔ فرمایا کرتے کہ اب مسلمان بھی انگریز کی طرح میز پر کھانا کھاتے ہیں۔ چھری کانٹے کا استعمال کرتے ہیں۔ ان کو ایسا کرتے ہوئے خیال نہیں آتا کہ یہ خلافِ سنت ہے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق کھانا کھانے سے ان کی حیثیت میں کیا فرق پڑتا ہے۔ سب نام کے مسلمان ہیں۔ مسلمان تو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ایک عمل کرتے ہوئے بھی شرم محسوس کرتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دو دو تین تین اشخاص مل کر کھانا کھاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کمال شفقت سے کھانا کھلاتے، کھانے کے بعد برتن صاف کرنے کا حکم تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ سالن کے برتن کو صاف کرنا سنت ہے۔ کھانا ہمیشہ ہاتھ دھو کر کھایا جاتا۔ بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا شروع ہوتا۔ کھانا کھانے کے بعد دعا پڑھنے کو کہا جاتا۔ آدابِ مسجد کا خاص خیال رکھتے، اپنے ملنے والوں کو بھی آدابِ مسجد کی تلقین فرماتے، جب

مسجد میں داخل ہوتے تو ہمیشہ دایاں پاؤں رکھتے اور ساتھ دعا پڑھتے اگر کوئی بایاں پاؤں رکھتا تو سختی سے منع فرماتے۔ جب مسجد سے باہر نکلتے تو ہمیشہ بایاں پاؤں باہر رکھتے۔

سنتِ رسول ﷺ کا اتنا خیال رکھا جاتا کہ مسجد سے نکلتے وقت یہ بھی نہ بھولتے کہ دائیں پاؤں میں جوتا پہلے پہننا ہے۔ یوں کرتے کہ بایاں پاؤں باہر نکال کر پنجہ جوتے میں پھنسا لیتے اور پھر دایاں پاؤں نکال کر جوتا پہن لیتے اور پھر بایاں پاؤں جوتے میں ڈالتے۔ اللہ اکبر! اسے کہتے ہیں سنتِ رسول ﷺ کا ہر حالت میں خیال رکھنا۔ مسجد میں دو زانو بیٹھنے کی تاکید فرماتے۔ دنیاوی بات چیت سے منع فرماتے، نماز باجماعت کی تاکید فرماتے، لوٹے کی ٹوٹی کا منہ قبلہ رخ رکھتے اگر ادھر ادھر ہوتا تو اپنے ہاتھ سے ٹھیک کر دیتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف ان لوگوں کو ہی ڈانٹتے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کوئی خلافِ سنت کام کرتا بلکہ دورانِ سفر بھی اگر کوئی خلافِ سنت کام دیکھتے تو فوراً اس شخص کی توجہ اس طرف دلاتے اور آئندہ احتیاط کی تلقین فرماتے۔ ایک دفعہ ایک صاحب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اگالدان پیش کیا اور اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں جانب رکھ دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرا بایاں تو اس طرف ہے۔ غور کا مقام ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں سنت کی کیا اہمیت تھی اور ان جیسا عاملِ سنت کب پیدا ہوگا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپؒ کی عادت مبارک تھی کہ گرمیوں میں دو کرتے پہنا کرتے۔ جب کوئی سوالی آجاتا تو ایک کرتا اتار کر اس کو دے دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلام میں پہل فرماتے۔ اگر کوئی بدعتی یا فاسق مل جاتا تو بعض اوقات اس سے سخت بیزار ہوتے اور بعض دفعہ شفقت سے سمجھاتے۔

سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ جس طرح خود معمولات اور اتباعِ سنت پر عزیمت رکھتے تھے اسی طرح سب یارانِ طریقت اور جانثارانِ الفت سے بھی توقع رکھتے تھے۔ اگر کسی کو اس کے برخلاف دیکھ پاتے تو پورے طیش میں آ کر تنبیہ فرماتے۔ بلکہ نو واردوں اور قدم بوسانِ درگاہ سے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہی امید ہوتی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگیا تھا کہ ہر حاضر ہونے والا حاضری سے پہلے اپنے آپ کو درست کر کے حاضر ہوتا اور اپنے ہر ایک فعل، ہر ایک حرکت کو سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تیار ہو کر آتا۔ اگرچہ یہ صفت عزیمت بھی کمالاتِ وہبہ سے ہے، لیکن درحقیقت اسے کمالات کسبیہ سے زیادہ تعلق ہے۔ درد و محبت اور سوز و گداز کے ساتھ اس کا جمع ہونا نہایت ہی مشکل بلکہ ایک حد تک ناممکن۔ لیکن اتباعِ سنت کے شوق نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں یہ ناممکن ممکن کر دکھایا۔ یہی ایک علوِ کمال تھا جس نے یگانوں اور بیگانوں کو ایک عقیدہ پر قائم کر دیا تھا۔ آپ ایک اولوالعزم ولی اللہ تھے اور آج دنیا میں آپ کی نظیر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ گو کہ ہزاروں اولیاء اپنے درجہ کمالات میں ممتاز ہوں گے لیکن اس صفت اور اس درجہ کی عزیمت رکھنے والے بزرگ نایاب ہیں۔[1]

تحریکِ احیائے سنت

اتباعِ سنت میں جس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کامل نمونہ تھے، احیائے سنت کے لیے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ واقعی حریص تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کوئی عمل بھی خلافِ سنت پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ مبارک ہے کہ "مسلمان جب کوئی عمل خلافِ سنت دیکھے تو بھوکے بھیڑیے کی طرح اس پر جھپٹ پڑے۔" تمام عمر یہی طرزِ عمل آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنائے رکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو احیائے سنت کے سلسلے میں کوئی خوف اور ڈر نہ تھا۔ احیائے سنت کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ جارحانہ انداز اپنایا۔ قدرت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو

---

[1] خزینۃ المعرفت صفحہ ۱۴۳

ایسا رعب اور دبدبہ عطا فرمایا تھا کہ کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جس عہد میں آنکھیں کھولیں وہ انگریزوں کے سیاسی عروج کا زمانہ تھا اور انگریزوں کا یہ مقصد کسی سے ڈھکا چھپا نہیں تھا کہ وہ اس غلام قوم کو اپنی تہذیب و تمدن کے رنگ میں رنگنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے اسلامی مدارس کی اہمیت کو کم کر دیا اور مسلمانوں کے آزاد تعلیمی نظام کو ایسی کاری ضرب لگائی کہ برصغیر پاک و ہند میں تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمان متمدن حکمران قوم سیاسی اور تمدنی لحاظ سے کمزور ہو گئی۔ انگریزوں نے مغربی تعلیم کو حصولِ معاش کا ذریعہ قرار دیا اور جا بجا سرکاری سرپرستی میں انگریزی زبان کی تعلیم کے ادارے قائم کیے۔ مسلمانوں نے مجبور ہو کر مغربی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ بڑے بڑے گھرانوں کے لوگ مغربی علوم کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کر کے بڑے بڑے جلیل القدر مراتب پر فائز ہونے لگے۔ فرنگی تہذیب کے زیر اثر لوگ فلسفہ اور دہریت کی فضا میں پرورش پانے لگے جن کی نشوونما فرنگی تہذیب میں ہونے لگی۔ تعلیم کا اکثر حصہ بے دینی پر مشتمل تھا۔ مسلمانوں کے لباس، خوراک اور عام تمدن میں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس عہد کے فقر کی حیثیت سلف صالحین کے فقر سے الگ تھی۔ پہلے زمانے میں بزرگ اس مقصد کے لیے اپنی عمریں صرف کرتے تھے اور اس کے بعد فقر حاصل ہوتا تھا۔ اس عہد کے عام مسلمان اتباعِ سنت سے بے بہرہ ہو چکے تھے اور فرنگی تہذیب کے اس قدر دلدادہ ہو چکے تھے کہ ان کی نقالی میں ترقی یافتہ بننے کے آرزومند تھے۔ اس لیے دھڑا دھڑ فرنگی تہذیب و تمدن اختیار کرنے لگے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ تصوفِ اسلام میں بھی کئی نقائص تھے جن کی اصلاح کرنا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصدِ اولیں تھا۔ فقر و تصوف جس کو حاصل کرنے کے بعد اپنی فنائے نفس کو دنیا و مافیہا کی کامیابی جانتے تھے آج اس کا خیال بھی کسی ایسے بھلے صوفی کے دماغ میں نہیں تھا۔ تصوف کو ایک علمی درسگاہ اور خلافت کے حصول کو روپیہ کمانے کی

مشین سمجھا جاتا تھا۔ اس راہ میں مجاہدہ اور ریاضت صرف تہذیبِ نفس کے لیے کیا جاتا ہے۔ پیر کی صحبت تہذیب اخلاق کے لیے حاصل کی جاتی ہے۔ نذر و نیاز، خدا عزوجل اور رسولِ اکرم ﷺ کی خوشنودی کے لیے دی جاتی ہے اور اصحاب کو خاص تہذیب اور خاص اخلاق میں پکا یا جاتا ہے لیکن جب عام تہذیب و اخلاق کا موازنہ کیا جائے تو نتیجہ صفر نظر آتا ہے۔ اگر صحیح فنائے نفس حاصل نہ ہو تو تصوف کو بدنام کرنے کے مترادف ہے۔ اسی طرح اس دور میں عُجب اور ریا کاری کا دور دورہ تھا۔ اخلاص و نیاز کے جوہر بالکل مفقود تھے۔ دنیا بھر کی منڈیاں تلاش کر ڈالو کسی جگہ یہ جوہر موجود نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا قرآنِ پاک میں فرمان ہے:

وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِكَ خَیْرٌ ؕ

ترجمہ: "پرہیزگاری کا لباس سب سے عمدہ لباس ہے۔"

اس لباس کی بھی اس دور کے فقر و تصوف میں تنگی اور بے مائگی تھی۔ تقویٰ کو لباس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہر گھڑی اور ہر آن انسانی لباس انسان سے جدا نہیں ہوتا اسی طرح ایک مسلمان سے تقویٰ بھی جدا نہیں ہو سکتا۔ اس دور میں تقویٰ کے معانی بھی بہت محدود کر دیئے گئے تھے اور طہارت بدنی سے بڑھ کر اگر نماز تک کوئی بزرگ اس کا حلقہ وسیع کر دے تو غنیمت خیال کیا جاتا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے دین اور ملحد لوگ علی الاعلان تقویٰ پر تنقید کرنے لگے کہ لوگوں کی نماز یا وضو دیکھو تو فرشتے نظر آتے ہیں اگر معاملات اور اعمال کو دیکھو تو صاف شیطان نظر آتے ہیں، تو ضرورت اس بات کی تھی کہ تقویٰ کو وسیع تر معنی سے زینت دی جائے۔ وگرنہ تقویٰ کے بغیر ذکرو اذکار اور عبادات بے معنی ہیں۔ اسی طرح بعض بزرگوں نے ادب کی تعلیم کی طرف اگرچہ توجہ دی بھی تو اپنے حضور آنے، باادب بیٹھنے، باادب کلام کرنے اور باادب سلام کرنے تک محدود ہے۔ لیکن حقیقی ادب کا پتہ نہیں دیا۔ اکثر صوفی مراقبہ، مذاکرہ اور

دیگر مؤدبانہ اعمال میں ایسے بے ادب دکھائی دیتے ہیں کہ الٰہی توبہ، کھانا کھاتے وقت بسم اللہ شریف زبان پر نہ آتی۔ اور سر کی چوٹی ننگی کر کے فرنگیانہ تہذیب سے کھاتے پھرتے۔ تصوف کے مندرجہ بالا نقائص کو دور کرنے کے لیے حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پیر کی سنت کے لیے تو لوگ انگلیوں پر پاخانہ لگائے پھرتے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کی پرواہ نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اِن آدابِ مریدانہ پر یکدم قلم پھیر دیا اور وہ آداب تعلیم کیے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے ارشاد فرمائے تھے۔ جسے اسوہ حسنہ کہتے ہیں یا دوسرے لفظوں اتباعِ سنت اور تمام شب وروز انہیں مدنظر رکھا۔

فرمایا: ہم فقیری فقوری کو نہیں جانتے ہم تو صرف سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جانتے ہیں۔ ہمیں تو ایک ہی شجرہ لا الہ الا اللہ محمدٌ الرسول اللہ کافی ہے۔ کسی اور شجرہ کی ضرورت نہیں۔ مسلمان نہیں بنتے اور فقیر بنتے ہیں۔[1]

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں نے ذکر واذکار کو فقر کا لازمہ خیال کیا ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ یہ تو مسلمانی کا لازمہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ۔[2]

ترجمہ: ”اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے۔“

اتباعِ سنت پر چلنے کی ہدایت دینا ایسی ٹیڑھی کھیر ہو گیا جیسے جوئے شیر لانا بلکہ بعض اوقات دعوت دینے والے کا مذاق اڑایا جاتا اور دعوت دینے والا مشکلات

---

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۳۱

[2] انقلاب الحقیقت صفحہ ۱۹۲

دیکھ کر حوصلہ ہار بیٹھتا۔ ایسے وقت میں کسی ایک کو بھی حقیقی اتباع سنت پر راسخ کر دینا درحقیقت معجزہ اور کرامت تھا۔ حضرتِ اقدس میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات جس بے تابی اور بے پرواہی سے اس تلاطم میں کود کر خلق اللہ کو شاہراہِ سنت پر لے نکلی یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی حصہ تھا اور اتنی بڑی کامیابی ہوئی کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی کوشش اور پہلی توجہ اتباع سنت پر ہوتی۔ جب یہ مکمل ہو جاتا تو باطن پر توجہ فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اتباعِ سنت اور نیاز و اخلاص کے اندر ایسی بجلی لگائی تھی جو ہر گھڑی ہر آن ان اوصاف کو روشن کرتی رہتی تھی جس طرح روئی کی بتی کو تیل اپنی مدد پہنچا کر اسے گل نہیں ہونے دیتا اسی طرح دلوں کے اندر ایک حوض مہر دیا تھا کہ ان اوصاف کو دم بدم روشن تر کرتا رہے اور بجھنے نہ دے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس طرح اپنی دوسری صفات میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ اسی طرح ''عقلِ کلی'' میں بھی امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تاڑ لیا تھا کہ موجودہ دور میں کون سی بات تصوف میں تباہ کن ہے اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا طریقہ سلوک اور رشد و ارشاد اپنی جدتِ طبع سے پیدا کیا جو متاخرین سے الگ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی سالک کو کبھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کچھ تم نے حاصل کر لیا اور یہ کچھ باقی ہے۔ بلکہ کامل سوار کی طرح اپنے گھوڑے کو منزلِ مقصود کی طرف گاہے دوڑاتے، گاہے چلاتے اور کبھی آرام دیتے لیکن ہمیشہ سفر کی دوری کا منظر دکھاتے کہ سفر کا اختتام اسی وقت ہے جب مراحل عمر اپنی آخری منزل پر پہنچ جائیں گے اور سفر اسی وقت کامیاب اور سعادت مند خیال کیا جاوے گا جب راستے کی تمام منازل بخیر و خوبی طے ہو جائیں گی۔ ورنہ سب کچھ بے سود۔[1]

اس لیے میں نے اس باب کا عنوان ''تحریک احیائے سنت'' دیا ہے کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اتباعِ سنت کے خود پابند تھے بلکہ احیائے سنت کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۱۹۰

نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ اس عہد کے کسی بزرگ یا عالم سے نہ ہو سکے۔

حضرت صاجزادہ محمد عمر صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

”جو کام آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا وہ کسی دوسرے اہل اللہ کی طاقت کہاں، وہ کسی ایک کا گھر بھرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ تمام کائنات کو اچھے اخلاق میں، اچھے خیالات میں، اچھے لباس میں اور اچھے اکل حلال میں دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مدِنظر یہ نہ تھا کہ فلاں یہ کہلائے یا وہ کہلائے بلکہ یہ پیشِ نظر تھا کہ مسلمان مسلمان نظر آئیں اور دنیا رسولی رنگ میں رنگی نظر آئے۔“

۴۔ صبغت اللہ

ارشادِ خداوندی ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمہ: ”کہہ دو کہ ہم نے خدا کا رنگ اختیار کر لیا ہے اور خدا سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے اور ہم اُسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔“

خدا کے رنگ سے مراد اُس کا دین اسلام ہے جو خدا کی توحید خالص سکھاتا ہے۔ اور اُسی کو مستحق عبادت بناتا ہے۔ اسلام کی اصلاح و تبلیغ کا مقصد بھی یہ ہے کہ خدا کی توحید اور وحدانیت کا ہر انسان ماننے والا بن جائے اور ایمان و ایقان کی دولت سے بہرہ ور ہو جائے اور ہر انسان اس کی زمین پر اُس کے پسندیدہ رنگ میں رنگا جائے اس لیے نیابتِ الٰہی کا سلسلہ نبیوںؑ اور رسولوںؑ کے ذریعے قائم کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کو اپنی اتباع قرار دیا ہے۔ حضرت

محمد ﷺ کی زندگی کے بعد یہ فریضہ علماء کرام اور اولیائے کرام نے ادا کرنا ہے جو اس کے صحیح وارث قرار دیئے جاتے ہیں۔ لیکن موجودہ دور میں اتباعِ سنت کے نام سے مسلمان ناآشنا ہوتے جارہے ہیں۔ پڑھے لکھے لوگ تو مغربی تہذیب میں جذب ہو کر اتباعِ سنت کا مذاق اڑاتے ہیں اور دیہاتی لوگ اتباعِ سنت کے نام سے ناواقف ہیں۔ اتباع سنت کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاجزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"اتباعِ سنت کا جوہر گرانمایہ مسلمانوں سے ایسا گم ہو گیا کہ مسلم آبادی کے اگر ایک ملین پر نظر کی جائے تو حقیقی متبع سنت کوئی نظر نہیں آتا ہاں جزئیات میں بہت سی جماعتوں نے اپنے لیے چند سنن مقرر کر رکھی ہیں جن پر وہ نہایت زور سے پابند ہیں لیکن ان مقرر کردہ اور مجوزہ زیرِ عمل سنن کے علاوہ نہ تو توجہ اور نہ خیال ہے بلکہ فرقہ بندی کے لیے اور اپنا تعصب دکھانے کے لیے بعض اختلافی اتباع پر کلہاڑیاں اور چھرے نکال لیے جاتے ہیں۔ لیکن متفقہ اتباع سنت پر توجہ تک نہیں۔ مثلاً داڑھی، لباس، نشست و برخاست، اکل و شراب اور باقی آداب میں کوئی اختلاف کسی فرقہ کو نہیں لیکن تمام فرقے اسی اتباع سے غافل ہیں اور ذرہ بھر بھی توجہ نہیں رکھتے۔ بعض جماعتوں میں کچھ زیادہ شوق اتباع کا دیکھا بھی جاتا ہے لیکن اندر کھوکھلا ہے۔"[1]

ایسے ماحول اور ایسی فضا میں اتباع سنت کی ہدایت دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اخلاص اور جرأت مندی سے اتباعِ سنت کی ہدایت کا بیڑہ اٹھایا اور

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۱۹۳

یہ مشکل ترین کام بطریق احسن سرانجام فرمایا۔ اتباعِ سنت کی اہمیت اور آئینی حیثیت کے بارے میں ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد چالیسویں کے موقع پر صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے بمشورہ حضرت صاحب زادہ مظہر قیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں صاحب کے مجازوں کو کلاہائے اجازت دلوائیں تو بعض حضرات نے کسرِ نفسی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ ہم اس کے اہل نہیں اور نہ ہم کچھ جانتے ہیں۔ لیکن سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تم نے لوگوں کو کیا کچھ سکھانا ہے جس کے تم اہل نہیں بلکہ تم نے صرف سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لوگوں کو دعوت دینی ہے اور اس میں کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں۔ یعنی خلافت کے منصب میں سب سے اولیٰ چیز یہی اتباع سنت کی دعوت ہے۔ سلف صالحین کی تمام آبیاری صرف اسی درخت (اتباعِ سنت) کی بنیاد اور جڑوں کو مضبوط کرنے میں صرف ہوتی تھی اور یہی فقر کی انتہا خیال کی جاتی تھی لیکن اس زمانے میں اس بنیادی پتھر کی طرف توجہ نہیں رہی تھی۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بنیاد اس قدر مضبوط بنائی کہ اپنے تو اپنے غیر بھی عش عش کرنے لگے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کامیاب مساعی کا کھلا اعتراف کیا۔ اس عہد کی قدیمی اور مشہور خانقاہوں کے متوسلین کی تعلیم و تربیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک تقابلی جائزہ پیش کرتے ہیں:

> ''میں نے اپنے جدِ امجد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیال شریف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت للہ شریف رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مرید اور توسل رکھنے والے دیکھے جنہوں نے اپنی طرف سے کوئی جدوجہد اس راہ میں نہ کی لیکن ان کی صورت و سیرت اتنی دل پسند ہوتی ہے کہ دل خود بخود کہہ دیتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ سے تعلق رکھنے والے ہیں کیونکہ ہر بزرگ کی ایک نورانی (خاص) صورت نوعی ہوتی ہے جس کا پَرتو

اس کے تمام مریدوں پر ہوتا ہے اور بعینہٖ یہی صورت ہمارے قبلہ حضرت مرشدم رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کی ہے کہ اسٹیشنوں پر، بازاروں میں گھروں میں اور مسجدوں میں اپنی صورتِ نوعی (نورانی) سے بالکلیہ ممتاز نظر آتے ہیں اور دنیا یہ کہنے والی ہوتی ہے کہ یہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید جا رہے ہیں۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس خصوصیت میں حضرت للّٰہ شریف رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پلہ ہیں اور دیگر بزرگوں سے ممتاز۔ کیونکہ حضرت للّٰہ شریف رحمۃ اللہ علیہ والے کے مریدوں کے چہرے بھی بہت نمایاں۔ نورانی، دھلے ہوئے دیکھے۔ جتنے بھی دیکھے اس خاصہ میں یہ دونوں بزرگ اپنے مماثل آپ ہی ہیں اور اپنی پوری ہمت مرید پر صرف فرماتے ہیں۔[1]

ولایت نبوت اور رسالت کا ظِل ہے۔ ظِل وہی کامل ہے جس کے نقوش سب اُجاگر ہوں۔ جس ولی اللہ میں سنتِ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جذبہ جتنا زیادہ ہوگا اتنا وہ بلند مرتبہ ولی ہوگا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عادات و اطوار، حرکات و سکنات سنت کا عین عکس تھیں۔ گفتار، رفتار، لباس پوشاک، کھانے پینے میں سنت کی خوشبو آتی تھی۔ اور سنت کا نقشہ ہر مقام پر دیکھنا پسند فرماتے تھے۔ خلافِ سنت امور سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سخت نفرت تھی۔ اپنے والہانہ جذبۂ محبت سے اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ذوق وشوق اور ایسا سوز و درد اور ایسی اتباع کامل کا ماحول پیدا ہوگیا تھا کہ شرقپور شریف آنے جانے والے اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والے چہرے اپنی مثال آپ تھے۔ نور کی تصویریں آسمانی سانچوں میں

[1] انقلاب الحقیقت صفحہ ۶۲-۶۱

ڈھل کر زمین پر اتری تھیں۔ سفید لباس، ٹوپی اور دستار، باوقار وجود، کم بولنے والے، اپنی

غرض سے غرض رکھنے والے سینکڑوں نہیں بلکہ لاکھوں مقبولانِ بارگاہِ الٰہی پنجاب کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے تھے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کے اثرات سے پورے پنجاب کی سرزمین سیراب ہو رہی تھی اور اس کے نتائج روزِ روشن کی طرح واضح ہو رہے تھے۔

پنجاب بھر میں کوئی شہر، کوئی قصبہ، کوئی گاؤں ایسا نہ رہا جس کے اندر حضور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ مہذب، بااخلاق، خدایاد، بے ریا، روشن چہرہ موجود نہ ہوں۔ لاہور جیسے شہر سے جب یہ لوگ گذرتے تھے تو بازاروں میں انگلیاں اٹھتی تھیں کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم جا رہے ہیں، گاڑیوں میں غیر مذہب کے لوگ پہچان لیتے تھے، لاہور تانگوں کا اڈا ان نورانی چہروں سے ممتاز رہتا تھا اور گذرنے والے تاڑ جاتے تھے کہ یہ پروانہ ہائے عشق کا جمگھٹا ہے جو شرقپور شریف جا رہا ہے۔ لاریوں میں جب کسی کی نظر پڑتی تو سب صاف لباس اور مقطع داڑھی کے نوری فرشتے نظر آتے تھے۔ گاڑی بان ان لوگوں کا احترام کرتے۔ راستے کے مسافر انہیں سلام کرتے کیونکہ یہ ہیرے اتنے چمکدار تھے کہ پہلی نظر میں آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ خود شرقپور شریف کے لوگ اور علاقے کے باشندے ان زائرین سے عقیدت رکھتے تھے۔ جتنے لوگ بھی حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے بے ریا، عبادت گذار صوفی صافی نظر آتے کیونکہ حضور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں صبغت اللہ میں رنگ دیا تھا۔ اس کے باوجود ان کی حالت یہ ہوتی کہ بھرے بازار میں آنکھ نہ اٹھاتے۔ گردن ڈالے قدموں پر نظریں جمائے بازار سے نکل رہے ہیں۔ یہ تک معلوم نہ ہوتا کہ بازار میں کیا ہے یا کیا ہو رہا ہے۔ لاہور جیسے پررونق شہر میں سے گذرتے اور وہ بھی ڈبلی بازار اور کشمیری بازار سے لیکن کوئی بھی اس تماشائے عجوبہ کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھتا کیونکہ استادِ مشفق کی تعلیم یہ تھی کہ بازار سب سے بری جگہ ہے اور دلوں کو اتنی سردی پہنچا

دی گئی تھی کہ دنیاوی حرارت آتی ہی نہ تھی۔ خود لاہور کے لوگ جو فلسفیت اور دہریت کی فضا میں پیدا ہوئے، جن کی نشو و نما فرنگی تہذیب سے ہوئی، جن کی تعلیم کا اکثر حصہ لامذہبیت پر مشتمل تھا وہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس کمال کے معترف تھے۔ غیر مقلد اصحاب جو پیر پرستی کو شرک اکبر کہتے ہیں وہ بھی اس بدیہی امتیاز کے قائل تھے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس کو ہاتھ ہی چھو دیا وہ کندن ہو گیا اور خالص مسلمان شرک سے پاک صاف اور عبودیت الٰہیہ کا پورا پورا مظہر بن گیا۔

بڑے بڑے شہروں کے لوگ جو مغربی علوم کی اعلیٰ ڈگریاں لے کر دنیا کے بڑے جلیل القدر مراتب پر سرفراز تھے اور جن کے خمیر میں فرنگیت تھی وہ جونہی حاضر خدمت ہوتے پہلی شرف یابی پر ہی پکے دیندار ہو کر اسوۂ حسنہ کے عاشق ہو بیٹھتے۔ میں سینکڑوں کے نام گن سکتا ہوں جن کو تعلیم یافتہ دنیا جانتی ہے اور ان کی پہلی زندگی کسی خاص امتیاز رکھتی ہے مگر جب سرِ نیاز و تسلیم خم کیا تو پھر کیا سے کیا ہو گئے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کس قدر متبع سنت اور کس قدر اتباع سنت کے عاشق تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے متوسلین کو ہی نہیں بلکہ عامۃ المسلمین کو اسی رسولی رنگ میں دیکھنا اپنا دین ایمان جانتے تھے۔ جہاں یہ اتباع حقیقی تھی وہاں مصدقاتِ اتباع بھی کامل شش گانہ یا پنجگانہ موجود تھے۔ تاثیر و تاثر کا یہ حال تھا کہ تمام حاضرین متاثر نظر آتے تھے اور ہر ایک کا چہرہ بشرہ کیفیت تاثیر پر نظر آتا تھا اور آج بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے اس صفت میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ کشف و کرامت کا یہ اندازہ کہ ہر آنے جانے والا مقر ہے اور ہر ایک کو بالذات و بالاصالت اس کی تصدیق ہو گئی۔ تصرف و نصرت کا یہ حال تھا کہ مشرق سے مغرب تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیوضات کی دھوم مچ گئی۔ اور ملک کے اطراف میں اتباع سنت کے عاشق پیدا ہو گئے۔ یہ تھی اتباع کامل جس کے لوازمات بھی کامل پیدا ہو گئے اور جس کی حقیقت کے نشانات ہر کہ و مہ، ادنیٰ و اعلیٰ،

جاہل و فاضل نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے۔

۱۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

۲۔ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

صبغت اللہ اگر اسی کا نام ہے جیسا کہ اوپر پیراگراف میں حضرت صاجزادہ محمد عمر صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلق خدا کو اس رنگ میں رنگ دیا تھا جس کا اثر بہار کے ان موسموں کے گذرے ہوئے سالہا سال ہو گئے لیکن عرس مبارک کے اجتماع کو دیکھا جائے تو ایسا عجیب نقشہ نظر آتا ہے جو ڈھونڈے سے بھی کہیں نہیں ملتا۔ آج کے دور میں بھی دیکھیں سنت کے مطابق داڑھیاں، نور بھرے چہرے، خندہ پیشانیاں، اطاعت کا رنگ لیے محبت کے دیوانے نظر آتے ہیں اور موسم گل کی یاد آنکھوں کو دکھلاتے ہیں۔

۱۹۴۴ء کا واقعہ ہے کہ حضرت صاجزادہ محمد عمر صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت قبلہ حاجی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے بائیں پہلو میں بیٹھے تھے۔ عرس مبارک کا موقع تھا۔ چپہ چپہ نورانی چہروں سے بھرا ہوا تھا۔ جدھر دیکھو سنت کا نقشہ نظر آتا تھا۔ بے ریش کی صورت ڈھونڈے سے نہیں ملتی تھی۔ حضرت قبلہ عالم صاجزادہ محمد عمر صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص حال میں اپنے اس غلام سے دریافت فرمایا کہ مولوی صاحب صبغۃ اللہ کے کیا معنی ہیں۔ مرید خاص کو جواب دینے کا ملکہ پہلے بھی تھا لیکن مرشد کی نظر رحمت نے اس کو اور بھی جلا بخشی تو حضرت قبلہ حاجی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ حضور یہی تو صبغت اللہ ہے جو آنکھیں دیکھ رہی ہیں حضرت صاجزادہ محمد عمر بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسرت اور خوشی سے اپنے خاص انداز میں سر ہلایا اور فرمایا:

"بے شک یہی صبغت اللہ ہے۔"

باب نمبر ۷

معاشرتی و روحانی تعلقات

زندگی میں انسانوں کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات اور رابطے پیدا ہوتے رہتے ہیں جن تعلقات کی بنیاد دنیاداری پر ہوتی ہے۔ وہ عدم اخلاص کی وجہ سے زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتے۔ البتہ ایسے روابط جن کی بنیاد دین داری اور اَلْحُبُّ لِلّٰہ پر قائم ہوتی ہے ان کا دائرہ اپنے اعلیٰ مقاصد کی وجہ سے نہ صرف کئی نسلوں پر محیط ہوتا ہے بلکہ صدیوں تک ان کے مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں۔ انسانی اخلاق و اطوار کے جتنے محاسن ہیں وہ تو کم و بیش ہر انسان میں کچھ نہ کچھ پائے جاتے ہیں لیکن بعض اتنے اُجاگر ہوتے ہیں کہ انسان کی شخصیت کا رخ متعین کرنے میں ان کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔

بظاہر اس باب کا عنوان معاشرتی اور روحانی روابط ہے لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعلقات معاشرتی سے زیادہ روحانی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تعلقات کا جب بہ نظر غائر مطالعہ کیا جاتا ہے تو جن شہروں اور شخصیتوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تعلقات تھے وہ سراسر روحانی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زندگی بھر کا شیوہ تھا کہ جب کسی نیک بندے کے بارے سنتے تو اس سے ملاقات کے لیے خود تشریف لے جاتے اور روحانی کیفیات سے سرفراز ہوتے بلکہ اپنی کیفیات سے بھی دوسروں کو نوازتے۔ یہ محبت الٰہیہ کا نتیجہ تھا کہ ہر مسلک کے بزرگوں سے خواہ زندہ ہوں یا صدیوں پہلے گزر چکے ہوں ان کا ایسا ذکر فرماتے اور احترام سے نام لیتے گویا ان کو سامنے بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔ اس امر میں آپ

رحمۃ اللہ علیہ کا کشفِ عیانی وسیع تھا۔ حضرت صاحب زادہ محمد عمر صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اسی مناسبت لم یزلیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تعلقاتِ روحانی تمام سلاسل کے بزرگوں کے ساتھ وابستہ کر رکھے تھے۔ اگر ایک طرف مکان شریف کو اپنا پیرخانہ خیال کر کے متوجہ رہا کرتے تھے تو دوسری طرف خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سر تاجِ عرفان کو دیکھتے۔ شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ سے اس قدر محبت تھی کہ ہر گھڑی اُن کے اشعار پڑھ کر لوگوں کے دلوں کو گرماتے اور جہاں سرہند شریف کے پاک روضے کی محبت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اشتیاقانہ نگاہ سے بلاتی تھی وہاں اعلیٰ حضرت بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پاک صورت و سیرت کے بیانات سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لب مبارک متحرک رہتے تھے تو خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ملفوظ کا بھی بار بار تکرار فرماتے کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ صفاتی اسماء میں بے حد برکات ہیں اور یا کریم یا رحیم پڑھنے کا ارشاد اپنے متوسلین کو فرمایا کرتے تھے۔

آغا سکندر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کے اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر موقع پر معترف نظر آتے تھے تو حضرت قبلہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ سیالوی صاحب کا ذکر بھی درد بھرے الفاظ میں فرماتے کہ وہ انگریزوں کے اندر بھی رہے اور انگریزوں کے باہر بھی یعنی باوجودیکہ انگریزی حکومت کے اندر تھے لیکن حکومتِ انگریز سے کوئی تعلق نہ تھا گویا ان کی حکومت سے باہر تھے۔ حضرت للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اگر سامنے آجاتے تو جوش و محبت سے انہیں بغلگیری کا

شرف بخشتے تو ساتھ ہی حضرت میروی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن گیروں پر نگاہ الفت کی توجہ سے کام بالاتر فرما دیتے۔ ایسی نسبت کو دیکھتے ہوئے حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع عام میں بمقام مزنگ فرمایا کہ اس بوڑھے سے تو یہ بچہ ہی بڑھ گیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات میں کوئی کمی نہ تھی لیکن یہاں معاملہ کچھ اور ہے۔ جلال و جمال مقابل صفات سے ہیں لیکن کون ہے جو جمال کی آب یاری اور سیرابی کے مقابل جلال کی آتش فشانی اور تپش کو پسند کرے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔"

اب ہم باری باری ان تمام شہروں اور پاک ہستیوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی تعلق تھا۔

◆ ۱ قصور شریف

سرزمین پنجاب میں قصور کا شہر کئی لحاظ سے منفرد ہے۔ اس قدیم شہر کی اپنی سیاسی، تہذیبی، دینی تاریخ ہے۔ یہ شہر دین اسلام کی تعلیم کا مرکز رہا ہے اور پنجاب کے نامور صوفیائے کرام کی خانقاہیں یہاں موجود ہیں۔ اس شہر نے دوسرے علاقوں کی طرح کئی بار عروج وزوال دیکھا۔ اس شہر کو پرانے وقتوں میں جو عروج اور ترقی حاصل تھی وہ شاید آج بھی اسے نصیب نہ ہو۔ یہاں کے باشندے نہایت خوشحال اور دولت مند تھے۔ ہر قسم کے باکمال اور اہلِ ہنر کا وجود پایا جاتا تھا۔ تجارت وفلاحت کا بھی مرکز تھا لیکن بدقسمتی سے نواب نظام الدین خاں حاکمِ قصور سے ۱۸۵۹ء میں رنجیت سنگھ کا بگاڑ ہوگیا۔ رنجیت سنگھ نے شہر پر یلغار کر دی اور شہر کو ویران کر دیا۔ اس کے دو تین سال

بعد نواب قطب الدین خاں حاکم قصور کے عہد میں رنجیت سنگھ نے دوبارہ فوج کشی کی رنجیت سنگھ کا ارادہ دراصل ریاست چھیننے کا تھا۔ اگرچہ پٹھانوں نے یک دل و یک جان ہو کر اپنی عزت و آبرو کے واسطے اس بار سخت مقابلہ کیا لیکن دروازہ کے محاصرہ کے دوران جس قدر غلہ شہر میں تھا لشکر اور رعیت نے کھالیا۔ پھر ایسا قحط پڑا کہ غلہ کا دانہ موتی کا دانہ بن گیا اور لوگوں نے مویشی اور سواری کے گھوڑے مار کھائے۔ جب شہر کی خلقت تنگ آ گئی تو جس طرح ہو سکا لوگ شہر سے نکل کر بھاگ گئے۔ اسی دوران حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آباء و اجداد میں سے حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بھی تن تنہا نکل کر حجرہ شاہ مقیم چلے گئے۔ حجرہ شاہ مقیم میں جس وقت پہنچے تو وہاں مسجد میں دو صاحبزادے تختیوں پر مشق کر رہے تھے۔ حضرت غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ بڑے خوش نویس تھے اور نامی کاتب تھے۔ انہوں نے بچوں سے تختیاں لے کر دو حرف اپنے قلم سے ڈال دیئے۔ صاحبزادوں نے وہ حروف اپنے والد حضرت قطب علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ حجرہ شاہ مقیم کو جا کر دکھائے۔ اس طرح حضرت قطب علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین کو حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا علم ہوا۔ انہوں نے حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت و تکریم کی۔ ادھر رنجیت سنگھ نے بعد فتح قصور شریف کے اطراف و جوانب کے علاقوں کو بھی غارت کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ صاحب سنگھ بیدی جو گورونانک کی اولاد سے تھا۔ نے حجرہ شاہ مقیم پر یورش کر دی۔ حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے نکلے اور شرقپور شریف میں آ کر پناہ لی۔ مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ شرقپور کے زرگروں کے بزرگ پیر بخش، نادر بخش، خدا بخش وغیرہ جو حجرہ شاہ مقیم میں سکونت پذیر تھے شرقپور شریف آ گئے۔ یہاں کے لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اس قدر ہمدردی اور غمخواری کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ یہیں مقیم ہو گئے۔ جس جگہ اب مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ واقع ہے اس جگہ اس زمانے میں شہر کا کوڑا

کرکٹ ہوتا تھا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ کو شرقپور شریف کے زمینداروں کی مدد سے پاک وصاف کر کے مسجد کی بنا رکھی اور اس جگہ کو اپنے درس و تدریس اور افتاء کا مرکز بنالیا۔

بات دراصل یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دامن میں حق وصداقت کا تخم رکھتے ہیں وہ جس سرزمین میں بھی جا نکلتے ہیں وہیں اپنی فصل و کاشت تیار کر لیتے ہیں۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اولادِ نرینہ نہ تھی۔ صرف ایک ہی صاحبزادی تھی جس کا نام بی بی آمنہ تھا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا۔ حضرت میاں محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب دو تین واسطوں سے حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ بوجہ نہ ہونے اولادِ نرینہ کے حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہیں شرقپور منگوا لیا۔ شرقپور شریف کے بڑے بڑے آدمی مثلاً ملک الیاس صاحب حکیم شیر علی، حافظ احمد یار وغیرہ سب حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے شرقپور شریف کے گھر گھر علم وہدایت کا چرچا ہو گیا۔
آخرکار بروز سہ شنبہ ۲۴ رجب ۱۲۸۰ھ موافق ۵ جنوری ۱۸۶۴ء بمطابق ۲۳ پوہ سمہ ۱۹۴۰ آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات لفظ غفر سے نکلتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کی جگہ حافظ محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلق خدا کی خدمت کرتے رہے۔ حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قصور میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ حافظ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے تھے۔ سب سے چھوٹے میاں نظام الدین تو لاولد ہی فوت ہو گئے اور سب سے بڑے حضرت میاں عزیز دین رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، خدا خوف، شب بیدار غرضیکہ ہمہ صفت موصوف محکمہ ویکسی نیشن میں ملازمت اختیار کر لی اور مدت دراز تک ملازم رہے۔ آخر

دورانِ ملازمت قصبہ بھوانی ضلع حصار میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔[1]

ذکرِ محبوب کے مصنف کا خیال ہے کہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کا اصل وطن افغانستان تھا۔ جب اسلامی فتوحات نے معراج ترقی پر قدم رکھا تو افغانستان کے بہت سے شریف گھرانے پنجاب اور ہندوستان میں آبسے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد عظام اپنے ملک میں سربرآوردہ علم و عمل تھے۔ شہر قصور کے درانی پٹھانوں کے مورثانِ اعلیٰ جب یہاں تشریف لائے تو وہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد عظام کو بھی اپنے ہمراہ لائے۔ جنہوں نے اس شہر میں سکونت اختیار کی۔ قصور کے پٹھان اور دوسرے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد عظام کو مخدوم کہہ کر پکارتے تھے، ان کا کام علومِ دینیہ کی درس و تدریس تھا۔ سب کے سب حافظِ قرآن تھے دور دور سے لوگ آ کر فیض یاب ہوتے تھے۔ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قصور شہر سے تعلق کئی وجوہات کی بناء پر تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کا تعلق بھی اسی شہر سے تھا اس لیے وہاں آپ کی رشتہ داری تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا حضرت محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ زندگی بھر اپنے سسر کی اولادِ نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے اپنے سسرال شرقپور شریف امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے لیکن ان کا وصال قصور شریف میں ہی ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

قصور شریف ایک روحانی مرکز ہونے کی وجہ سے بہت قدیمی اور تہذیبی شہر ہے۔ اس مقدس شہر میں حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ غلام محی الدین حضوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات اس کی روحانی عظمت کو پرکیف بنائے ہوئے ہیں۔ حضرت صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ مولف ”خزینۂ معرفت“ قصور شریف کے رہنے والے تھے اور حضرت خواجہ اعلیٰ غلام مرتضیٰ

[1] تلخیذ ذکرِ محبوب صفحہ ۶ تا ۸

صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنی مجلسوں میں فرماتے رہتے تھے۔ صوفی محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت اور دوستی کا تعلق اسی وجہ سے تھا اور صوفی محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر و حضر میں شامل رہتے تھے۔ قصور شریف اقتصادی اور تجارتی لحاظ سے ایک عظیم شہر تھا۔ لاہور کے بعد ایک روحانی اور تعلیمی مرکز بھی تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان وجوہات کی بنا پر اپنے اشعار میں اس شہر کو فوقیت دیتے تھے۔ اس لیے آپ کی سوانح حیات میں دوسری جگہوں کی نسبت قصور شریف کا ذکر زیادہ آتا ہے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فقر اور شہرت نصف النہار پر تھی تو اس علاقے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ ارادت وسیع تر ہو گیا۔ کسی زمانے میں قصور شریف تصوفِ اسلام کا مرکز تھا لیکن جونہی فطرۃ اللہ اور سنت اللہ کے مطابق قصور شریف نے ایک دوسری کروٹ علمی لی کیونکہ صوفیت کا وقت ختم ہو رہا تھا اور روحانیت کے چراغ مدھم ہو رہے تھے تو علمی چراغوں کی طرف توجہ ہو گئی۔ حال و قال کی جنگ شروع ہوئی۔ یہ کوئی آج کا کھیل نہیں یہ کھیل شروع اسلام سے چلا آ رہا ہے۔ اور ہر زمانے میں اس کے اثرات و نشانات کے نقوشِ پا تاریخ اور کتب قوم و ملت میں پائے جاتے ہیں کیونکہ یہ فطری عمل ہے بناوٹی نہیں۔ حال آزاد بارشادِ ربی: كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ ہے اور قال ہر موقعہ پر لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ کے مطابق کا پابند خود نہیں بلکہ ہر امر کے لیے اس کی حدود متعین۔ اس صورت میں حال و قال دست و گریباں نہ ہوں تو کیوں کر۔ اب قصور صوفیت سے نکل کر مولویت کی شان میں جلوہ گر ہو رہا ہے اور بفضلہ تعالیٰ ایک درجن نہیں تو نصف درجن ایسے علماء حق موجود ہیں جن کا قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا عبور ہے اور جن کی زبان حق ترجمان سے روزانہ معارفِ قرآن حکیم و فرقانِ حمید بصورت درس عوام و خواص سنتے ہیں اور نہایت بلیغانہ

خطبے جمعہ کو دیئے جاتے ہیں لیکن بغور دیکھا جائے کہ قصور اپنے بلند مقام سے گر رہا ہے یا بلند ہو رہا ہے۔ پنجاب کیا حوالی وعوالی قصور موجودہ قصور شریف کے بارے میں اپنے دل میں کیا دیکھتے ہیں کہ پہلا قصور شریف اچھا تھا یا موجودہ قصور جب کہ علوم اسلامیہ کے دریا بہائے جا رہے ہیں اور ہر طرف سے زبانی توحید توحید کے آوازے بلند ہو رہے ہیں۔ شرک وکفر کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ بے شک زبان پر سب کچھ نیک ہی نیک ہے لیکن ذرا دل ٹٹول کر دیکھیں کہ وہ کس درجہ قرآنِ حکیم اور توحید پر اُتر آیا ہے۔ ایسے حالات سے متاثر ہو کر ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بچپن میں قصور شریف جایا کرتا تھا تو قصور کے بازاروں اور گلیوں میں ایک برکت دیکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صبح کا وقت ہے۔ اب میں بیٹھا دیکھتا ہوں کہ قصور کی گلیوں اور بازاروں میں گھٹنے گھٹنے تک نحوست ہو گئی ہے۔ مگر تین آدمی اس نحوست سے بچے ہوئے ہیں ایک عبدالحق شاہ صاحب کوٹ مردان خاں والے دوسرے حافظ دولت خاں صاحب نواں قلعہ والے اور تیسرے ایک آدمی کا نام بھی فرمایا کرتے تھے۔[1]

ایک زمانہ تھا کہ قصور شریف تصوفِ اسلام کا مرکز تھا۔ زمانے نے کروٹ بدلی اور صوفیاء کا زور ٹوٹا۔ علماء کی باری آئی ہر طرف علمی طور پر سنت کے احیاء اور شرک و بدعت کے خلاف نعرے بلند ہونے لگے۔ قصور شریف کے ماحول میں اس تبدیلی سے متاثر ہو کر حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی نے ایک مضمون بعنوان "قصور" لکھا جو سلسبیل کے مارچ ۱۹۶۵ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قصور شریف کی عظمتِ رفتہ، صوفیائے کرام کی دینی خدمات اور ان کے ساتھ اپنی عقیدت کا بڑے انوکھے انداز میں جائزہ پیش کیا ہے جس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

[1] خزینۂ معرفت صفحہ ۲۵۹

"میرے لیے اب بھی قصور وہ قصور پرنور ہے جس کے اندر مولانا و مرشدنا حضرت غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانے تک مسندِ ارشاد پر تشریف فرما رہے۔ دنیائے اسلام کو حقیقی اسلام بتانے میں مصروف رہے اور جن کے باکمال صاحبزادے حضرت عبدالرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام پنجاب کے عوام و خاص کے لیے رہنما ہو کر جلوہ افروز ہدایت رہے۔ اس وقت ان بابرکت حضرات کے طفیل صرف قصور پرنور نہ تھا بلکہ مغربی پنجاب کے اضلاع، لاہور، گوجرانوالہ، گجرات، سیالکوٹ، جہلم، شاہ پور، سرگودھا، ڈیرہ اسماعیل خاں، ڈیرہ غازی خاں، ملتان، ساہیوال وغیرہ وغیرہ سراسر نور سے سیراب ہو رہے تھے۔ کوئی قصبہ، کوئی گاؤں آپ کی عقیدت مندی سے خالی نہ تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت کی چلتی پھرتی نورانی صورت ہر گاؤں، ہر قریہ میں نظر آتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ جب میرے جدِ امجد مولانا و مرشدنا اعلیٰ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہِ تصوف اپنے کمال پر تھی تو کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس کے اندر قصور پرنور کا ذکر نہ آتا ہو اور کوئی دل ایسا نہ تھا جس کو قصور سراپا نور کی زیارت کا شوق دامن گیر نہ ہو باوجودیکہ آمد و رفت کے ذرائع محدود تھے اور ابتدا میں ریل بھی نہیں تھی لیکن سالکین راہِ ہدایت پیدل چل کر پہنچتے تھے اور خود حضور قبلہ (جدِ امجد رحمۃ اللہ علیہ) اکثر اپنے مخلصین کی استدعا پر ان کے گھروں کو شرف بخشتے تھے۔ جہاں سے گذر ہوتا ایسا معلوم ہوتا کہ حضرت خضر علیہ السلام گذر گئے ہیں۔ گھر تو گھر راستے بھی پرنور ہو جاتے اور دنیا کی آنکھیں اس نور،

جمال مطلق سے روشن ہو جاتیں۔ بڑے بڑے رؤساء حلقۂ غلامی تصوف میں تھے۔ وہ ہمارے جدِ امجد بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے لیکن شکل کیا تھی ایک فرشتہ صورت تھے۔ جب قصور شریف کا پہلا رنگ جاتا رہا اور بندہ مرشد کی تلاش میں قصور بھی حاضر ہوا تو حضرت صاحبزادہ سید محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا گو وہ بات نہ تھی جس کی شہرت عام تھی اور جن کے نقشِ اولین حضرت غلام نبی للّٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور جس کے نقشِ ثانی حضرت اعلیٰ غلام مرتضیٰ نور اللہ مرقدہٗ بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے تاہم اثرات ظاہراً باطناً دکھائی دیتے تھے، عام صورتیں اور شکلیں منور تھیں۔

قبلہ حضرت مرشدم شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک زمانہ میں قصور شریف کی گلیوں میں نور بھرا ہوا تھا۔ بخدا سچ فرمایا جس کو دیکھئے انوارِ محبتِ الٰہیہ اس کی پیشانی سے چمکتے دمکتے دکھائی دیتے تھے۔ حضرت قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا دور تھا اور اس کے ساتھ حضرت بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص دور قصور شریف کی اپنی محبتِ خاصا سے تھا۔ چنانچہ حضرت قبلہ سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ جب اپنی تعلیم علومِ اسلامیہ سے فارغ ہوئے اور اپنے متوسلین حلقۂ ارادت سے اپنے لیے عقیدت گاہ کا انتخاب چاہا تو حضرت قبلہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ بیربلوی کے سوا کسی پر نظر نہ جمی (جو حافظ و عالم و فاضل تھے اور فقر میں اپنی مثال آپ تھے) ان سے بیعت کی اور سلسلہ نقشبندیہ کی وراثت اپنے اجداد و اسلاف کی حاصل فرمائی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی

خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ ساتھ ہی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پرتو اور انوار سے قصور خالی نہ رہا۔ اس کے بعد حضرت قبلہ مرشدم شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی قصور پر خاص توجہ تھی اور اہلِ قصور کو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے خاص انس تھا اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نورانی عکس عوام و خواص پر کھلا نظر آتا تھا۔ شاہ عبدالحق صاحب، صوفی محمد ابراہیم صاحب اور حاجی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہم اس آخری دور کے کامل نمونہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ بہر صورت آج تک قصوری سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ چل رہا ہے اور اسی وجہ سے ابھی تک قصور شریف کی عظمت و عزت ہمارے دلوں سے نہیں اٹھی۔ پہلا سا احترام نہ سہی لیکن پھر بھی دوسرے قصبات کے مقابلے میں وہ ہمارے لیے مثل مدینہ طیبہ کی ہے۔ کیونکہ ہماری عقیدت کی پاک روحیں قصور شریف کی سرزمین میں منوں مٹی تلے ابھی تک جاگ رہی ہیں اور ان مزارات کو دیکھنے کی آرزو ہمارے دلوں میں تڑپتی رہتی ہے۔"

۲ کوٹلہ شریف

حضرت خواجہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک معزز پٹھان خاندان ککے زئی میں دھرم کوٹ متصل مکان شریف ضلع گورداسپور پنجاب میں پیدا ہوئے۔ معمولی تعلیم حاصل کی۔ اوائل عمر ہی سے مکان شریف سے از حد محبت تھی۔ حضرت قبلہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ عمر میں بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پانچ چھ برس چھوٹے تھے تاہم بوجہ بزرگی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ باباجی کا بے حد احترام فرماتے اور بیعت کا شرف عطا فرمایا۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ہر دم حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی چوکھٹ پر پڑے رہتے، ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارانہ کرتے۔ دراز قد اور خوبصورت جوان تھے۔ صحت لائق رشک تھی۔ حضرت قبلہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ملازمت کرلو۔ اپنے مرشد کے حکم کے آگے سر جھکا دیا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے سفارش فرمائی تو انہیں تھانیداری مل گئی۔ لاہور سے جو سڑک ملتان کو جاتی ہے اس پر جیل کے قریب ہلہ نامی گاؤں میں پولیس کی چوکی تھی۔ وہاں پر بطور انچارج تقرر ہوا۔ وہاں قریب ہی ایک ٹیلہ تھا۔ وہاں پر ایک مسجد بنوائی اور باری تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ جگہ آباد ہو۔ چنانچہ آپ کی دعا سے وہاں آبادی ہوگئی اور رہلہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

حضرت کی ملازمت کو ابھی تین سال ہی ہوئے تھے کہ ملازمت سے دل اٹھ گیا۔ چونکہ طبیعت کا میلان یاد الٰہی کی طرف تھا اور دل ''اسم ذات'' کا مرکز بن چکا تھا۔ جب دل میں معبودِ حقیقی سما جائے تو کسی اور کے لیے جگہ ہونا مشکل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ غیر سے منہ موڑ کر حضرت قبلہ کی خدمت میں رہنے لگے اور یہ ایسی حاضری تھی کہ عمر بھر کسی دوسری ملازمت کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت قبلہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ منبع فیض تھے۔ ولایت نقشبندیہ کا سر پر تاج تھا۔ جب حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف دیکھا تو خصوصی عنایات سے نوازا اور تلقین ارشاد فرما کر دریا کے کنارے معتکف ہونے کا حکم دیا اور دو آدمی حفاظت کے لیے ساتھ کر دیئے تا کہ بحالتِ وجد وسکر دریا میں نہ گر پڑیں۔ وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تنہائی کے عالم میں جذبہ صادق، یادِ خدا میں اس قدر دلجمعی حاصل ہوئی کہ حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ پر فیوض و برکات کی بارش ہونے لگی۔ کہتے ہیں ان دنوں حضرت کو خواجہ خضر علیہ السلام کی زیارت بھی ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شب وروز ذکرِ حق میں مصروف رہتے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں واپس بلالیا۔ حضرت قبلہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی

زمانے میں دھوم تھی۔ انگریز نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کے اعتراف میں ضلع شیخوپورہ میں نو سو ایکڑ زمین کا ایک قطعہ خدمتِ اقدس میں پیش کیا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمایا۔ حضرت نے اس جاگیر کا قبضہ لینے کے لیے چند درویشوں کو بھیجا لیکن وہ قبضہ نہ لے سکے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مردم شناس نگاہیں حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ پر پڑیں انہیں وہاں جانے کا حکم دیا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا آپ رحمۃ اللہ علیہ قدآور اور قوی الجثہ تھے مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں بھی ساتھ تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہری اور باطنی طاقتوں سے کچھ ہی دنوں میں ان لوگوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور یہ جگہ کوٹلہ پنجو بیگ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس طرح حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس جگہ مقیم ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ ایک سرپھرا مضافع نے شروع شروع میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو پریشان کرنا چاہا مگر جلد اپنے انجام کو پہنچ گیا، اس کے جسم میں کیڑے پڑ گئے اور اسی حالت میں مر گیا۔ اور حضرت خواجہ اللہ کے فضل و کرم سے وہاں کے باشندوں کو روحانی نعمتوں سے مالا مال کرنے لگے اور بنجر علاقہ میں ذکرِ حق کا بیج کچھ اس طرح بویا کہ دور دور تک حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کا چرچہ ہونے لگا اور جوق در جوق داخل سلسلہ ہونے لگے۔

سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ اللہ کا ولی حق سبحانہ وتعالیٰ کا عاشق اور اس کے برگزیدہ ہادی برحق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا متبع ہو اور خلق خدا کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرے۔ حضرت خواجہؒ نے نہ صرف ولایت کے منصب کو کمال خوبی سے بحال رکھا بلکہ دنیا کو ایک ایسے ولی کامل سے روشناس کیا کہ ولایت کے منکرین بھی تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے۔ بلاشبہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ سب سے بڑی کرامت ہے کہ انہوں نے دنیا کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری سے روشناس کیا۔ اللہ پاک نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کا حال بہت پہلے منکشف فرما دیا تھا۔ چنانچہ جب باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف تشریف لاتے تو حق سبحانہ وتعالیٰ کے اس

پیدا ہونے والے دوست اور حضور سرورِ کائنات ﷺ کے اس "بہادر شیر" کی آمد کی خوشبوئیں سونگھتے اور اس بڑے اعزاز کے حصول پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر بجالاتے۔

فرمایا کرتے کہ "جب حق سبحانہ وتعالیٰ آخرت میں مجھ سے سوال کریں گے کہ کیا لے کر آئے ہو تو میں "شیر محمد" کو پیش کر دوں گا۔"

ایک روز فرمایا کہ "میری اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مثال حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سی ہے۔"

جب حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے تو شرقپور شریف اور گردونواح کے کچھ اور لوگ بھی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔ لوگ بلحاظِ عمر اور چہرہ کی نورانیت کے سبب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو "باباصاحب" کہتے تھے۔

حضرت باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ بہت خلیق اور باوضع بزرگ تھے۔ عقیدت مندوں کے ہاں جانے سے گریز نہ کرتے۔ جہاں جہاں حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدم مبارک پڑے وہ جگہیں ان کے "خوارق و کرامات" کا مرکز بن گئیں۔ شرقپور شریف جس سے حضرت باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو والہانہ لگاؤ تھا بکثرت تشریف لاتے۔

شرقپور شریف دریا راوی کے کنارے آباد ہے جب کبھی دریا میں طغیانی آتی یہ قصبہ بھی زد میں آجاتا۔ ایک مرتبہ طغیانی کے دنوں میں لوگوں نے حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کے لیے درخواست کی۔ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا رومال انہیں دے کر فرمایا: "دریا کو میرا اسلام کہنا اور میرا رومال اُسے دکھا دینا انشاء اللہ کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تکمیل کی۔ دریا ایک ہی رات میں دو میل پیچھے ہٹ گیا۔"

منشی محمد الدین جو قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت سے حضرت باباجی سرکار

رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلا اطلاع مجھ سے ملنے کے لیے پریم نگر تشریف لے آئے۔ یہ مالک (آفیسر) کے ساتھ ایک ضروری کام کے سلسلہ میں قصور گئے ہوئے تھے اور وہاں سے انہیں اگلے روز سیدھے لاہور عدالت میں ایک پیشی کے سلسلے میں حاضر ہونا تھا۔ جب قبلہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے نائب سے واپسی کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے واقعات سے مطلع کیا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سن کر بولے ہرگز نہیں وہ آج ہی واپس آئیں گے۔ اس روز شام کو لاہور جانے والی گاڑی جب رائے ونڈ اسٹیشن پر رکی تو منشی صاحب کیا دیکھتے ہیں کہ مالک موضع (آفیسر) ان کے ڈبے کی طرف چلے آرہے ہیں اور آتے ہی انہیں پریم نگر جانے کی تاکید کی۔ منشی صاحب صبح عدالت میں حاضری کا عذر کرنے لگے اور بتایا کہ ٹکٹ بھی لاہور کا لیا ہوا ہے دام بیکار ہو جائیں گے مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور بگڑ کر بولے تمہیں جو کہا جاتا ہے وہی کرو۔ چنانچہ اس گاڑی سے اتر کر پریم نگر جانے والی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ عشاء کے لگ بھگ جب گاؤں میں پہنچے تو وہاں قبلہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے تب معلوم ہوا کہ مالک سے کش مکش ہونے کی اصل وجہ کیا تھی۔

منشی صاحب نے ہی بتایا کہ ایک دفعہ گاؤں میں طاعون کی بیماری پھیل گئی ہے۔ حضرت باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کاغذ پر ایک دعا لکھ دی کہ اسے اپنے مکان کے دروازے پر لگا دینا اور پانچ پیسے اللہ کے لیے کسی مسکین کو دے دینا۔ انشاء اللہ وہ مکان اس آفت سے محفوظ رہے گا۔ نیز فرمایا کہ تمہیں اس کے تحریر کرنے اور دوسروں کو دینے کی اجازت ہے۔ جو بھی اسے اپنے گھر کے دروازے پر لگائے گا اللہ پاک اُسے طاعون سے امن دے گا چنانچہ انہوں نے اس دعا کو جہاں بھی استعمال کیا درست پایا۔

منشی صاحب ہی بتاتے ہیں کہ دورانِ ملازمت جب کبھی افسر سے ان بن ہو

جاتی تو حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرتا اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ جس سے اللہ راضی ہو وہ کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہوسکتا۔ تم جاؤ اپنا کام کرو وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ چنانچہ واپس آجاتے اور حالات معتدل ہو جاتے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

تصورِ شیخ کے بارے حضرت باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ جس طرح کونجیں پہاڑ پر انڈے دے کر دور نکل جاتی ہیں اور انڈوں کا خیال دل میں رکھتی ہیں اور اس تصور ہی سے ان کے بچے نکل آتے ہیں تو یہی صورت شیخ کی ہے کہ وہ جو بیج مرید صادق کے دل میں بوتا ہے خواہ وہ دور ہی کیوں نہ ہو ضرور پودا بن کر بارآور ہوتا ہے۔ البتہ مرید کے اعتقاد میں استقامت ضروری ہے۔

حضرت باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے سوا سو سال کی طویل عمر پائی۔ بے حد عبادت گذار تھے۔ گھٹنوں دوزانو بیٹھ کر درودِ پاک پڑھتے اور دیگر اوراد بجالاتے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے۔ اواخر عمر میں فالج کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے جس سے اڑھائی سال بیمار رہے۔ طوالتِ عمر کے متعلق فرماتے ہیں کہ بزرگ کی درازیٔ عمر کی دعا بھی بعض اوقات آفت بن جاتی ہے۔ حقیقت میں یہ دعا نہیں بددعا ہوتی ہے۔ بیماری کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ آخر ایک روز بتاریخ ۹ ذیقعد ۱۳۳۱ھ کو جامۂ ظاہری چھوڑ کر اللہ پاک سے مل گئے۔ اور کوٹلہ پنجو بیگ میں ہی دفن ہوئے۔

حضرت قبلہ باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے تھے۔ خواجہ کرامت اللہ صاحب کے ذمہ جاگیر کا انتظام تھا اور دوسرے صاحبزادے خواجہ نعمت اللہ صاحب محکمہ پولیس میں سارجنٹ تھے، البتہ روحانی سلطنت کی باگ ڈور قبلہ باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیرِ ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو سونپی تھی۔ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شاعری سے بھی شغف تھا۔ عموماً پنجابی میں ایک کتابچہ چشمۂ فیض کے نام سے لکھا تھا

جسے بعد ازاں قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شائع فرمایا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تصنیف کردہ شجرہ شریف بھی اس میں شامل ہے۔ تبرکاً دو شعر پیش کیے جاتے ہیں ۔

بندہ اس دی صفت نوں کیہہ کجھ کرے بیان
جس دی صفت لولاک ہے کردا خود سبحان

اور حضرت پیرو مرشد کے بارے لکھتے ہیں :

خلقت وچ ولایتاں پایا فیض تمام
روشن کیتا دین نوں حضرت اعلیٰ امام

۳ مکان شریف ضلع گورداسپور

شہنشاہ اولیاء غوث الاغیاث شیخ الشیوخ امام طریقت قطب الاقطاب حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا مسکن اور امام الاصفیا سرتاج عاشقانِ رسول خدا مصدر فیوض گنجینۂ حسنات مہر پیر حقیقت مہ فلک طریقت وادیٔ تصوف کے شہباز سید السادات حاجی شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آرام گاہ ضلع گورداسپور میں تحصیل کی ایک بستی رتڑ چھتڑ المشہور مکان شریف سے کون واقف نہیں مکان شریف حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری کے دادا پیر کا مسکن ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مکان شریف سے والہانہ محبت تھی۔ ابتدا ہی میں حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری نے اپنے پیرو مرشد خواجہ امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جانا شروع کر دیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف ہر عرس پر مع اپنے عقیدت مندوں کے حاضری دیا کرتے تھے بلکہ سال میں دو تین بار ضرور وہاں جایا کرتے تھے۔ اس وقت کے سجادہ نشین میر بارک اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صاجنزادگان سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی محبت تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پیروں کی طرح ان کا احترام کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عرس کے موقعہ پر ختم شریف میں شمولیت کے وقت

ادب و احترام کے پیشِ نظر درمیان میں گدی نشینان و صاحبزادگان کے ساتھ نہیں بیٹھا کرتے تھے حالانکہ میر بارک اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد محبت تھی اور دوسرے بھی آپ کا احترام کرتے تھے۔ حضرت صاحب قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواجہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور بھورے والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے خاص نسبت تھی۔ مکان شریف کے باشندگان تو ایک طرف، وہاں کے درو دیوار سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پیار تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر مکان شریف کے قیام کے دوران گاؤں سے باہر چلے جاتے اور پوچھتے کہ کوئی بڑا بوڑھا ایسا ہے کہ جس نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہو۔ اگر کوئی ایسا آدمی مل جاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اتنی تعظیم و تکریم کرتے کہ اس پر پیر ہونے کا گمان ہوتا۔

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف سے ایک آدھ کوس باہر کھیتوں میں گئے تو وہاں ایک بوڑھا سکھ ہل چلا رہا تھا" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُس سے پوچھا تو نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔" اس نے جواب دیا "جی ہاں" یہ سننا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اُس کے سامنے ہل چلی زمین پر دوزانو بیٹھ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی آنکھوں کو بوسہ دیا اور کہا ان آنکھوں نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔ اس سکھ نے کہا میں اپنے والد کے ساتھ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور میرا باپ کہا کرتا تھا کہ جب ہم کھلیانوں سے فصل اٹھا لیتے تو کوئی جانور زمین پر گرا ہوا دانہ نہیں اٹھاتا تھا جب تک خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکم نہ فرماتے تھے اور جب مکان شریف کی زمین سے مٹی کا کوئی ڈھیلا اُٹھاتے تو اس میں سے اللہ اللہ کی آواز سنائی دیتی۔ بچپنے میں میری کمر پر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ بھی پھیرا تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ باتیں بھی سنتے جاتے اور یہ فرماتے ہوئے کہ "ان آنکھوں نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔" اس کی آنکھوں کے بوسے بھی لیتے۔ مکان شریف کے قیام کے دوران اکثر رات کو چاند کی چاندنی میں کئی کئی گھنٹے روضہ شریف کو دیکھا کرتے اور فرماتے" خواجہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیض آرہا ہے۔"

ایک دفعہ میر صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا غلام نبی صاحب کو ضلع جھنگ سے ایک گھوڑا لانے کو بھیجا۔ مولانا صاحب نے گھوڑا لے کر واپس آتے ہوئے ایک دو جگہ میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کے پاس قیام کرنے کے علاوہ شرقپور شریف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی ایک رات بسر کی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب وہ گھوڑا لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی مسرت اور خوشی کا اظہار کیا۔ گھوڑے کو علیحدہ جگہ باندھ کر چارے دانے کا انتظام کیا اور مولانا صاحب کی خوب خدمت کی۔ مولانا کی خدمت کرتے ہوئے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خوشی ہو رہی تھی وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر نمایاں تھی۔ کھانا کھا کر مولانا نے عشا کی نماز ادا کی اور سونے کی تیاری کرنے لگے۔ مولانا چارپائی پر لیٹے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اُن کے پیر دبانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا سو گئے تو حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے کے پاس گئے اور اسے مٹھی چاپی کرنے لگے۔ مولانا کو صبح سویرے اُٹھتے ہی گھوڑے کا خیال آیا جب وہ گھوڑے کے پاس آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے کو مٹھیاں بھر رہے ہیں اور یہ معلوم کر کے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز کے بعد سے سحری تک متواتر مکان شریف کے گھوڑے کو مٹھی چاپی کرتے رہے۔ مولانا پر رقت طاری ہو گئی۔ مسافت زیادہ ہونے کی وجہ سے مولانا نے سحری کے وقت ہی روانگی کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا اور گھوڑے کو شرقپور شریف سے چار میل دور موضع منڈیانوالہ تک وداع کرنے تشریف لے گئے۔ وداع کرتے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا کو کچھ کھانے کا سامان اور کچھ رقم دیتے ہوئے فرمایا میر صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میری طرف سے سلام عرض کرنا اور یہ حقیر سا نذرانہ پیش کرتے ہوئے عرض کرنا حضور مجھ عاجز کے لیے دعا فرما دیں۔ مولانا صاحب مکان شریف پہنچے تو میر

صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ راستہ میں کہاں کہاں قیام کیا اور کیسے گذری۔

مولانا نے عرض کی: حضور! سب مریدین اخلاق اور تواضع سے پیش آئے لیکن شرقپور شریف کے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہ خدمت کی کہ کوئی دوسرا کیا کرے گا اور عجب منظر یہ دیکھا کہ میری خدمت کے علاوہ گھوڑے کو رات بھر مٹھیاں بھرتے رہے۔ اور چار میل تک وداع کرنے آئے اور یہ نذر پیش کرتے ہوئے کہا کہ میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرنا میرے لیے دعا فرمادیں۔ یہ سن کر میر صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تڑپ اٹھے اور جوش سے فرمایا: ''میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکان شریف کے گھوڑے کو مٹھیاں بھری ہیں سارا جہان انہیں مٹھیاں بھرے گا۔ مکان شریف کے عرس میں شمولیت کے لیے تیار ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ماسٹر غلام محمد کو بلا کر فرمایا: ''دو اچھاڑ'' بنانے ہیں اور ان پر کچھ سلمہ بھی کرانا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس غرض سے ماسٹر غلام محمد کو کچھ رقم بھی دی۔ وہ لاہور سے کپڑا اور سلمہ وغیرہ لے آئے اور چند دنوں میں ہی دو خوبصورت غلاف تیار کر دیئے۔ دونوں غلاف لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے احباب کے ہمراہ مکان شریف جانے کے لیے جب لاہور اسٹیشن پر پہنچے تو دیکھا کہ مکان شریف کے سجادہ نشین اور خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے میر بارک اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مع اپنے مریدین سٹیشن پر کھڑے ہیں اور ریڑھی والے سے کچھ سودا خرید رہے ہیں۔ انہیں دیکھ کر حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے احباب کو اشارے سے خاموش رہنے اور گاڑی میں بیٹھنے کا حکم دیا۔

میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی گاڑی سے جا رہے تھے ان کے ساتھ تقریباً تیس مریدین اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ چالیس آدمی تھے۔ جب بٹالہ پہنچے اور گاڑی سے اترے تو سب اکٹھے ہو گئے۔ دونوں حضرات ایک دوسرے کا بڑا ادب کرتے تھے۔ سٹیشن سے باہر نکل کر ایک مسجد میں ٹھہرے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے اشارے سے حاجی مستری کرم دین کو کچھ لانے کا حکم دیا۔ انہوں نے بازار سے آٹا اور گھی خرید کر اس میں نمک وغیرہ ملایا اور نانبائی سے روٹیاں لگوا کر لے آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ ہی سے فرمایا کہ روٹیاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آگے رکھ دو۔ دستر خوان بچھایا گیا اور روٹیاں رکھ دی گئیں۔ دستر خوان کے ایک سرے پر حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے سرے پر میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ گئے۔ میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو دو روٹیاں ہر ایک آدمی کے آگے رکھ دیں۔ اور بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا شروع کیا۔ کھانا شروع ہوتے ہی لوگوں پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ کسی پر رقت طاری ہے تو کوئی بے ہوش ہوا جا رہا ہے، کسی کو وجد ہو رہا ہے تو کوئی تڑپ رہا ہے، کوئی لقمہ اٹھا رہا ہے تو کوئی وہیں مست ہے، کوئی بت بنا بیٹھا ہے تو کوئی ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہے غرضیکہ کیف وسرور کا وہ عالم تھا کہ ہر ایک پر مستی اور وارفتگی چھائی جا رہی تھی۔ یہ منظر تقریباً آدھ گھنٹہ رہا اس کے بعد حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سر اٹھایا اور دستر خوان لپیٹ لینے کا حکم دیا۔ تمام دوست تانگوں پر سوار ہو کر مکان شریف روانہ ہوئے۔ راستہ بھر تمام ہمراہیوں پر بے خودی چھائی رہی۔ ہر ایک کا قلب جاری تھا اور سب تصور اسم ذات میں محو تھے۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں مکان شریف پہنچ گئے۔ مکان شریف پہنچنے پر حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیٹھک میں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی قطب الاقطاب خواجہ امام علی شاہ صاحب کی پائنتی میں بنوائی ہوئی تھی چلے گئے اور میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ دستر خوان میں لپٹی ہوئی روٹیوں کے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دی جائیں۔ جب میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روٹیان پیش کی گئیں تو وہ بے ساختہ رو دیئے اور اونچی آواز میں فرمانے لگے۔ ارے جاؤ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ تو پوچھو کہ روٹیوں میں کیا ملایا ہوا تھا ارے وہ تو نور تھا نور۔ وہی بچی ہوئی روٹیاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملنے والوں کو دیتے ہوئے

فرمایا "لو میاں! یہ تو نور کی روٹیاں ہیں۔" جس نے بھی اُن روٹیوں کا ٹکڑا کھایا اس پر وہی کیفیت طاری ہوگئی۔

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف میں پیشاب کی غرض سے باہر نکل گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قضائے حاجت سے ابھی فارغ ہی ہوئے تھے کہ تھوڑے سے فاصلہ پر سرشارِ پیمانۂ وحدت پروانہ شمع رسالت عارف باللہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب ثانی رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی چند قدم کے فاصلے پر کھڑے ہو گئے۔ پندرہ بیس منٹ خاموش کھڑے رہنے کے بعد دونوں صاحب مسکرائے اور اپنی اپنی سمت روانہ ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔

واپسی پر جب حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھورا شریف کے پاس سے گذرنے لگے تو ایک دم کھڑے ہو گئے۔ تقریباً آدھا گھنٹہ کھڑے رہنے کے بعد چلے آئے اور راستہ میں فرمایا کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کھڑا کر لیا تھا اور فرما رہے تھے داتا صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تمہارا بہت خیال ہے آخر میرا بھی تم پر حق ہے، یہاں ٹھہرو۔

ایک دفعہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف جانے کی غرض سے لاہور پہنچے۔ اسٹیشن کی ڈیوڑھی پر ایک آدمی محمد امین جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے جانے والا تھا ملا۔ اس نے عرض کی: حضور کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا: مکان شریف۔ اس نے عرض کی حضور امرتسر جانے والی گاڑی تو روانہ ہو چکی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: گاڑیاں لیٹ بھی ہو جاتی ہیں۔ اس نے کہا سرکار میرے سامنے ابھی روانہ ہوئی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قدرے اونچی آواز میں فرمایا جا کے دیکھو تو سہی۔ جب وہ پلیٹ فارم پر پہنچا تو گاڑی پلیٹ فارم پر واپس آ رہی تھی وہ حیران رہ گیا گارڈ سے

پوچھنے پر معلوم ہوا کہ گاڑی کی لائن کلیئر لینا بھول گیا تھا۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مع اپنے دوستوں کے مکان شریف تشریف لے جارہے تھے۔ جب رمداس پہنچے وہاں سے غلام یٰسین نامی ایک ساتھی نے بازار سے ایک خربوزہ خریدا وہ ابھی خربوزہ ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ہی تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑگئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مستری کرم دین صاحب سے نہایت غصے سے فرمایا: "کرم دین اندھے ہو میں مر نہ جاوں کہ بیلی میرے ساتھ آئیں اور خرچ اپنا کریں۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا تھا کہ مستری صاحب بازار گئے اور من خربوزے خرید کرلے آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کتنے لائے ہو۔ اور یہ معلوم ہونے پر کہ ایک من لائے ہیں فرمانے لگے تم بھی بڑے (وہ) ہو ارے ساری ڈھیری ہی لے آو۔ پس وہ گئے اور ڈھیر کا ڈھیر ہی خرید لائے۔ دسترخوان بچھا دیا گیا خربوزوں کی قاشیں بنائی جانے لگیں۔ عجیب منظر تھا کرم نوازی زوروں پر تھی دریائے شفقت ورحمت جوش پر تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خربوزوں کی پھاڑیاں بنارہے تھے پھیکی پھیکی اپنے سامنے اور میٹھی میٹھی دوستوں کو بانٹی جارہی تھیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش نظر آرہے تھے اور فرماتے جاتے تھے خوب کھاؤ اور خوب اللہ کا ذکر کرو۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نوجوانوں پر بڑی شفقت فرمایا کرتے۔ مکان شریف پہنچتے تو فرماتے "بھئی کچھ کرلو۔" دوست شرمسار ہوتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ محبت کے لہجہ میں فرماتے۔ میں بھی ساتھ ہوں میں بھی ساتھ دوں گا اور مستری کرم دین وغیرہ کو فرماتے بازار سے کچھ گوشت وغیرہ لاکر ان کو بنادو۔ کچھ دودھ وغیرہ لیتے آنا اور گرم کر رکھنا جب ہم ختم شریف سے واپس آئیں تو ان نوجوانوں کو پلانا کیونکہ انہیں گھروں میں عادت ہے، ان کی مائیں رات کو اٹھا کر انہیں دودھ پلاتی ہیں۔ جب گوشت پک کر دسترخوان پر آتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ان نوجوانوں کی دلجوئی کے لیے ایک آدھ بوٹی تناول فرمالیتے۔

مکان شریف سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی محبت تھی۔ جب بھی وہاں جانے کا پروگرام ہوتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پر عجیب کیفیت طاری ہوتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جانے والے احباب بھی بڑے ذوق وشوق سے جانے کی تیاری کرتے۔ ایک دفعہ مکان شریف جانے کا پروگرام مرتب ہو چکا تھا کہ حضرت صاحب قبلہ کو تخیر معدہ کی شکایت ہوگئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مدت سے یہ شکایت تھی اور اس بیماری کی وجہ سے بیہوش بھی ہو جایا کرتے تھے۔ اس دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس بیماری کی وجہ سے دو دن سے بے ہوش تھے۔ احباب بڑے فکر مند ہوئے کہ اب کیا ہوگا۔ روانگی کے دن ساتھ جانے والے تمام ساتھی بیٹھک میں جمع تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہوش میں آگئے اور چارپائی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور چلنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا کہ ایسی حالت میں ارادہ ملتوی کر دو تو بہتر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اماں جی! اگر مکان شریف کے راستہ میں موت آجائے تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے۔ سبحان اللہ! آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مکان شریف سے کیسی والہانہ محبت اور شیفتگی تھی۔

بیربل شریف ضلع سرگودھا

بیربل شریف تحصیل شاہ پور میں واقع ایک تاریخی گاؤں ہے جس میں غالب آبادی قوم میکن آباد ہے جو متوسط کاشتکار طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ وادی سون سکیسر کے ایک مشہور گاؤں سودھی سے اعوان قوم کے ایک بزرگ حافظ صدرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخلصین کے تقاضے کے پیشِ نظر اس علاقے میں تشریف لائے اور جھاوریاں کے قریب چک موسیٰ میں آباد ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے جن کا نام مبارک محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ تھا اس جگہ کو چھوڑ کر مغرب کی جانب چند میل کے فاصلے پر موضع بیربل شریف منتقل ہو گئے۔ انہوں نے بیربل شریف میں اپنے قیام کے دوران ایک مسجد کی بنیاد بڑے

خلوص سے رکھی۔ بیربل شریف میں حضرت محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۲۵۱ھ میں ہوئی۔ والد کی وفات کے بعد حصولِ علم کے لیے اعلیٰ حضرت غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایام طالب علمی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قطب الاقطاب حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلوک طریقہ نقشبندیہ کا اکتساب اپنے استاد اعلیٰ حضرت للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ فارغ التحصیل ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دولت خانہ پر تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اجازتِ کاملہ اور خلافتِ عظمیٰ عطا فرما کر مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہونے کا حکم فرمایا۔ اعلیٰ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسندِ ارشاد پر متمکن ہونے سے لے کر تا دمِ حیات ہزارہا لوگوں نے اس چشمۂ علم و عرفان سے فیض حاصل کیا۔ بالخصوص پنجاب کے اضلاع ساہیوال، قصور، لاہور، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، گجرات اور سرگودھا کے اکثر لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہری اور باطنی چشمۂ فیض سے مستفیض ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دس رجب ۱۳۲۱ھ کو اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔ بیربل شریف میں اس خانوادہ کے مورث اعلیٰ کا شرف آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہے۔ اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے ایک حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابھی جوان ہی تھے کہ اعلیٰ حضرت بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت و سیرت کے بڑے مداح تھے۔ جب حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت پورے عروج پر تھی آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنی مجالس میں اعلیٰ حضرت بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بڑے اشتیاق اور محبت سے فرمایا کرتے تھے۔ حضرت صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک روز میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت صاحب قبلہ بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت دل میں گھر کر گئی ہے۔ فرمایا: جب حضرت صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ جماعت

میں قرأت پڑھتے ہیں تو عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔اور سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ کو فرمایا کہ صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے پاس امانت ہیں۔[1]

ایک دفعہ فرمایا جو پیر جبراً مریدوں کے گھر جا بیٹھتے ہیں یہ ظالم تھانیداروں سے کم نہیں ہیں اور فرمایا کہ کسی شیخ نے اپنے کسی مرید کو وظیفہ فرمایا ہو عام لوگ کہتے ہیں کہ اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ہمارے خیال میں ظاہر کرنے سے کوئی حرج نہیں۔جو پیر کی طرف سے نسبت القا ہوئی ہو وہ تو کبھی زائل نہیں ہو سکتی۔اور فرمایا اکثر مشائخ کہتے ہیں کہ جو اپنے طریقہ میں داخل ہو۔اس کو ذکر کی تلقین کرنی چاہیے۔ہم تو چاہتے ہیں کہ یہ تمام سنگریزے بھی اللہ اللہ کرنے لگ جائیں۔فرمایا اعلیٰ حضرت للہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے کیسے اچھے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں یعنی ان کی طبیعتیں بہت ہی سلیم واقع ہوئی ہیں۔[2]

ایک روز جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف والوں کی خدمت میں عرض کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیربل شریف والوں کی صحبت سے بڑا فیض حاصل ہوا ہے۔باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میاں اپنے پیر کے روبرو دوسرے مشائخ کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔چونکہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے محقق تھے اکثر ذکر حضرت صاحب بیربل والے رحمۃ اللہ علیہ کا کرتے رہتے تھے۔ایک روز باباجی کوٹلہ شریف والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس طرح تم حضرت صاحب بیربل شریف رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہو بیشک وہ ایسے ہی ہیں۔اس کے بعد حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت باباجی سرکار کوٹلہ شریف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ ذکر کرنا چھوڑ دیا۔[3]

---

۱ خزینہ معرفت صفحہ ۱۹۲

۲ خزینہ معرفت صفحہ ۲۶۲

۳ خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۷

حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ انقلاب الحقیقت میں لکھتے ہیں کہ

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا: میں حضرت صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تین دن بادشاہی مسجد میں رہا۔ سبحان اللہ! معلوم نہیں وہ کیا تھے اور حضرت للّٰہ والا رحمۃ اللہ علیہ نے دیا کیا اور بیربل والوں نے لیا کیا؟ زاں بعد فرمایا: گھیا پکا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ ڈال کر ٹکڑا گھیا تلاش فرماتے تھے لیکن اس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کمال میں تو کوئی نقص نہیں آیا۔

آپ مزید لکھتے ہیں کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ نہاتے وقت بھی ٹوپی سر سے نہیں اتارتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب فوراً میری سمجھ میں آگیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شہود کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ اس درجہ شہود میں غرق تھے کہ ٹوپی سر مبارک سے نہ اتار سکتے تھے اور ہر وقت زیرِ تجلّی تھے۔ درحقیقت تھا بھی ایسا ہی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ محویت اور حیرت کے عالم میں ہوتے۔ کوئی جا کر کچھ کہتا تو جواب دیتے ورنہ خاموش و حیران۔ اپنے مشاغل دینی میں بھی یہ محویت اور حیرت نہ جاتی۔ سچ یہ ہے کہ شہود تو ہے ہی یہی جو دائمی اور درجہ تمکین کو پہنچ گیا ہو۔ ایک گھڑی تو ساری دنیا کو ہوتا ہے ورنہ وہ حق خدائے تعالیٰ کو تسلیم کیونکر کریں۔

خواجہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ آپ کے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کس طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے۔ میں نے عرض کیا: شمال کی طرف۔ اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا جانب شمال۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے اور ہاتھ سے شمال مغرب کے گوشہ میں اشارہ فرمایا اور فرمایا تم اسی طرف رخ کر کے بیٹھا کرو۔ اس میں بڑی برکت ہے۔ جب میں نے گھر آ کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

خاص خادموں سے معلوم کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ مجھے تو ایسا دکھائی دیتا ہے صحیح ہو نکلا اور اس ارشاد سے پیشتر مجھے اس سمت سے روحانی تعلق خود بخود پیدا ہو چکا تھا۔

(انقلاب الحقیقت صفحہ ۴۲)

ایک بار صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اعلیٰ غلام مرتضیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ صوفی چراغ الدین صاحب سکنہ لنگے ضلع گجرات کو حضرت اعلیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے واقعات و حالات یاد ہیں اور نہایت درد بھرے انداز سے بیان کرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی صاحب کا پتہ لیا اور قصور شریف سے سیدھے درس میاں وڈا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور تقریباً بارہ بجے رات پہنچ گئے۔ خود حضور رحمۃ اللہ علیہ تو باہر ایک تالاب پر تشریف فرما ہوئے اور صوفی صاحب کو بلوایا۔ صوفی صاحب حیران! کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے کہ آدھی رات کو یہ بزرگ تشریف لے آئے۔ جب حاضر ہوئے تو حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے بھائی ابراہیم سے سنا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت صاحب بیر بل والوں رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے حالات و واقعات یاد ہیں، میں صرف ان کے سننے کے لیے آیا ہوں۔ صوفی چراغ دین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیر و مرشد سے جو محبت تھی وہ بیان نہیں ہو سکتی۔ لفظ لفظ پہ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آنسو گرتے تھے اور حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جذبہ محبت میں تڑپتے تھے۔ صبح صادق تک یہ دونوں محبت کے پروانے ذکرِ حضرت صاحب بیر بل والا رحمۃ اللہ علیہ میں جلتے اور تڑپتے رہے اور نور ظہور سے پیشتر ہی دونوں حضرات الگ الگ ہو گئے اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ رات کیسی گذری سوتے یا تڑپتے۔ انقلاب الحقیقت صفحہ ۱۱۵-۱۱۴۔ اسی طرح ایک بار آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ موضع لنگے خواجہ ضلع گجرات صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا پہنچے اور اپنی پیاس بجھا کر واپس ہوئے۔ خود حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی میں نے وہ حالات حضرت جدِ امجد رحمۃ اللہ علیہ کے سنے جو مجھے خود معلوم

نہیں تھے۔

جب کبھی کوئی حضرت جدِ امجد رحمۃ اللہ علیہ کا مرید آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا نہایت مہربانی فرماتے اور اکثر اِن الفاظ سے پوچھتے کہ "تم نے ان آنکھوں سے حضرت صاحب کو دیکھا" بھلا جب تم نے اُن کو دیکھا ہے تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اکثر گلے لگا لیتے۔ حالانکہ اس آخری زمانہ میں مصافحہ عوام سے بھی پرہیز کرتے۔ ایک تو محبت تھی اور اس پر واقعات اور اختلافاتِ خاندانی کی اطلاع نے حضور رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت اور محبت کو اور بھی جوش دے دیا۔ یہی وجہ ہوئی کہ وہ سرچشمۂ محبت جو مدت سے اُبل رہا تھا صرف دیکھتے ہی اُمڈ آیا اور ندی نالے کی طرح نہیں بلکہ سمندر کی طرح موج زن ہو گیا۔ آخر اپنی وسعتِ انداز سے میری حقیر ہستی کو پہلی نظر سے فنا کر گیا اور رکھا گیا۔

(انقلاب الحقیقت صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

حضرت اعلیٰ پیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو محبت اور اُنس اس قدر تھا کہ حضرت قبلہ صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی نظر میں رنگ دینے کے بعد ایسا تعلق اور ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس خاندان کو اپنا گھر تصور کرنے لگے اور حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شفقت کا ایسا رویہ اپنایا کہ پیری مریدی کا فرق مٹ گیا اور حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی فرزندی میں لے کر اپنے اہلِ بیت میں شامل فرمالیا۔ کبھی بھی صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نذر و نیاز قبول نہ فرمائی۔ بلکہ الٹا اپنے ہاتھ سے کچھ دیا کرتے۔ اس سلسلے میں صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ انقلاب الحقیقت میں لکھتے ہیں کہ جب شعبان ۱۳۲۵ھ میں حاضر ہوا تو میرے پاس کئی سو کی رقم تھی۔ میں نے موقع غنیمت سمجھا کہ نہ تو قرضہ لیا گیا نہ لوٹ کھسوٹ کا مال ہے اب کے آپ رحمۃ اللہ علیہ ضرور قبول فرمائیں گے۔ موقع پا کر بالاخانے پر حاضر ہوا۔ صرف ایک خادم میاں ابراہیم صاحب حاضر تھے۔ میں نے

چپکے سے ایک سو کا نوٹ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زانو مبارک کی طرف سرکا دیا۔لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ تاڑ گئے، ہاتھ مبارک سے پکڑ لیا اور کھول کر ملاحظہ فرمایا، اس کے بعد میری طرف بڑھا کر فرمایا۔ لے لو۔ میری آنکھیں پہلے نیچی تھیں اور شرمندہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس کہنے نے میری آتشِ محبت پر تیل کا کام کیا، میرے آنسو پھوٹ پڑے اور ساون کی گھٹا (برکھا رُت) کی طرح برسنے لگے لیکن میں نے ہاتھ نہ بڑھایا۔ اور زبان سے بے اختیار کہتا جاتا تھا کہ قبول فرمائیے۔ اب کے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ قبول فرمائیں لیکن آپ بدستور انکار فرماتے رہے اور جھٹ جیب میں ہاتھ ڈال کر کئی نوٹ نکال لیے ایک سو کا نوٹ اور ایک روپیہ لے کر میرے ہاتھ میں دیا اور فرمایا زیادہ نہیں یہ تو ضرور لے لو اور ضرور لے لو۔ میاں ابراہیم صاحب نے میری نذر قبول فرمانے کی سفارش کی تھی لیکن کارگر نہ ہوئی۔ مگر یہ معلوم نہ تھا کہ اس مایۂ ناز ہستی کی کریم النفسی کی اتنی بلند پروازی ہے کہ ہمارے وہم وخیال میں بھی نہیں۔ آخر اصرار اور انکار کی نوبت مبالغہ تک پہنچ گئی اور مجبور ہو کر میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک کے دیئے کو مٹھی میں لے لیا، اسی کشمکش میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "کہ ہندو بھی تو فرزند قبول کردہ کے گھر سے پانی نہیں پیتے۔ ہم مسلمان ہو کر بھلا ایسا کیونکر کریں۔"

حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات کے جذبہ سلوک اور فقر جلال و جمال کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم حضرت مولانا بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت مبارک نہایت مناسبت رکھتی تھی۔ فرق تھا تو صرف اتنا کہ حضرت قبلہ میاں صاحب کا ظاہر جمال سے آراستہ تھا اور باطن جلال سے اور حضرت جدِ امجد رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہر جلال سے بھرپور تھا اور باطن جمال سے۔ یہ صاحب جذبہ تھے اور صاحبِ سلوک۔ حضرت قبلہ جدِ امجد رحمۃ اللہ علیہ جلال الٰہیہ کے اندر حیران تھے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمالِ ربوبیت کے اندر بے تاب جبروتی حالت میں

مستغرق تھے اور یہ ملکوتی کیفیت میں غرق، وہ شاہانہ طبیعت سے آراستہ نظر آتے تھے اور یہ خاکسارانہ رنگ و روپ سے ناز انداز باریک بینی جزو رہی اور عقلِ کل میں بالکل یکساں۔ ہاں ان کا علم ظاہری ان کے باطن کی آبیاری کرتا تھا اور ان کا باطن ان کے ظاہری علم کو سیراب کرتا تھا۔ اتباع سنت میں یکساں۔ لیکن وہ شریعت حقہ کے لیے جوش میں آ کر حدودِ الٰہیہ قائم کرتے اور عصائے موسوی سے کام لیتے اور یہ اندر ہی اندر دم عیسوی سے تازگی بخشتے۔ انہوں نے علمِ ظاہری کی آبیاری میں اپنا تمام زور خرچ کیا اور انہوں نے علم باطنی کی سیرابی میں اپنی عمر بسر فرمائی۔ (دیباچہ خزینۂ معرفت)

صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند دوست اور جوانی کے یارِ غار تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لاتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوتے اور دیر تک جلوت وخلوت میں انہیں اپنے ساتھ رکھتے۔

صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب آخری سفر میں حضرت صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضرِ خدمت ہوئے۔ حضرت صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں دبا رہے تھے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کشف وغیرہ کی باتیں دریافت فرما رہے تھے۔ جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے اپنے وطن بیر بل شریف کی طرف تشریف لے گئے۔ بندہ اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ کر لاہور کے اسٹیشن سے واپس آ رہے تھے تو بندہ کے دل میں یہ کیفیت تھی کہ جس طرح کوئی چیز ہم سے چھینی گئی ہے اور یہی کیفیت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ظاہر فرمائی۔ جب حضرت قبلہ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ گھر پہنچے تو چند روز بعد آپ بیمار ہو گئے۔ فالج کے گرنے سے تکلیف زیادہ ہو گئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اسی

بیماری میں وصال ہوا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۷)

۵ حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دو ہستیوں سے خاص نسبت ہے۔ایک سرتاج الاولیاء، امام الاتقیاء، شہنشاہِ بغداد، حضرت میراں محی الدین سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ سے اور دوسرے زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین سند الموحدین مظہر العلوم الخفی والجلی، المخدوم حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اوائل عمر میں اکثر لوگ مجھے کتابیں دیتے تھے میں نہیں لیتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر میں لائق ہوا تو کتابیں خود بخود آجائیں گی اور اگر نالائق ہوا تو میں نے کتابیں کیا کرنی ہیں۔ایک دفعہ اپنے مکان میں کچھ تلاش کر رہا تھا کہ ایک الماری میں دو کتابیں ملیں۔ایک غنیۃ الطالبین اور دوسری کشف المحجوب۔انہیں کھول کر سامنے رکھتا تو ان میں سے سفید رنگ کا دھواں سا نکلتا اور میرے دل میں اتر جاتا۔چونکہ ان دونوں ہستیوں کی نسبت مجھ پر غالب تھی یہ اُن کا فیض تھا جو مجھے پہنچ رہا تھا۔اگر کوئی آدمی دونوں کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب مانگتا تو مجھے ایسا معلوم ہوتا جیسے میرا دل اور انتڑیاں نکلی جا رہی ہیں۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی کہ جب کبھی لاہور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری کے لیے جاتے تو مسجد کی محراب میں داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتے وہاں سے سیدھی داتا صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے لوحِ مزار پر نگاہ پڑتی تھی۔

شرقپور شریف کی شیخ برادری میں میاں محمد نامی ایک شخص تھا بہت غریب اور نادار، بیچارے کی زندگی نہایت تنگی کے عالم میں بسر ہو رہی تھی۔ایک دن غربت اور

بے کاری سے تنگ آ کر شرقپور شریف سے ہجرت کر کے لاہور چلا آیا اور ایک چھاپہ خانہ میں دس روپے ماہانہ پر ملازم ہو گیا۔ تنگدستی اور ناداری کی وجہ سے اسے کوئی رشتہ بھی نہیں دیتا تھا۔ ایک دن نہایت غمگین حالت میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''حضور دس روپے مہینہ میں گزارہ نہیں ہوتا کیا کروں؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ نوکری چھوڑ کر دوکان کر لو۔ کہنے لگا ''سرکار! کس سے کروں سرمایہ تو پہلے ہی نہیں ہے۔'' حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ روپے اپنے پاس سے دیئے اور فرمایا اللہ مالک ہے۔ اس نے اشارہ کے مطابق اندرون بھاٹی دروازہ دوکان کر لی۔ حضور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے خوب کام چلا اور دولت کی ریل پیل ہو گئی۔ وہ نہایت پارسا اور نیک ہو گیا۔ بھاٹی دروازہ کے تمام لوگ اُسکے پاس امانتیں رکھتے۔ اس کی شادی بھی ہو گئی، اس نے دو دوکانیں اور ایک بیٹھک خرید لیں اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ وہ تشریف لائیں تاکہ برکت کا باعث بنے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور اس کے بعد بھی کبھی میاں محمد مرحوم کی بیٹھک میں تشریف رکھتے۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور مذکورہ جگہ تشریف فرما تھے۔ سردی کا موسم تھا۔ رات کے بارہ بج رہے تھے۔ ساتھیوں نے عرض کی: حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر حاضری دیں۔ چنانچہ سب ساتھیوں کے ہمراہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے جب چوک تک پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ رک گئے۔ دربار داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک آدمی آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑی عزت و احترام سے اُس سے ملے۔ آگے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ آنے والے آدمی نے سر پر گول پگڑی اور کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ اس کی داڑھی سفید اور چہرہ چمکدار۔ قریباً آدھ گھنٹے کے قریب دونوں حضرات ایک دوسرے کے سامنے کھڑے رہے۔ اس کے بعد دونوں نے مصافحہ کیا اور حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

واپس تشریف لے آئے۔ ساتھی بڑے پریشان تھے کہ ماجرا کیا ہے؟ آخر سرکار میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی گئی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ راستہ ہی سے یوں واپس تشریف لے آئے۔ سرکار میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہی ملنا تھا نا۔ وہ جو چوک میں گول پگڑی اور نورانی چہرے والی ہستی ملی ہے وہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی تو تھے۔

مؤلف ''حدیث دلبراں'' لکھتے ہیں کہ والد صاحب لاہور میں کاروبار کرتے تھے اور کبھی کبھی شرقپور شریف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری کے لیے آتے۔ ایک دن حضور رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فضل الٰہی! داتا صاحب جایا کرو۔'' حالانکہ وہ ہر روز داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری کے لیے جایا کرتے تھے۔ والد صاحب کہتے ہیں میں نے عرض کی: ''سرکار! ذرا واقفیت کرا دیں۔'' یہ سن کر آپ مسکرائے۔ جب وہ واپس پہنچے اور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ گئے تو ان کا کہنا ہے کہ ابھی دروازہ میں ہی تھا کہ کسی نے کندھوں سے پکڑ کر منہ پھیرا اور اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار کے تمام پردے درمیان سے اُٹھ گئے ہیں، بہت دیر تک وہیں کھڑے رہے، عجیب کیفیت پیدا ہوئی اور وہیں باہر سے ہی واپس ہو لیے۔ یہ تھا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف اور واقفیت کرانے کا نتیجہ کہ منزل نے خود ہی راہرو کو کھینچ لیا اور مقصود نے خود ہی طالب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

ایک دفعہ چوہدری غلام رسول ٹھیکیدار جس نے جناب داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد بنوائی تھی شرقپور شریف اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اُسے مل کر بہت خوش ہوئے اور بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''میرا بھی دل چاہتا تھا کہ اُسے دیکھوں جس نے داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد بنوائی۔ چوہدری غلام رسول کانوں سے بہرہ تھا اور ہر وقت اپنے ساتھ سنکھ رکھتا تھا تاکہ جس کسی نے بھی کوئی بات کرنی ہو سنکھ منہ میں رکھ کر اس کے کان میں کہے اور وہ خود بھی اونچی

آواز سے ہی بات کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد سن کر گویا ہوا حضور! اس وقت نہیں دیکھا تھا جب داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی موجودگی میں مجھے فرمایا تھا کہ مسجد بنوا اور پھر بیان کرنے لگا، میں اپنی کوٹھی میں رات کو سویا ہوا تھا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں دربار شریف والی چھوٹی مسجد میں جمعہ ہو رہا ہے۔ خلقت اتنی تھی کہ خدا کی پناہ۔ لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ چلے آ رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کھڑے اس جم غفیر کو دیکھ رہے تھے جو کہ نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے جمع ہو رہا تھا۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے: ''غلام رسول سن! میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیکھو جمعہ کے میلے لوگ مسجد میں کیسے تنگ ہو رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ولیوں کے بابا ہیں اور مسجد اتنی چھوٹی سی۔ یہاں ایک بڑی عالیشان مسجد بننی چاہیے۔ سو حضور! اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے نہیں دیکھا تھا یہ سن کر حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے۔

تھوڑے سے وقفہ کے بعد ٹھیکیدار غلام رسول نے عرض کی: ''قبلہ میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میرے لڑکے دین محمد نے ایک طوائف سے شادی کر لی ہے۔ اس بات کا مجھے بہت دکھ ہے۔ اس کی پہلی بیوی بھی موجود ہے اور اولاد بھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ توجہ فرما دیں۔ تھوڑا ہی عرصہ بعد ٹھیکیدار کا لڑکا دین محمد حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ سرکار میں نے اس طوائف کو طلاق دے دی ہے۔ اس کے بطن سے دو لڑکیاں ہیں اس کے خاندان والوں نے لڑکیاں حاصل کرنے کے لیے دعویٰ دائر کر دیا ہے اور میں نہیں چاہتا لڑکیاں اُن کے پاس رہیں۔ حضور! دعا فرما دیں کہ مقدمے کا فیصلہ میرے حق میں ہو۔ تھوڑے عرصہ بعد مقدمہ کا فیصلہ اس کے حق میں ہو گیا اور لڑکیاں اس کو مل گئیں۔

چوہدری غلام رسول نے خواب میں داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حکم سن کر پرانی مسجد

کو شہید کر کے نہایت اہتمام سے عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہلوا کر مسجد تعمیر کروائی۔

⑥ آغا سکندر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آغا سکندر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ لاہور اور ان کے جدّ امجد حضرت سید حسن خاوری رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے۔ آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادری سلسلہ کے صاحب نسبت کامل بزرگ تھے۔ اُن کے متعلق حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "سو ولی جمع کیے جائیں تو آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی امامت کے لائق ہیں۔" آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ محبت تھی اور حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اُن سے بڑی محبت فرماتے۔ آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کئی بار حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے شرقپور شریف بھی تشریف لائے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیارھویں شریف میں شرکت کے لیے لاہور جایا کرتے تھے اور جب آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سوہاں تشریف فرما ہوتے تو حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر ان سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے۔ آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاور بھی تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ آغا سکندر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور تشریف لائے تو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگے چلو یہاں کے مزارات پر چلیں۔ چنانچہ دونوں حضرات سخی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ خواجہ محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ مراد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ہاشم شاہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر تشریف لے گئے۔ ہر ایک مزار پر صاحب مزار کے مقامات پر بات ہوئی۔ آخر کار دونوں حضرات اس نتیجہ پر پہنچے کہ حافظ ہاشم شاہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت شاہ امیر بالا پیر کے فرزندار جمند حضرت محمد شاہ مقیم حجروی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں کا مقام سب سے بلند ہے۔

حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سرہانے ایک برآمدہ ہے جس میں گیارھویں شریف کی محفل ہوا کرتی تھی۔ ختم شریف کے بعد دروازہ بند کر دیا جاتا اور آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کی ایک خاص محفل ہوتی جس میں محبت آمیز اور عشقیہ اشعار پڑھے جاتے۔ ایک محفل میں جبکہ آغا سکندر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میر مجلس تھے خوب وجدانی کیفیت پیدا ہوئی، پڑھنے والا عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی ایک غزل سنا رہا تھا۔ جب اس مصرعہ پر پہنچا کہ ؎

جس نے اپنا آپ جلا پیا اس کو جام شراب کیا چاہیے

محفل تڑپ اُٹھی رقت طاری ہوگئی اور لوگ وجد میں آگئے۔ والہانہ انداز میں اس مصرعہ کی تکرار ہونے لگی۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں ایک مصرعہ پر ہی صبح ہوگئی۔ کچھ خاص مریدین نے آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی: ''حضور ہم حیران ہیں کہ ہماری محفل میں غزلیں اور اشعار پڑھے جاتے ہیں۔ سوزِ عشق سے دلوں کو گرمایا جاتا ہے۔ تب کہیں جا کر وجدان کی کیفیت طاری ہوتی ہے لیکن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں کہ ادھر گیارھویں شریف میں درود پاک کی چادر بچھی اُدھر وہ دیکھتے ہی لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں اور عشق کی سرمستیاں ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ یہ سن کر آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ رو دیئے اور فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے اُن کا پیر کس شان کا ہے، جس شان کا اُن کا پیر ہے اُسی شان کے اس کے مرید ہیں۔ نہ میں اس شان کا نہ تم اس شان کے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہماری محفل کی گرمی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آنے پر کس طرح ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بعض ضروریات کے پیشِ نظر ایک عمارت بنانے کی تجویز ہوئی۔ لیکن اس کے لیے کافی رقم کی ضرورت تھی جو کہ بظاہر مشکل نظر آتی تھی۔ آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی پر تصرف فرمایا تو اس

اکیلے نے ہی ساری عمارت بنوادی۔ جب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس بارے پتہ چلا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عمارت کے لیے تصرف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہی کسی انسان پر تصرف کرتے اور بندہ بنا دیتے۔ ایک دن آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا میرے بڑے لڑکے کا تصوف کی طرف بہت کم دھیان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کہیے کہ اپنے فضل سے ایک ایسا بچہ عطا فرمائے جو اپنے اجداد کے سلسہ فیض کو جاری رکھتے ہوئے خلق خدا کی خدمت کرے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: آپ رحمۃ اللہ علیہ منظور بارگاہِ الٰہی ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ خود ہی دعا فرمائیں۔ لیکن آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اصرار کیا اور حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔ کچھ عرصہ بعد آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند عطا فرمایا۔ جب وہ بچہ چار پانچ سال کا ہوگیا تو آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُسے اپنے ہمراہ لاہور لائے اور حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا لڑکا بڑی تعظیم سے پیش آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محبت فرمائی اور پیار کیا۔ آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یہ آپ کا ہی بچہ ہے۔

آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد یہی صاجزادہ صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ ان کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت سرمست و بےخود رہتے اور وجدانی کیفیت طاری رہتی۔ کبھی کبھی کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل جاتے۔ ایک دفعہ صاجزادہ صاحب لاہور تشریف لائے تھے تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ازراہِ محبت ان کو ملنے شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ چلے آئے اور رات وہیں مقیم رہے۔ صبح صاجزادہ صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہ بڑی تعظیم و تکریم سے ملے اور حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بڑی محبت کا اظہار فرمایا۔ اور بہت خوش ہوئے۔ صاحب زادہ صاحب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی: ''آپ رحمۃ اللہ علیہ میرے والد صاحب کی جگہ ہیں میری طرف خاص توجہ فرمایا کریں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا وہیں کھایا اور واپس تشریف لے آئے۔

شاہ ابو الخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شرقپور شریف سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا گاؤں ''ڈھانا'' ہے۔ وہاں کا ایک رہنے والا محمد معصوم حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں میں سے تھا۔ اس کا باپ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ہی بیعت تھا۔ محمد معصوم لاہور میں اینٹیں پکانے والے بھٹے پر کام کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ کسی کام کے سلسلہ میں دہلی گیا۔ اہلِ نسبت حضرات جن کا تعلق کسی مردِ کامل سے ہو، کے دلوں میں ہر وقت یہ جذبہ موجود رہتا ہے کہ کسی بزرگ ہستی سے فیض حاصل کیا جائے۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کی وجہ سے محمد معصوم کا دل بھی اسی آرزو اور جستجو سے ہمکنار تھا۔ اس نے کسی سے پوچھا یہاں دہلی میں سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ حضرت شاہ ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ رہتے ہیں وہ کہاں مل سکیں گے؟ پتہ معلوم کر کے محمد معصوم ان کے آستانہ پر جا پہنچا۔ وہاں یہ دستور تھا کہ جب شاہ ابو الخیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں آ کر بیٹھتے تو پٹھان مقربین ملاقاتیوں کی درخواستیں پیش کرتے۔ اگر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہتے تو ملاقات ہو جاتی اور اگر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ انکار فرما دیتے تو پھر ملاقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جب محمد معصوم کی درخواست پیش کی گئی تو اجازت نہ مل سکی اور وہ مایوس واپس آ گیا۔ کچھ دنوں بعد محمد معصوم شرقپور شریف حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر پوچھا کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ محمد معصوم نے عرض کی جی ایک کام کے سلسلہ میں دہلی گیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہاں شاہ ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان سے ملاقات کی۔ محمد معصوم نے عرض کی حضور گیا تو تھا لیکن ملاقات نہ ہو سکی اور سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر آئندہ دہلی جانا ہو تو ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہونا۔ چند ہی دنوں بعد اُسے پھر دہلی جانا پڑا۔

جب وہ ریل گاڑی کے ذریعے دہلی پہنچا تو ریلوے اسٹیشن پر چند پٹھان اس کا نام اُس کے والد کا نام اُس کے گاؤں کے نام کے ساتھ اونچی آواز میں پکار رہے تھے۔ پٹھان گاڑی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہر ڈبہ کے سامنے کھڑے ہو کر پکارتے کہ اس نام کا پنجاب کا رہنے والا کوئی ہے۔ محمد معصوم یہ سوچ کر کہ یہاں تو اس کا کوئی جاننے والا نہیں جو اس کے باپ اور گاؤں کا نام بھی جانتا ہو حیران و پریشان بیٹھا رہا۔ آخر کار جب تمام مسافر پلیٹ فارم سے چلے گئے تو محمد معصوم نے پٹھانوں سے پوچھا۔ بھئی تم نے محمد معصوم کو کیا کہنا ہے۔ پٹھانوں نے پوچھا کیا تم ہی ہو اور معلوم ہو جانے پر کہ یہی مطلوبہ شخص ہے۔ انہوں نے کہا۔ ارے میاں! شاہ ابوالخیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں تم کو لینے کے لیے بھیجا ہے۔ اسٹیشن کے باہر کار کھڑی ہے ہمارے ساتھ چلو تم ان کے مہمان ہو۔ محمد معصوم کار میں سوار ہو کر شاہ ابوالخیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا پہنچا۔ جب ملاقات ہوئی تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ارے بھئی تم ناراض ہو گئے ہو تم تو ہمارے اپنے آدمی ہو۔ محمد معصوم کافی دن دہلی میں رہا اور جتنے دن رہا انہی کے ہاں ہی رہا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی محبت و شفقت فرماتے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کھانا کھانے کی سعادت تو بڑے بڑے نوابوں کو بھی حاصل نہ ہوتی تھی لیکن محمد معصوم جب تک وہاں رہا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کھانا کھانے کی سعادت سے بہرہ ور رہا۔

حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ جب لاہور تشریف لاتے تو عبدالعزیز بیرسٹر کے مکان پر رہائش پذیر ہوتے۔ ایک دن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شالامار باغ دیکھنے جا رہے تھے کہ راستہ میں باغبانپورہ سے گزر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ارے میاں یہاں کہیں پاس ہی کسی بھٹے پر محمد معصوم رہتا ہے۔ اسے تو بلا لاؤ۔ لہٰذا ایک آدمی گیا اور محمد معصوم کو بلا لایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے بہت پیار کیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ راستے میں شاہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ارے میاں! کیا تم تھوڑی دیر کے لیے اپنے پیر کو یہاں لاسکتے ہو؟ محمد معصوم نے عرض کی کہ لاتو نہیں سکتا۔عرض کرسکتا ہوں۔ یہ سن کر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں بھئی یہ میرا تانگہ لے جاؤ اور میری طرف سے بھی عرض کرو کہ یہ بوڑھا کہتا ہے کہ کمزور ہوں۔آنے میں دقت ہے اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئیں تو مہربانی ہوگی۔

محمد معصوم ان کا تانگہ لے کر شرقپور شریف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تشریف لے چلنے کی عرض کی۔حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ تانگہ پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے عبدالعزیز بیرسٹر کے مکان پر پہنچے اور شاہ ابوالخیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ذرا فاصلہ پر ہی دوزانو بیٹھ گئے۔چند لمحوں کے توقف کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بازو سے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا اور اپنے خلفاء اور مریدین سے فرمایا۔تمہیں میرے پاس چالیس چالیس سال ہو گئے ہیں۔یہ عزیز آیا ہے اور اس نے آتے ہی میرا دل لوٹ لیا ہے۔یہ کہنے کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پیار بھری باتیں کرنے لگے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنجینۂ اسرار تھے تو سرکار میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ منبعِ فیوضات۔ دونوں باکمال اہلِ سنت کا باہم مل کر بیٹھنا عجیب کیفیت پیدا کر رہا تھا،انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی تھی،پیشانیوں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں حاضرین کے قلوب یادِ الٰہی میں محو تھے،ان عارفانِ الٰہی کے قلوب پر تجلیوں کی ضیاباریاں ہو رہی تھیں اور حاضرین کے دلوں کو منور کیے جا رہی تھیں۔اللہ اللہ کیا پر لطف منظر تھا اور کیسے خوش نصیب تھے وہ لوگ جو اس پاک محفل میں روح کی بالیدگی کے لیے غذا حاصل کر رہے تھے۔کچھ دیر یہی کیفیت طاری رہی۔اس کے بعد سرکار میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واپسی کا ارادہ ظاہر فرمایا۔اور شاہ ابوالخیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ الوداع کہتے ہوئے مکان پر اوپر جانے کے لیے

اٹھ کھڑے ہوئے۔ حاجی مستری کرم دین صاحب، حاجی فضل الٰہی صاحب اور دیگر احباب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو کہ ضعیف ہونے کی وجہ سے آسانی سے سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتے تھے دو طرف سے کندھوں کا سہارا دیا۔ جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیڑھی چڑھ لیتے تو سہارا دینے والے اپنا گھٹنا نیچے ٹیک دیتے تھے اور شاہ صاحب فرماتے جاتے تھے ارے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کیا کوئی آدمی ہیں۔ ارے نہیں فرشتے ہیں فرشتے۔

ایک دفعہ قبلہ سید عبداللہ شاہ صاحب سابق پیش امام مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف سے دہلی گئے اور ان کے دل میں بھی حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا شوق ہوا۔ لہٰذا عبداللہ شاہ صاحب اُن کے ہاں جا پہنچے۔ وہاں حسبِ دستور ملاقاتی درخواستیں پیش کر رہے تھے انہوں نے بھی درخواست دے دی اور انہیں اندر بلایا گیا۔ یہ بھی اور لوگوں کے ساتھ حلقہ میں بیٹھ گئے۔ حلقہ میں حکیم اجمل خان جیسے بڑے بڑے رؤساء اور عمائدین شہر بیٹھے ہوئے تھے۔ شاہ ابوالخیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک سے پوچھتے ارے کیا لایا ہے۔ جو کچھ بھی وہ کہتا سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے۔ بہت تھوڑا لایا ہے۔ کوئی پانچ صد کوئی ہزار کہتا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ یہی فرماتے کہ نذر تھوڑی لایا ہے۔ حکیم اجمل خاں سے بھی پوچھا۔ وہ خاصا امیر آدمی تھا اور خاصی مقدار میں نذر لایا تھا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ارے۔ بہت تھوڑی لایا ہے۔ جب ہمارے عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی باری آئی، شاہ ابوالخیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا ارے میاں کیا لائے ہو۔ عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً کہا حضور میں صرف اپنا آپ لایا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ شاہ ابوالخیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اونچی آواز میں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ارے سنو! یہ بات صرف میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں ہی ہو سکتی ہے اور عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی شفقت فرمائی۔ اپنے ہاں مہمان رکھا اور اپنے ساتھ کھانا

کھلاتے رہے۔ شاہ ابوالخیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر ملنے والوں سے حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مناصب جلیلہ کے بارے میں باتیں کرتے تھے۔

۸ صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قبلہ اعلیٰ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی اپنے پیر و مرشد حضرت غلام محی الدین قصوری حضوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر قصور شریف جاتے تو کئی کئی دن قیام رہتا تھا اکثر ہفتہ عشرہ سے زیادہ ہوتا۔

ویسے بھی وہ سرزمین اس وقت مردانِ کامل سے خالی تھی اس لیے حضرت اعلیٰ بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سلسلہ میں منفرد ہستی تھی کوئی دوسرا برابر کا نہ تھا۔ پھر قصور شریف کا خطہ پاک جو ہمیشہ سے طریقت کا مرکز چلا آرہا تھا کیونکر طریقت کی پیاس سے خالی رہ سکتا تھا۔ چنانچہ اعلیٰ بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عروج کمال پر ہوا اور زائرین مرد و زن کا قبرستان تک تانتا بندھا رہتا تھا۔ خصوصاً صبح و شام ایک دنیا آتی جاتی تھی۔ چونکہ قبرستان تقریباً ایک میل سے زیادہ فاصلے پر تھا۔ اس لیے یہ سلسلہ بھی قطار میں نظر آتا تھا۔ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ابتداء سے ہی طریقت کے ساتھ مناسبت تھی اور اکثر خانقاہوں پر جانے کا معمول تھا۔ مراقبہ میں یا خواب میں ان کو معلوم ہوا کہ تمہارا مرشد حافظ و عالم اور قاری ہوں گے۔ جب اعلیٰ حضرت بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف لے گئے تو صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں سکون و آرام ہو گیا اور دل نے بیعت کرنا چاہی لیکن ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ عالم تو ہیں کیا قاری اور حافظ بھی ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حافظ بھی ہیں، لیکن ابھی قاری ہونے کا ثبوت نہیں۔ آخر خود حضرت اعلیٰ بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تجویدی علم جانتا ہوں لیکن پڑھ نہیں سکتا۔ اس پر صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شکوک دور ہو گئے اور حضرت اعلیٰ بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ صوفی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ لمبے قد اور ستھرے چہرے کے مالک تھے۔ طبیعت نہایت موزوں پائی تھی۔ گفتگو نہایت نرم فرماتے اور فضولیات سے محتاط عادت تھی غرض ایک صوفی میں جتنی خوبیاں ہونی چاہئیں اتنی خوبیاں آپ رحمۃ اللہ علیہ میں موجود تھیں اور نیکی باقی کرتے تھے دونوں کام بیک وقت ایسے نبھائے کہ صوفی کی صوفیت زندہ جاوید بن گئی اور نیک نہاد صوفی کی صورت میں جلوہ گر ہو گئے۔

حضرت اعلیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جب صوفی محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاتحہ کے لیے بیر بل شریف تشریف لائے تو اس وقت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ غالباً یہ قافلہ تین آدمیوں کا تھا لیکن کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان میں ایک ایسا شہ باز طریقت ہے جس سے دنیا ہدایت پائے گی۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان دنوں زیادہ تر قصور شریف میں رہا کرتے تھے، دونوں بزرگوں میں نسبت اتحاد کامل تھی۔ یہی وجہ تھی حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، ویسے حضرت اعلیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زخم خوردہ محبت بھی تھے اور اکثر حضرت اعلیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تذکروں میں زندہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اکثر حالات حضرت بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سنتے رہتے تھے اور حضرت اعلیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے اتنا شغف ہو گیا کہ حضرت بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہر مسلک سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حال وقال سننے کی استدعا ہوتی تھی۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دلی محبت تھی۔ ان کی صورت وسیرت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پسند تھی۔ حضرت بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی پیار کیا کرتے تھے لیکن پیار ومحبت برابر بڑھتی رہی اور جب حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت عروج پر پہنچی تو وہی پہلی سی محبت اور پہلی عزت وشرف اور پہلا سا حال ہی مابین رہا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی بلکہ اضافہ ہوتا رہا جب صوفی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ آجاتے تھے تو حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک خنداں ہو جاتا اور صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہر ادا پسند تھی۔ بے تکلف دوست تھے۔ شاہ وگدا اس محبت میں ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے۔ خاندان بیر بلوی سے جو بھی کوئی قصور شریف حاضر ہوتا صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کھانے کا انتظام حاجی حبیب اللہ صاحب کے ہاں کراتے۔ موصوف جس طرح زندگی حضرت اعلیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت انتظام لنگر اپنے ذمہ رکھتے تھے بعینہ اسی طرح جب تک زندہ رہے اپنے گھر سے کھانا بھجواتے تھے۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کام صرف اطلاع کرنا تھا۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں قصور شریف کے ایک مشہور صوفی تھے اور ہر آدمی اُن کی عزت کرتا تھا وہ کئی بانی بھی کرتے اور اسی وقت خادموں کو توجہ بھی دیتے تھے۔ حضرت صاجزادہ محمد عمر صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب میں ایک بار حاضر ہوا تو رخصت اور اجازت چاہی تو حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا جلدی ہے عرض کی جمعہ گھر ادا کرنے کا خیال ہے۔ فرمایا کیا یہاں جمعہ نہیں ہوتا۔ غالباً ہفتہ یا اتوار کو صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے اور جب ملاقات کے بعد بالاخانہ پر صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ صاجزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملے غالباً میں اندر بیٹھا تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جاؤ ان سے ملو۔ وہ آئے ملے۔ بعدۂ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو فرمایا چاہا تھا کہ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آجاتے تو اچھا تھا صاجزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہو جاتی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ میری حاضری سے بہت خوش تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال تھا بیر بل شریف کی خانقاہ از سرِ نو زندہ ہو اور اسی خیال سے آپ رحمۃ اللہ علیہ مہربان ہوئے۔

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ ان پڑھ تھے معلومات تصوف کا خزینہ تھے۔ اس وجہ سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد ایک دفترِ بے پایاں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مبارک پر لکھ دیا جس کی ترتیب کا مجھے

شرف حاصل ہوا۔

آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جب قصور شریف حاضر ہوا تو صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے کچھ لکھا تو ہے لیکن اس کی تصحیح اور ترتیب کے لیے کوئی لکھا پڑھا اور نہیں ملتا۔ چنانچہ میں نے کہا میں حاضر ہوں۔ میں مسودہ گھر لے آیا کچھ زیادہ ترتیب نہ دے سکا کیونکہ میرے قابو سے تمام تحریر باہر تھی۔ البتہ ہر باب کے ابتدائیہ میں کچھ نوٹ دے دیئے اور عنوانات لکھ دیئے اور مقدمہ حال وقال کے نام لکھ دیا۔ کئی سالوں بعد طبع ہوئی اور دوسری تیسری بار طبع ہو چکی ہے۔

آپ (صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے قصور شریف میں وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مخلصین کی ایک جماعت چھوڑ گئے۔ ان میں کئی اچھے صالح آدمی بھی دیکھنے میں آئے۔ لیکن خود آخری نشان آپ ہی تھے بعد میں کوئی ان کا مسند نشین نہیں۔

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قبری نشان اسی قبرستان میں حضرت عبدالرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف اور مسجد کے مشرقی جانب کچھ فاصلہ پر ہے مزارات کا ماحول نہایت پرسکون ہے آدمی کا بیٹھنے کو جی چاہتا ہے۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وصال شریف سے پہلے کئی بار دوران گفتگو صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور قاری اللہ بخش مرحوم رحمۃ اللہ علیہ سے الگ الگ فرمایا۔ کیا اچھا ہوتا آپ اور قاری صاحب ہی مجھے کسی جگہ اوپر نیچے کر دیتے اور کسی گڑھے میں پھینک دیتے۔ ایک تو ان الفاظ میں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فنا و بقا کا پتہ چلتا ہے۔ دوسرے ان دو بھائیوں کے اخلاص و محبت کا پتہ ملتا ہے اور تیسرے حضرت اعلیٰ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ انس و محبت کے نشانات ملتے ہیں۔

⑨ قاری اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیض پور کلاں ضلع شیخو پورہ

قاری اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے قد بالا کے بزرگ جوان تھے۔ ان کے والد صاحب بھی درس پڑھایا کرتے تھے۔ جب یہ جوان ہو گئے تو اس وقت گھر میں تنگی بھی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف میں بیعت تھے لیکن قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو طریقہ نقشبندیہ ناپسند تھا کیونکہ ان کے خیال میں یہ سلسلہ فقیرانہ ہے اور عمر یُسر میں نہیں عُسر میں گزرتی ہے۔ آپ کا خیال تھا کہ سلسلہ چشتیہ میں داخل ہوں گے لیکن اچانک یہ جوان قاری لاہور آئے۔ واپسی پر اُن کو معلوم ہوا کہ شرقپور شریف کے ایک بہت بڑے بزرگ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ قاری صاحب کے بیانؒ کے مطابق یہ سننے کے بعد جب میرے ساتھی نے حقہ میری طرف کیا تو میں نے کہا جی نہیں چاہتا ساتھی نے دوبارہ سہ بار حقہ پیش کیا میں نے کہا معلوم نہیں اب مجھے کیا ہو گیا ہے۔ حقہ پینے کو جی نہیں چاہا۔ یہ موذی لے جا۔ چنانچہ آرام لینے کے بعد جب میں فیض پور پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ وہی فقیر نقشبندی آج مہمان ہیں۔ اس پر میں بہت حیران ہوا گھر گیا تو معلوم ہوا کہ ہمارے ہی مہمان ہیں۔ والد صاحب نے گھر چاول پکانے کے لیے کہہ دیا تھا۔ میں گھبرایا۔ مسجد میں آیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش میں تھا۔ چنانچہ جس کو میں اپنے خیال میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سمجھتا رہا وہ خادم تھے۔ آخر کار صاجزادہ محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کر دیا۔

آپ کی سادگی پر میں حیران رہ گیا۔ ایک فکر کہ گھر میں بادشاہ آئے ہوئے ہیں لیکن دعوت کے لیے کچھ پاس نہیں۔ اس پر حضرت خواجہ بیر بلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی فرمایا کہ مدت سے آرزو تھی کہ فیض پور میں قاریوں کا درس دیکھا جائے۔ چنانچہ اس خیال سے ہم آپ کے مہمان ہوئے۔ حضرت خواجہ بیر بلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تدریس علوم

دینیہ کے ساتھ خاص محبت تھی۔ جہاں جاتے طلبہ سے قرآنِ پاک سنتے اور کتابی درس کے متعلق سوال کرتے اور جواب پاکر خوش ہوتے۔ علمی ذوق بہت بلند تھا۔ قاری صاحب کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر بعد اذان ہوئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ وضو کے لیے اٹھے اور میں جھٹ گھر گیا۔ نقدی تو گھر میں تھی نہیں صرف ایک لنگی رواجی تھی۔ وہ بغل میں دبائے مسجد چلا آیا اور وضو گاہ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ اندھیرے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے وہ لنگی پیش خدمت کر دی۔ ابھی میرے ہاتھ میں تھی کہ حضرت پیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ نے احمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کو جو موجود تھا۔ فرمایا: یہ قاری صاحب کا تبرک ہے، پہلے اپنے ہاتھ قبول فرمائی پھر اُسے دے دی۔ نماز ادا کرنے بعد کھانا کھلایا گیا۔ لیکن میں نے پہلے ہی عرض کر دیا تھا کہ حضور کھانا کم ہے اور آدمی زیادہ۔ آپ نے فرمایا: بہت ہے کچھ فکر نہ کریں۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی کہتا کہ آدمی زیادہ ہیں اور کھانا کم تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی چادر مبارک کھانے پر دے دیتے اور فرماتے تقسیم کرو۔ خود بھی ساتھ ہی بیٹھے بڑے سکون سے تناول فرماتے رہتے۔ یہاں تک کہ جب سب لوگ کھانا کھا چکتے اور دستر خوان خالی ہو جاتا تو بعض اوقات آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کسی کو کھانا بھیجنا ہو تو بھیج دو یا کسی کو کھلانا ہے تو کھلا لیں۔ جب تمام لینے دینے والے فارغ ہو جاتے تو آپ اپنا کپڑا سمیٹ لیتے پھر بھی کھانا بچ جاتا۔ اس دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ جب کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قاری صاحبان سے قرآنِ پاک سنانے کا ارشاد فرمایا۔ بعض طلبا نے چند آیات سنائیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآنِ مجید کی تلاوت سے بہت زیادہ محظوظ ہوتے اور اس کا پتہ آپ کے چہرے سے نمایاں ہوتا۔ خود قاری صاحب کو بھی ارشاد ہوا۔ آپ نے بھی اپنے لب ولہجہ سے تلاوت کی بہت پسند فرمائی۔ اس کے بعد قاری صاحب نے ایک تھال پتاشوں کا پیش کیا۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ کیا عرض کیا بیعت چاہتا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی غلامی میں لے لیں۔ فرمایا یہ سلسلہ نقشبندیہ دوسرے سلاسل کی طرح دولت نہیں رکھتا

یہاں پتھر چاٹنے والا معاملہ ہے۔آپ اس میں داخل ہو کر کیا حاصل کریں گے کیا پتھر چاٹا کریں گے۔قاری صاحب نے عرض کیا اب میں اسی سلسلہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر مجھے کوئی دکھائی نہیں دیتا۔(تیرے جیسا کوئی نہیں تیرے جیسا کوئی نہیں)(تیرے جیہا مینوں ہور نہ کوئی)

چنانچہ جلسہ عام میں قاری صاحب کی بیعت ہوئی اور ہر طرف سے مبارک باد کے نعرے اٹھے۔

قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔بیعت کے بعد بھی میرے اندر سے بھوک کا بھوت نہ نکلا۔بدستور یہ خیال غالب کہ بیعت تو ہو چکا۔لیکن قرض کا کیا کروں۔آخر دوسرے یا تیسرے دن جب میں حضور رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا میں نے میاں احمد بخش رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔چونکہ میاں احمد بخش رحمۃ اللہ علیہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت سے کامل واقف تھے انہوں نے کہا کہ جب حضور رحمۃ اللہ علیہ سحری کو پاخانہ کے لیے تشریف لے جاویں تو پس پشت آہستہ چلتے جانا اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ پاخانہ سے فارغ ہو کر واپس تشریف لا رہے ہوں تو اُس وقت عرض کر دینا۔چنانچہ جب فراغت کے بعد حضور رحمۃ اللہ علیہ لوٹے تو اچانک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر مبارک قاری صاحب پر پڑی دیکھتے ہی فرمایا۔کیوں قاری صاحب۔

قاری صاحب نے اپنی تنگدستی کا تمام قصہ عرض کر دیا۔والد صاحب فراغ دست ہیں قرض لیتے رہے اور خرچ کرتے رہے۔قرض بڑھتا گیا اور اب حالت یہ ہے کہ کوئی مہاجن قرض نہیں دیتا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا اب قرض بھی نہیں ملتا۔ارشاد فرمایا کھیتی کی جاوے،عرض کیا کھیتی سے کیا ہوگا یہ عمر بھر بھی ہم سے ادا نہ ہوگا۔پھر ارشاد فرمایا کھیتی کی جاوے،عرض کیا کھیتی ہی نے ہمیں تباہ کیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اس ٹیلے پر تھے جو ننکانہ دربار کے مغرب تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اُس پر کھڑے تھے جہاں یہ عرض عروض چل رہا

تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بے اختیار اپنا عصا مبارک گھماتے جاتے تھے۔ فرماتے جاتے تھے قاری صاحب اس ٹیلے کے برابر دولت چاہیے۔ اس ٹیلے کے برابر دولت چاہیے۔ آخر فرمایا ایک جوگ کی کھیتی ضروری ہے۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ایک جوگ سے واہی شروع کی اور اس سال اس قدر غلہ آیا کہ چار جوگوں سے نہیں آتا تھا اور اس پر گندم کا بھاؤ بڑھ گیا۔ چنانچہ اس مال سے کافی قرضہ ادا ہوگیا۔

قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بھی بہت سی کرامات سنایا کرتے تھے۔ باطن صاف تھے دین پسند اس لیے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری کو بہت پسند تھے اور اکثر حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان سے مل کر خوش ہوتے۔ پاکیزہ باطن ہونے کی وجہ سے بعض اوقات حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بے تکلف بھی ہو جاتے لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کبھی ناراض نہ ہوتے بلکہ خوش ہوتے جس کی چند مثالیں پیش ہیں۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب کبھی کسی مسجد کی تعمیر شروع کرواتے تو مزدور لگاتے تھے کسی خادم یا مخلص کو اجازتِ کارکردگی نہیں دیتے تھے۔ دو وقتہ کھانے کی بجائے سہ وقتہ چہار وقتہ کھانا مستریوں اور مزدوروں کو دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مخلص نے اجازت لیے بغیر کام کرنا شروع کر دیا اور ٹوکری اٹھا لی۔ دو چار دن کے بعد جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اس پر پڑی فرمایا یہ کون ہے اور کس نے اِسے کام کرنے کی اجازت دی ہے۔ بہت ناراض ہوئے اور حکم دیا باہر نکل جاؤ۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی دن شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ مسجد دیکھنے کے بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو حضور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مسجد دیکھی۔ عرض کیا: جی ہاں۔ اس کے بعد قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ثواب کا ٹھیکہ لے لیا ہے کہ کسی دوسرے کو ثواب لینے ہی نہیں دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کیسے؟ عرض کیا: اس بیچارے کو مسجد کے ثواب سے روک دیا۔ اب وہ بیٹھا رو رہا ہے۔ اس کا جواب کون دے گا۔ یہ سن کر زم

ہو گئے اور فرمایا کیا کہوں لوگ دکھاوے کے لیے کام کرتے ہیں اس وجہ سے میں نے عوام کو روک دیا ہے۔ اگر وہ اخلاص سے کام کرتا ہے تو کرتا رہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مسجد کی سطح بلند کرنے کا خیال تھا اور اس سلسلہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک منزل اوپر مسجد قائم کرنا چاہتے تھے۔ مخلصین نے کئی بار عرض کیا بہتر ہے کہ نیچے ایک منزل بنا دی جائے اور دوسری منزل پر مسجد ہو جائے ورنہ مٹی کا خرچ بہت زیادہ ہو جائے گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کی نہیں مانتے تھے۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب آئے تو مستری خادم سے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ کیا مٹی ڈلوا رہے ہو۔ مستری نے کہا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہیں مانتے۔ چنانچہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ مسجد کے دو حصے ہو جاتے۔ ایک نیچے اور ایک اوپر۔ نچلے حصے میں مراقبہ والے بیٹھ جاتے یا آرام کرنے والے آرام کر لیتے سرد خانہ ہو جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا: قاری جی کسی نے پہلے یہ تجویز پیش نہیں کی ورنہ یہ بات اور تجویز پسندیدہ ہے۔ چنانچہ اسی وقت مستری کو بلوایا اور فرمایا قاری جی کی یہ تجویز ہے اس طرح بنائی جائے، یار لوگ بیٹھا کریں گے مراقب ہوں گے۔

قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی صلاحیت بھی ضرور تھی لیکن ان کو اور صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو جو درجۂ قرب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھا وہ دنیائے یارانِ طریقت جانتے ہیں کہ کسی اور کو نہ تھا۔ آخر اس کی وجہ صرف صلاحیت ذاتی نہ تھی بلکہ حضرت قبلہ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و اُنس ذاتی کی وجہ سے تھا۔

حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ فیض پور جا رہا تھا جب گاؤں قریب آ گیا میری نظر دور تک اُس وقت جاتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک حسین عورت دروازے پہ کھڑی تھی اور ہم چلتے جاتے تھے جب کچھ قریب آئے تو عورت اندر چلی گئی۔ خوبصورت چہرے نہیں

بھولتے اور جس کی ادائیں بھی دور سے جھلکتی ہوں لیکن دل میں فوراً یہ خیال آیا کہ یہ عورت اندر کیوں چلی گئی ہے۔معلوم ہوتا تھا کہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خوف سے اندر چلی گئی ہے۔ورنہ حسن و جمال چھپنا کیسے پسند کرتا ہے۔آخر میں نے دریافت کیا تو کہا رنڈی تھی۔ پرانے رسوم کے مطابق قصبوں میں گانے والی رہا کرتی تھی۔فوراً قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی نیک ہونے پر توجہ ہوگئی کہ ذرا بھی ان کے اخلاص ومحبت دینی اورغیرت میں کمی ہوتی تو یہ عورت اتنا خوف نہ کھاتی اور یہی غیرتِ دینی تھی جس کی وجہ سے حضرت اعلیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو سچا خیال کرتے تھے اوران پر مہربانی فرماتے تھے۔صاجنزاہ محمد عمر صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ!

ہر ایک آدمی کی آزمائش ضروری ہے اور ہر ایک کسی وقت امتحان میں ہوجاتا ہے کیونکہ ولنبلونکم بشی۔قرآنِ پاک میں کھلے الفاظ میں موجود ہے۔ قاری صاحب کی غیرتِ دینی بڑی مشہور تھی اور بُرے اور مکار آدمی سے دلی نفرت۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے لڑکے قاری غلام رسول کو بیماری لاحق ہوگئی۔وہ بیٹھے بیٹھے بے ہوش ہوجاتے تھے۔قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دم کرائے تعویذ گنڈے لیے لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

آخر کسی نے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہا یہ جن بھوت ہے اس کو نکالنے والے چوہڑے ہوتے ہیں وہ ڈھولکی بجاتے اور گیت گاتے ہیں۔ چنانچہ جب کوئی طریقہ نہ رہا تو اسی پر اُتر آئے حالانکہ جب کبھی میری اُن سے ملاقات ہوتی تھی تو یہی کہتا تھا کہ بیمار ہے۔علاج چاہیے۔علاج کی طرف توجہ نہ دیتے۔ان کے دل میں بیٹھ گیا کہ جن ہے۔آخرکار کسی کے ذریعے ان چوہڑوں کو بلوایا۔ بچے کو سامنے بیٹھا کر انہوں نے ڈھولک اور گیتوں سے پہلے حال ڈلوایا پھر جن بھوت کو باہر کیا اور قدرت خدا آرام بھی آ گیا اور جب میں حاضر ہوا اور مجھے ملے تو خود کہا کہ غلام رسول کو جن تھا اور اس طرح چلا

گیا۔ میں نے پھر یہی کہا وہ بیمار تھا۔ فرمایا نہیں اب کلی آرام ہے لیکن کچھ مدت بعد پھر بیمار ہو گیا۔ اب قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یقین ہو گیا کہ بیمار ہے اب اپنے کیئے پر پشیمان ہوئے اور غیرتِ دینی نے اس قدر غلبہ پایا کہ بیمار ہو گئے۔ میں ان دنوں فیض پور میں تھا۔ حکیم فتح محمد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم میرے ہمراہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے غلام رسول کا علاج کرتا ہوں لیکن قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو ہمیشہ کے لیے ہم سے دور ہو گئے اور غلام رسول ہمیشہ کے لیے اس علاج سے صحت یاب ہو گیا۔ کیونکہ بلغم اندرونِ رگ و ریشہ چلی گئی تھی کثیر جلابوں سے مادہ خارج ہو گیا۔ مرض کی ابتدا دریافت کی گئی تو معلوم ہوا کہ کسی وقت غلام رسول نے مولی کھائی تھی اور اوپر سے لسی پی لی اب صاف راز کھل گیا کہ مرض کیوں پیدا ہوا تھا۔

بہر صورت بہت نیک آدمی تھے اور اپنا نمونہ آپ تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پاک تھی، جس پر پڑی وہ ہی پکا ایماندار ہو گیا اور پھر کسی اور طرف متوجہ نہ ہوا اور اپنے پرانے دین پر قائم رہا۔

۱۰ مولانا سراج الحق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری سرکار کو غوث علی شاہ صاحب (بوعلی شاہ قلندر) رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی محبت تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دو تین بار ان کے مزار پر پانی پت تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حاجی شیخ کریم بخش کو ہمراہ لے کر پانی پت غوث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے۔ فاتحہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ چلو ان کے سجادہ نشین صاحب سے بھی ملاقات کریں۔ پتہ لینے پر معلوم ہوا کہ وہ کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں اور دو ماہ باہر رہنے کا پروگرام ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مسجد میں ہی چل کر کچھ دیر قیام کر لیا جائے۔ مسجد میں آئے ہوئے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "کریم بخش دیکھو سجادہ نشین صاحب آتو نہیں گئے۔ کریم بخش نے جواب دیا: "حضور وہ تو دو ماہ کے لیے باہر گئے ہوئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دیکھو تو سہی میاں کریم بخش صاحب کی واپسی پر آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ چلو ذرا اُن سے مل لیں۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اُن کے ہاں تشریف لائے تو سجادہ نشین صاحب پلنگ پر بیٹھے ہوئے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ نیچے زمین پر ہی دو زانو بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت چاہی اور کچھ نذر کرنے کے بعد واپس چلے آئے۔ راستے میں آپ نے فرمایا جو چیز میں چاہتا تھا وہ نہیں ہے۔ وہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کرنال چلے آئے اور جب کرنال اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر تشریف فرما تھے ایک بزرگ صورت انسان چند ساتھیوں کی معیت میں وہاں آئے اور سلام مسنون کہا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: "آپ مولانا سراج الحق ہیں اور مولانا نے بھی جواباً فرمایا آپ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور یہ کہتے ہوں دونوں صاحبان بغل گیر ہو گئے۔ آپ نے مولانا سے پوچھا کدھر تشریف لے جا رہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا: یہاں نزدیک ہی زمین ہے وہاں جا رہا ہوں۔ کچھ دیر دونوں حضرات محوِ گفتگو رہے اور بعد ازاں مولانا سراج الحق صاحب اجازت لے کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ روانگی کے بعد حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا سجادہ نشین غوث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تو محض بہانہ تھا اصل بات مولانا سے ملاقات تھی۔ مولانا بڑے بزرگ آدمی ہیں۔ مولانا نے بھی اپنے ساتھیوں سے کہا میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مل کر روحانی خوشی ہوئی ہے بڑی مدت سے ملاقات کی خواہش تھی۔

(۱۱) سانده لاہور میں ایک شاہ صاحب

اعلیٰ حضرت سرکار میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ (جو اپنا نام نہیں بتایا کرتے تھے) سانده کلاں لاہور میں ٹھہرے ہوئے تھے۔
حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو عالموں اور بزرگوں سے ملاقات کا بہت شوق تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ چلا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سانده میں اُن کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ بعد حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شاہ صاحب کے پاس بھیجا اور فرمایا "ذرا مسجد میں قیام کر لینا۔ چنانچہ بارشاد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سرکار ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سانده گئے تو معلوم ہوا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سندھ گئے ہوئے ہیں اور دو ماہ بعد تشریف لائیں گے۔ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر واپسی کی بجائے بحکم اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھوڑے سے قیام کا ارادہ کیا اور مسجد میں چلے گئے ابھی کچھ وقت گذرا تھا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ شاہ صاحب تو سندھ میں تھے یہاں کیسے آ گئے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیرانی و تعجب دیکھ کر فرمایا۔ میں سندھ میں ہی تھا تمہارے لیے آیا ہوں ابھی واپس چلا جاؤں گا ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر واپس آ گئے۔

چند ماہ گزرنے کے بعد مولف "حدیث دلبراں" کے والد صاحب کو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سانده کلاں جانا اور فلاں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملنا چنانچہ وہ جب سانده پہنچے تو دیکھا کہ وہ ابھی دور ہی تھے کہ شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ خیر مقدم کے لیے چلے آ رہے ہیں اور ان کا بازو تھام کر اندر لے گئے۔ فرمایا صبح سے راہ دیکھ رہا تھا اور شرقپور شریف سے کسی شخص کی آمد کا منتظر تھا۔ شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ انہیں بازو سے پکڑ کر ایک ایسی جگہ لے گئے، جہاں مزدور اور معمار بیٹھے ہوئے تھے اور ایک کمرہ کی بنیادیں کھدی پڑی تھیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لو عزیز اس کی بنیاد رکھو۔ انہوں نے عرض کی: جناب میں تو اس کا اہل ہی نہیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے "میں نے میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لیے تمہیں بھیجا ہے۔ چنانچہ

ان کے ہاتھوں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمرہ کی بنیاد رکھوائی۔ بعد ازاں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کو لے کر ایک مزار پر گئے جو کچھ ہی فاصلہ پر ایک باغ میں تھا اور فرمانے لگے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ اپنی جوتیاں اتاری تھیں اب میں اس جگہ کمرہ بنا رہا ہوں یہ میرا اعبادت خانہ ہوگا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف اس انداز اور ایسے الفاظ میں کی کہ کوئی دوسرا کیا کر سکے گا۔ نیز شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے بیس بائیس ہزار کے لگ بھگ مرید ہیں۔ میں عنقریب ان کو حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر کے خود چلا جاؤں گا چنانچہ اس کے بعد ان کا کچھ پتہ نہ چل سکا کہ کہاں ہیں۔

ایک مدت بعد جب اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال مبارک ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ باہر قبرستان کے نزدیک سڑک پر رکھا ہوا تھا کہ ایک نقاب پوش نے مولف حدیث دلبراں کے والد حاجی فضل الٰہی کو بلایا۔ حاجی صاحب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ تو شاہ صاحب مذکور ہیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آخری آرام گاہ بننے والی جگہ بتاؤ۔ جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ پہنچے تو فرمایا۔ آج اہالیانِ قبرستان بڑے خوش ہیں اتنے خوش کہ مسرت و شادمانی سے محوِ رقص ہیں کہ ان میں ایک قطبِ وقت اور بے مثال ہستی کا ورود ہونے والا ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مزار شریف والی جگہ دیکھی اور فرمایا میں نے ابھی چلے جانا ہے۔ حاجی صاحب نے کہا جنازہ پڑھ کر جائیے گا انہوں نے کہا میں سندھ میں تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار کی تمنا پوری کر لی ہے میں نے ابھی واپس جانا ہے، چنانچہ باتیں کرتے کرتے ہی وہ غائب ہو گئے۔

۱۲ میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

لاہور شہر باغبانپورہ جاتے ہوئے پنجاب انجینئرنگ یونیورسٹی کے عقب میں

سڑک پر سے ہی ایک گنبد نظر آتا ہے یہ گنبد حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کا ہے جو اپنے زمانے کے مانے ہوئے صاحب علم وعرفان بزرگ تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بڑے کمالات کی حامل تھی۔اس روضہ مبارک سے کچھ ہی فاصلہ پر ایک قدیمی مسجد ہے جس کا ماحول بڑا بابرکت ہے ان دنوں یہ غیر آبادی مسجد جو "بیگم شاہی مسجد" کے نام سے مشہور تھی۔آبادی سے دور ہونے کی وجہ سے عبادت وریاضت کرنے والے صوفی منش سالکین اور صاحب ذوق حضرات جو آبادی سے دور دنیا و مافیہا سے بے خبر ذات باری تعالیٰ سے لو لگائے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتے تھے کا مسکن تھی۔حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی اوائل عمر میں بیگم شاہی مسجد، درس وڈے میاں اور حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر اکثر جایا کرتے تھے اور وہاں جا کر کچھ دیر مراقبہ میں بیٹھا کرتے تھے۔اس زمانے حضرت ایشاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین ایک کابلی سید میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔وہ ایک بلند پایہ بزرگ اور اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے۔حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ وہ ہر وقت اللہ کے حضور میں ہیں۔میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی محبت تھی۔عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان پر غلبہ تھا۔وہ ضعیف العمر اور کمزور ہونے کی وجہ سے قرآن پاک کی تلاوت کے وقت اپنے گھٹنے کھڑے کر کے کمر اور زانوؤں کے گرد کپڑا لپیٹ لیتے تھے اور گھٹنوں پر قرآن پاک رکھ کر تلاوت فرماتے تھے لیکن جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درودِ پاک پڑھتے تو کمال ادب اور محبت سے دو زانو بیٹھ کر پڑھتے سبحان اللہ! میر جان رحمۃ اللہ علیہ نماز میں جماعت کی امامت عموماً خود کیا کرتے تھے اور جب قرأت کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی آجاتا تو نماز کی حالت میں ہی پکار اٹھتے صلی اللہ علیہ وسلم۔حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی وہاں تشریف لے جاتے میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت کرتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک

دفعہ حضرت ایشاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ حضرت میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے صحن میں حوض کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اُن کے پاس بیٹھ گئے۔ اس وقت وہاں کا ماحول کچھ عجیب سا تھا۔ ایک آدمی کو وجد ہو رہا تھا۔ ایک پاس بیٹھا قرآنِ پاک پڑھ رہا تھا۔ ایک مراقبے میں مشغول تھا اور ایک آ کر حوض میں نہانے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "مجھے بڑی غیرت آئی اور اٹھ کر حضرت ایشاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضے کے اندر چلا گیا۔ وہاں سے آواز آئی اندر کیا لینے آئے ہو۔ حضرت ایشاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو باہر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں باہر آ گیا لیکن برداشت نہ کر سکا اور اٹھ کر اندر چلا آیا اور اندر سے پھر وہی آواز آئی اور میں باہر آ گیا۔ تین بار ایسے ہی ہوا۔ آخر میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا۔" اے میرے عزیز! وہ اپنا کام کر رہے ہیں تم اپنے خیال میں مگن رہو۔ اور پھر مجھے تسکین ہوگئی۔ میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رشتہ دار بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خادم خاص انہیں دبا رہا تھا اور میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ لیٹے ہوئے تھے کہ سرکار میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے اور خادم کے پاس چپ چاپ بیٹھ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خادم کو اشارہ سے فرمایا کہ وہ دبانا چھوڑ دے۔ چنانچہ خادم نے ایک ہاتھ اٹھایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک ہاتھ میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ران پر رکھ دیا اور خادم نے اپنا دوسرا ہاتھ اٹھایا تو حضور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی رکھ دیا۔ اس طریقہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خادم کی جگہ لے لی اور خادم اُٹھ کر کسی دوسرے کام کو چلا گیا۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کافی دیر تک حضرت میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مٹھیاں بھرتے رہے۔ جب خادم واپس آیا تو میر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے فرمایا دیکھو یہ شخص بڑا باکمال ہے۔ اس کی شہرت سارے ملک میں پھیلے گی، یہ شمع ہدایت بن کر چمکے گا اور اس کی ضیا پاشیاں تاریک دلوں کی سیاہی دور کر کے لوگوں کو نور اور روشنی عطا فرمائیں گی، لوگ چار دانگ عالم سے

کھنچ کھنچ آئیں گے اور اس چشمہ ہدایت سے فیض یاب ہو کر جائیں گے۔ یہ شخص اس دورِ الحاد میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو از سرِ نو اجاگر کرے گا۔

۱۳ پاگل خانے میں ایک بزرگ (نور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

مؤلف "حدیث دلبراں" لکھتے ہیں کہ انہیں دنوں پتہ چلا کہ ایک بزرگ ہستی لاہور کے پاگل خانے میں دنیا کی نظروں سے اوجھل یادِ الٰہی میں مصروف ہے۔ والد صاحب وہاں گئے لیکن اُن کا سراغ ملنا مشکل ہو گیا۔ آخر وہاں کے ایک ٹھیکیدار قائم دین سے واقفیت پیدا کر کے اس کی وساطت سے ان بزرگوں کو ڈھونڈ نکالا بڑی تگ و دو کے بعد اُن سے ملاقات کی اجازت ہوئی اور سپاہی انہیں بیرک میں لے آئے اُن کے بیرک میں آتے ہی پاگل خانہ کا سپرنٹنڈنٹ جو معائنہ کر رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر پاس آیا اور ہیٹ اتار کر سلام کیا لیکن انہوں نے منہ دوسری طرف پھیر لیا اس پر وہ ہنس کر چلتا بنا اور اُن بزرگوں نے کھانس کر بلغم کا بڑا سا گولا اس کے کوٹ پر پھینک دیا۔ اُس نے پھر بھی برا نہ مانا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سپرنٹنڈنٹ بھی اُن کے اہلِ عرفان ہونے سے واقف تھا۔ اس کے بعد والد صاحب نے سلام عرض کیا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھائے۔ انہوں نے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ تو بخیریت اور راضی خوشی ہیں اور یہ کہہ کر منہ دوسری طرف پھیر لیا پھر اسی طرف منہ کئے ہوئے ہی دیوانوں جیسی باتیں کرنے لگے۔ والد صاحب محترم کے ساتھ دو افراد اور بھی تھے۔ انہوں نے اشارہ کر کے کہا کہ اُن کے متعلق بھی عرض کیا جاوے۔ والد صاحب اُن کے متعلق کہنے کی سوچ ہی رہے تھے کہ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ پہلا آدمی سورہ اخلاص ۱۰۱ بار پڑھا کرے اور دوسرا کلمہ شریف ۳۰۰ بار اور والد صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ پڑھا کرو۔ اس کے بعد ملاقات کا وقت

ختم ہونے کی وجہ سے سپاہی انہیں اندر لے چلے تو انہوں نے چلتے چلتے فرمایا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میرا اسلام کہنا اور اُن سے کتاب لے کر مجھے دے جانا۔'' والد صاحب ابھی حیران ہی تھے اور سوچ رہے تھے کہ کون سی کتاب ہے تو انہوں نے جاتے ہوئے دور سے ہی کہا۔ وہ کتاب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی اور اب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملی ہے اور دوبارہ اس بات کا تکرار کیا۔ والد صاحب کا کہنا ہے کہ وہ چند دن کے بعد شرقپور شریف حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر کے دروازے کے قریب کسی آدمی سے گفتگو فرما رہے تھے۔ یہ سلام کر کے پاس ہی ادب سے کھڑے ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گفتگو کے دوران میں ہی اُسی شخص کی طرف منہ کیے ہوئے فرمایا: ''لوگ پاگل ہیں جو ایسے ہی پاگل خانہ میں لوگوں کے پیچھے دوڑتے پھرتے ہیں۔ یہ سن کر والد صاحب نے عرض کی: ''حضور! یہ تو ٹھیک ہے لیکن وہ جو کتاب مانگتے تھے وہ تو دے دیں'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جوش سے فرمایا: ''مجھے نہیں معلوم وہ کون سی کتاب مانگتے ہیں تمہیں پتہ ہو گا یا اُن کو اور پھر اپنی گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ والد صاحب کچھ دنوں بعد پھر ان بزرگوں کی ملاقات کے لیے پاگل خانہ گئے لیکن ملاقات کی کوئی صورت نکلتی نظر نہ آئی۔ وہ ابھی اسی سوچ میں ہی تھے کہ چند آدمی ان بزرگوں کے متعلق ہی گفتگو کرتے نظر آئے۔ پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ مذکورہ بزرگ چورہ شریف والوں میں سے ہیں اور اُن کا نام نور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ وہ آدمی چورہ شریف سے اُن کے کپڑے لے کر آئے تھے۔ والد صاحب نے اُن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پاگل خانہ میں آمد کے متعلق سوال کیا تو ان حضرات نے بتایا۔

نور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے کامل بزرگ ہیں اور اُن کے مریدین خاصی تعداد میں ہیں یہ اُن سب کو چھوڑ کر پہاڑ کے دامن میں کنارہ کش ہو کر یادِ الٰہی میں محو ہو گئے۔ مریدین وہاں بھی آنے جانے لگے تو انہوں نے سب کو منع کر دیا کہ مت آیا کرو اور سب

لوگوں نے تو آنا جانا ترک کر دیا لیکن ان کے ایک مرید نے پیچھا نہ چھوڑا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کوشش کی کہ اس کا آنا جانا بند ہو جائے، لیکن وہ بھی عاشق صادق تھا۔ اُس نے بھی سر دھڑ کی بازی لگا دی اور ٹس سے مس نہ ہوا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی بات پر اڑے رہے اور ایک دن جوش آ گیا۔ اور چھری سے اُسے ذبح کر ڈالا۔ پولیس کو خبر ہوگئی۔ انہوں نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑ کر چالان کر دیا اور کیس عدالت میں چلا گیا۔ وکیلوں نے بڑی کوشش کی کہ کس طرح شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ کہہ دیں کہ میں نے قتل نہیں کیا۔ لیکن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ استفسار پر ہر دفعہ یہی کہتے مارا تو اِسے اللہ نے ہے میں نے تو صرف چھری چلائی ہے۔ آخر کار عدالت نے فیصلہ کر دیا کہ اس آدمی کا دماغ درست نہیں اسے پاگل خانہ بھیج دیا جائے۔ چنانچہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پاگل خانہ بھیج دیا گیا۔ جب چورہ شریف سے آمدہ لوگوں کی ملاقات اور کپڑوں کی وصولی کے لیے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لایا گیا تو والد صاحب نے بھی شرفِ ملاقات حاصل کر لیا۔ وہ ان کو دیکھتے ہی منہ دوسری طرف پھیر کر اونچی آواز میں کہنے لگے:

"اسی رات ہی وہ کتاب مجھے مل گئی تھی۔"

ایک دفعہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ملتان شریف تشریف لے گئے۔ وہاں ایک آدمی نے عرض: "سرکار نزدیک ہی مسجد میں ایک مولوی صاحب ہیں جو اچھے قابل آدمی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چلو ان سے ملاقات کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں کو لے کر اس مسجد میں تشریف لے گئے اور مولوی صاحب سے ملاقات کی، جب واپس ہوئے تو فرمایا: جو چیز میں ڈھونڈتا تھا وہ نہیں ہے۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کی: "حضور! ان کا ایک بھائی ہے جو حال مست ہے اور جنگل میں رہتا ہے۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے وہ تو کچھ آدمی ہوگا یہ کہہ کر جب سیڑھیاں اترنے لگے تو دیکھا سامنے وہی مست کھڑا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہیں بیٹھ گئے اور وہ مست بھی سامنے بیٹھ گیا کوئی پانچ

سات منٹ کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مست کے کپڑوں میں سے دھواں اُٹھ رہا ہے مست اُٹھ کر باہر آیا اور قے کر دی پھر چیخ کر جنگل کو بھاگ گیا۔ اور حضرت صاحب قبلہ بھی حضرت بہاؤالحق زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی طرف روانہ ہو گئے وہاں جوتیاں اتار کر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ بہاء الحق زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے اندر داخل ہوئے تو فوراً ہی اندر سے باہر بھاگ آئے اور جوتیاں پہن کر واپس آ گئے۔ اُس وقت تو کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ تاہم رات کو عرض کی گئی کہ حضور اتنی دور سے آئے تھے۔ بڑا ذوق اور اشتیاق تھا لیکن معلوم نہیں کیا بات ہوئی کہ بہاء الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر چند گھڑیاں بیٹھنا بھی نصیب نہیں ہوا۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ارے کیا اندر قبریں ہیں مجھے تو یوں محسوس ہوا کہ سب سفید چادریں اوڑھے آرام فرما رہے ہیں اور جب میں اندر گیا تو سب اُٹھ اُٹھ کر مجھے گلے ملنے کے لیے دوڑے اور میں یہ کہہ کر باہر دوڑا کہ گھر آنے پر ہی ملتے ہو۔ میں تو تب جانوں کہ کبھی شرقپور شریف آ کر ملو۔

اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عقیدت مند حافظ عبداللہ جو شرقپور شریف سے دس میل کے فاصلے پر لاہور جانے والی سڑک پر واقع گاؤں برج اتاری کا رہنے والا تھا وہ اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مکان شریف حاضر ہوتا اور شہبازِ توحید حاجی شاہ حسین بھورے والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر اس کی طبیعت بڑی بیٹھتی تھی وہ کئی کئی گھنٹے وہاں جا کر بیٹھا کرتا۔ ایک دفعہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مکان شریف حاضر ہوا تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا میں آج رات بھورے شریف میں ہی رہوں گا۔ لہٰذا عشاء کی نماز کے بعد حافظ صاحب بھورے شریف چلے گئے۔ تقریباً آدھی رات کا وقت تھا کہ حافظ صاحب دہائی مچاتے لرزتے کانپتے بھورے شریف سے دوڑے آ رہے تھے۔ ساتھیوں نے پوچھا کیا ہوا کیوں شور مچا رہے ہو۔ کہنے لگے وہاں تو ایک ہیبت ناک ناگ ہے جو پھن پھیلائے پھنکارتا ہوا میری طرف دوڑا۔ میرے تو

ہوش اڑ گئے پگڑی جوتی وہیں چھوڑ کر بھاگ آیا ہوں۔ صبح جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور کہا اگر اس نے وہاں رات بسر کرنی تھی تو مجھ سے اجازت تو لے لیتا۔ اچھا آج جا کر وہاں رات بسر کرے۔ سچ ہے خصماں دی اجازت کے بغیر کہیں ڈھوئی نہیں۔

باب نمبر ۸

فضائل وکمالات

حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا وجود زمانہ حاضرہ میں آیۃ من آیات اللہ کا حکم رکھتا تھا۔ اس لیے جو کچھ فطرت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمایا تھا وہ سب کا سب نشانِ الٰہی کا ثبوت تھا۔ اخلاق و عادات، عبادات اور ذاتی اوصاف، کمالاتِ ولایت میں یگانہ روزگار تھے۔ وہ واقعات جو بنیادِ ولایت ہیں یعنی جذبہ ومحبت و دیگر اوصاف کا اس باب میں ذکر کیا گیا۔ مؤلف ''خزینۂ معرفت'' نے آپ کے کمالات لکھتے وقت فرمایا وہ باتیں جن کو شریعت لکھنے کی اجازت نہیں دیتی۔ جن لوگوں کو ولایت کی حقیقت اور ساز و سوز سے انکار ہے وہ ایسے حالات کا بھلا کیسے اقرار کر سکتے ہیں لیکن جن کو اس بات کا اقرار ہے وہ ایسے واقعات کو تسلیم کرنے میں ذرا تأمل نہیں کرتے اور ان امور کو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہہ پاتے ہیں۔ اتباعِ سنت کا لباس اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب کرے یہی سرمایہ حیات ہے اور یہی اتباع کامل حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری کو نصیب ہو کر ہماری رہبری کا باعث بنا۔ ''خزینۂ معرفت'' کا یہ باب کئی ذیلی عنوانات کے تحت لکھا گیا لیکن مصنف ''خزینۂ معرفت'' نے کئی واقعات کے ذیلی عنوانات قائم نہیں کیے اور یہ بات قارئین پر چھوڑ دی کہ وہ خود فیصلہ کر کے اپنا نظریہ قائم کریں۔ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل وکمالات اتنے زیادہ ہیں کہ انہیں جدید ترتیب کے ساتھ قائم کرنا بہت مشکل ہے۔ تاہم حضرت مولف کے

بیان کردہ واقعات کو ہم نے جدید ترتیب کے ساتھ قائم کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ اس باب میں جو بھی واقعات بیان ہوئے ہیں یہ سب کے سب مولف خزینہ معرفت کے بیان کردہ ہیں۔

۱ مرید اور مراد

متقدمین میں بھی بعض ہونہار ایسے گذرے ہیں کہ جن کی تلاش کے واسطے پیر یعنی شیخ خود آئے۔ جن میں سے ایک مثال حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک کیف و بے خودی طاری ہوئی۔ حالت کشفی میں کیا دیکھتے ہیں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند علیہ الرحمۃ فرما رہے ہیں کہ اے بے رنگ دیکھو سرزمین ہند میں ایک مجدد دین کا ظہور ہونے والا ہے جس سے کفر و نعمت خسران طغیان، ضلالت و گمراہی، شرک و بدعت مٹ جائیں گے۔ میری آرزو ہے کہ وہ صالح امت میرے ہی سلسلہ میں مبعوث ہو لہٰذا تم ہندوستان جاؤ اور اسے ملو اور نسبتِ نقشبندیہ القا کرو۔ ہاں مگر جانے سے پہلے اتنا ضرور کرنا کہ وہ نسبت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو القا فرمائی تھی وہ ان سے ہم تک پہنچی تھی وہ اس وقت ہمارے سلسلہ کے بڑے خلیفہ حضرت امکنگی علیہ الرحمۃ کے پاس ہے۔

تم اُن کے پاس جاؤ ان سے یہ نسبت حاصل کر کے پھر ہند کا رخ کرنا۔ جب اُس صالح امت سے ملو تو یہ نسبت اُس کو پہنچا دینا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ حسبِ حکم حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کو بحالتِ کشف اس معاملہ سے آگاہ فرما دیا تھا۔ اثنائے راستہ ایک مقام پر حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ

باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں فرمایا بیٹا ہم تمہارے منتظر ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ یہ خواب دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بعجلت حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے احوال دریافت فرمائے۔ اس کے بعد ہر دو حضرات چند یوم تک خلوت میں رہے۔ بعد ازاں خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خداوند کریم کے فضل و کرم سے تمہارا کام سرانجام ہوگیا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے تمہیں جس نسبت کے لیے میرے پاس بھیجا ہے یہ لو اور ملک ہند میں چلے جاؤ۔ یہ سن کر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کا رخ کیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو عرصہ قدیم سے بیت اللہ شریف کے حج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پاک کی زیارت کا اشتیاق از حد دامن گیر تھا لیکن بوجہ ضعیفی اور کبرسنی اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہتے اور اس لیے حج کے ارادہ میں کوئی امید بر نہیں آتی تھی۔

جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیت اللہ شریف کی زیارت اور حج کا مصمم ارادہ کرلیا۔ چلتے وقت کسی فرد بشر کو اس امر کی اطلاع نہ کی اور تن تنہا اس سفر مبارک پر روانہ ہوئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ دہلی پہنچے تو مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے احباب اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخلصوں میں سے تھے، ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کر کے ملاقات کی ترغیب دلائی اور بیان کیا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلہ نقشبندیہ میں فرد یگانہ ہیں اور حقیقت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظر میں وہ فیض طالبوں کو حاصل ہوتا ہے جو دوسرے طریقوں میں فاقہ کشی، محنتِ شاقہ، ریاضت اور چلّوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مولانا کے ہمراہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آتے ہی پہچان لیا اور خانقاہ میں چند روز قیام کرنے کے لیے ارشاد فرمایا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہفتہ کا وعدہ کیا لیکن رفتہ رفتہ دو تین ہفتے گذر گئے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں ابھی دو روز رہنے نہ پائے تھے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے آثارِ تصرف و کشش نمودار ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پر شوقِ انابت و اخذ طریقہ خواجگان نے اس قدر غلبہ کیا کہ بے اختیار ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خلوت میں طلب فرما کر بیعت کیا اور ذکرِ قلبی تعلیم فرمایا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر طرح طرح کی کیفیات طاری ہونے لگیں۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی بیعت کا ذکر یوں فرمایا کہ حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف والے شرقپور شریف میں آتے تو ہماری مسجد میں تشریف لا کر میرے جدِ امجد کے پاس ٹھہرتے اور چلے جاتے اور پھر آجاتے۔ کچھ عرصہ کے بعد مجھے بیعت ہونے کی ترغیب دلانی شروع کی مگر میں نہ مانتا تھا۔ میں دل میں کہتا کہ اس غریب رسیدہ بزرگ سے بیعت نہیں کروں گا۔ مگر خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ میری تاک میں رہتے۔ آخر مجھ پر تصرف فرمایا۔ مجھے مجبوراً بیعت کرنی پڑی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس زمانہ میں ذکرِ قلبی اسم ذات تلقین فرمایا۔ اسی موقعہ پر حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں مراد بھی ہوں اور مرید بھی یعنی چاہا بھی گیا ہوں اور چاہتا بھی ہوں اس لیے کہ حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا تعلق حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح ہے جس طرح حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور حضرت خواجہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی بلند استعداد کی وجہ سے اپنے پیر خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف

اور ان کی خواہش پر بیعت ہوئے۔ اس طرح حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ صرف مرید نہ تھے بلکہ اپنے پیر کی مراد بھی تھے۔

۲ صاحبِ مجاہدہ

بیعت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اس طرح کا جذبہ طاری ہو گیا کہ دن میں کئی کئی مرتبہ حالتِ بے خودی میں تڑپتے، لوٹتے اور گریباں چاک کرتے۔ بے قراری کے عالم میں مسجدوں کے دروازوں پر جا کھڑے ہوتے اور خداوند کریم کو آوازیں دے کر پکارتے۔ جنگلوں میں بھاگ جاتے اور جو کوئی شخص ملتا اُس سے خداوند کریم کا پتہ پوچھتے اور اُس سے پوچھتے کہ تمہیں خداوند کریم ملا ہے کہ نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کانٹے دار جھاڑیوں میں گھس جاتے۔ فصل کے خاردار چھاپوں میں اپنے آپ کو پھینک دیتے اور اس حالت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے جو کلمے نکلتے ان کے لکھنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ (خزینہ معرفت ۱۵۳،۱۹۷)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جنونی حالت اور مجاہدہ کا ذکر ہم نے پچھلے ابواب میں تفصیل سے کیا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سولہ سترہ واقعات "خزینۂ معرفت" میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اس مجاہدہ کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت سراسر حال ہو گئی تھی۔ ہر ایک حرکت اور ہر ایک آواز سے طبیعت میں وجد آجاتا تھا۔ جب کسی ٹرین کی آواز یا شور سنتے یا غزل، حدیث شریف یا کلمہ شریف پڑھا جاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ وجد میں آجاتے۔ صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس حالت کے متعلق چند واقعات لکھتے ہیں:

۱ ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ سے فرمایا چونیاں چلو گے۔ بندہ نے عرض کی بسر و چشم۔ رات کی گاڑی سے چھانگا مانگا جا اترے۔ گرمی کا موسم تھا ذخیرہ قریب تھا مچھر نے بہت تنگ کیا۔ صبح پیدل چل کر چونیاں پہنچے۔ وہاں پہنچتے

ہی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت پر ایک قسم کا جوش اور گھبراہٹ پیدا ہوگئی۔ بڑے زور سے فرمایا کہ ہم یہاں کیوں آرہے ہیں ہم کون ہیں اور کیا بن کر آئے ہیں چلو پیچھے ہٹیں۔ بندہ یہ سن کر حیران ہوا کہ ایک رات بھر جاگے ہوئے ہیں، دوسرا آٹھ کوس پیدل سفر کیا تھا۔ آخر بامر مجبوری آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہولیا اور شہر کے باہر ایک بڑی لکڑی گیلی پڑی ہوئی تھی۔ بندہ اس پر بیٹھ گیا، مجھے دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی بیٹھ گئے۔ آنکھیں سرخ اور طبیعت پر بے قراری ظاہر ہو رہی تھی۔ خدا کی حکمت کیا دیکھتا ہوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا محمد عاشق جو وہاں کے قانون گو تھے آنکلے۔ ہمیں دیکھ کر فرمایا: میں تم کہاں۔ پھر دونوں کو ہمراہ لے لیا۔ مولوی فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں چونیاں میں نائب تحصیلدار تھے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلصین یاروں میں تھے۔ انہی کے مکان پر تین چار یوم قیام فرمایا۔ مولوی صاحب بڑی تواضع اور ادب سے پیش آئے۔ ایک روز مسجد میں عشا کی نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ لوگوں نے مجبور کر کے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امامت کے لیے درخواست کی۔ بصد اصرار آپ رحمۃ اللہ علیہ نے منظور فرمائی۔ جب نماز پڑھانے لگے تو چونکہ ان دنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر سکر بہت طاری تھا جب سجدہ میں گئے ایک سجدہ کیا دوسرا کیا اور پھر تیسرا جب چوتھے کو جانے لگے تو لوگوں نے شور مچا دیا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز سے فارغ ہوئے تو کسی نے کہا تین سجدے ہوئے ہیں۔ ایک زمیندار کہنے لگا اگر ہم شور نہ مچاتے تو یہ بس کرنے والے نہیں تھے۔ الغرض جب چونیاں سے رخصت ہوئے تو مولوی فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحصیلدار نے نہایت ادب سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت کیا اور بندہ کو علیحدہ لے جا کر کہا کہ مجھ کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا خوف آتا ہے۔ تم

میرا یہ کام کرو کہ تمہیں کچھ رقم دیتا ہوں چونیاں سے نکل کر کہیں راستہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دے دینا۔ میں نے تقریباً چھانگا مانگا پہنچ کر وہ رقم آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دے دی، وہ ایک کاغذ کی پڑیا میں تھی۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۰۳،۲۰۴)

۲ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قصور تشریف لائے۔ میاں سراج الدین صاحب باغبانپوری قصور میں نائب تحصیلدار ہو کر آئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بازار میں ملے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مستانہ وار کھڑے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر میاں سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اُس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ کو فرمایا کہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری قوم میں یہ لڑکا دیوانہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ ایک عرب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر کہا: ھٰذَا مَجْنُوْنٌ۔ یہ باتیں متقدمین بزرگوں کو بھی لوگ کہتے تھے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۰۴)

۳ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت سکر دیکھ کر بہت پریشان تھے کیونکہ چار چار جوڑے کپڑوں کے پھاڑ دیئے جاتے۔ دو دو صد روپے سر پر قرض اُٹھا لیتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خفگی کے سبب لاہور تشریف لے آئے وہ بھی اس ارادہ پر کہ خوش نویسوں میں کہیں نوکری کر لی جائے۔ مگر طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ لاہور سے گھبرا کر قصور تشریف لے آئے اور بندہ سے تمام تذکرہ کیا اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے نفس کو ملامت کی۔ بعدۂ تیسرے روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جا پایا اور واپس شرقپور شریف لے گئے۔ ان دنوں عجیب و غریب کیفیات آپ رحمۃ اللہ علیہ پر طاری ہوتی تھیں۔ ایک روز بندہ سے بغلگیر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ مبارک سے صاف طور پر اسم ذات کی آواز آتی تھی۔ اس کے بعد بندہ نے

عرض کی مجھے بھی فقیری عطا فرمائیے۔فرمایا اگر مجھے فقیری مل گئی تو میں تمہیں ضرور دوں گا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجذوبانہ حالت دیکھ کر بہت پریشان رہتے تھے۔ایک فقیر غالباً حصار کے باشندے تھے اُن سے جا کر آپ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی میرا لڑکا دیوانہ سا ہو گیا ہے۔انہوں نے جواب دیا۔دیوانہ نہیں ہے اور فرمایا جب برخوردار چالیس سال کا ہو گا تو اس کا عروج دیکھنا۔ایک روز بندہ بھی حاضر خدمت تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا جو کہ اُس زمانہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر پڑھا کرتے تھے:

ارے او میکدہ کے جانے والے ذرا کہہ دینا پیرِ مغاں کو
شرابِ شوق کا کم ہو گیا کیف پلا ایسی کہ بھولوں دو جہان کو

اور کبھی کبھی یہ شعر بھی پڑھا کرتے۔

اے در درونِ جاناں جاں از تو بے خبر
عالم تمام پسر است جہاں از تو بے خبر

یہی واقعہ ایک بزرگ نے بندہ کے روبرو بیان کیا کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک چالیس برس کی ہو گی تو ان کا عروج بہت ہو گا۔ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے زمین پر چلنا پھرنا پیشاب پاخانہ کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ہر جگہ اسم ذات روشن و نورانی نظر آتا ہے۔اس لیے پیشاب پاخانہ میں دِقت ہے۔(خزینہ معرفت ۲۰۵)

ولایت دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک کسبی اور دوسری وہبی۔مادر زاد ولی اللہ ہونے کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس راستے میں بے شمار مجاہدے کیے اور یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ولایت کو حاصل کرنے کے لیے اکثر مجاہدات فرمائے اور ایسے منزلِ مقصود پر پہنچے جس سے ایک دنیا ان سے مستفید ہوئی۔

۳ بے نفسی اور خودداری

حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ذاتی طبیعت کے لحاظ سے بے حد خوددار تھے۔حالانکہ لوگ پیری مریدی اور ولایت کے پیچھے دوڑتے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے نفسی کی انتہا یہ تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ منصب خلافت لینے کے لیے بھی تیار نہیں تھے۔

۱ صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ اس بارے لکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر صاحب خواجہ امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف نے ایک اجازت نامہ لکھا جس میں نہایت مہربانی کے کلمے تحریر فرمائے۔حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ اس اجازت نامہ کو لے لیں۔آپؒ نے جواب میں عرض کیا کہ خلیفہ بننے کے لیے مرید نہیں ہوا تھا میں تو بندہ بننے کے لیے مرید ہوا تھا۔یہاں تک کہ اڑھائی برس اس کش مکش میں گذر گئے۔اس کے بعد حضرت خواجہ امیر الدین صاحبؒ نے حضرت میاں صاحب کو مخاطب کر کے یوں فرمایا: "شیر محمدؒ میں تمہارا پیر ہوں میرے حکم کا ماننا تمہارے ذمہ ہے۔اس پر آپؒ نے حضرت خواجہؒ سے وہ اجازت نامہ لے لیا۔خلافت حاصل ہونے کے بعد ہزارہا لوگ بیعت ہونے کو آئے مگر آپؒ قبول نہ فرماتے اور یہ فرمایا کرتے کہ میں تو اپنے آپ کو اس قابل نہیں پاتا ایک روز مجبوراً مولوی یار محمد صاحب مرحوم سکنہ چونیاں کو داخل طریق فرمایا لیکن آپ پھر بھی اُسی نفی میں رہے۔

۲ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف لائے بارش نہیں ہو رہی تھی۔خلق خدا تنگ آ گئی تھی بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آنے سے تین روز قبل نماز استسقا بھی عیدگاہ میں پڑھی گئی تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ سیدھے عیدگاہ تشریف لے گئے۔اور منبر سے تکیہ لگا لیا۔ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے مبارک کی رنگت زرد

ہو جاتی اور کبھی سرخ۔ آنکھوں کی رنگت بھی متغیر ہوگئی۔ وجود مبارک پر نہایت بے قراری کا عالم تھا۔ اُدھر مشرق کی طرف سے ایک غبار اٹھا اور جب ہم مسجد سے باہر نکلے اور مزار حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو برائے زیارت جا رہے تھے کہ راستہ میں اس قدر بارش ہوئی کہ جب ہم واپس آئے تو پل سے گذرنا پڑا کیونکہ راستہ میں جو گڑھا آتا تھا پانی سے لبریز تھا اور ہر طرف پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔

۳۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ براستہ رائے ونڈ قصور تشریف لائے۔ بندہ سے ملے تو فرمایا کہ راستہ میں مجھے ایک بزرگ ملے تھے۔ بندہ نے خیال کیا کہ یہ شاید کوئی بزرگ ملے ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ انہوں نے مجھے چھڑیوں سے مارا ہے اور جو کچھ پاس تھا چھین لیا ہے کہ بندہ نے خیال کیا کہ کوئی راہزن ملا ہوگا۔ پھر فرمایا کہ مجھے اپنے آپ پر کوئی امید نہیں رہی۔ یعنی سوائے خدا کے اپنی ہستی پر نظر نہیں رہی۔ بندہ نے عرض کی ہستی سے گذرنا کس طرح ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خیال کرے کہ ہستی نہیں ہے۔ پھر عرض کیا پھر یہی جواب دیا۔

تبلیغ دین

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی ولی اللہ منصب ولایت پر فائز ہوتا ہے تو وہ تبلیغ دین کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب اس منصب پر فائز ہوئے تو اتباعِ سنت اور تبلیغ دین کے لیے ہر موقعہ سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فطرت ذاتیہ میں شامل تھا کہ خلافِ سنت کوئی چیز گوارا نہ کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس فضیلت اور کمال کا ذکر ہم پچھلے ابواب میں کر چکے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ تبلیغ کے بارے صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

1. مولوی چراغ دین فرماتے ہیں کہ موضع اٹاری میں بابا اللہ دتہ ملاح رہتا تھا۔ اس کے جنازے پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے چونکہ وہ معمولی آدمی نہ تھا اس کے جنازہ پر سینکڑوں آدمی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں بڑا باا ثر وعظ فرمایا اور جس کی داڑھی کٹی ہوئی تھی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی مونچھیں کٹوائیں اور آئندہ کے لیے عہد لیا کہ پھر کبھی داڑھی نہیں کٹوائیں گے نہ منڈوائیں گے اور نماز پڑھیں گے۔ وہاں ایک سِکھ مدرس بھی موجود تھا، اُس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بغل میں لے کر فرمایا ہم سے تو یہ سِکھ ہی بڑھا ہوا ہے۔ افسوس یہ اپنے مذہب کی کس قدر عزت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے۔ غرض اس وقت تمام حاضرین آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نصائح سے متاثر ہو کر زارو قطار رونے لگے۔ زاری کے بعد سب نے توبہ کی اور عرض کی آئندہ ہماری توبہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دعا فرمائیں کہ خداوند کریم ہمارے پچھلے گناہ معاف فرمائے۔

2. ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف لائے۔ میاں محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پھوپھی زاد کے گھر باغبانپورہ سے برات آئی ہوئی تھی۔ وہ تمام جنٹل مین انگریزی طرز کے لوگ تھے۔ مولوی چراغ دین کا بیان ہے کہ مجمع کثیر میں آپ ایک شخص سے مخاطب ہوئے۔ فرمایا تمہارا نام کیا ہے اُس نے کہا بدر دین۔ اس کی داڑھی منڈھی ہوئی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ٹھوڑی کو ہاتھ لگا کر فرمایا بدر دین ایسے ہوتے ہیں تمہارا نام بدلنا چاہیے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بتاشے لاؤ کہ اس کا نام کسی ہندو کے نام سے بدل دیں۔ اس بات سے بہت سے جنٹل مین گھبرائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم سب مردود ہو۔ انہوں نے کہا ہمارے ساتھ ایک مولوی بھی آیا ہوا ہے جس کی داڑھی بہت بڑی

ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ بھی مردود ہے۔وہ تمہارے ساتھ آیا ہی کیوں ہے۔اس پر وہ بہت گھبرائے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔فرمایا:
''خداوند کریم جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرشتے اور کراماً کاتبین میری اس بات پر گواہ رہیں کہ میں نے جو حق تبلیغ کا تھا پہنچا دیا۔''اس وقت یوں محسوس ہوتا کہ مکان، دیواریں لرز رہی ہیں اور تمام حاضرین پر لرزہ طاری تھا۔اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ بے زار ہو کر نکل آئے اور کھانا بھی نہ کھایا۔واپس شرقپور شریف روانہ ہو گئے۔(خزینہ معرفت ۲۰۸)

آپ رحمۃ اللہ علیہ مختلف صورتوں میں تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔عوام کو موٹی مثالیں دے کر سمجھایا کرتے اور خواص کو ان کی سمجھ کے مطابق بیان فرماتے۔علماء کو قرآنِ پاک اور حدیث شریف سے تبلیغ فرماتے اور غیر مسلموں کو ان کے بزرگوں کے حالات سنا کر تبلیغ فرماتے۔عوام کے روبرو اکثر باوا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا قول پڑھ کر سناتے:

اٹھ فریدا کوک توں جیوں کر راکھا جوار
جب تک ٹانڈا نہ گرے تب تک حال پکار

جن کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے پہلے خداوند کریم کی یاد کر، جب خاص لوگ حاضر خدمت ہوتے، جو دنیوی علم سے واقف ہوتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ ان سے دریافت فرماتے تم علم طبیعات پڑھے ہوئے ہو۔وہ عرض کرتے کہ حضور پڑھے ہوئے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تمہارا ایمان تو بڑا کامل ہوا کیونکہ سب چیزوں کی تاثیرات سے آپ واقف ہیں۔یہ تاثیرات چیزوں میں کس نے پیدا کیں۔اگر علماء کی جماعت میں سے کوئی آتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید پکڑ لاتے اور انہیں قرآنِ مجید کی آیتیں دکھاتے جو آیات ذکر کے متعلق ہوتیں۔انہیں دکھاتے اور فرماتے۔فقیر اور صوفی لوگ کیا بتائیں گے۔قرآن شریف میں جا بجا ذکر کی خداوند کریم نے آیتیں فرمائی ہیں اور آیات پڑھ

پڑھ کر سناتے اور توجہ ذکر کی طرف فرماتے۔علماء اور فقراء کو چاہیے کہ حق کی بات کہنے سے خوف نہ کریں۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق کہنے سے تیری اجل قریب نہ ہو جائے گی اور تیری روزی بند نہ ہوگی۔بعض علماء کو سختی سے سمجھاتے اور فرماتے تم نے دین کو کھیل بنا چھوڑا ہے۔جس وقت کوئی خاص الخاص یار آتے تو ان کو خاص ہی طرح سے سمجھاتے۔(خزینہ معرفت صفحہ ۲۲۸)

کمال غیرت

1. ایک دفعہ کا ذکر ہے مولوی یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں مکان شریف سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ واپس ہوا تھا۔جب امرتسر آئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میاں خیر الدین کی مسجد میں داخل ہو کر فرمایا اس جگہ بیٹھ جاؤ۔یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ بازار تشریف لے گئے۔اس مسجد کے حجرہ میں سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی مقیم تھے۔میں اس حجرہ میں جا بیٹھا۔جب آپ رحمۃ اللہ علیہ بازار سے واپس آئے تو میں اپنی جگہ موجود نہ تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اِدھر اُدھر دیکھا۔میں حجرہ سے باہر چلا آیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے دیکھ کر کچھ چپ سے ہو گئے اور میری نسبت سلب ہوگئی۔امرتسر سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ قصور شریف پہنچے اور بندہ (مؤلف) سے مولوی یار محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تذکرہ سنایا۔بندہ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مولوی یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش کی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جوش میں آ کر فرمایا یہ جانتا ہے کہ میں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ ہوں۔اسے جس جگہ بٹھایا گیا تھا اٹھ کر چلا کیوں گیا۔ہاں یہ بڑے بزرگوں کے پاس بیٹھتے ہیں۔بندہ نے دوبارہ سفارش کی تو راضی ہو گئے اور مولوی صاحب کی طبیعت بحال ہوگئی۔(خزینہ معرفت صفحہ ۱۶۳)

◆ اکثر دوستوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت تکلیف ہوتی تھی مگر حضور رحمۃ اللہ علیہ اپنے نفس کی خاطر کسی سے بھی عداوت نہیں رکھتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کے وجود سے ہمیں دشمنی نہیں، اگر رنج ہے تو اس کے اعمال سے اور وہ تکلیفات بھی اس قسم کی ہوتی تھیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوستوں کا فائدہ مدِنظر رکھ کر ان کو ہدایت فرماتے مگر وہ اپنی کورچشمی کی وجہ سے الٹا خیال کرتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کرتے جس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت رنج ہوتا۔ چنانچہ یہ عاجز بھی حضور رحمۃ اللہ علیہ کو تکلیف دینے میں بالمقابل کھڑا ہوگیا۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ میرے فائدہ کے لیے ایک بات کہی تھی اور میری کورچشمی کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے میرے دل میں میل بیٹھ گئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خطوط میں بہت ہی سخت کلمات تحریر کیے جن سے حضور رحمۃ اللہ علیہ کو بہت رنج ہوا۔ مگر جب میں نے حاضر خدمت ہو کر معافی مانگی تو معاف کر دیا۔ ساتھ ہی بندہ نے عرض کی مجھے ڈر لگتا ہے کیونکہ وحشی رضی اللہ عنہ قاتل حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے وحشی اسلام تو تیرا قبول ہے مگر تو ہمارے سامنے نہ آیا کر کہ تیرے سامنے آنے سے چچا مرحوم امیر حمزہ رضی اللہ عنہ یاد آجاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سنا تو فرمایا وہ شانِ نبوت تھی اس جگہ یہ بات نہیں پھر دل کو تسکین ہوگئی۔ (خزینہ معرفت)

◆ فیض پورکلاں میں ایک حکیم کرم الٰہی تھے، وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی کبھی کبھی فیض پوران کے پاس تشریف لے جایا کرتے۔ حکیم صاحب مرید میاں عمرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادری نوشاہی کے تھے۔ ورد، وظائف میں ہر وقت مشغول رہتے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت رابطہ ہوگیا۔ بندہ (مولف) کو بھی دو تین دفعہ

فیض پور حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا۔ حکیم صاحب نے بندہ سے ذکر کیا کہ جب کبھی چھت پر چڑھ کر شرقپور شریف کو دیکھتا ہوں تو مجھے فیض آنے لگتا ہے اور میاں عمر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مذکور کے پیر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور عرض کیا کرتے کہ کاش میں نے جو چند مرید کیے ہیں نہ کرتا۔ پس آپ دعا فرمائیں کہ میرا اور میرے ملنے والوں کا انجام اچھا ہو۔ جب میاں عمر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو حکیم کرم الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میاں محمد دین راول اور پیر بھائی مل کر ایک درخت بیری کے گرد طواف کرنے لگے۔ وہ اکثر بیری کے گرد طواف کیا کرتے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا ہمارے دادا پیر اس کے نیچے بیٹھتے تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنا تو حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سلب کر لی۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پہلے والی کیفیت جاتی رہی۔ (خزینۂ معرفت صفحہ ۲۲۲)

◆ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مولوی صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ہمراہ ان کا سالا بھی تھا۔ وہ کثرتِ اسہال کی وجہ سے بیمار ہو گیا۔ مولوی صاحب اُسے چھوڑ کر کہیں چلے گئے۔ اسے رات دن میں کئی کئی بار قضائے حاجت کے لیے جانے کی ضرورت ہوتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بیمار کو اپنے مکان پر ٹھہرایا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہاتھوں سے اُس کے اسہال وغیرہ اٹھاتے اور صاف کر کے باہر پھینک آتے۔ ان دنوں بندہ (مولف) بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ بندہ نے اس ارادہ سے قدم اٹھایا کہ میں بھی اس شخص کی خدمت کروں لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ہُوں۔ ہُوں۔ وہ شخص کئی کئی بار رات کو پانی مانگتا آپ رحمۃ اللہ علیہ اس طرح پانی لے کر جاتے جس

طرح کوئی غلام خدمت کرتا ہے۔ بندہ (مؤلف) سے فرمایا کہ کل میں مسجد میں مراقبہ جا بیٹھا۔ تو کوئی آواز دیتا ہے اوئے مکری مکر کرتا ہے۔ جا اس کی خدمت کر۔ کئی روز کے بعد مولوی صاحب واپس آ گئے۔ اس بیماری کی حالت کچھ اچھی ہو گئی تھی۔ مولوی صاحب نے کہا میں ایسے دھوکہ بازوں اور مکاروں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بیشک ایسا ہی ہے۔ پھر تو مولوی صاحب گرویدہ ہو گئے اور بیعت کی درخواست کی اور بندہ نے بھی اس کی سفارش کی تو فرمایا۔ چپ رہو تم نہیں جانتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی صاحب کو قبول نہ کیا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۲۳-۲۲۴)

◆ ایک دفعہ مکان شریف کے عرس پاک پر حکیم بابا اکرم خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو خواجہ امیر الدین قدس سرہٗ العزیز کے بھتیجے تھے اور عارف والا میں حکمت کرتے تھے نے عرض کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کیا ہوگا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''وہ جو ہے'' (یعنی میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) اس پر حکیم صاحب نے کہا کہ وہ تو اس طرف آتے ہی نہیں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جوش میں آ کر فرمایا: ''اس کو گوڈا مار مار کر سیدھا کر دوں گا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خصوصی توجہ فرمائی کہ حضرت ممدوح کو وجد آ گیا اور آٹھ پہر یہی حالت رہی۔ دوسرے دن جمعہ کے روز خلافِ معمول حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلے خطبہ میں شامل ہوئے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو توجہ فرمائی تو حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور بے خود ہو کر صف پر لوٹنے لگے۔ وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس طرح اچھلتے تھے کہ آدمیوں کے سر سے اوپر نکل جاتے اور فرماتے۔ بھائیا توں تاں میرا رب ایں بھائیا توں تاں میرا رب ایں۔ پھر نماز کے وقت

چند آدمیوں نے بازوؤں سے پکڑ کر حجرے میں لے جا کر لٹا دیا۔ نماز کے بعد ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بابا عبداللہ فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرداً فرداً بلا کر کہا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرو کہ اب بس کریں تھک گیا ہوں۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی پھر خود ہی اوپر تشریف لے گئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیکھ کر احباب کے درمیان سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے ساتھ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دوسرے حجرے میں لے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نسواری کا گوداتھوکا تو ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ سے کہا: ''رب دا تھکیا ہویا ای چٹ لے۔'' اسی طرح تین دفعہ کہا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ اور فرمایا اس طرح نہیں آکھیدا۔ اس پر حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا میں تاں نہیں کہندا تو آپ پیا کہناں ایں تو خدا ہے تو مجسم خدا ہے تیرے وچہ خدا اے اور یہ آیت پڑھی: لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ اور کہا اگے وی میرے وچ وڑیا سیں تے پھر نکل گیا سیں۔ ہن نہ نکلیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہنس رہے تھے اور فرمایا: اچھا اچھا۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں دین وی لیناں ایں تے دنیا وی لینی ایں۔ اور یہ بھی عرض کیا، بھائیا توں مینوں اپنا مرید کر لے اور روز قیامت مینوں اپنے نال رکھیں۔ تے جس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھدے او مینوں وی پڑھاؤ۔ پھر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ بہ لفظ ساری نماز پڑھائی۔ (خزینہ معرفت)

(۶) میاں محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ارادت مند تھے اور بہت کچھ استفادہ حاصل کر چکے تھے۔ ان دنوں میں ایک بزرگ قصور شریف میں

تشریف لائے جنہیں کہیاں والے کہتے تھے۔ چند مرید بھی ساتھ تھے۔ حلقہ باندھ کر ذکر جہر کرایا کرتے تھے۔ میاں محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال گذرا کہ بہتر ہوتا اگر میں ان کا مرید ہوتا۔ چند روز بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک خط محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی طرف آیا اس میں لکھا تھا کہ وضو کر کے حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے پاس جا کر بیٹھو۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا چنانچہ اسی مضمون کے دو خطوط آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اور موصول ہوئے۔ تیسرے خط کے آنے پر میاں محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ بندہ کو ہمراہ لے کر حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے۔ جب وہ خانقاہ سے باہر نکلا تو حیران تھا۔ بندہ سے ذکر کیا وہ جو کہیاں والے بزرگ رحمۃ اللہ علیہ آئے تھے مجھے خیال گذرا تھا کہ میں ان کی بیعت کرتا تو اچھا تھا لیکن اب جب میں اندر مزار پر جا کر بیٹھا تو عجیب بات ہوئی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک پلنگ پر تشریف فرما ہیں اور کہیاں والے بزرگ رحمۃ اللہ علیہ پائینتی کی طرف دور بیٹھے ہیں اور حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے جھڑک کر اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں تم ان کو چھوڑ کر ان کی طرف خیال کرتے ہو۔ میں نے عرض کی حضرت یہ بات تو میں نے کسی سے کبھی نہیں کہی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے معلوم ہو گیا۔ سبحان اللہ! (خزینہ معرفت صفحہ ۱۸۳)

۷ غلوِ نسبت

۱ حاجی علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ میر محمد علاقہ قصور۔ قصور تشریف لائے تو اسی موقعہ پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی قصور تشریف لائے تھے۔ حاجی علی محمد میاں

صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آ کر ملے اور مجھے کہا کہ جب میں قصور شریف میں داخل ہوا تو مجھے فیض آنا شروع ہوا۔ تعجب ہوا یہ فیض کیسا ہے پھر کسی سے معلوم ہوا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے ہیں اس وقت میں سمجھا کہ نسبت اور فیض آنے کی وجہ یہی تھی۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۶۳)

◆ ۲ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں دربار حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گذر رہا تھا تو درگاہ شریف سے آواز آئی میں نے کہا جو کچھ دینا ہے میرے پیچھے بھیج دو تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ہمارے ساتھ ساتھ چلی آئی۔

(خزینہ معرفت صفحہ ۱۶۷)

◆ ۳ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت بُلھا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر گئے۔ وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس قسم کی نسبت آئی۔ فرمایا کو قول حضرت نقشبند علیہ الرحمۃ الرحمٰن ہے کہ مرے ہوئے شیر سے زندہ بلی بہتر ہے۔ مگر یہاں جو کیفیت ہوئی وہ کسی صورت زندوں سے کم نہیں۔ یہاں مزار پر مولانا جمال الدین صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی پہلے اُن سے شناسائی نہ تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھتے ہی فرمایا۔ آپ مولوی جمال الدین صاحب ہیں۔ مولانا صاحب نے کہا آپ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے متعجب ہو کر فرمایا نہ میں مولانا کا واقف ہوں نہ مولانا میرے واقف ہیں۔ خیر آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے تشریف لے آئے۔ مولانا بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ چلے آئے۔ مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ مجھ کو کوئی وظیفہ بتلائیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ حشر کی آخری تین آیات پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۶۷)

◆ ۴ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بندہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کشتی پر سوار تھا۔ دریا اس وقت

بہت طغیانی پر تھا۔ اور ملاحوں کا چھوسطح پر نہیں لگتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کشتی میں ایک طرف مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ جب پار اترے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جوں جوں دریا میں گہرائی آتی تھی توں توں میرے دل میں گہرائی آتی تھی جس کی کیفیت بیان کرنا محال ہے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۴۹)

۵ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر روشن ضمیر حضرت باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف والے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت دیکھ کر فرمایا کرتے تھے تمہارے وجود سے درودیوار ذاکر ہوں گے۔ جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت فرمائی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ مدت تک انکار ہی کرتے رہے اور فرماتے کہ میں تو کسی لائق نہیں لوگوں کو کیا تعلیم کروں گا۔ مگر آخرکار باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو تعلیم دینا شروع کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جسے بھی تعلیم فرماتے وہ شیفتہ ہو جاتا اور اس کو اپنا ہوش نہ رہتا۔ اس قدر وجد ہوتا کہ کئی آدمی کنوئیں میں گر جاتے کئی اونچے اونچے مکانوں سے گر جاتے۔ لیکن اللہ کے فضل سے انہیں کوئی تکلیف نہ ہوتی۔ ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ میں صرف ایک شعر شہود کا ہے اور باقی سب اشعار وجود کے ہیں۔ ایک روز فرمایا مثنوی تحفۃ العاشقین کے ورقوں پر آگ لپٹی ہوئی ہے۔ ایک روز فرمایا مثنوی بوعلی قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں محبت ہے ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دیپالپور تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتاب بخاری شریف لائے۔ مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حدیث شریف پڑھ کر سناتے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ایک قسم کے سرور میں آجاتی۔

(خزینہ معرفت صفحہ ۱۷۳)

۶ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف لائے اور حکیم فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی

دوکان پر گئے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب حضرت بخشی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھی ہوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کو ہاتھ لگاتے ہی بندہ سے فرمایا کہ اس کتاب کو مَس کرنا ہی تھا کہ دل میں ایک نور پیدا ہوگیا۔

(خزینہ معرفت صفحہ ۱۷۳)

⑦ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میں یہاں بیٹھا اجمیر شریف یعنی خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا حال دیکھ رہا ہوں۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اگر کوئی چشتی طریق کا آدمی آتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ دریافت فرمانے کے بعد یہ کلمہ پڑھا کرتے۔

صاحبانِ چشت اہلِ بہشت

(خزینہ معرفت ۱۹۳)

⑧ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پشاور تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپ رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف اُترے اور پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے۔ پیر صاحب نے کہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کہاں نسبت ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پہلے بندہ بنوں، پھر مسلمان، پھر بیعت کا نام لوں۔ اس واقعہ کے بعد جب آپ رحمۃ اللہ علیہ آغا سکندر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاوری سے ملے تو یہ ذکر کیا۔ آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا تعجب فرمایا کہ اتنے بڑے آدمی اور نسبت دریافت کرتے ہیں۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۶۵)

⑨ میاں محمد سکندر سکنہ مل چوکی علاقہ چونیاں بیان کرتے ہیں کہ مولوی یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول نے بیان کیا کہ میاں غلام یٰسین صاحب فیض پوری نے ذکر کیا کہ میں اور میاں عبدالغفور رحمان پوری دونوں حج بیت اللہ شریف کو تیار ہوئے اور جانے سے پہلے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہوئے اور عرض کی کہ

برائے حج آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمراہ تشریف لے چلیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم چلو خدا کا حکم ہوا تو میں بھی پہنچ جاؤں گا۔ ہم دونوں اجازت لے کر روانہ ہوئے اور جب میدان عرفات کے قریب پہنچے تو فجر کی نماز میں اپنے دونوں کے درمیان حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو موجود پایا پھر بعد نماز دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں موجود نہیں تھے۔ جب حج سے واپس آئے تو پہلے شرقپور شریف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نیاز حاصل کر کے دوسرے شرقپوری یاروں سے دریافت کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حج کو تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے کہا ہرگز نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جمعہ و جماعت ہر روز یہاں خود ہی کراتے رہے ہیں اور کمترین نے حلفاً عرض کی کہ ہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عرفات میں دیکھا ہے اگر ہم جھوٹ کہتے ہیں تو خدا ہم کو پکڑے۔

(خزینہ معرفت ۱۸۱)

توجہ کا اثر

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حافظ خیر الدین صاحب سکنہ متگال علاقہ امرتسر کو کیمیا گری کا بہت شوق تھا۔ بندہ نے کئی دفعہ اس کو بہت سمجھایا مگر وہ نہ سمجھا۔ بندہ شرقپور شریف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت پہنچا تو عرض کی خیر دین کو کیمیا کا سودا ہو گیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خیال فرمایا۔ چھ ماہ بعد مکان شریف کے راستہ میں حافظ خیر الدین مل گئے اور بندہ سے کہا تم نے چھ ماہ سے کوئی خط بھیجا ہے نہ خود ملے ہو۔ بندہ نے جواب دیا آپ کے ہی علاج میں رہا ہوں۔ پھر اس سے پوچھا اب کیمیا گری کا کیا حال ہے اس نے کہا اب تو میرے دل سے بالکل خیال اٹھ گیا ہے۔ اور نسخہ بھی کوئی یاد نہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولوی اصغر علی صاحب روحی پروفیسر عربی اسلامیہ کالج

لاہور کا ایک شاگرد جو کہ تعلیم عربی میں فاضل اور انگریزی میں ایم اے جس کے خیالات بدل کر دہریہ ہو گئے تھے اور خداوند کریم کی ہستی سے بھی انکار کرنے لگا تھا۔ تقریر اور گفتگو میں ایسا کہ بڑے بڑے مولوی صاحبان بھی جواب دینے میں عاجز آ گئے تھے۔ ایک دن مولوی صاحب نے اپنے اس شاگرد سے کہا تم ایک دو دفعہ شرقپور شریف جاؤ۔ مولوی صاحب کے ارشاد کے مطابق وہ شرقپور شریف گیا۔ مولوی صاحب بھی ہمراہ گئے اور اس کا تذکرہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا تصرف فرمایا اور اس کے دل پر ایسی تجلی روحانی گرائی کہ اسے سب کچھ بھول گیا اور ایمان لے آیا داڑھی منڈوانا چھوڑ دی اور اس پر جذب بھی طاری ہوا کرتا تھا۔ بندہ (مؤلف) نے بھی اُسے مولوی کی صورت میں دیکھا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۰۳-۳۰۲)

ایک دفعہ ایک سکھ حاضر خدمت ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چپکا بیٹھا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی طرف خیال فرما کر چپکے بیٹھے رہے۔ گھنٹہ بھر کے بعد اس نے کہا دھن مہاراج میرا دو تین سال کا کام کر دیا اب مجھے کوئی حاجت نہیں۔ اسکے بعد پھر ایک اور سکھ حاضر ہو کر خدمت میں بیٹھا رہا جب اٹھا تو کہا دھن مہاراج میری عمر درست کر دی اب مجھے کسی اور جگہ جانے کی حاجت نہیں۔ (خزینہ معرفت ۱۷۲)

حضرت شیر محمد کھوسوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے پرہیزگار اور صاحب مجاہدہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حلقہ میں توجہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ بندہ بھی ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ میں شامل ہوا تھا۔ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف لائے تو ان کو ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ فرمائی سب یار لوٹن پوٹن ہونے لگے۔ حضرت مولانا شیر محمد صاحب کھوسوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی نشست چھوڑ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دوزانو ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئے اور اچھی ارادت سے پیش آئے۔

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف لائے اور حاجی رب

نواز صاحب کی بیٹھک پر قیام فرمایا۔ اتفاق سے سائیں غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ سائیں صاحب مستانہ حال رہتے تھے اور چار ابرو کی صفائی رکھتے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور دیوانِ حافظ کے چند اشعار پڑھے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سن کر فرمانے لگے ان شعروں میں نہایت سوز بھرا ہوا ہے۔ پھر سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا آپ رحمۃ اللہ علیہ کہیں نہ جایا کریں اپنے گھر میں ہی جائے نماز بچھا کر بیٹھ رہا کریں۔ پھر سائیں غلام قادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پشت کی جانب ہو گئے اور اپنی انگلی سے چند اشارے کیے اور انگلیوں کو حرکت میں لائے۔ بندہ نے دریافت کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے ہیں۔ جواب فرمایا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کمر باندھتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصور شریف میں آنا جانا کم ہو گیا اور بھی کہیں بہت کم جاتے۔ سائیں غلام قادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اچھے خوبیوں سے بھرے آدمی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کشف وغیرہ بہت ہیں۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۷۰)

ایک دفعہ ایک ہندو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہوا اور التجا کی کہ حضرت میں بہت تنگدست ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور یہ فرمایا کہ لکڑی کا کام کرو۔ اس نے لکڑی کا کام شروع کر دیا جس میں اُسے پندرہ صد روپے کا فائدہ ہوا۔ دوسری دفعہ جب وہ شرقپور شریف حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ وہ شخص شرقپور شریف سے قصور شریف حاضر ہوا۔ اتفاقاً بندہ اُس وقت اسٹیشن پر گیا ہوا تھا۔ اس نے بندہ سے دریافت کیا حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہاں تشریف فرما ہیں۔ بندہ اُس کو ہمراہ لے آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملایا۔ پھر تیسری مرتبہ جب وہ شخص شرقپور شریف حاضر ہوا تو بندہ بھی وہاں موجود تھا۔ حضرت میاں صاحب اُس کو دیکھ کر بہت غصے ہوئے اور فرمایا آئندہ شرقپور شریف نہ آنا ورنہ معاملہ

الٹ ہو جائے گا وہ شخص شرقپور شریف میں ہی ٹھہرا رہا۔ بندہ نے اُس سے پوچھا تم جاتے کیوں نہیں۔ اس نے جواب دیا چونکہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پھر آنے سے منع فرمادیا ہے لہٰذا میں جاتا ہی نہیں۔ بندہ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اُس سے خوش ہو گئے۔

نگاہِ عبرت

1. ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف لائے اور درگاہِ حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بہت بڑا سیڑھیوں والا کنواں ہے۔ اس میں دولو مڑ مرے ہوئے پانی سے پھول کر تیر رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا اور سیڑھیوں سے نیچے اترے ان دونوں کو اپنے ہاتھوں سے باہر نکالا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مکان پر تشریف لے گئے۔ مکان کا مالک موجود نہ تھا۔ وہاں ایک مٹکا پانی پڑا تھا جس پر گرد و غبار پڑی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس میں سے پانی پینے لگے تو بندہ نے عرض کی یہ مٹکا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تو ایسا پانی پینے کے بھی لائق نہیں اور پانی پی لیا۔ ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں لاہور سے شرقپور شریف آ رہا تھا۔ جب کشتی سے اترا تو سامنے ایک کتا دونوں ٹانگیں اٹھا کر کھڑا ہو گیا اور زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ مجھے گلے لگا لو۔ میں نے اُسے گلے لگا لیا۔

(خزینہ معرفت صفحہ ۱۱۰)

2. مولوی چراغ دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ اٹاری آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ بندہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مکان شریف گیا۔ ایک روز ہم باہر جنگل میں پل پر پہنچے تو وہاں ایک مرا ہوا کتا پڑا تھا۔ وہ تقریباً چار پانچ یوم کا

مرا پڑا تھا۔ جب اس کے قریب پہنچے تو سخت بدبو آئی دیکھا تو اس کو کیڑے بھی پڑے ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جتنے یار تھے سب ناک دبا کر پیچھے ہٹ گئے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس بیٹھ گئے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے اور فرمایا کہ چار روز گذرے ہیں کہ تو ہماری طرح پھرتا تھا آج تیرا یہ حال ہو گیا ہے نہایت غور اور عبرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے، کچھ دیر آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس بیٹھے رہے۔ ہم سب فاصلہ پر کھڑے رہے۔

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شروع شروع میں جب میں قصور شریف جایا کرتا تو قصور شریف کے بازاروں اور گلیوں میں ایک برکت دیکھتا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ صبح کا وقت ہے لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ قصور شریف کی گلیوں اور بازاروں میں گھٹنے گھٹنے نحوست چھائی ہوئی ہے مگر تین آدمی اس نحوست سے بچے ہوئے ہیں۔ ایک عبدالخالق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوٹ مردان خاں والے دوسرے حافظ دولت خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نواں قلعہ والے اور ایک اور آدمی کا نام فرمایا کرتے تھے۔

ایک روز فرمایا ہم جنگل میں قضائے حاجت کے لیئے گئے۔ فراغت کے بعد نجاست پر نظر کی تو مجھ پر ایک قسم کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایسی باتوں کو ہم کسی سے کیا ذکر کریں۔ پلیدی پر ایسی کیفیت کا ہونا باعثِ عبرت ہے۔

محبت اور ہمدردی

ایک دفعہ مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور انجمن حنفیہ کے سالانہ جلسہ پر قصور شریف تشریف لائے تو انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ شدید بخار میں مبتلا ہو گیا۔ چونکہ میرا اعتقاد ہے کہ جس طرح دوا میں اثر ہے اسی طرح

دعا میں بھی اثر ہے بلکہ زیادہ ہے۔اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ صبح کسی شخص کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرقپور شریف روانہ کروں گا دعا بھی کرائے اور پانی بھی دم کروا کر لائے۔رات ایسی حالت میں گذری۔صبح فجر کی نماز کا وقت تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔دروازہ کھولا گیا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اندر تشریف لائے اور میری چارپائی پر بیٹھ گئے اور فرمایا کیا حال ہے۔پھر تین چار منٹ یا اس سے کچھ زیادہ بیٹھنے کے بعد فوراً جانے کے لیے تیار ہو گئے اور فرمایا مریض کے پاس زیادہ بیٹھنے سے اسے تکلیف ہوتی ہے۔چونکہ والدہ صاحب نے فرمایا تھا جلدی آجانا۔اس لیے میں جاتا ہوں یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور مجھے اسی روز صحت ہو گئی۔اب غور کرنے کا مقام ہے کہ شرقپور شریف سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کس وقت چلے حالانکہ اس وقت موٹر نہ تھی بلکہ تانگے ہوتے تھے جو شام سے پہلے لاہور آجاتے بعد میں بمشکل ملتے اور صبح بھی دن چڑھے سواری ملتی تھی دوسرا کون سی تار برقی دی گئی تھی سبحان اللہ! علماء دین کی قدر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں کس قدر تھی اور والدہ صاحبہ کے فرمان کی عظمت۔(خزینہ معرفت صفحہ ۱۷۵)

شرقپور شریف میں جب پہلی دفعہ طاعون کی وبا پھیلی اور ایک آدمی طاعون سے فوت ہو گیا لوگ وحشت میں آئے اس میت کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ اپنے ہمراہ میاں محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر بھائی کو لے کر وہاں تشریف لے گئے۔خود اس میت کی چارپائی اٹھائی۔اگر مسجد میں برائے غسل لے جاتے تو مسجد والے اندر داخل نہ ہونے دیتے اور جب باہر کسی کنوئیں پر لے جاتے تو زمیندار لاٹھیاں اٹھا لیتے چنانچہ باہر ایک کھیتی میں چارپائی رکھ کر وہاں نہلانے والا تختہ منگوایا اور پانی کے مٹکے منگوائے۔میاں محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ پانی ڈالتے جاتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میت کو غسل دیا۔میت کی برادری کے لوگ اور رشتہ دار

سب دور دور کھڑے تھے۔ بعد غسل کے اسے کفن دیا گیا پھر تمام لوگوں کے روبروائے چارپائی پر رکھا اور میت کی پیشانی پر آپ سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے بوسہ دیا۔ اور لوگوں کو فرمایا اب تم آجاؤ پھر لوگ قریب آگئے اور اس کا جنازہ کر کے لحد میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود اُتارا۔ دفن کرنے کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ اس موقعہ پر بندہ (مؤلف) بھی شرقپور شریف میں تھا۔ (خزینۂ معرفت صفحہ ۱۷۷)

ایک مجمع میں میاں صدرالدین ریوڑی والے رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کی کہ بھائیو یہ موت سب پر کھڑی ہے اس طرح بھاگنے سے برا نتیجہ نکلے گا آج وہ گیا کل ہمارا کوئی مرے گا اگر اسی طرح کرتے رہے تو کیا ہوگا۔ بہت لوگوں کو وہم ہو جاتا ہے ہمیں یہ ہو جاتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چلے آتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ انہیں تسلی دیتے اور واپس بھیج دیتے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۷۷)

ایک دفعہ بندہ (مؤلف "خزینہ معرفت") شرقپور شریف حاضر خدمت تھا۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا بندہ پر نیند نے غلبہ کیا۔ عرض کی مجھے نیند آرہی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جا کر سو رہو۔ بندہ دوسرے کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔ اچانک بیقراری شروع ہوگئی۔ کروٹیں بدلنے لگا۔ آخرکار بے چینی کی حالت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں چلا آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سوئے نہیں۔ عرض کیا: نیند نہیں آرہی بے چینی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کہ ایک رات خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے یاروں کے ہمراہ ایک مکان میں تشریف فرما تھے کہ چراغ میں تیل ختم ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس مکان کے تیر اُتار کر جلالو اور روشنی کرلو اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے یاروں کی جدائی گوارا نہ کی۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۷۸)

ایک دفعہ بندہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مکان شریف گیا واپسی پر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ امرتسر اترے اور وہاں سے لاہور والی گاڑی پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سوار ہو گئے

مگر بندہ گاڑی سے رہ گیا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ لاہور پہنچے تو معلوم ہوا کہ ابراہیم پیچھے رہ گیا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بے قراری ہوگئی جس کی وجہ سے ضعف ہوگیا۔ بندہ دوسری گاڑی پر لاہور آ گیا دیکھا تو تمام یار اسٹیشن پر کھڑے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں لیٹے ہوئے ہیں۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ ابراہیم آ گیا ہے تو افاقہ ہوگیا پھر سب کو ہمراہ لے کر لاہور میں داخل ہوئے یہ بچپن کی رفاقت کا اثر تھا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۸۳)

❾ فراست اور کشف

ایک دفعہ بندہ (مؤلف) کے بھائی نے مشورہ دیا کہ لائل پور چل کر دوکان کریں۔ بندہ نے بھی ارادہ کر لیا اور تیار ہوگیا۔ رات کو خواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لائل پور نہیں جانا۔ بندہ نے ارادہ ملتوی کر دیا۔

ایک دفعہ حکیم احمد علی صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہ کی۔ پھر کئی دفعہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت ہوئے، مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہ کیا۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام کو معراج ہوتے ہیں اور ولیوں کو بھی ہوتے ہیں۔ اس کلام سے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ عقدہ در پیش ہوگیا۔ بعد میں حل بھی ہوگیا حتیٰ کہ چھ سات ماہ گذر گئے تو بندہ (مؤلف) نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں قبول نہیں فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ علم والا ہے۔ اسے وسوسے پڑیں گے۔ بندہ نے عرض کیا اسے کیا علم ہے۔ حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف تشریف لے گئے اور نیچے بھورا شریف حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے قریب حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لے گئے۔ وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کشف ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بیعت سے کیوں انکار کرتے ہیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتا ہے وہ ہمارے پاس آتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کر کے انہیں وہاں

چھوڑا۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قریباً یہی کیفیت ہوئی اور حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وجود پر ایک قسم کا جذب طاری ہوگیا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۷۷-۱۷۶)

میاں عبداللہ سکنہ ہرچوکی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک طالب علم کے ہمراہ شرقپور شریف جارہا تھا۔ راستے میں مکئی کا کھیت دیکھ کر طالب علم کا دل چھلیوں کو للچایا۔ میں نے کہا کھیت کا مالک نہیں ورنہ لے لیتے۔ جب حاضر خدمت ہوئے اور بیٹھک پر پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک برتن مکئی کی پکائی ہوئی چھلیوں کا لے آئے اور فرمایا کھالو۔ طالب علم دیکھ کر بہت خوش ہوا اس کے دل کی مراد پوری ہوئی۔ اسی دوران پاس ہی گلی میں ایک جامن فروش نے آواز دی۔ طالب علم نے کہا کیا اچھا ہوتا اگر جامن بھی ہوتے۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تھالی جامنوں کی بھری ہوئی گھر کی کھڑکی سے نکال کر دے دی اور کھانے کا حکم بھی فرمایا۔ بعد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آدمی کو ہر وقت کھانے کا خیال ہی نہیں کرنا چاہیے کچھ اللہ اللہ کرنے کی طرف بھی خیال کرنا چاہیے۔ (خزینۂ معرفت ۷۷-۲۷۶)

⑮ بے نیازی اور بلند فطرتی

ایک شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے چوتھے کا تپ آتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تعویذ لکھ دیا اس کا تپ ٹوٹ گیا۔ وہ شخص ایک بھینس لے آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے اس کو رکھنا تو ہے نہیں۔ تم سے لے کر کسی اور کو دوں بہتر ہے کہ تم اسے واپس لے جاؤ پھر وہ شخص اپنی بھینس واپس لے گیا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۷۶)

ایک دفعہ حاجی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ ایک سوالی آیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روپیہ نکال کر پانچ چھ جوتے اس پر لگائے اور فرمایا کہ اس نے لوگوں کو خراب کر دیا ہے اور پھر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ یہ اس کو دے دو۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۷۲)

ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خداوند کریم اگر ہم کو صبح کو لاکھ روپے دے تو شام تک ایک دمڑی بھی میرے پاس رہ جائے تو جی چاہے کہ ہے اور فرمایا اگر تمام مسجد آدمیوں سے اوپر نیچے بھری ہو اور ہمارے پاس کچھ نہ ہو تو ہمیں کوئی فکر نہیں سبحان اللہ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا توکل ہے۔ اللہ اکبر! ابتداء کا جب یہ حال ہے تو انتہاء کا کس طرح ہوگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے توکل بڑی مشکل چیز ہے۔ کوئی ہم سے پوچھے کہ توکل کے راستہ میں کون کون سے امتحان ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف لائے۔ اسٹیشن کے قریب پہنچ کر فرمایا کہ سلیمان آہنگر سے ایک روپیہ لے کر لاؤ۔ بندہ اس شخص سے ایک روپیہ لے کر آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں سے ایک ٹکٹ لاہور کا خریدا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مکان شریف عرس مبارک پر تشریف لے جاتے تو توکل پر پاپیادہ ہی شرقپور شریف سے روانگی فرماتے۔ عید کے چاند کی گیارھویں رات لاہور شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مسجد میں گیارھویں شریف میں شامل ہوتے۔ جن جن یاروں نے مکان شریف جانا ہوتا وہ لاہور اسی جگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ جاتے اور جو کچھ کسی کے پاس ہوتا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیتے اور اس سے آمد و رفت کا خرچہ ہو جاتا۔ محمد سردار قصوری کا بیان ہے کہ پہلے میں بہت تنگدست تھا۔ میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی۔ تھوڑے عرصہ بعد میری حالت اچھی ہوگئی۔

حکیم علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلف حکیم پیر بخش سکنہ بلوکی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید آپ رحمۃ اللہ علیہ کو السلام علیکم عرض کرتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مرید کا لفظ سن کر اس قدر رنجیدہ خاطر ہوئے کہ اپنی ریش مبارک کو پکڑ کر فرمایا کہ یہ ہستی پیر بننے کے لائق ہے اور جن الفاظ مذمومہ سے اپنے وجود باجود کو مخاطب کیا میرا قلم ان الفاظ کو دوہرانا یا لکھنا پسند نہیں کرتا۔ اور اپنے

آپ کو مخاطب کر کے بہت ہی زجر و توبیخ کی۔ حاضرین کو عبرت حاصل ہوئی۔ یہ تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا طرزِ تلقین۔ "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" (خزینہ معرفت صفحہ ۱۰۸)

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہنے کو بہت پسند فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں یہ اثر تھا کہ زبان خود بخود خاموش ہو جاتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لبوں پر مہر لگ گئی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کو بات چیت کرتا دیکھتے تو منع فرماتے اور فرماتے ضروری بات کرنا ہو تو ٹھیک ہے ورنہ فضول باتیں کرنے میں دل کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ فائدہ خاموشی کے متعلق وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ قصور شریف تشریف لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمراہ اپنے یاروں کے قبرستان تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک بھنگن بازار کا کوڑا کرکٹ جمع کر کے ایک ٹوکری میں بھر کر کھڑی تھی اور اس کی گود میں ایک بچہ بھی تھا۔ چونکہ وہ اکیلی اس ٹوکری کو اٹھا رہی تھی اور بچے کے سبب اسے تکلیف ہو رہی تھی، جوں ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر مبارک اس پر پڑی جھٹ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھوں سے وہ ٹوکری اٹھوا دی اور یاروں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس کے بعد ان کے ہمراہ قبرستان تشریف لے گئے۔ (خزینۂ معرفت ۱۱۰)

⓫ کمال ولایت

❶ ایک دفعہ بندہ (مولف) اس نیت سے شرقپور شریف حاضر ہوا کہ عرض کروں کہ تمام کیفیات بند ہو گئی ہیں جب بیٹھک کے بالاخانہ پر پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی دستار مبارک درست فرما رہے تھے۔ بندہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ مر گئیاں او کیفیتاں اور ذوق شوق اور حال کوئی اس کی انتہا بھی ہے۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت مہربان بھی تھے اور بندہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کرم پہ نازاں تھا۔ اکثر

اوقات لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سوالوں میں چپ رہ جاتے تھے۔ایک روز موقعہ پا کر عرض کی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیات کا کیا حال ہے۔فرمایا بالکل کوئی کیفیت نہیں البتہ کوئی یار مطابق ہو یا نماز میں کیفیت ہوتی ہے۔ بندہ نے عرض کی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ ہمیں اب کوئی کیفیت باقی نہیں رہی۔ اِلّا عورت کو دیکھوں یا عورت کے کپڑے کو دیکھ لوں تو کیفیت ہوتی ہے۔وہ اس لیے کہ عورت بھی مظہر اتم ہے یعنی خالقیت کا ظہور عورت میں ہی ہوتا ہے۔ پھر عرض کی کہ حدیث شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا میں تین چیزیں مجھے محبوب کی گئیں۔ایک خوشبو دوسری عورت تیسری نماز جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

◆ ایک دفعہ حافظ کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ کھیم کرن خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مجھے خدا تعالیٰ مل جائے۔جواب میں فرمایا ہمیں تو یہ اللہ اللہ کرنا آتا ہے۔تم بھی اسی طرح کیا کرو۔ پھر تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال ہو گیا کہ ہر وقت سکر میں رہتے۔ دیوانوں کی طرح پھرتے۔ایک دفعہ شرقپور شریف کے راستہ میں ان کو چند ہندوؤں کے ہمراہ چلنے کا اتفاق ہوا۔ان میں ایک عورت بھی تھی وہ دیکھ کر کہنے لگی یہ بھائی کوئی بھگت معلوم ہوتا ہے۔

ایک روز حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حاضر ہو کر عرض کی کہ جو کچھ مجھ کو دیا ہے وہ واپس لے لیں۔ بندہ نے کہا: کیوں؟ جواب دیا یہ مجھے بہت ستاتا ہے۔سونے نہیں دیتا، کہیں آرام نہیں ملتا۔اس کے بعد حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں کمی آگئی اور اعتقاد میں اسی طرح رہے۔(خزینہ معرفت صفحہ ۱۷۴)

بندہ (مولف) کہتا ہے کہ اس میں شک نہیں دیکھنے میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر دو بیٹے ہوئے دونوں خورد سالی ہی میں انتقال فرما گئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ

نے ان صاحبزادوں کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا اور فرمایا کہ کیسے خوبصورت نکل آئے ہیں اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ خداوند کریم نے لڑکوں کو قبول فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقی ہمشیرہ دو تھیں پہلی ہمشیرہ کی شادی اپنے پھوپھی زاد میاں محمد الدین سے قصور میں کی جو کچھ مدت کے بعد انتقال فرما گئیں۔ پھر دوسری ہمشیرہ کی شادی بھی انہی کے ساتھ کی۔ کچھ عرصہ بعد وہ بھی فوت ہو گئیں۔ بندہ (مؤلف) دونوں کی وفات پر حاضر ہوتا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک خنداں پایا۔ البتہ آنکھوں میں کچھ غم کے آثار معلوم ہوتے تھے۔ پھر میاں محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری شادی فیض پور میں کر لی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح میاں محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ کے گھر آیا جایا کرتے تھے جس طرح کہ پہلے جایا کرتے تھے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۷۹)

۱۲ جلال و جمال

حاجی عبدالقادر قصوری رحمۃ اللہ علیہ و خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاکساروں میں تھے دونوں کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم اکٹھے شرقپور شریف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیٹھک مکان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہم دونوں کے علاوہ دو تین آدمی اور بھی تھے کہ دو شخص لاہور سے موٹر میں آئے۔ ایک صاحب تو لاہور کے وکیل تھے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہلے بھی آنے والے معلوم ہوتے تھے۔ شکل و صورت ان کی متشرع تھی۔ ان کے ہمراہ ایک ڈپٹی صاحب سید باقر علی تھے جن کی داڑھی بہت بڑی نہ تھی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ خیر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے نام دریافت فرمائے اور فرمایا کس طرح آئے ہو اور کیا کام کرتے ہو۔ انہوں نے سب کچھ عرض کیا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ کس کے ملنے والے ہو۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ انبالوی سے بیعت ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈپٹی صاحب کی قمیص کا

کالر اور مونچھیں دونوں ہاتھوں سے خوب کھینچے اور فرمایا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی شکل ہوا کرتی تھی۔ ہائے افسوس! آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایسا کرنے سے ڈپٹی صاحب خوب روئے اور کچھ دیر خاموش رہے۔ بعد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈپٹی صاحب کو گلے لگا لیا۔ اور خوب پیار کیا اس وقت حاجی عبدالرحمن صاحب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ ''ایہہ ڈپٹی وچوں تاں ول اے'' یعنی اس کا اندرونی حال اچھا ہے۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈپٹی صاحب سے خوب پیار کیا ان کا بھی انکسار بڑھتا گیا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ پاک کی چند آیات اُنہیں سنائیں اور ایک شعر فارسی کا پڑھا جس سے ڈپٹی صاحب کی عجیب کیفیت ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر وہی شعر پڑھا اور فرمایا لکھ لو۔

یقیں بداں کہ تو با حق نشستہ شب و روز
جو ہمنشیں تو باشد خیال نام خدا

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب عدالت کرتے ہو تو ظالم اور مظلوم کے فرق میں اچھی طرح سوچ کر کام کیا کرو اور اس وقت اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو بھی نگاہ میں رکھا کرو اور دو مسلمانوں کی جن کا مقدمہ تیرے پاس آئے صلح کرا دیا کرو۔ الغرض بہت سے پند و نصائح فرمائے اور پھر رخصت فرمایا۔

(خزینہ معرفت صفحہ ۱۸۴)

۱۳ اویسی نسبت

اُس نسبت کو اویسی نسبت کہا جاتا ہے جس میں زندہ پیر یا شیخ کے علاوہ دوسرے اولیائے کرام کے مزارات سے بھی نسبت حاصل ہوتی ہو۔ دراصل یہ نسبت پیرِ ظاہر سے ہی حاصل ہوتی ہے اور طالب پر ہی یہ رنگ چڑھتا ہے خصوصاً وہ طالب جو

اویسی ہونے کے باوجود اپنے پیر ظاہر کا بھی اقرار کرتا ہو۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں ہوئے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہری ملاقات نہ ہوسکی ان کا کمال ولایت اس حدیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرن کی طرف منہ کر کے فرماتے ہیں کہ قرن کی طرف سے ریح رحمٰن آتی ہے اور اپنے جلیل القدر صحابہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو قرن میں حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں امت کے لیے دعائے شفاعت کرانے کے لیے جانے کا ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ ان کی دعا سے قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مظہر کی بکریوں کے بالوں کے برابر میری امت کی شفاعت ہوگی۔ یہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرن کی طرف سے ریحِ رحمٰن آتی ہے یہ دراصل وہی کیفیت اور روحانیت تھی جو اولیاء اللہ کی طرف سے صاحبِ نسبت کو پہنچتی ہے۔ اس میں قرب و بُعد اور زمان و مکان کی کوئی قید نہیں بلکہ غائبانہ نسبت ہے۔ اس کی کئی مثالیں ہماری تصوف کی تاریخ میں موجود ہیں جیسے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو پیر ظاہر کے باوجود حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے مدد پہنچی تھی۔ اس لیے انہیں اویسی کہتے ہیں۔ اس طرح حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے مدد پائی تھی اس لیے وہ بھی اویسی تھے۔ حضرت میاں صاحب شرقپوری سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے اویسی تعلقات بہت تھے اور خاص کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بھورہ شریف (مکان شریف) کے حضرت شاہ حسین بھورہ والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت گہرا تعلق تھا اور اکثر اپنے غلاموں کو آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف سے فیض اٹھانے کے لیے ارشاد ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ انقلاب الحقیقت میں لکھتے ہیں کہ ”خوش قسمتی سے جب دوسری مرتبہ شوال ۱۳۴۳ھ میں حاضر ہوا تو حسنِ اتفاق سے عرس مکان شریف کی تقریب پر حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جانے والے تھے۔ قدم بوس ہوتے ہی فرمایا مکان شریف عرس پر

جانے کا ارادہ ہے تمہاری کیا مرضی ہے۔ عرض کیا جس طرح حضور رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہو۔ فرمایا اچھا ہے تم بھی دیکھ لو۔ بعد میں معلوم ہوا کہ کتنے دوست حضور رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جانے کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ آخر وہاں پہنچے تو فوراً میاں محمد علی خیاط رحمۃ اللہ علیہ کو میرے اور پیر محمد لطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کیا کہ انہیں بھورہ شریف لے جاؤ۔ چنانچہ باوضو ہو کر فاتحہ کہا اور مراقب بیٹھے لیکن اُس وقت میری اتنی استعداد نہ تھی۔ مگر یہ سمجھ گیا کہ یہ میری عین سعادت ہے کہ ایسے موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات نے شرقپور شریف پہنچایا جب کہ یہ دولت نصیب ہونے کا وقت تھا اور یہ ابتدا تھی آئندہ کی سعادت کی۔ اس کے علاوہ بہت سے بزرگوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو روحانی تعلقات تھے اور ایسی ایک دوسرے سے محبت تھی جیسے دو زندہ احباب میں ہوتی ہے۔ جب آنحضور رحمۃ اللہ علیہ کسی تعلق والے بزرگ کا ذکر فرماتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں اس طرف اشتیاقانہ اُٹھتیں جیسا کہ کوئی مشتاقانہ نظر دیکھنے کے لیے اٹھاتا ہے۔

صوفی محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ چند واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم قصور شریف میں مزار حضرت شاہ عبدالرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے گئے کہ ایک شخص جو کہ قصور شریف کا باشندہ تھا اور اچھا خاندانی پیرزادہ تھا اس نے بے فائدہ گفتگو شروع کر دی۔ ہم نے اس وقت دل میں خیال کیا کاش یہ شخص نسبت روحی سے واقف ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتا۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک سے اس قدر فیض آنے لگا گویا مشک کا دہانہ کھول دیا گیا ہے۔ میراں بخش کھیم کرن والے کا بیان ہے کہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک دفعہ حضرت شاہ عبدالرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر گیا۔ اس وقت طرح طرح کی کیفیات طاری ہوتی تھیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مزار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کاش آپ رحمۃ اللہ علیہ زندگی میں خلق خدا کو تلقین ذکر کرتے تو عام مخلوق کو فائدہ پہنچتا۔

ایک روز بندہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھا۔ قصوری موری دروازہ سے باہر نکلے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حافظ محمد اسحاق ترکی رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے فیض آنا شروع ہوگیا ہے۔ جب حضرت کے مزار مبارک پر پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ حیرت زدہ ہوکر کھڑے ہوگئے اور طرح طرح کی کیفیات آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک سے عیاں ہورہی تھیں اور اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا تمام حلیہ بیان فرمادیا۔ اور بندہ سے فرمایا۔ تمہارا کیا حال ہے؟ بندہ نے عرض کی ایک لطیف نسبت آرہی ہے۔ پھر فرمایا تم ہمارے بھائی ہو تمہیں یہ کیفیت کیوں نہیں ہوئی۔ پھر فرمایا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ بھی مبارک ہے اور قبر بھی متبرک ہے۔ پھر وہاں سے رخصت کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مزار کو ہاتھ لگانے کی کیا ضرورت ہے، دل جو لگ گیا ہے اور فرمایا ایک رات خواب میں ایک لوٹا اور ایک مسواک کسی عورت کے ہاتھ سے دلوایا ہے۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ اعتکاف میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک لوٹا اور مسواک پڑا تھا۔ اٹھالائے اور ایک روز فرمایا جب ہم لاہور میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف سے گذرتے ہیں ایک لطیف نسبت ہماری طرف آتی ہے جو وراثت نبوت سے تعلق رکھتی ہے۔ عام شیخ اس نسبت کو محسوس نہیں کرسکتے۔ ایک روز فرمایا۔ ہم ایک میدان میں گئے وہاں پر نسبت لطیف طاری ہوگئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نبیؑ سے نسبت آرہی ہے۔ مستری کرم دین شرقپوری المشہور سکھریہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مکان شریف عرس کے موقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک شخص آرہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ارشاد ہوا ہے کہ اس آنے والے شخص کو کلمہ کی تلقین کرو۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف انگلی سے اشارہ کیا وہ شخص لوٹنے لگا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کو کلمہ پڑھادو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ

نے پھر انگلی کا اشارہ کیا جس سے وہ شخص پھر لوٹنے لگا۔جب ہوش میں آیا۔تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری دفعہ وہی فرمایا ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہوا ہے کہ اس شخص کو کلمہ سکھا دو اور ساتھ ہی اشارہ بھی کیا جس سے وہ شخص پھر لوٹنے لگا۔اس کے بعد اس کا حال اچھا ہو گیا اور قلب جاری ہو گیا۔(خزینہ معرفت صفحہ ۲۵۰،۲۵۱)

حضرت صاحبزدہ محمد عمر بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنے مخلصین کو پاک لوگوں کے مزارات پر انوار پر جانے اور فیوضات باطنی حاصل کرنے کا ارشاد فرماتے۔لیکن عوام طبقہ کی قبر پرستی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ نالاں رہتے بلکہ بزرگانِ سلف کے عرس اور دیگر تقریبات کو عوام کے عقائد کو مدنظر رکھتے ہوئے بنظر استحسان نہ دیکھتے تھے۔چنانچہ باوجود روحانی گھرے تعلقات کے خود کسی بزرگ کا اور کوئی نیاز گیارھویں بارھویں کی نہ فرماتے اور فرماتے کہ اصل دین چھوڑ کر کہاں سے کہاں مسلمان جا نکلے۔اور کام تھوڑے ہیں کہ مسلمان انہیں چھوڑ کر ان میں جا گرے۔

(انقلاب الحقیقت صفحہ ۶۸)

❁❁❁❁

باب نمبر ۹

کرامات وتصرّفات

اولیاء اللہ سے منسوب ہر خرقِ عادت اور اسبابِ علل سے بے نیاز فعل کو کرامت کہا جاتا ہے۔ اصطلاحی معنوں میں خرقِ عادت انعام واکرام یا خلافِ عادت واقعہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی حفظ وحمایت کا ذریعہ بناتا ہے کرامت کہلاتا ہے۔ کرامت اولیاء اللہ سے صادر ہوتی ہیں اور ولی اللہ وہ ہوتا ہے جو مسلمان ہو اور کتاب وسنت پر عمل کرنے والا ہو یعنی کوئی خلافت عادت واقعہ اس وقت کرامت کہلائے گا جب اس کا محل صدورِ مومن متبع سنت اور کامل التقویٰ ہو۔ اگر ایسا واقعہ کسی غیر مومن اور غیر متبع سنت سے صادر ہو تو وہ اصطلاح میں کرامت نہیں بلکہ استدراج کہلائے گا۔ استدراج فاسق یا کافر سے سرزد ہوتے ہیں اور اس سے خلافِ شرع باتیں ظہور میں آتی ہیں۔

کرامت کا ظہور دو طرح سے ہوا کرتا ہے۔

(اول) اضطراری کہ ظاہری وجود سے کوئی امر عارف کی ذات پاک کے لیے باعثِ اضطرار ہو۔ اور اس اضطرار میں کرامت کا ظہور من جانب اللہ ہوتا ہے جس میں عارف کی ذات کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

دوم اختیاری۔ کہ عارف کی ذات خود بخود ایک امر ناممکن الوجود کی خواہش پر اتر آتی ہے۔ یہاں تک کہ ذاتِ باری عز اسمہٗ اس کو واقع اور وجود کا جامہ پہنا دیتی ہے اور خلق اللہ میں اپنے اولیاء کی محبت قائم کر دیتی ہے۔

ہمارے ہاں جتنی کرامات مانی جاتی ہیں اور جن کا ظہور اکثر اولیاء سے ہوتا رہتا ہے اس کے صرف دو ذرائع ہیں۔

① کشف:

جس کو مکاشفہ بھی کہتے ہیں۔اس کا دل کے حالات معلوم کرنے سے تعلق ہوتا ہے۔کشف کسی نامعلوم چیز کے معلوم ہو جانے کی کیفیت کا نام ہے اس میں کئی صورتیں ہیں جیسے خواب کے ذریعے قلبی کیفیت کے ذریعے۔فراستِ صادقہ سے یا پھر کبھی عینی نمونہ بھی دکھائی دیتا ہے۔عام طور پر کشف قلبی کیفیت سے معلوم ہوتا ہے۔اکثر صوفیاء کرام اس آئینہ جہاں نما سے کام لیتے ہیں اور عام سالکین اس حصے میں ہوتے ہیں۔

② تصرّف

اس کا تعلق روحانی اور باطنی قوت کا اثر ڈالنے سے ہے۔کائنات کی چیزوں میں کوئی ایسی تبدیلی پیدا کرنا جس کے لیے اس وقت وہ چیز فطرتاً اور عادتاً تیار نہ ہو۔ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں تصرّف کہلاتا ہے۔تصرّف درحقیقت کرامات کا سرچشمہ ہے یا کرامات کا تخم۔جس کا ثمر کرامت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔تصرّف کی بھی کئی اقسام ہیں جیسے تصرّف نفسی،تصرّف وجدانی،تصرّف سہانی اور تصرّف القائی وغیرہ۔

اولیاء اللہ صرف اپنی روحانی قوت اور باطنی تصرّف سے ان کاموں کو سرانجام دیتے ہیں اگرچہ ان کے اسباب علل ہماری نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں اور جدید سائنسی ایجادات بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔جس کسی نے بھی علم نفس کا تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے اسے معلوم ہوگا کہ قدرتِ کاملہ نے انسان میں عجیب و غریب قویٰ ودیعت فرمائے ہیں اور ان کے ذریعے مذکورہ بالا کمالات انسان میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

صوفیا اور اہل اللہ سے کرامات اور خرقِ عادت واقعات کا ظہور برحق ہے اور

ان کا برحق ہونا براہِ راست قرآن وسنت اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ اس لیے بہت سے علماء اہلسنت والجماعت محدثین، متکلمین سے ظہورِ کرامت کے قائل ہیں۔

ہمارے عقائد کی کتابوں میں درج ہے کہ

کرامات الاولیاء حق

ترجمہ: "اولیاء کی کرامات حق ہیں۔"

اگرچہ اولیاء کرام سے کرامات ظاہر ہوتی رہتی ہیں لیکن صوفیاء کرام کرامات کے اخفا کو واجب قرار دیتے ہیں۔ جب کوئی ناگزیر صورت پیش آئے اور ایسی ضرورت پیش آئے یا ایسا سبب موجود ہو تو اس کے اظہار میں کوئی ہوج نہیں مثلاً کفار اور معاندین کے سامنے شریعتِ مطاہرہ کی نصرت کا معاملہ ہو یا گمراہ اور جھوٹے جادوگروں کے جادو توڑنے کا مسئلہ ہو یا جہاں طالبانِ حق و مریدین کے ایمان ویقین میں پختگی کی ضرورت ہو یا صورتِ حال ایسی ہو کہ اس میں اقتدار اور اختیار باقی نہ رہے تو وہاں صوفیاء کرام نے کرامت کے اظہار کو جائز رکھا ہے اور ایسے مواقع پر صوفیاء کرام نے اپنے خداداد تصرف اور قوت کا مظاہرہ کیا ہے۔

اظہارِ کرامت ولایت کا معیار نہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام نے کرامت کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اُن کے نزدیک اولیاء اللہ کی سب سے بڑی کرامت اطاعتِ الٰہی پر ہمیشگی اور معاصی اور منکرات سے محفوظ رہنا ہے۔ ان کے نزدیک تمام افعال واخلاق اور اوراد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سے بڑھ کر کوئی افضل و برتر مقام نہیں ہے۔ تمام غیبی باتوں کی اطلاع اور مکاشفات بلکہ وہ تمام چیزیں جو کہ صوفیاء کو تجلیات کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں، اصل مقاصد سلوک میں نہیں اور نہ سالکِ کامل کو ان چیزون کی پرواہ کرنی چاہیے۔

چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ آدمی کے ذریعے حسی کرامات کا ظہور اس کی

افضلیت کی دلیل نہیں۔ بعض صوفیا کے نزدیک ایسے اقوال موجود ہیں کہ جن میں کرامت کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی اور اس کے اظہار کو سخت ناپسند کیا ہے۔

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء پر کرامات کا اخفا اس طرح فرض کیا ہے جیسے اپنے انبیاء علیہم السلام پر معجزہ کا اخفا فرض کیا گیا۔"

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکثر مشائخ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ ان کے خلفاء میں اظہارِ کرامت کا جذبہ پیدا نہ ہو۔ ان کے نزدیک راہِ سلوک میں کرامت کوئی بلند درجہ نہیں بلکہ حجاب راہ ہے اس لیے کامل اولیاء کرام ایسے فعل جس سے اُن کی کرامت منسوب ہو اخفا میں رکھنے کو افضلیت دیتے تھے۔

حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی کرامات تھی۔ ہر واقعہ میں کوئی نہ کوئی کراماتی صورت موجود تھی۔ لیکن اس میں خودی یا خودنمائی ذرہ برابر نہ تھی۔ بلکہ بعض اوقات محبت کا جذبہ صادقہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کسی خاص امر میں منہمک کر دیتا اور بعض اوقات کسی کی بے کسی پر اضطراری صورت پیدا ہو جاتی تھی۔ بلکہ کرامات کا نام سننا بھی گوارا نہ فرماتے تھے۔ کبھی کسی کی بے کسی پر اضطراری صورت پیدا ہو جاتی تھی۔ بلکہ بعض وقت بے ساختہ وعظ میں یہ الفاظ نکل جاتے کہ "ہم فقیری و قیری نہیں جانتے بلکہ ہم تو مسلمان ہیں اسلام کو رکھنا پسند کرتے ہیں اور معلوم نہیں لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ مسلمان نہیں بنتے اور خواہ مخواہ فقیر بنتے پھرتے ہیں۔ اس میں رکھا کیا ہے کہ اس کے پیچھے بھاگ پڑتے ہیں۔" یہی وجہ ہے کہ کسی کی التجا پر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ ہاں جب قلبی جذبات سے متاثر ہو جاتے تو بے اختیار بارگاہِ رب العزت میں متوجہ ہو جاتے جس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا کہ کبھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے تہی دست نہ لوٹتے۔ بسا اوقات جو کچھ منہ سے نکل جاتا وہی ہو کر رہتا۔ (خزینۂ معرفت صفحہ ۲۷۸)

اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ میلان تصرف نفسی کی طرف تھا اور ہر وقت خلق اللہ کی بہتری مطلوب تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر وقت مجلس شریف گرم رہتی تھی اور ہر گھڑی آنکھوں سے ندامت کے آنسو گرتے رہتے تھے اور مجلس میں کوئی شخص ایسا نہ ہوتا جو اس آبِ حیات کی لذت حاصل نہ کرے بلکہ جو بھی آتا آپ رحمۃ اللہ علیہ تصرف سے حیوان لاعقل کے درجہ سے نکال کر انسانیت کے منصب پر سرفراز فرما دیتے بلکہ اُسے عبودیت کی شان دکھادی اور اُسے اپنی آنکھوں سے اور کانوں سے وہ کچھ دکھادیا جس کی کیفیت تحریر میں نہیں آسکتی۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان ہر دو کمالات ولایت کے مالک تھے۔ جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ تصرف میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے وہاں صاحب کی مسند پر بھی تکیہ انداز تھے۔ بعض دفعہ بے اختیاری میں وہ کچھ کہہ دیتے جو انہیں خود بھی پسند نہ ہوتا۔ لیکن وہ ہو کر رہتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس قدر صاحب کرامت تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا کوئی واقعہ کرامت سے خالی نہ تھا۔ ہر جگہ آپ کی روحانی قوت اور تصرف کارفرما ہوتا۔ اس لیے ہم نے اس باب کے تحت نمبروار مکاشفات اور تصرفات کو یکجا کر دیا ہے اور باب کی طوالت کی وجہ سے چند ایک کا ذکر بطور نمونہ کیا ہے ورنہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ہر واقعہ کشف اور تصرفات کا نمونہ تھا اور اس پر ایک الگ کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

انتخاب

1. دو شخصوں نے بندہ (مؤلف "خزینۂ معرفت") سے بیان کیا کہ ہم شرقپور شریف کے لیے روانہ ہوئے۔ جب لاہور میں اڈا موٹر متصل ہیرا منڈی پہنچے اس وقت کوئی موٹر تیار نہ تھی۔ ہم ٹبی بازار کی طرف چلے گئے اور وہاں بازاری عورتوں کو دیکھتے رہے اور آپس میں مذاق اڑاتے رہے۔ اتنے میں موٹر

تیار ہوگئی۔ سوار ہو کر شرقپور شریف حاضر خدمت ہوئے اور بیٹھک میں دو زانو مؤدب سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور ہمارے سروں کو اٹھا کر آنکھوں کی پلکیں الٹ کر دیکھا اور غصے میں فرمایا وہاں کیا دیکھتے رہے ہو اور یہاں مکر بنا کر کس طرح بیٹھے ہیں۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا تھا کہ ہم پر لرزہ طاری ہوگیا اور چھکے چھوٹ گئے اور سینہ بھی ہلنے لگا۔

(خزینۂ معرفت صفحہ ۲۷۴)

مستری دین محمد کا بیان ہے کہ ہم ایک دفعہ اپنے امام مسجد کے ہمراہ شرقپور شریف روانہ ہوئے۔ امام مسجد صاحب نے کہا ہم براستہ لاہور جائیں گے کیونکہ خرچ ہمارے پاس کم ہے۔ خیر جب جائیں گے تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خرچ دے دیں گے اور ایک رات وہاں ٹھہریں گے۔ جب ہم شرقپور شریف حاضر ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نیاز حاصل کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کتنے روز ٹھہرو گے۔ عرض کیا جتنے دن آپ فرمائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایسا نہیں ہوسکتا تمہارا ارادہ تو ایک رات رہنے کا ہے پھر ایسا کہنے کی کیا ضرورت ہے تم چلے جاؤ۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گھر سے پوچھا کیا روٹی تیار ہے۔ جواب ملا۔ روٹی تو تیار ہے۔ مگر سالن تیار نہیں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خیر لاہور جا کر کھا لینا اس کے بعد ہمارے ساتھ شہر کے دروازے تک تشریف لائے اور جیب سے دو چونیاں نکالیں اور اصرار کر کے ہمیں دے دیں اور واپس تشریف لے گئے۔ ہم موڑ پر پہنچے تو روشن دین آیا۔ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجا تھا اس نے آ کر دو روپے میرے ہاتھ میں دیئے ہم نے پوچھا کہ کچھ منگوانا ہے اس نے کہا نہیں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے لیے کرایہ بھیجا ہے۔ سبحان اللہ! (خزینۂ معرفت صفحہ ۲۷۴)

(۳) قاضی ضیاء الدین صاحب لاہور سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں معہ چند ہمراہیوں کے شرق پور شریف آپ رحمۃ اللہ علیہ خدمت میں حاضر ہوا۔ راستہ میں سخت بخار ہو گیا۔ شام کے وقت بعد جماعت پہنچے۔ نماز کے بعد حسبِ معمول کھانا کھایا اور نماز عشا سے فارغ ہو کر ارادہ قدم بوسی کا تھا مگر بوجہ شدت بخار خدمت میں حاضر ہونے میں دیر ہو گئی۔ اتنے میں کسی نے آ کر کہا کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔ اس ارشاد پر ہم حاضر خدمت ہو کر زیارت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی بخار کا نام و نشان نہ رہا۔

(۴) قاضی ضیاء الدین صاحب مذکور کا بیان ہے کہ عزیز محمد سردار خاں میرا بھتیجا کئی بار میرے ساتھ حضورؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا رہا۔ حضورؒ والا اس کو وعظ و نصیحت اور داڑھی وغیرہ کا فرماتے رہے اور ایک دفعہ اسے اپنے سینہ نوری خزینہ سے بھی لگایا۔ باوجود اس کے وہ نماز میں کم توجہ کرتا اور خود کہتا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا۔ اور اپنے آپ کو ملامت کرتا۔ ایک دفعہ اس نے خواب میں بزرگانِ دین کا ایک بڑا جلسہ دیکھا جس میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ اسے دیکھ کر فرمایا بزرگو! کہاں سے آئے ہو۔ اس نے عرض کی حضور میں قاضی ضیاء الدین کا بھتیجا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سینہ انور سے لگایا اور حسبِ عادت وعظ نصیحت فرمائی اس کے بعد اس کی کایا پلٹ گئی۔ اور با قاعدہ نماز پڑھنے لگا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۷۵)

(۵) قاضی ضیاءؒ الدین صاحب مذکور ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے دل میں کچھ قرضہ کی تشویش تھی مگر عرض نہ کر سکے۔ رخصت کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمہارے ذمہ کچھ قرضہ تو نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ حضرت تین صد روپے قرضہ ہے۔ فرمایا خداوند کریم اپنے فضل سے ادا کر

دے گا فکر نہ کرو۔ بفضلہٖ تعالیٰ چند ماہ میں قرضہ ادا ہو گیا اور پتہ بھی نہ چلا۔ خداوند کریم نے انہیں کیا شان عطا فرمائی ہے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۷۵)

۶ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسجد شرقپور شریف میں تشریف فرما تھے۔ مسجد ابھی نئی نئی بنی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کچھ دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کی نہیں فرمایا دیکھ لو گے۔ چند منٹ کے بعد حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ دیکھ لیا ہے فرمایا کیا دیکھا ہے انہوں نے عرض کی کہ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ مؤلف ''خزینہ معرفت'' فرماتے ہیں کہ بندہ بھی اس وقت حاضر خدمت تھا۔

۷ حکیم احمد علی صاحب قصوری کا بیان ہے کہ خاکسار ایک دفعہ شرقپور شریف حضورؒ کی خدمت میں مراقب بیٹھا ہوا تھا کہ اس نیم خوابی کی حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری بیوی زینہ سے اترتے ہوئے بری طرح گری ہے۔ یہ دیکھ کر میں سخت گھبراہٹ کی حالت میں اٹھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً فرمایا گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ خدا کا فضل ہے کوئی چوٹ نہیں آئی۔ مگر آپ کا دل شاید نہ ٹھہرے اجازت ہے گھر چلے جاؤ مجھے تعجب بھی ہوا۔ اور خوشی بھی کہ الحمدللہ چوٹ نہیں آئی۔ جب میں گھر آیا تو معلوم ہوا ٹھیک اسی وقت زینہ سے اترتے ہوئے پاؤں اکھڑا اور آٹھویں سیڑھی سے نیچے آ گری اور جب نیچے کے زینے پر آ کر پڑی تو ایسا معلوم ہوا کہ جس طرح کسی نے اوپر سے اٹھا کر نیچے لا رکھا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۷۶)

۸ میاں محمد جعفر علی صاحب ولد میاں ولی محمد صاحب سکنہ اُچے لدھیکے علاقہ قصور ہیڈ ماسٹر مڈل سکول لدھیکے کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں حسب عادت شرقپور شریف حاضر ہوا اور دل میں مصمم ارادہ تھا کہ جمعہ کے مسائل مفصل دریافت

کروں گا لیکن دو روز حاضر خدمت رہنے کے باوجود بھی وہ خیال بالکل بھول گیا رخصت کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ کیا بات تھی جو تم گاؤں سے چلتے وقت کہتے تھے کہ دریافت کروں گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جتلانے پر بھی مجھے یاد نہ آئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا پھر سہی۔ جب بندہ دوسری دفعہ حاضر خدمت ہوا تو بندہ کو بات یاد تھی۔ جب بندہ بیٹھک شریف میں پہنچا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے ساتھی کو مخاطب کر کے جمعہ کے متعلق تمام مسائل بتا دیئے، بندہ کے دل کو پوری تسلی ہو گئی۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۷۶)

۹ مؤلف "خزینہ معرفت" لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم دس بارہ آدمی گاؤں سے تیار ہو کر شرقپور شریف روانہ ہوئے جب موضع چوہنگاں پہنچے تو سورج غروب ہو گیا۔ ہم نے سوچا کہ یہاں ہی ٹھہر جاتے ہیں کیونکہ یہاں ہر ایک ساتھی کے بہت رشتہ دار رہتے تھے۔ آپس میں بطور مذاق مشورہ کرنے لگے کہ آج اس گھر میں مہمان رہنا چاہیے جو خوب خاطر مدارات کرے۔ چنانچہ اسی خیال کے تحت ایک رشتہ دار کے گھر چلے گئے اور رات بسر کی۔ صبح شرقپور شریف حاضر ہو گئے۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ کو علیحدہ بلا کر سخت تنبیہ کی کہ آئندہ ایسا کھانے پینے کا خیال راستہ میں مت کرنا۔ سیدھا گاؤں سے چل کر یہاں پہنچ جایا کرو اور یہاں سے واپس گھر چلے جایا کرو۔ راستے میں ٹھہر کر ایسے خیال مت کیا کرو۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۷۶)

۱۰ حکیم محمد علی صاحب سکنہ بلوکی کا بیان ہے ایک دفعہ ایک مریض مخبوط الحواس کو اس کے وارث حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹھک شریف پر چھوڑ کر چلے گئے۔ جب آپ حسب دستور تشریف لائے اور موافق معمول ایک ایک کر کے سب کی احوال پرسی کی تو مریض نے سوائے سکوت کے کوئی اور جواب نہ دیا۔ آپ

رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے وارثوں کو تلاش کیا لیکن نہ ملے۔ آخر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ اور اپنے ہاتھوں سے اسے کھانا کھلاتے آخر کار چند یوم کی توجہ سے وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۷۷)

⑪ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس گھر جانے کا ارادہ کیا۔ اس وقت آفتاب غروب ہونے کو تھا اور سفر بھی کافی تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ وقت تو تنگ ہے اگر جانا ہی ہے تو فلاں اسم مبارک پڑھتے جانا۔ خداوند تعالیٰ کے دستِ قدرت میں سب کچھ ہے وہ بخیریت پہنچا دے گا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اس سرعت سے سفر طے کیا کہ تیز رو سواری بھی اتنی جلدی نہیں کر سکتی۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۷۷)

⑫ میاں امام الدین صاحب سکنہ موہلن وال کا بیان ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ موہلن وال تشریف لائے اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اچانک اٹھ کر شرقپور شریف چلے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دادی صاحبہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۷۷)

⑬ اسی طرح ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ موہلن وال تشریف لائے اور بیٹھے ہی تھے کہ بے قرار ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے دریافت کرنے پر فرمایا۔ حضرت صاحب (بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے یاد فرمایا ہے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۷۷)

⑭ ایک مولوی صاحب نے مجھ سے ذکر کیا میں نے ایک دفعہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زمانہ کی گردش کا ذکر کیا تو جھٹ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں اور مصائب آئیں اور مصائب آئیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پے در پے مصائب نے رخ کیا اور ابھی تک اسی حالت میں گرفتار ہوں۔ اب ایک ایسا مقدمہ ہے کہ مجھے اپنے ایمان کا شبہ ہے۔ چونکہ وہ مولوی صاحب

حضور قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں سے تھے انہوں نے خاندانی تعلقات کی بنا پر مجھے کہا کہ حضور قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میری سفارش کریں لیکن میری کیا مجال ۔میں نے قبلہ حاجی صاحب سے تمام ماجرا بیان کیا اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلوت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی۔صبح مولوی صاحب کو طلب فرما کر دریافت فرمایا کہ میں نے کیا کچھ کہا تھا؟ انہوں نے لفظ دہرائے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے تو کچھ علم نہیں، میرا دل تو یہ نہیں چاہتا لیکن بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے۔اچھا اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ الفاظ بے اختیاری تھے بددعا کا خیال نہ تھا لیکن ہوا وہی جو زبان مبارک پر آ گیا تھا۔(خزینہ معرفت صفحہ ۲۹۰،۲۹۱)

(۱۵) ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔نام اس کا محمد عثمان تھا۔اس نے عرض کی میری ناف کے نیچے شدت کا درد ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غصہ میں بلند آواز میں فرمایا۔ایسا درد مجھے تو کبھی نہیں ہوا تجھے کیوں ہوا۔مؤلف ”خزینۂ معرفت“ لکھتے ہیں کہ مجھے خیال گذرا کہ یہ جھڑکنے کا کون سا موقعہ ہے اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی ایسا درد نہیں ہوا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی دوسرے کو بھی نہ ہو۔اتنے میں وہ شخص پکار اٹھا جی میرا درد جاتا رہا۔سبحان اللہ! یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف اور کرامت تھی۔(خزینۂ معرفت صفحہ ۲۸۶)

(۱۶) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ آدھی رات کے وقت بازار میں تشریف لے جا رہے تھے کہ تھانیدار جو گشت پر تھا نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آواز دی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب نہ دیا۔اس نے سپاہیوں کو حکم دیا اس شخص کو پکڑ کر لائیں۔سپاہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لے گئے اور تھانیدار سے کہا کہ یہ تو میاں صاحب سائیں لوگ ہیں۔اس نے کہا تم نہیں جانتے یہ وہ لوگ ہیں جو چوروں اور ڈاکوؤں کے

سر پرست ہیں۔ وہ تھانیدار مذہباً سکھ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ نہ فرمایا اور اپنے مکان پر چلے آئے۔ دوسری رات شرقپور شریف میں چوروں نے تھانیدار کا ہی گھر لوٹ لیا پھر وہ تھانیدار آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا معتقد ہو گیا اور جب تک شرقپور شریف میں رہا ملتا رہا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۸۱)

◆ ۱۷ حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف سے مشرق کی طرف چوبچہ والا کنواں پر تشریف لے گئے۔ اتفاق سے میاں اللہ بخش زمیندار وہاں موجود تھا۔ اُس نے عرض کی کہ یہ آم کا درخت پھل نہیں دیتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خداوند کریم کی رحمت سے بعید نہیں انشاء اللہ العزیز پھل دے گا۔ اسی ہی سال آم بہت پھلا پھولا اور میاں اللہ بخش زمیندار بطور شکریہ کچھ آم لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۸۴)

◆ ۱۸ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خادم میاں دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمراہ سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف تشریف لے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مسجد (یا مکان) میں تشریف فرما تھے۔ وہاں ایک شخص جسے پاگل کُتے نے کاٹا تھا۔ زنجیروں سے جکڑ کر چارپائی پر کچھ آدمی لے کر حاضر ہوئے اور چارپائی حضور رحمۃ اللہ علیہ کے باہر تشریف لانے سے پہلے اُس مسجد یا مکان کی دیوار کے ساتھ رکھ دی۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لائے تو اُسے دیکھ کر فرمایا اس کو چارپائی پر کیوں جکڑا ہوا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا ہی تھا کہ اس شخص کی وحشت اور دیوانگی جاتی رہی اور تندرست ہو کر کہنے لگا مجھے کیوں باندھا ہوا ہے میں ٹھیک ہوں مجھے کھول دو جب اُسے کھولا گیا تو اپنی چارپائی خود اٹھا کر چلا گیا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۸۴)

۱۹ میاں احمد دین شاہ پوری آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خادم کا بیان ہے۔ میرے کھیتوں میں چوہے فصل کو بہت خراب کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شاہ پور تشریف لے گئے اس بارے عرض کی گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تمہاری فصل کہاں ہے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے کھیت میں لے گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کھیت کی ایک طرف سے داخل ہوئے اور دوسری طرف نکل گئے۔ اس دن کے بعد ہماری کھیتی کو چوہوں نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جبکہ دوسرے کھیتوں کی صورت حال جوں کی توں ہے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۸۵)

۲۰ حافظ غلام یٰسین قصوری کا بیان ہے کہ جب میری شادی ہوئی تو میں عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور غصے سے فرمایا کہ شادی کراتے ہی نماز چھوڑ دی ساتھ ہی ایک تھپڑ بھی مارا اور میں الٹ کر چارپائی سے نیچے جا گرا۔ گھر والے یہ دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے میں اٹھ کر مسجد کی طرف دوڑ گیا۔ نماز پڑھ کر پھر آ کر گھر والوں کو واقعہ سنایا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۸۵)

۲۱ حافظ غلام یٰسین کا ہی بیان ہے کہ میں رمضان المبارک میں رات کو نماز تراویح میں قرآن پاک سناتا تھا۔ بسبب شدت گرمی کے ایک دن روزہ نہ رکھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امام مسجد کے نام خط بھیجا کہ غلام یٰسین کو کہہ دو کہ رات کو قرآن شریف سناتا ہے اور دن کو روزہ نہیں رکھتا۔

(خزینہ معرفت صفحہ ۲۸۵)

۲۲ میاں عبدالحق صاحب کمپاؤنڈر ساکن چونیاں کا بیان ہے۔ ایک دفعہ میرے دانت میں شدید درد پیدا ہو گیا اور کئی دن تک رہا ہر قسم کا علاج کروایا، افاقہ نہ ہوا تمام چہرہ متورم ہو گیا۔ سخت تکلیف ہوئی دم بھی کروایا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔

میری بیمار پرسی کے لیے میاں چراغ دین صاحب سکول ماسٹر مزنگ اور مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم عربی ٹیچر میاں اللہ دین و محمد اسحاق صاحب جملہ اصحاب آئے۔ مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم نے کہا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خیال کر کے سو جاویں مگر نیند کہاں آخر کار اللہ کریم کے فضل و کرم سے چند منٹ کے لیے آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوزانو تشریف فرما ہیں اور مجھے گود میں لیا ہوا ہے۔ اپنے دائیں ہاتھ سے میرے منہ کو پکڑا ہوا ہے جہاں درد تھا۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ تو درد غائب تھا۔ ورم بھی ٹھیک ہو گیا۔ پھر خوب نیند آ گئی۔ کئی رات سے جاگ رہا تھا۔ خوب سویا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی فرمایا ذرا سا دانت میں درد ہو۔ ہزاروں دوائیں ہی کیوں نہ لی جائیں مگر جب تک خداوند کریم کا فضل شامل حال نہ ہو آرام نہیں آتا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۸۵)

- میاں نور حسن عطار قصوری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ بیوپار میں سولہ ہزار کا نقصان ہوا۔ شرقپور شریف حاضر ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سن کر ہنس پڑے۔ جب زیادہ التجا کی تو آبدیدہ ہو کر فرمایا میں کب چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا نقصان ہو۔ پھر فرمایا: جاؤ تمہیں کوئی نہیں بلائے گا۔ اس کے بعد کا ہے بلکہ ہے آپ دریافت فرماتے کہ قرض خواہوں نے کبھی تقاضا تو نہیں کیا۔ عرض کی دس سال کا عرصہ گزر گیا ہے آج تک کسی نے تقاضا نہیں کیا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۸۷)

- میاں عبداللہ ولد مولوی عبدالغفور سکنہ ہرچوکی علاقہ چونیاں کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میرے بائیں ہاتھ کی انگلی چوٹ لگنے کی وجہ سے ٹوٹ گئی۔ چھ سات

ماہ علاج کروایا۔ ٹھیک نہ ہوئی۔ آخرکار شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا انگلی کو دیکھ کر وجہ دریافت فرمائی میں نے تمام حال بیان کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دست مبارک میرے ہاتھ پر رکھ کر انگلی کو سیدھا کر دیا اور پہلے کی طرح صحیح ہو گئی۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۸۷)

۲۵ میاں عبداللہ ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں شرقپور شریف میں جناب کی بیٹھک میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک سکھ تھانیدار جو تین روز پہلے شرقپور شریف میں تعینات ہوا تھا آیا اور کہنے لگا میں آج رات شہر کی گشت پر تھا جس دروازے اور چوک پر جاتا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں موجود ہوتے۔ میرے دل کو یقین ہو گیا کہ جب تک حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں پولیس کے پہرے کی ضرورت نہیں۔

۲۶ صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ مؤلف "خزینۂ معرفت" بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے اپنے ساتھ نالے کی طرف لے گئے۔ وہاں اتفاقاً خانگی معاملات کی باتیں شروع ہو گئیں۔ اثنائے گفتگو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کنویں کے حصہ میں تقریباً ۲۰ من گندم آجاتی ہے۔ ہم بھڑولے میں ڈال دیتے ہیں اور اس میں سے نکال کر استعمال کرتے ہیں۔ ایک روز والدہ صاحبہ فرمانے لگیں کہ میں جب دیکھتی ہوں گندم ویسی کی ویسی ہی موجود ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ یہ خیال نہ کیا کریں بلکہ اس کو دیکھا بھی نہ کریں خدا چاہے تو ایسا ہو سکتا ہے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۸۷)

۲۷ ایک دفعہ تقریباً بیس مہمان آئے ہوئے تھے ان کے لیے کھانا تیار کروایا مگر کھانا کھلانے کے وقت بیس کے قریب اور آدمی آگئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درویشوں سے فرمایا گھر سے اور روٹیاں لے آؤ۔ عرض کی کہ گھر اور کوئی روٹی

نہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بازار سے لے آؤ۔درویش چلا گیا۔جب تھوڑی دور گیا تو واپس بلالیا کہ آجاؤ اتنا ہی کافی ہے اور کھانا کھلانا شروع کیا۔سب لوگوں نے سیر ہو کر کھایا اور کھانا بچ بھی گیا۔(خزینہ معرفت صفحہ ۲۸۷)

۶۱ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص سے لکھوائی جو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتے تھے۔یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مہربانی سے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی مدد سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔(خزینہ معرفت صفحہ ۲۸۷)

۶۲ مؤلف ''خزینہ معرفت'' صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ ''خزینہ معرفت'' میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دیپالپور چلو گے میں نے عرض کی بسرو چشم اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہولیا۔تین روپے گھر سے لیے مولوی فضل حق صاحب تحصیلدار کے مکان پر پہنچے۔بندہ کی عادت تھی کہ جس کمرے میں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آرام فرماتے میں ساتھ والے دوسرے کمرے میں ٹھہرتا۔صبح کو اٹھا تو احتیاطاً جیب میں روپے دیکھے گنے تو چار تھے خیال کیا شاید تین نہیں چار ڈالے ہوں گے دوسرے روز دیکھا تو پانچ تھے میرے ساتھ میاں فتح محمد صاحب سویا کرتے تھے۔ان سے دریافت کیا کہ رات کو کوئی اور ہمارے کمرے میں آتا ہے۔انہوں نے جواب دیا نہیں تیسرے روز صبح دیکھا تو چھ تھے پھر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ بندہ گھر سے تین روپے لے کر چلا تھا جیب میں پڑے ہوئے چھ ہو گئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر تبسم فرمایا اور کہا ایسا ہو جایا کرتا ہے۔پھر بعد میں روپے نہیں بڑھے اور مجھے یقین ہے کہ اگر یہ بات راز میں رکھی جاتی اور کسی سے ذکر نہ کیا جاتا تو روپے بڑھتے ہی رہتے۔(خزینہ معرفت صفحہ ۲۸۸)

۳۰ میاں اللہ دتہ ولد میاں محمود بافندہ سکنہ قصور کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ قبرستان جا رہا تھا۔ راستے میں عرض کی حضور ایک لڑکی ہوئی ہے اس کے بعد عرصہ دراز ہو گیا کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب قبرستان سے واپس ہوئے اور شہر قصور میں آئے تو کاغذ کا ایک ٹکڑا مجھے لپیٹ کر دیا کہ بیوی کے گلے میں باندھ دینا۔ اس کے بعد خداوند کریم نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں عطا فرمائیں۔ (خزینۂ معرفت، صفحہ ۲۸۶)

۳۱ صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ بندہ کی طرف آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خط بھیجا کہ کبھی امرتسر جاؤ تو موضع تنگاں علاقہ امرتسر حافظ حیدر دین صاحب کے ہاں رہنا۔ بندہ چار ماہ بعد امرتسر گیا تو حسب ارشاد موضع تنگاں جا رہا تھا کہ راستے میں ایک شخص ملا۔ جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملنے والا ہے۔ اس نے بھی میری طرف دیکھا۔ السلام علیکم کے بعد میں نے اس سے پوچھا کہ کدھر جا رہے ہیں وہ بولا کہ تنگیں جا رہا ہوں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ امرتسر تشریف لائے ہوئے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ شاید صوفی ابراہیم وہاں آیا ہوا ہے اس کو بلا لاؤ۔ میں نے کہا کہ جس کے لیے جا رہے ہو وہ میں ہی ہوں وہ شخص پہلے سے میرا واقف نہ تھا پھر میرے ہمراہ واپس امرتسر آ گیا۔

(خزینۂ معرفت ۲۹۷)

۳۲ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عرس مبارک کے موقع پر مکان شریف تشریف لے گئے۔ اکثر ختم کے وقت یارانِ طریقت کو وجد، جوش و خروش ہو جاتا تھا۔ حلقہ ختم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور بندہ ختم میں کھڑا رہا، جب ختم تمام ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور بندہ سے دریافت فرمایا آج کسی کو وجد تو نہیں

ہوا۔ بندہ نے عرض کی وجد کیسے ہوتا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے روک جو دیا تھا۔

(خزینۂ معرفت صفحہ ۲۹۸)

بندہ مؤلف ''خزینہ معرفت'' کو ایک روز کسی نے خواب میں کہا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتوار کو قصور تشریف لائیں گے۔ بندہ نے دریافت کیا کس گاڑی پر جواب ملا رات نو بجے کی گاڑی پر۔ سردی کا موسم تھا۔ اتوار کی شام سات آدمیوں کے لیے کھانا تیار کروایا اور ایک سموار چائے کا۔ پھر چھ سات ساتھیوں کے ہمراہ اسٹیشن پر پہنچا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ گاڑی سے اترے تو فرمایا تمہیں کس نے خبر دی تھی بندہ نے عرض کی تار آ گئی تھی۔ آپؒ نے تبسم فرمایا اور بندہ کے ہمراہ تشریف لے آئے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۲۹۸)

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لے گئے اور مستری بدرالدین خرادی کے مکان پر قیام فرمایا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ خانپور جانے کا تھا۔ مگر لاہور میں آ کر طبیعت کچھ ناساز ہو گئی۔ ادھر خانپور میں میاں عمرالدین سے وعدہ کیا ہوا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ دیوار سے کمر لگا کر مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ قریباً ایک گھنٹہ اسی طرح بیٹھے رہے بعد ازاں فرمایا شرقپور چلیں مؤلف ''خزینہ معرفت'' لکھتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ میاں عمرالدین انتظار میں ہوگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اُسے خبر ہو جائے گی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف چلے گئے اور بندہ قصور چلا آیا۔ تھوڑے عرصہ بعد میاں عمرالدین خانپوری قصور آیا اُس نے ذکر کیا جس دن حضرت میاں صاحبؒ کا وعدہ موضع خانپور آنے کا تھا اُسی رات خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مکان میں دیوار کے ساتھ کمر لگائے ہوئے تشریف فرما ہیں اور مجھے فرما رہے ہیں میں بیمار ہو گیا ہوں اس وجہ سے نہیں آ سکتا اور مکان بھی میاں عمرالدین نے وہی بتایا جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ

ٹھہرے تھے۔ سبحان اللہ۔ (خزینۂ معرفت صفحہ ۲۹۸،۲۹۹)

◆ میاں قادر بخش صاحب سکنہ للیانی علاقہ قصور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور تشریف لائے اور مولوی فضل حق صاحب نائب تحصیلدار کے ہاں قیام فرمایا۔ کچھ دوستوں نے عرض کی قادر بخش للیانی والے کو خبر کر دیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کوئی ضرورت نہیں وہ خود ہی آ جائے گا ادھر میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ جب چلنے لگا تو قدم شرقپور شریف کی جانب نہ اٹھتے تھے پھر خیال آیا کہ چلو قصور ہی ہو آؤں اور قصور کی طرف رخ کیا تو قدم خوب چلنے لگے۔ قصور پہنچ کر وہی دوست ملے جنہوں نے اطلاع کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی تھی ان کے ہمراہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھتے ہی فرمایا میرا پہلوان آ گیا ہے۔ ان دنوں للیانی اور قصور میں طاعون کا زور تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے اگر تو دعا کرے تو بھلا یہ طاعون رہ سکتی ہے ابھی دور ہو جائے گی۔ میں نے عرض کی میں کہاں کا ایسا ولی ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے دل سے پوچھ۔ شیر کو اپنی طاقت کی خبر نہیں ہوتی۔ میں نے للیانی آتے ہی دعا مانگنی شروع کی آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا فرمان درست ثابت ہوا اور دو دن کے اندر بیماری دور ہو گئی۔ (خزینۂ معرفت صفحہ ۲۹۹)

◆ میاں قادر بخش للیانی والے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف لے گئے میاں محمد ابراہیم صاحب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ قادر بخش کو اطلاع کر دیں کہ وہ آ جائے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ خود ہی آ جائے گا۔ میں اس وقت قصبہ کھیم کرن چوہدری محمد حیات صاحب کے ہاں اپنے ناطے کے واسطے گیا ہوا تھا۔ جب واپس قصور آیا تو دروازہ

شہر کے اندر آتے ہی یوں محسوس ہوا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میں میاں محمد ابراہیم سے ملا اُن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے دریافت کیا انہوں نے ہنس کر فرمایا شرقپور میں۔ پھر میں نے عرض کی نہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں تو صوفی صاحب نے کہا آپ رحمۃ اللہ علیہ کوٹ پکا قلعہ میں تشریف فرما ہیں۔ وہاں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کسی جگہ ناطے کا سبب بنا ہے یا نہیں۔ میں نے عرض کی کھیم کرن سے آ رہا ہوں اُمید ہے وہاں کام بن جائے گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں یہاں ہی بن جائے گا۔ میں نے عرض کی یہاں میری ماں بیٹھی ہوئی ہے جو بنا دے گی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جلدی سے فرمایا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں۔ میں نے عرض کی بے شک ہے پھر فرمایا جاؤ شہر کی طرف جب میں بازار گیا تو میاں حبیب اللہ ملے اُس نے کہا کہ میرے گھر چلو میں اُن کے گھر گیا بس اُسی دن اُن کے ہاں میرا رشتہ طے ہو گیا۔

(خزینۂ معرفت صفحہ ۳۰۰)

﴿۳۰﴾ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف فرما تھے۔ میاں نور الحسن صاحب عطار قصوری نے بیعت کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گھر جا کر سو رہو۔ چنانچہ میاں نور الحسن صاحب اُسی وقت اٹھے اور گھر جا کر سو رہے۔ اُن کا بیان ہے کہ جب میں سو گیا تو خواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بیعت کیا اور زبان مبارک میرے دہن میں دے دی اور مجھ سے بغل گیر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہر عضو سے ذکر کی آواز آ رہی تھی۔ اور میں حضور کی زبان مبارک یوں چوس رہا تھا جیسے بچہ ماں کا دودھ پیتا ہے۔ الحمد للہ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۰۰)

﴿۳۱﴾ مولوی محمد عبد اللہ صاحب ولد مولوی عبد الغفور صاحب سکنہ موضع ہرچو کی علاقہ

چونیاں کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مولوی یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونیاں وا
میرے پاس چھانگا مانگا میں تشریف لائے اور فرمایا آج میرے دل
سخت بے قراری ہے۔ چلو مولوی فضل حق صاحب نائب تحصیلدار کے پاس
منٹگمری چلیں۔ جب ہم اسٹیشن چھانگا مانگا پہنچے گاڑی بالکل تیار کھڑی تھی ہم
سوار ہو گئے۔ جب ٹرین اوکاڑہ اسٹیشن پر پہنچی تو مولوی یار محمد صاحب نے کہا
میرے دل کو بے حد بے قراری ہے دل چاہتا ہے بجائے منٹگمری کے
دیپالپور چلیں۔ گاڑی سے اتر کر دیپالپور پہنچے۔ جب شہر کے دروازے پر
پہنچے تو دیکھا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی فضل حق صاحب
دروازے پر کھڑے ہیں اور ہمارا انتظار فرما رہے ہیں۔ دیکھتے ہی فرمایا کہ
برخوردار تم نے آنے میں بڑی دیر کر دی ہم بڑی دیر سے تمہارے انتظار میں
کھڑے ہیں۔ مولوی فضل حق صاحب نے فرمایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تین دفعہ
دروازے پر تشریف لائے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۰۰، ۳۰۱)

ایک شخص مسمی مردان علی کا بیان ہے کہ میں آزاد خیال آدمی تھا، کچھ نیچری
خیالات بھی رکھتا تھا اور قادیان بھی جانے لگا تھا۔ کسی کے کہنے پر شرقپور
شریف حاضر ہوا اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ حضور مجھے اپنی
غلامی میں لے لیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار فرمایا۔ میں نے کہا میں قادیان بھی
جانے لگا تھا۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ قبول نہیں فرماتے تو میں قادیان چلا جاتا ہوں۔
بس میرا یہ کہنا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چپکے سے کچھ تصرف فرمایا۔ میرے ہوش و
حواس جاتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد ہوش آیا تو میرے وہ تمام آزادانہ
خیالات ختم ہو چکے تھے اور میری حالت بدل گئی۔ مؤلف "خزینہ معرفت" لکھتے
ہیں کہ بندہ بھی ایک دفعہ حضورؒ کے ساتھ اس کے گاؤں گیا اور اُسے اچھی

حالت میں دیکھا۔ (خزینۂ معرفت صفحہ ۳۰۶)

◆ ایک دفعہ فیروز دین نامی شخص قصور سے اپنی ہمشیرہ کو ہمراہ لے کر شرقپور شریف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی حضور اس لڑکی پر آسیب وغیرہ کا اثر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لڑکی سے دریافت فرمایا۔ اُس نے کہا ایک عورت ہے جو میرے روبرو آتی ہے اور مجھے طرح طرح کی اذیتیں دیتی ہے۔ یہ کہتے ہی لڑکی بول اٹھی وہ آ گئی وہ آ گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کے سر کے بال پکڑ کر نوچ دے وہ لڑکی اس پر کود پڑی اور اس کے سر پر زور سے ہاتھ مارا اور چوٹی میڈھی اس کے سر سے اکھاڑ لی جو مُولی کے دھاگے سے گندھی ہوئی تھی۔ وہ بھورے رنگ کے بال تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ بال بیٹھک میں موجود بہت سے آدمیوں کو دکھائے۔ مولف خزینہ معرفت لکھتے ہیں کہ میں نے بھی وہ دھاگوں کا گچھا ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ اس کے بعد وہ لڑکی قصور اپنے گھر آ گئی۔ تو پھر آسیب نے حملہ کیا۔ لڑکی مذکورہ نے بیان کیا کہ اس شیطانی عورت کے ساتھ اور بھی بہت سے ساتھی تھے۔ عین اُسی وقت حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ لوہے کا ایک تنور لگایا اور اس میں آگ جلائی اور میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اُن آسیبی عورتوں کو پکڑ کر تنور میں پھینک رہے ہیں۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۰۷)

◆ میاں قادر بخش صاحب للیانی والے بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کہ صبح آنکھ نہیں کھلتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا رات سوتے وقت کہہ دیا کرو کہ قادر بخش مجھے صبح جگا دینا۔ میں نے اس پر عمل کیا تو جو وقت میرے اٹھنے کا ہوتا کوئی شخص میرے پاؤں کو یا کبھی بازو کو پکڑ کر یا سر کو ہلا کر جگا دیتا۔ اگر کسی دن میں زیادہ غافل ہو جاتا تو توپ کے گولے چلنے

کی سخت آواز آتی۔ جس سے میں گھبرا کر اٹھ بیٹھتا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۰۷)

میاں قادر بخش صاحب للیانی والے ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے خواب میں کسی شخص نے کہا کہ تم اور بھی وظیفے کرتے ہو یہ بھی پڑھا کرو، لکھی ہوئی تختی میرے سامنے کی میں نے غور سے دیکھا اور پڑھا لیکن جب بیدار ہوا کچھ یاد نہ رہا۔ صرف اخیر کے لفظ "وصالی، کمالی" یاد رہے۔ بندہ دو تین دن کے بعد شرقپور شریف حاضر ہوا۔ رات آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہا۔ صبح کی نماز کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ملاکا نوالی مسجد میں جا بیٹھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وظیفہ سے فارغ ہو کر میرے ساتھ پیار کرنے لگے اور وہی وظیفہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۰۷)

مؤلف "خزینہ معرفت" لکھتے ہیں ایک دفعہ حکیم احمد علی صاحب قصوری نصف شب کے وقت میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے پوچھا خیر تو ہے اس وقت کیسے آنا ہوا۔ کہنے لگے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تم میرے پاس ایک خط لائے ہو جس کے شروع میں تین دفعہ ہائے ہائے لکھا ہوا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہم سخت بیمار ہیں۔ خط حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معلوم ہوتا ہے۔ حکیم صاحب نے کہا میں صبح شرقپور شریف جاؤں گا۔ ہم دونوں صبح کی گاڑی پر روانہ ہوئے۔ جب شرقپور شریف پہنچے تو دروازے پر ایک آدمی ملا۔ اس نے کہا آپ کیسے آگئے۔ خط تو آج جانا تھا۔ پھر ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا آپ رحمۃ اللہ علیہ واقعی بیمار تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جب واپس قصور آئے اور خط دیکھا تو بعینہ وہی الفاظ خط پر تھے جو خواب میں دیکھے تھے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۰۷)

امرتسر کے رہنے والے ایک شخص نے بیان کیا کہ ہمارا ایک قریبی رشتہ دار

اکثر شرقپور شریف حاضر ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بار بار آنے کی ضرورت نہیں۔ جب ملنے کو دل چاہے کسی گوشے میں بیٹھ کر ہمارا خیال کرنا۔ اس کا بیان ہے کہ جب بھی ملنے کو جی چاہتا ہے کسی گوشہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال کر کے بیٹھ جاتا ہوں تو زیارت سے مشرف ہو جاتا ہوں۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۰۸)

◆ مولوی محمد صدیق سکنہ باہڑی ضلع گوجرانوالہ بیان کرتے ہیں کہ میرا بھائی نہ نماز پڑھتا نہ روزہ رکھتا، داڑھی منڈواتا اور لٹیں رکھتا۔ ہم اس کو کہتے کہ تو علماء کے گھر میں کیا بلا پیدا ہو گئی ہے۔ ہم اس سے بہت لڑتے بھڑتے تھے، مگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا۔ پھر وہ گھر سے غائب ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد گھر آیا تو دیکھا کہ داڑھی رکھی ہوئی ہے، مونچھیں تراشی ہوئی ہیں اور پابند صلوٰۃ بھی ہے۔ میں نے دیکھ کر کہا کہ اس کی کایا کس نے پلٹ دی۔ اُس نے جواب دیا میں شرقپور شرف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا یہ کیا شکل بنا رکھی ہے۔ پھر میرے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر لٹا دیا اور میرے اوپر بیٹھ گئے۔ میرے دل پر ہاتھ رکھ کر فرمایا خدا کو راستہ اس طرف سے جاتا ہے۔ بس مجھے ہدایت مل گئی۔

(خزینہ معرفت صفحہ ۳۰۸)

◆ مؤلف ''خزینۂ معرفت'' لکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چچازاد بھائی میاں رحیم اللہ آزاد خیال نئی روشنی کی طرز پر تھا۔ وہ تپ دق سے بیمار ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ بندہ بھی دو تین دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گیا۔ ایک روز میاں رحیم اللہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ بھائی جی مجھے بھی سلسلہ میں داخل کر لو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فی الفور داخل طریق فرما لیا۔ چند روز بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا۔ ہم نے خواب میں دیکھا کہ ایک بچھیرا

تسبیحیں پڑھتا ہوا ایک چھوٹے سے حوض میں داخل ہوا اور تعبیر یہ فرمائی کہ رحیم اللہ فوت ہو جائے گا۔ چند ہی دنوں کے بعد میاں رحیم اللہ صاحب کلمہ طیبہ کا تکرار کرتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کوئی جانے یا نہ جانے ہم تو اس بات کی بہت قدر کرتے ہیں کہ آخر وقت میں کلمہ طیبہ زبان پر جاری ہو۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۰۹)

۳۰ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ ہمارے علماء میں ان لوگوں کو جو اہلِ سنت والجماعت کے مذہب سے اعراض کر کے شیعہ، مرزائی، وہابی وغیرہ ہو جاتے ہیں کو واپس لانے کی صلاحیت نہیں۔ حکیم فتح محمد صاحب قصوری بیعت حضرت خواجہ غلام نبی صاحب للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے تھے کے ذہن میں فتور پیدا ہوا۔ ذکر و اذکار اور مراقبہ چھوڑ دیا۔ ایک ڈپٹی صاحب جو مذہباً شیعہ تھے سے ان کو محبت ہو گئی۔ ان کی صحبت سے شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ حکیم نور حسن صاحب قصوری جو حکیم صاحب کے پھوپھی زاد بھائی ہیں نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور حکیم فتح محمد صاحب نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سُن کر فکر فرمایا؟ اور نور حسن کے ذریعے حکیم صاحب کو سلام بھی کہلا بھیجا اور اکثر آنے جانے والوں کے ذریعے حکیم صاحب کو سلام بھیجتے رہے۔ حکیم صاحب کی طبیعت آہستہ آہستہ عود کر آئی اور تصوف کی کتابیں منگوا کر پڑھنے لگے اور ہر سلام کے بعد ان کی طبیعت مکمل طور پر عود کر آئی اور شیعہ مذہب سے توبہ کر لی۔ پھر بیمار ہو گئے گیارہ مہینے بیمار رہنے کے بعد جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۰)

۳۱ ایک ڈاکو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا تم یہاں کیا لینے آئے ہو۔ جاؤ ڈاکے مارو اور خلق خدا پر ظلم کرو۔ تمہیں یہاں

آنے کی کیا ضرورت۔ اس کے دل پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا ایسا اثر ہوا کہ اس نے فوراً توبۃ النصوح کر لی۔ نمازِ پنجگانہ تہجد اور ذکر و مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۰)

◆ حافظ عباس علی صاحب امام مسجد قصوری کا بیان ہے کہ ایک رات خواب میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور ایک لڑکا میرے گھر پیدا ہوا اس کے بعد آٹھ نو سال ہو گئے ہیں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دونوں ہاتھوں میں مرغی کا ایک ایک انڈہ ہے۔ اس کے بعد بیدار ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے دو لڑکے جڑواں عطا فرمائے اور بفضل خدا دونوں حافظِ قرآن ہیں۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۰، ۳۱۱)

◆ ایک عرب عبدالعزیز نامی اتفاقاً شرقپور شریف آیا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں پہنچا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حالتِ جذب میں کھڑے تھے۔ دیکھ کر کہا ہذا مجنون۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اُس پر پڑی۔ نظر پڑتے ہی وہ تڑپنے اور لوٹنے لگا۔ اچھل اچھل کر چھت کے قریب چلا جاتا۔ اسی حالت میں اچھل کر مسجد کی چھت پر جا پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو بیعت کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم مدینہ منورہ چھوڑ کر یہاں کیوں آئے ہو۔ تمہاری بیعت یہی ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ اس نے بہت اصرار کیا۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہ فرمایا۔ پھر وہ عرب حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کی خدمت میں گیا اور وہاں سے انہیں ہمراہ لے کر شرقپور شریف آیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے بیعت سے مشرف فرمایا۔

(خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۱)

◆ ایک مولوی صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لیے شرقپور شریف آئے۔ آپ

رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دیکھ کر ایک آیت پڑھی۔ مولوی صاحب آیت سن کر وجد میں آ گئے۔ جب ہوش میں آئے تو روتے اور کہتے کہ میں تو ان فقیروں کو مانتا نہیں تھا اور اسی حالت میں اپنے وطن کو چلے گئے۔ پھر دوبارہ شرقپور شریف آئے تو وہی حال تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا ہمیں تو یہ حال اچھا نہیں لگتا۔ مولوی صاحب مستانہ وار واپس چلے گئے۔ جب کسی بے نماز کو دیکھتے مار پیٹ کر مسجد میں لے آتے۔ ایک روز ایک تھانیدار کو لے آئے۔ خود نماز نہ پڑھتے۔ حالت جنون اس قدر غالب تھی کہ گاؤں کے لوگ بھی ان سے تنگ آ گئے اور مشورہ کرتے کہ ان کو ماریں پیٹیں۔ لیکن جب ان کے روبرو آتے تو ایسا رعب پڑتا کہ کچھ نہ کر سکتے۔ جنون اتنا بڑھا کہ ایک بندری رکھ لی اور اُسے کندھے پر اٹھائے پھرتے۔ نہر کا کیچڑ اٹھا کر داڑھی پر لگاتے۔ کوئی پوچھتا تو کہتے وسمہ لگا رہا ہوں۔ ایک روز ایک فقیر ملا اس نے کہا کہ ہمیں شراب پلاؤ۔ فرمایا ٹھہرو پلاتا ہوں۔ لوگوں نے فقیر کو کہا کہ یہ تمہیں ماریں گے۔ دوڑ جاؤ۔ یہ سن کر فقیر چلا گیا مگر مولوی صاحب بوتل میں دودھ ڈال کر لے آئے لیکن فقیر کو وہاں نہ پایا۔ اس کے بعد پھر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ فرمائی تو مولوی صاحب اپنی اصلی حالت میں آ گئے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۱)

۵۲

مولوی عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل سکنہ نواں کوٹ قصور جو میاں صاحب کے مخلصین میں سے تھے نے بیان کیا کہ ہمارے ایک قریبی رشتہ دار پر مخالفوں نے ایک اغوا کا جعلی مقدمہ بنا دیا اور یوں کہانی بنائی کہ اس شخص نے ایک راجپوت عورت کے ساتھ نکاح پر نکاح کیا ہے۔ جبکہ اس عورت کا پہلا خاوند مر چکا تھا۔ چند سال بیوہ رہی اور پھر ہمارے رشتہ دار کے ساتھ

نکاح کیا۔مخالفوں نے اس کا ایک مصنوعی خاوند ظاہر کر دیا۔نکاح خواں،
گاؤں کے نمبر دار، گاؤں کے دیگر آدمیوں نے بطور گواہ بیان دیا کہ اس
عورت کا اس شخص کے ساتھ نکاح ہمارے روبرو ہوا ہے۔کمیوں نے بھی
گواہی دی کہ ہم نے بھی اس نکاح پر اپنا حق لیا ہے۔عدالت کو پورا پورا ثبوت
مل گیا۔اب بریت کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔مولوی صاحب فرماتے ہیں
کہ ہمارے رشتہ دار نے مجبور کیا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں
میرے ساتھ چلو۔اس کے مجبور کرنے پر ہم شرقپور شریف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی
خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حال عرض کیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر دعا کے
لیے ہاتھ اٹھائے اور تقریباً پندرہ منٹ تک دل کھول کر دعا کی۔جب مقدمہ
کے فیصلہ کی تاریخ آئی تو جج نے یہ کہہ کر مقدمہ خارج کر دیا کہ اگرچہ تم نے
ثبوت فراہم کر دیئے ہیں لیکن غور کرنے پر یہی معلوم ہوا کہ مقدمہ جعلی ہے۔

میاں نظام دین چٹھی رساں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خط لے کر آیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا۔نماز پڑھا کر۔اس نے عرض کی حضور کیسے پڑھوں نماز میں دل
کہیں اور جسم کہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تیسرے کلمہ کی تسبیح پڑھ لیا کرو۔
ایک دن عشاء کی نماز پڑھنے کھڑا ہوا۔پہلی ہی رکعت میں ایسا استغراق ہوا کہ
صبح ہوئی اور پھر حالت جذب میں دیوانوں کی طرح پھرتا رہتا۔آخر کار اس
کے افسر نے اوپر رپورٹ کی کہ نظام دین دیوانہ ہو گیا ہے۔اسے نوکری سے
فارغ کر دیا جائے۔حکم آیا کہ اسے فارغ کر دیا جائے۔مؤلف "خزینہ معرفت"
لکھتے ہیں کہ ان دنوں بندہ شرقپور شریف حاضر ہوا اور عرض کی کہ بیچارے نظام
دین کو نوکری سے فارغ کر دیا گیا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوسٹ ماسٹر سے کچھ
فرمایا۔چنانچہ نظام دین کو نوکری پر بحال کر دیا گیا۔ڈاک تقسیم کرنے کے

وقت بالکل ٹھیک رہتا اور کوئی غلطی نہ کرتا۔ باقی ہر وقت مجذوبانہ حالت میں پھرتا رہتا۔ اس کو دیکھ کر اس کے قبیلے کے لوگ جو بے نماز تھے اس کی یہ حالت دیکھ کر تمام نمازی بن گئے۔

۷۴ نظام دین کی تبدیلی شرقپور شریف سے باغبانپورہ ہوگئی۔ بندہ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ باغبانپورہ نظام دین کے گھر گیا۔ کھانا کھایا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سیب اُسے دیا اور فرمایا دونوں میاں بیوی کھالینا کیونکہ نظام دین کے ہاں اولاد نہ تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک لڑکا عطا کیا۔

۷۵ محمد سردار قصوری کا بیان ہے کہ مکان شریف عرس پر حاضر ہوئے۔ بعد ختم شریف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو جانے کی اجازت فرمادی اور خود نیچے بھورے شریف مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ میں کچھ وقفہ کے بعد نیچے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مراقبے میں تھے۔ میں پاس کھڑا ہوگیا۔ جوں ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف دیکھا جوش میں آکر فرمایا "کھسرا ہی رہانا" جب ایک دفعہ اجازت ہو چکی پھر کیا ضرورت تھی۔ میں گھر آگیا اور بیمار ہوگیا۔ دو ماہ یا اس سے اوپر نامردی کا شکار ہوگیا۔ آخر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ حضرت میرے ذمہ ایک اور حق ہے ورنہ اسی طرح رہتا۔ عریضہ خدمت میں پہنچتے ہی مجھے اس قدر قوت حاصل ہوئی کہ پہلے سے بھی بہت زیادہ۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۴)

۷۶ چوہدری حکم الدین خاں سکنہ رکھانوالہ علاقہ قصور نے بیان کیا کہ اُس کے کندھے پر رسولی تھی۔ لاہور جا کر آپریشن کروالیا۔ رسولی ختم ہوگئی لیکن گرم دوائیں کھانے سے نیند جاتی رہی۔ چھ ماہ گذر گئے۔ رات دن کسی وقت بھی

نیند نہ آتی۔ صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تصرف فرمایا تو نیند بحال ہوگئی۔

(خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۳)

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف لائے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص مریدوں میں سے حضرت مولانا مولوی فضل حق صاحب مرحوم جو اِن دنوں قصور میں نائب تحصیلدار کے عہدے پر فائز تھے کے گھر جو مسجد قاضی محمد سلیم صاحب کے سامنے پیرانوالہ طویلے کے نام سے مشہور ہے رونق افروز تھے۔ حکیم احمد علی قصوری بیان کرتے ہیں کہ میں نے تحصیلدار صاحب کے روبرو عرض کی کہ آج دن کا کھانا اس عاجز کا منظور فرماویں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب ہی میزبان ہیں ان سے پوچھنا چاہیے۔ مولوی صاحب جو حضور رحمۃ اللہ علیہ پر دل و جان سے نثار تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کو ایمان کامل سمجھتے تھے نے بصد مشکل اجازت عطا فرمائی۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تقریباً تین آدمی تھے۔ میں نے چاول بیگمی سوا گیارہ سیر زردہ اور پلاؤ سے تیار کروائے۔ کھانا کھانے کے وقت قصبہ کھیم کرن، للیانی و فیروز پور اور دیگر مضافات سے اس قدر لوگ جمع ہو گئے کہ موجودہ کھانا نصف آدمیوں کے لیے بھی ناکافی تھا۔ میں اس صورت حال سے سخت گھبرایا۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ نے میرے دل کی کیفیت کو پڑھ لیا۔ فرمایا حکیم صاحب کھانا لے آؤ تاکہ کھانا کھلانا شروع کیا جاوے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں دیگچے چاولوں کے اپنے سامنے رکھ لیے اور حکم فرمایا کہ کھانا کھانے والوں کو بٹھاؤ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دیگچوں سے چاول اپنے دستِ مبارک سے برتنوں میں ڈالتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ خوش ہو کر فرماتے کہ چاول تو بڑے لمبے ہیں۔ جب تمام یاران

طریقت اور بیرونی مہمان کھانا کھا چکے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قصور والے یار ڈیرے میں بیٹھے ہیں ان سب کو بلالاؤ۔ ان کو بھی بلایا گیا جو تقریباً بیس کے لگ بھگ تھے ان کو بھی کھانا کھلایا اور پھر خاکسار کو حکم دیا کہ مولوی صاحب کے گھر بھی بھیجنا چاہیے۔ ایک پلیٹ چاولوں کی بھر دی جو میں مولوی صاحب کے گھر دے آیا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ دو سو یا اس سے زیادہ آدمیوں کو کھانا کھلا چکے تو فرمایا کہ آؤ اب تم اور میں اطمینان سے کھائیں کیونکہ اب تم کو کوئی پریشانی نہیں۔ کھانا کھانے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں دیگچوں میں جو چاول بچے ہیں تبرکاً گھر لے جاؤ۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے دیکھا۔ دیگچوں میں چاول ویسے کے ویسے پڑے تھے۔ ان میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ میں نے چار دفعہ اس آیت کریمہ کو تلاوت کیا۔ (اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ o) (خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۴)

۵۸ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف میں تشریف فرما تھے۔ چوہدری نبی بخش سکنہ ترنتارن جو ہمیشہ شراب میں مخمور رہتا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے شراب پینے کی بابت عرض کی۔ قاضی کرم بخش صاحب نے بھی سفارش کی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ہاتھ مبارک اُس کے کندھے پر پھیرنا شروع کیا اور فرمانے لگے "تو پی لیا کر تو پی لیا کر۔ چوہدری نبی بخش نے بیان کیا کہ شراب پینا تو درکنار اُسے دیکھ کر مجھے نفرت آتی اور اس کی بو سے جی متلانے لگتا۔" (خزینہ معرفت صفحہ ۳۱۴)

۵۹ مؤلف "خزینہ معرفت" لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فیض پور کلاں تشریف لے گئے بندہ بھی ہمراہ تھا گرمی کا موسم تھا۔ قاری اللہ بخش صاحب کے ہاں

قیام فرمایا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ مکان کی چھت پر تشریف فرما تھے ۔ چند یار وہاں جمع ہو گئے ۔اس زمانے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقے میں جوش وخروش بہت ہوا کرتا تھا۔ایک شخص کو وجد ہوا''الامان''ایسے زور سے اُچھلا کہ ساتھ مسجد کے صحن میں جا گرا۔بندہ نے اُٹھ کر دیکھا اور خیال کیا شاید مرگیا ہے لیکن دومنٹ تک سیدھا پڑا رہنے کے بعد پھر لوٹنے لگا اور اُسے ذرہ بھر چوٹ نہ آئی۔

(صفحہ ۳۱۴)

۶۰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر سرہند تشریف لے جایا کرتے تھے ۔ایک دفعہ معہ احباب وہاں تشریف لے گئے ۔نماز تراویح پڑھی جارہی تھی۔قرآن پاک سنانے والے حافظ پٹھان تھے تقریباً چالیس پچاس کی جماعت تھی۔ قرآن پاک پڑھا جارہا تھا لیکن اُداسی سی چھائی ہوئی تھی ۔طبیعتیں بحال نہیں تھیں اور سکون مفقود تھا۔ ۱۲ رکعت تراویح ہو چکنے کے بعد اچانک سب کی طبیعتیں بدل گئیں کسی کو وجد ہو گیا تو کسی پر غنودگی چھانے لگی ۔ایسا معلوم ہوتا تھا انوار و تجلیات کی گھٹائیں چھما چھم برس رہی ہیں معہ امام صاحب سب مدہوش تھے ۔اسی کیفیت و حالت میں ہی نماز تراویح اختتام پذیر ہوئی۔
دوسرے دن آپ سرکار رحمۃ اللہ علیہ قبلہ عالم حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کے ساتھ باغ میں تشریف فرما تھے اور یاران طریقت بھی بیٹھے تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا رات کو کچھ دیکھا۔ساتھیوں میں سے ایک نے عرض کی سرکار پہلے تو طبیعتیں بالکل خالی تھیں لیکن آخر میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی ہے اور غنودگی سی چھانے لگی۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:''میں نے احباب کی بے اطمینانی دیکھی تو اُن کے دلوں کی طرف توجہ کی۔معلوم ہوا کہ دل ذرہ بھر متوجہ نہیں۔میں نے مجدد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی حضور آپ رحمۃ اللہ علیہ اقلیم ولایت کے شہنشاہ اور سلسلہ عالیہ کے امام ہیں۔ مسجد ہو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی، رمضان شریف کا مہینہ ہو اور پڑھا جائے۔ مولا عزوجل کا کلام پاک پھر لطف نہ آئے اور طبیعتیں بحال نہ ہوں۔ ایسا سننا تھا کہ مجذوب علیہ الرحمۃ نور کا مشکیزہ بھر لائے اور صفِ اول کی داہنی طرف سے نمازیوں پر نور کی دھار برسانے لگے۔ جب پیش امام پر پہنچے تو مشکیزے کا منہ کھول دیا، پھر جو کچھ ہوا سو ہوا اس کا لطف جس کی قسمت میں تھا اُس نے حاصل کر لیا۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۱۷۱-۱۷۶)

۹۱

لاہور سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر چھانگا مانگا کے قریب ایک گاؤں واں کھارا چھوٹا سا گاؤں ہے وہاں قاری جمال دین صاحب درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ قاری صاحب اکثر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ قاری صاحب حاضرِ خدمت ہوئے تو ان کے ہمراہ ایک گرانڈیل جوان جو اُن کا شاگرد تھا وہ بھی تھا۔ اس طاقتور اور جوان کا نام محمد ابراہیم تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے خاصی محبت فرمائی اور قاری صاحب سے فرمایا کہ اسے خوب اچھی طرح محنت سے قرآنِ پاک پڑھائیں۔ اس دن کے بعد محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں باقاعدہ آنے جانے لگا۔ جب وہ مکمل قاری بن گیا۔ تو ایک دن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ فرمائی تو اس کی حالت غیر ہو گئی۔ وہ مغلوب الحال ہو گئے ان پر مستی، بے خودی طاری ہو گئی، وہ اپنے آپ سے بے خبر جدھر طبیعت چاہتی نکل جاتے اور اپنے ہاتھ میں ہمیشہ ڈانگ رکھتے۔ سارے گاؤں کے لوگوں کو اکٹھا کر کے کہتے نماز پڑھو ورنہ اپنی ڈانگ سے تمہاری مرمت کروں گا۔ جذب وسُکر اور وجدان کا یہ عالم تھا کہ جنگل کی طرف

نکل جاتے اور درد بھری پرسوز آواز میں عشقیہ اشعار پڑھتے۔ سوز ومحبت اور عشق کی گرمی ہر وقت بے چین کیے رکھتی۔ وہ اپنے دل کے ساتھ اپنے جسم کو بھی اسی آگ میں جلتا ہوا محسوس کرتے۔ اکثر چارپائی اٹھا کر ایک کنوئیں میں جس میں سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اُتر جاتے اور متواتر کئی گھنٹے لیٹے رہتے۔ اسی مغلوب الحالی میں لاہور جاتے اور لوگوں کو کہتے ''لاؤ اللہ کی راہ میں کچھ دو۔'' ہم دنیاداروں کی عادت ہے گلی سڑی یا ناقابل استعمال اشیاء اللہ کی راہ میں دیا کرتے ہیں۔ جب لوگ انہیں ایسی اشیاء دیتے تو وہ لوٹا کر اُن کے منہ پر دے مارتے اور فرماتے جو نکمی چیز ہے وہ اللہ کے لیے۔ اللہ جو بزرگ و برتر ہے اس پر اپنے کو ترجیح دیتے ہو۔'' قاری محمد ابراہیم کئی کئی ہفتے شرقپور شریف مقیم رہتے اور عشق ومحبت کے کمال غلبہ کی وجہ سے قصبہ کی نالیوں کا پانی پینے لگتے اور کہتے یہاں کی نالیوں کا پانی گندا نہیں یہ تو آبِ حیات ہے۔ ایک دفعہ رات کو وارفتگی کے عالم میں باہر سڑک پر لیٹے ہوئے تھے کہ سامان سے لدی بیل گاڑیاں آگئیں۔ گاڑی بانوں نے قاری صاحب سے اُٹھنے کو کہا لیکن انہوں نے اُٹھنے سے انکار کر دیا اور فرمایا یہ بیل گاڑیاں شرقپور شریف کی ہیں ان کے لیے میں فرش راہ ہوں۔ انہیں میرے اوپر سے گذاریئے۔ گاڑی بانوں نے بڑی مشکل سے انہیں اٹھا کر ایک طرف کیا اور اپنی گاڑیاں گزاریں۔

قاری صاحب عموماً حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے دولت کدہ کے پاس ہی لوہاراں والی مسجد میں لیٹے رہتے اور ڈانگ کا ان کے پاس رہنا تو ضروری تھا۔ ایک دن حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے دین محمد زرگر کو بھیجا کہ قاری صاحب کو کھانا کھانے کے لیے بلا لاؤ۔ دین محمد نے قاری صاحب کو جو

ایک صف کے ٹکڑے پر لیٹے ہوئے تھے پاؤں سے پکڑ کر بلایا اور ساتھ چلنے کو کہا۔ قاری صاحب نے اپنی ڈانگ پر ہاتھ رکھا اور دوسرے ہی لمحہ ڈانگ دین محمد کے سر پر آپڑی۔ سر سے خون کی دھار کے ساتھ دین محمد کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ روتا ہوا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور قصہ بیان کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ دس روٹیاں اور ایک بڑے سے برتن میں سالن لیا اور لوہاراں والی مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قاری صاحب کو اٹھنے کے لیے کہا وہ چپ چاپ اٹھ بیٹھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے آگے دستر خوان بچھا کر کھانا اس پر رکھ دیا اور قاری صاحب کو کھانے کو کہا لیکن قاری صاحب جوں کے توں بیٹھے رہے۔ آخر کار آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود روٹی کا لقمہ سالن لگا کر ان کے منہ کے قریب کر کے فرمایا کھا۔ بس پھر کیا تھا عاشق صادق کی عید ہوگئی۔ محبوب کھلا رہا تھا۔ محب کھا رہا تھا۔ کھانا کھا چکنے کے بعد قاری صاحب بڑے خوش ہوئے اور جھوم کر کہنے لگے کیا مزہ آیا۔ اور کیسا پُر لطف منظر تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کھلاتے رہے اور میں کھاتا رہا۔ اس کے بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا بازو تھام لیا اور اپنے مکان کے سامنے حاجی مہتاب دین کی کھلی حویلی میں بند کر کے تالا لگا دیا۔ سحری کا سہاء وقت تھا کہ سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی پر درد لَے میں کوئی تلاوتِ قرآنِ پاک کرتا سنائی دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیٹھک سے باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ ایک جم غفیر ہے جو حویلی کے سامنے جمع ہے۔ قاری ابراہیم صاحب ہاتھوں سے ڈانگ لیے دیوار کو گھوڑا بنائے انتیسویں پارے کی سورہ دہر کے آخری رکوع کی تلاوت کر رہے ہیں۔ ساری فضا کیف و سرور میں ڈوبی ہوئی ہے سیل نور تھا کہ رواں دواں تھا محلہ کے ہندو مسلمان مرد و عورتیں سبھی موجود تھے جو کہ قاری صاحب کی پر سوز آواز اور کلام پاک کی

شیرینی سے مسحور ہو کر بستروں سے اٹھ آئے تھے سب پر مستی و بے خودی طاری تھی نور کی بارش تھی کہ چھما چھم برس رہی تھی۔ عاشق سوختہ جاں کی پر سوز آواز اور تلاوتِ وحیِ خدا پھر مستزاد یہ کہ سحری کا پرسکون ماحول. بھلا کیوں نہ کیف و مستی موج سرور بن کر دلوں پر چھا جائے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سماں دیکھا تو دروازہ کھول کر قاری صاحب کو دیوار سے نیچے اُتارا اور اپنے ساتھ مسجد میں لے آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قاری صاحب کو نہانے کے لیے کہا۔ غسل کے بعد اُنہیں اُجلے کپڑے پہنائے اور فرمایا یہاں مسجد میں بیٹھو۔ بچوں کو پڑھایا کرو اور امامت کے فرائض ادا کیا کرو۔ بس پھر قاری صاحب کی طبیعت سرد ہو گئی اور انہوں نے پیر و مرشد کے حکم سے مسجد میں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔ شرقپور شریف کے باشندگان ہی نہیں بیرونجات کے لوگ بھی جانتے ہیں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف اور مولا کریم کی مہربانی سے ایسا سلسلہ چلا کہ صدہا لوگوں نے قاری صاحب سے قرآنِ پاک کی تعلیم حاصل کی اور بیسیوں نے حفظ کیا۔ قاری صاحب جب قرآنِ مجید کی تلاوت فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ کائنات کی ہر شے ہمہ تن گوش ہے۔ بعد نماز مغرب بہت سے مریض دم کروانے موجود ہوتے اور شفایاب ہوتے۔ اگر شہر میں کوئی چوری ہو جاتی تو قاری صاحب وہاں جا کر کچھ وظیفہ پڑھتے اور چوری مل جاتی۔

(حدیث دلبراں صفحہ ۱۷۵-۱۷۶)

۶۲ شاہدرہ کے قریب کسی گاؤں میں علیا نامی ایک نوجوان رہتا تھا۔ ایک دن وہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہوا۔ حسب معمول آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام پوچھا تو اُس نے کہا حضور مجھے علیا کہتے

ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم علیا نہیں مولوی علی محمد ہو۔جب وہ واپس لوٹا
ایک مست الحال فقیر تھا، نہ کسی سے بات کرتا نہ کسی کے پاس بیٹھتا۔اس نے
کہیں سے ایک بندر یا حاصل کی اور اسے کاندھے پر بٹھائے رکھتا اور گھومتا
پھرتا رہتا۔ایک دفعہ دریا کے کنارے بیٹھا مٹی کا پیالہ بھر بھر کر پانی باہر
پھینک رہا تھا۔لوگوں نے پوچھا تو کہنے لگا کہ دریا کو خشک کر رہا ہوں۔لوگ
اُسے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے آئے اور اس کی متغیر
حالت کے متعلق سب کچھ عرض کیا۔حالات سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھئی ایسا
نہیں کرنا چاہیے یہ بات ٹھیک نہیں۔خود نماز پڑھو اور گاؤں والوں کو بھی
پڑھایا کرو۔اس کے بعد وہ نماز کا پابند ہو گیا۔بلکہ جب نماز کا وقت ہوتا لاٹھی
تھام کر لوگوں کو ہانکتا ہوا مسجد میں لے جاتا اور نماز پڑھواتا۔اس سختی سے
گاؤں کے لوگ تنگ آگئے اور حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں
شکایت کی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علی محمد کو بلا کر سختی سے تنبیہ کی اور فرمایا مسجد میں بیٹھا
کرو۔نماز کی جماعت کروایا کرو اور وعظ و تلقین سے لوگوں کو پابند نماز بناؤ۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم اور توجہ سے وہ مسجد میں بیٹھ گیا۔تعلیم و تدریس کا سلسلہ
شروع کر دیا اور وعظ و نصیحت سے لوگوں میں رشد و ہدایت کا چشمہ جاری کر
دیا۔لوگ اس سے سیراب ہونے لگے۔گاؤں کے لوگوں کی اکثریت پابندِ
صوم و صلوٰۃ ہوگئی اور وہ دور دور تک مولوی علی محمد کے نام سے مشہور ہو گیا۔

(حدیث دلبراں صفحہ ۱۷۶-۱۷۷)

۴۳ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت تعریف کیا
کرتے تھے۔مولانا موصوف اِن دنوں بادشاہی مسجد لاہور میں خطیب تھے
اور نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔مؤلف "حدیث دلبراں" لکھتے ہیں کہ

غالباً ۱۹۱۵ء کی بات ہے کہ میرے والد صاحب کاروبار کی وجہ سے لاہور میں مقیم تھے۔ ان کی رہائش کشمیری بازار میں تھی۔ وہ اپنے ایک دوست کو ملنے کے لیے ہر روز پانی والے تالاب پر آتے اور عشاء کی نماز وہیں پاس والی مسجد میں ادا کرتے اور اکثر مسجد کی اس دیوار کے پاس بیٹھتے جو بازار کی دوکانوں سے ملحق ہے۔ وہاں بیٹھنے سے طبیعت خوب لگتی اور ایک عجیب محویت کا عالم ہوتا۔ ایک دن ملاقات کے وقت حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب سے فرمایا: ''کبھی پانی والے تالاب کی مسجد گئے ہو۔'' والد صاحب نے عرض کی: ''حضور اکثر جایا کرتا ہوں۔'' فرمانے لگے: کہاں بیٹھتے ہو۔ انہوں نے عرض کی دیوار کے ساتھ بیٹھتا ہوں۔ فرمایا وہاں طبیعت تو خوب لگتی ہوگی۔ اس جگہ مولانا غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھا کرتے تھے۔ وہاں ان کی نسبت آتی ہے۔ پوچھا کبھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی گئے ہو۔ عرض کی حضور مجھے تو ان کے مزار کا بھی پتہ نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کبھی جانا اور بات ختم ہوگئی۔ چند دن بعد لاہور میں ایک کفش دوز کے جنازے کے ہمراہ مجھے میانی صاحب قبرستان جانا پڑ گیا۔ قبرستان کے آخری حصہ میں اچھرہ کے قریب ان کی قبریں تھیں۔ چلتے چلتے راستہ میں ایسا معلوم ہوا کہ کسی صاحب قبر نے کہا ہے کہ یہاں ٹھہر جاؤ میں ٹھہر گیا دیکھا تو قبر میں ایک صاحب لیٹے ہوئے ہیں جن کے بال شانوں تک لہرا رہے ہیں اور لمبی نورانی ریش کے ساتھ بڑا بابرکت چہرہ ہے مجھ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ میں وہیں کھڑا رہا اور جنازے میں شرکت بھی نہ کرسکا۔ جب لوگ واپس لوٹے تو میں ان کے ساتھ ہولیا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد خیال آیا کہ پوچھوں تو سہی کہ کون بزرگ ہیں واپس آکر ان سے عرض کی۔ حضور بتائیے تو سہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کون

ہیں۔فرمانے لگے: "میں جالندھر کا رہنے والا ہوں اور سید ہوں۔سہروردی خاندان سے میرا تعلق ہے۔میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میرا سلام کہنا۔انہوں نے نام بھی بتایا لیکن یاد نہیں رہا۔اس دوران میرے ساتھی بہت دور نکل گئے۔گرمی کا موسم تھا اور دوپہر کا وقت میں راستہ بھول گیا۔بسیار کوشش کے باوجود راستہ نہ مل سکا۔دور ایک مزار نظر آیا۔جہاں قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک اور صاحب کے ساتھ نظر آئے۔یہ دیکھتے ہی وجد ہو گیا اور اسی حالت میں وہاں جا پہنچا۔ہوش وحواس بحال ہونے پر دیکھا کہ مزار پر یہ عبارت کندہ ہے:

"حضرت مولانا غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ خطیب شاہی مسجد لاہور۔"

بڑا پرسرور اور فیض رساں مزار تھا۔اس کے کچھ دنوں بعد شرقپور شریف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ مسکرا کر فرمانے لگے کیوں بھئی مولانا بگوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے تھے۔اور میری آنکھوں کے سامنے منظر گھوم گیا۔(حدیث دلبراں صفحہ ۱۸۰-۱۷۸)

۹۳ ایک دفعہ بھیرہ سے واپسی پر حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ گاڑی کے جس ڈبہ میں تشریف فرما تھے وہاں چند افراد تاش کھیلنے میں مشغول تھے۔انہیں کہا گیا حضور میاں صاحب قبلہ تشریف فرما ہیں لہٰذا تاش کھیلنا بند کر دیں۔انہوں نے کہا ایسے کئی پیر دیکھے ہیں جو تعویذ گنڈا کر کے عورتوں کو لے بھاگتے ہیں یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھی کو بلا لیا۔شاہدرہ اسٹیشن پر اتر کر ٹمٹموں کے ذریعے شرقپور شریف آ گئے۔

مؤلف "حدیثِ دلبراں" لکھتے ہیں کہ دوسرے دن حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب بزرگوارم کو بیٹھک میں بلا بھیجا۔والد صاحب حاضر

ہوئے تو دیکھا گاڑی میں تاش کھیلنے والے بیٹھے رو رہے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ مسکرا کر فرما رہے تھے "بھئی پیر ایسے ہی ہوتے ہیں جیسا کہ تم کہہ رہے تھے۔ پھر ان کی گذارش پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں داخل سلسلہ کر لیا اور سرکار کی توجہ سے انہوں نے گناہوں سے توبہ کر لی اور پکے نمازی اور تہجد گزار بن گئے۔

(حدیث دلبراں صفحہ ۱۸۱)

مؤلف "حدیث دلبراں" لکھتے ہیں کہ تقسیم ہند سے کچھ عرصہ پیشتر انجمن اسلامیہ شرقپور شریف کے پرائمری سکول میں مولانا شیخ محمد علی صاحب مرحوم و مغفور دینیات پڑھایا کرتے تھے۔ بندہ ناچیز نے بھی ان سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ استاذی محترم کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بہت شوق تھا۔ اس مقصد کو پانے کے لیے انہوں نے بہت سے وظائف کیے لیکن گوہر مراد حاصل نہ ہوا اسی غرض سے بہت سے آستانوں اور مزارات پر حاضری دی۔ ایک دن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیٹھک میں مہمانوں کو چائے پلا رہے تھے خوبیٔ قسمت سے مولوی محمد علی صاحب بھی جو حضورؒ کے ارادتمندوں میں سے تھے حاضر ہو گئے۔ جوں ہی اندر داخل ہوئے آپ سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "لے او محمد علی چاء پی" اور پیالی ان کی طرف بڑھا دی۔ مولوی صاحب نے پیالی پکڑ لی اور جیسے کھڑے تھے ویسے ہی چائے کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھتے رہے۔ جب سب مہمان چائے پی چکے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لاؤ اگر نہیں پینی تو کسی اور کو دیں۔ جوں ہی آپ سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے پیالی واپس لی وہ دھڑام سے زمین پر آگرے اور ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کام کی وجہ سے اوپر مکان میں تشریف لے گئے تو لوگوں نے انہیں اٹھایا تو وہ ہوش میں آئے۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ جب آپ سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ کر کہ

لے او محمد علی چاء پی پیالی میرے ہاتھوں میں دی تو کیا دیکھتا ہوں کہ چائے میں شکلِ نورانی نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آ رہی ہے۔ مولانا مرحوم مغفور جب تک زندہ رہے اس نظارے کی تلاش میں رہے جہاں کہیں جاتے پیالیوں کو اٹھا اٹھا کر دیکھتے کہ شاید ایک دفعہ پھر اس جمالِ جاں فزا اور حسنِ سراپا کی ایک جھلک نصیب ہو جائے لیکن کہاں......؟

کوئی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسا منظور و محبوب تعلق والا ہو جو آنِ واحد میں اس رازِ معانی و نازشِ دوراں کی زیارت کرا دے ورنہ کہاں ہم اور کجا دیدارِ شہ خوباں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۱۸۶،۱۸۵)

اچھرہ لاہور میں ایک بزرگ حافظ فتح محمد صاحب مرحوم ہوا کرتے تھے۔ بڑے نیک آدمی تھے اور حکمت بھی کرتے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے اور دوست بھی۔ اُن کے جہلم پر آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ رات گیارہ بجے کے قریب آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک بوڑھی عورت اونچی آواز سے السلام علیکم کہتی ہوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مائی کیوں آئی ہو۔ مردوں میں عورتیں نہیں آیا کرتیں۔ مائی نے عرض کی حضور میں حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پنکھا کرنے والی ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ تو بزرگ تھے میں کوئی بزرگ تو نہیں۔ اُس نے ہاتھ جوڑ کر کہا میں نے ایک عرض کرنی ہے۔ حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ بات کر۔ مائی نے کہا سرکار میرا جی چاہتا ہے ایک دفعہ مدینہ شریف جاؤں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پاک کی زیارت کروں۔ کیا کرنا ہے وہاں جا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضور دل چاہتا ہے مائی جی بولیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عشاء کی نماز کے بعد مصلے پر

آنکھیں بند کر کے بیٹھ جایا کرنا اور درودِ خضری پڑھا کرنا۔اس کے بعد یہ سمجھنا کہ روضہ پاک کے سامنے بیٹھی ہوئی ہوں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا تھا کہ مائی زور زور پکار اٹھی۔خدا کی قسم میں روضہ اقدس کے سامنے بیٹھی ہوں اور حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہوئے کہ تو تو کسی کا پردہ بھی نہیں رہنے دیتی اٹھ کر پاس کے حجرہ میں چلے گئے۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۱۸۷)

◆ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بزرگ نورانی صورت سفید ریش ملاقات کے لیے آئے ان کے ساتھ پانچ سات مرید بھی تھے۔ بوقتِ ملاقات حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ کون سی چیز آپ کو راہِ سلوک پر گامزن ہونے کا سبب بنی۔انہوں نے عرض کی: ''میں فوج میں ملازم تھا کہ دورانِ جنگ مجھے محاذ پر بھیج دیا گیا۔ وہاں ایک دن میں نے اپنی پگڑی ازسرِ نو باندھنے کے لیے کھولی تو دیکھا کہ اس کے ہر بل میں ایک گولی ہے اس طرح سات بلوں میں سے سات گولیاں برآمد ہوئیں یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔اس واقعہ نے میرے قلب پر اللہ تعالیٰ کی ہیبت و قدرت نے لرزہ طاری کر دیا اور بے اختیار میری زبان سے نکلا واہ مولا کریم تو ایسی قدرتوں والا ہے ایسا شفیق اور ایسا کارساز ہے کہ جنگ میں لوگوں کے سینوں میں پار ہو جانے والی گولیاں اور وہ بھی سات تو نے میری پگڑی کے نازک بلوں میں چھپا کر رکھ دیں۔ اس کے بعد میں نے ملازمت چھوڑ دی اور اللہ تعالیٰ کی محویت میں کھو گیا۔اس کے بعد حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا اب کیا شغل ہے۔ان بزرگوں نے فرمایا میں نے ساتوں کے ساتوں لطائف طے کر لیے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا میں تو آج تک یہ نہ سمجھ سکا کہ اللہ کا نام بھی طے ہو جانے والا ہے۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: درخت کے مُڈ کو ہلائیں تو سارا درخت جنبش میں آ جاتا ہے، لطیفہ قلب مُڈ ہے یہ جاری ہو جائے تو سب لطائف جاری ہو جاتے ہیں۔" یہ سننا تھا کہ ان بزرگوں پر رقت طاری ہو گئی اور ان کی منزل طے ہو گئی۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۱۸۸-۱۸۹)

◆ اوائل عمر میں حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر قصور شریف رہا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ننھیال میں سے بھی کچھ افراد قصور (پکا قلعہ) میں رہتے تھے اور قصور شریف میں مدفون بزرگ ہستیوں خاص کر عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا پیار تھا۔ عبدالرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبلہ بازار میں جا رہے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا صوفی محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن سے حضور رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی محبت تھی کی دوکان کے سامنے سے گذر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے فرمانے لگے۔

"صوفی ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ! دیکھ یہ جو اونچے اونچے مکان اور محل نظر آ رہے ہیں فنا ہو جانے والے ہیں اور جو باقی رہنے والا ہے اس طرح نظر نہیں آتا۔"

یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ آگے چل دیئے۔ راہِ سلوک کا زمانہ اولین تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے کمبل کے ایک سرے کو پکڑے ہوئے تھے اور باقی کمبل بازار میں زمین پر گھسٹا آ رہا تھا۔ اور تنکے اور کانٹے دار لکڑیاں کمبل سے الجھی چلی آ رہی تھیں۔ اس وقت ایک سفید ریش بزرگ جو کہ عبدالرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے مسجد کے پاس کھڑے اپنے چند مریدین سے محوِ گفتگو تھے اور فرما رہے تھے کہ تصوف کے رموز و اسرار بڑے دقیق، اس کی راہیں بڑی

مشکل اور اس کی منزل بڑی کٹھن ہے۔

پاس سے گزرتے ہوئے سرکار شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت نرم لہجے میں فرمایا "یہ تو بہت آسان ہیں" اور آگے چلے گئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ مزار عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ سفید ریش بزرگ بھی چلے آرہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ کر انہوں نے فرمایا: "اے بیٹا! اے میرے عزیز سلوک کی گرہیں کھولتے ہوئے میرے بال سفید ہو گئے ہیں اور میں نے یہی دیکھا ہے کہ یہ راہیں بہت مشکل اور کٹھن ہیں جبکہ تم نے بڑے بھولے پن سے کہہ دیا کہ بڑی آسان ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر فرمایا: "ہاں! یہ کام تو بہت آسان ہے۔ باباجی نے پھر فرمایا نہیں بیٹا یہ تو بہت مشکل ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بات کا پھر تکرار کیا۔ اس پر وہ بزرگ فرمانے لگے تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً جواب دیا۔ ہاں!

ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

یہ سننا تھا کہ بزرگ رو دیئے اور فرمایا بیٹا تو نے میری مشکل حل کر دی اور مجھے اس منزل سے نکال کر آگے رواں کر دیا۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۱۸۹-۱۹۰)

◆ ایک دفعہ ایک پیر صاحب اپنے چند مریدوں کے ہمراہ شرقپور شریف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دورانِ ملاقات پیر صاحب نے کہا حضور! میں کچھ بیمار ہوں دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم پیر ہو کر موت سے ڈرتے ہو وہ آنی ہی ہے۔ ہمیں تو شوق اور وجدان ہونا چاہیے کہ

اساں جانا ماہی دے دیس مک جاپونیئے نی

آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت ذوق وشوق سے پنجابی کا یہ مصرع پڑھتے گئے اور حاضرین پر وجد طاری ہوتا گیا۔ سرور انگیز کیفیات سے احباب کے قلوب بھرپور ہو گئے۔ اسی وجدان، اسی شوق اور اسی انداز میں اس پنجابی مصرع کے ساتھ جھوم جھوم کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی کے یہ اشعار بھی پڑھنا شروع کر دیئے۔

دلم با من ھمیں گوید منم شہباز لاہوتی
سیرِ عالم قدسی پریدن آرزو دارم
دریں غم خانہ کثرت چرا باشم چرا باشم
کہ من در گلشن وحدت چمیدن آرزو دارم

ترجمہ: "دل مجھ سے کہتا ہے کہ میں شہبازِ لاہوتی ہوں۔ عالم قدسی کی سیر کے لیے اڑنے کی آرزو رکھتا ہوں۔ میں اس زیادہ دکھی گھر میں، کیوں رہوں کہ میں گلشن وحدت میں ناز سے چلنے کی آرزو رکھتا ہوں۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ مستی کے عالم میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور عرفان وتجلیات کی بارش ہو رہی تھی۔ کیف ونشاط، سرور ومستی کا بحر بیکراں تھا کہ قلوب جویاں اس میں غوطہ زن ہو کر گوہر عرفان کو تلاش کر رہے تھے۔ اللہ اللہ! کیا ہی کیف آ گئیں اور سہانا وقت ہو گا۔ پیر صاحب جب وہاں سے واپس ہوئے تو اطمینان و ایقاں کی دولت سمیٹے ہوئے تھے۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۱۹۱)

ایک مرتبہ حضور میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ لاہور حافظ حسین بخش (اندرون لوہاری منڈی) ہٹ والے کے مکان پر تشریف فرما تھے۔ ایک دوست نے ذکر کیا کہ کالا شاہ کاکو کے قریب ریل کی پٹڑی کے پاس ایک مست دھونی رمائے بیٹھا ہے۔ اکثر لوگ اسے عارف سمجھتے ہیں۔ وہاں کوئی اسٹیشن وغیرہ

نہیں کہ گاڑی کھڑی ہو اور آنے جانے والے سوار ہوں لیکن اس مست کے پاس آنے والے عقیدت مندوں نے جب کبھی سوار ہونا ہو تو وہ مست انگلی کے اشارے سے گاڑی کو ٹھہرنے کا حکم دیتا ہے تو گاڑی رک جاتی ہے اور اس کے عقیدتمند سوار ہو جاتے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جوش آ گیا۔ سرکار لیٹے ہوئے تھے۔ اُٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے۔ جس آدمی نے یہ واقعہ سنایا ہے اُسے بلاؤ۔ چنانچہ اُسے بلایا گیا تو حضور رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''جاؤ اس مست فقیر کو کہو کہ گاڑی کو کھڑا کر لینا کوئی کمال نہیں ہے کمال تو یہ ہے کہ لوگوں کے دل بدل دے اور جتنی روحانی طاقت ادھر خرچ کرتا ہے اسے لوگوں کے دلوں کی اصلاح پر خرچ کرے۔''

اس آدمی نے عرض کی کہ علی الصبح ہی روانہ ہو جاؤں گا۔ اس آدمی کی روانگی کے بعد تین چار مرتبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ وہ واپس نہیں آیا۔ جب وہ واپس آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''وہ مست کیا کہتا ہے۔'' اس نے عرض کی سرکار وہاں پہنچ کر جب میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان سنایا تو اس نے ایک دلدوز چیخ ماری اور اپنا گریبان پھاڑ کر جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ بعد میں سنا گیا کہ اس دن کے بعد کسی نے اس کو نہیں دیکھا۔

(حدیث دلبراں صفحہ ۱۹۲-۱۹۳)

◆ شرقپور شریف سے شمال مشرق کی طرف کوئی ایک میل کے فاصلہ پر موضع غازی پور ہے وہاں میراثیوں کا ایک خاندان مقیم تھا وہ قوالی کیا کرتے تھے اور اسی پر گزر اوقات کرتے تھے۔ ان میں دو بھائی شہاب دین اور چراغ دین کافی مشہور تھے ان کی آواز بہت سریلی تھی۔ شہاب دین کبھی کبھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا کرتا تھا۔ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ

نے پوچھا شہاب دین تمہیں گھوڑیوں کو سدھانا نہیں آتا۔ تمہارے خاندان والے عموماً یہی کام کرتے تھے۔ شہاب دین نے عرض کی حضورؒ آج کل یہ کام نہیں ہو رہا۔ پہلے یہ ایک فن تھا۔ حضورؒ میں تو اس فن سے ناواقف ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمہیں یہ فن سیکھنا چاہیے۔ شہاب دین کے گانے بجانے والوں سے بڑے تعلقات تھے اور طوائفوں کے ہاں بھی اس کا آنا جانا تھا۔ ایک دن ایک طوائف نے کہا شہاب دین مجھے فلاں راجہ نے گھوڑی دی ہے تم اسے لے جاؤ اور چلنا سکھاؤ معاً شہاب دین کے ذہن میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے نقوش ابھرے اور اس نے سوچا حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد پایہ صداقت کو پہنچتا نظر آتا ہے۔ لہٰذا دیکھنا تو چاہیے۔ یہ خیال کر کے شہاب دین اس گھوڑی کو سدھانے لگا اس پر اس نے سخت محنت کی۔ وہ گھوڑی ایسی سیکھی کہ لوگ اس کی چال دیکھ کر عش عش کرتے۔ گھڑسواروں میں شہاب دین کا شہرہ ہو گیا اور اس نے گانا بجانا چھوڑ کر یہی پیشہ اختیار کر لیا۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم سے لاہور روڈ پر اس نے کچھ زمین بھی خرید لی اور اس پر کنواں لگوایا اور محنت کر کے اپنی بسر اوقات کرنے لگا۔ داڑھی رکھ لی پکا نمازی بن گیا بلکہ تہجد گزار ہو گیا۔ یہ سرکار شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف تھا کہ اس کی کایا پلٹ گئی۔

ایک دن حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبرستان ڈاہراں والا جہاں اب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے، جا رہے تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ چکی کے پاس پہنچے تو سامنے شہاب دین میراثی مذکور کا بھائی چلا آ رہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیدھے اس کی طرف چلے آئے۔ چراغ دین نے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہاں سے آ رہے ہو۔ اس نے جواب

دیا۔حضور محمود کوٹ سے آرہا ہوں۔اس کے کاندھے پر تھیلے میں لپٹی سارنگی لٹک رہی تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ہاتھ لگا کر پوچھا یہ کیا ہے۔اس پر وہ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔سرکار ہمارا پیشہ جو ہوا۔اس کے ذریعے پیٹ پالتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا''دکھاؤ تو سہی اس سے کیا کرتے ہو۔اس نے کاندھے سے اتار کر سارنگی کو جو چھیڑا تو اس سے چیں کی آواز پیدا ہوئی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جوش سے فرمایا''ویکھیا ای ایہہ کی کہندی اے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا تھا کہ چراغ دین کو وجد ہو گیا۔وہ زمین پر لوٹنے لگا۔تھوڑی دیر کے بعد اسے اٹھایا گیا تو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دو روپے دیئے اور وہ چلا گیا۔اس کے بعد اس نے بھی داڑھی رکھ لی اور پکا نمازی بن گیا۔

(حدیث دلبراں صفحہ ۱۹۳-۱۹۵)

◆ گرمیوں کے دن تھے۔کوٹلہ شریف والی مسجد بن رہی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سو ہیں تشریف فرما تھے اور نگرانی فرما رہے تھے کہ معماروں اور مزدوروں نے مستری کرم دین (مرحوم) جو کہ ایسے کاموں کے انچارج ہوا کرتے تھے سے کہا گرمی اور دھوپ شدت کی ہے لسی نہیں ملتی۔مستری صاحب تو پاس ادب کی وجہ سے خاموش رہے لیکن ''مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔'' اگلی صبح ارد گرد سے کئی جٹیاں سروں پر چھاچھ کے مٹکے بغیر مکھن نکالے اٹھائے حاضر ہوئیں اور چھاچھ پیش کی۔جب تک مسجد بنتی رہی چھاچھ آتی رہی۔کہتے ہیں چھاچھ ڈرموں میں اکٹھی کی جاتی اور راج مزدور مزے لے کر چھاچھ پیتے اور مکھن کھاتے۔ایک دن حضور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرماتے ہوئے معماروں سے پوچھا'' کیوں بھئی اب تو گرمی نہیں لگتی اب تو لسی وغیرہ آجاتی ہے۔'' (حدیث دلبراں صفحہ ۱۹۵-۱۹۶)

کوٹلہ شریف کے موضع میں زیادہ تر زمین مکان شریف والے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ زمین کے انتظام کے سلسلے میں خواجہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے یہاں تشریف لائے تھے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ایک دفعہ منتظمین نے زمین سکھ زمینداروں کو ٹھیکہ پر دے دی۔ جب حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا دکھ ہوا اور فرمایا "کیا کوئی مسلمان زمیندار نہیں تھا جسے زمین ٹھیکہ پر دی جاتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا گیا کہ مسلمانوں میں ٹھیکہ لینے کا کوئی خواہشمند ہی نہیں تھا۔ اب تو ہم نے پٹہ بھی لکھ کر دے دیا ہے۔ کچھ دنوں بعد وہ سکھ خود ہی حاضر ہوئے اور معذرت کرتے ہوئے کہا ہم بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر ٹھیکہ سے دستبردار ہوتے ہیں۔ چنانچہ ٹھیکہ منسوخ ہو گیا۔ اس کے چند ہی دن بعد میاں فتح محمد لائل پوری حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شرقپور شریف حاضر ہوئے اور عرض کی: حضور! ہمارا خیال ہے کہ ہم کوٹلہ شریف والی زمین ٹھیکہ پر لے لیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ بہتر ہے۔ چنانچہ انہوں نے وہی زمین ٹھیکہ پر لے کر خوب محنت کی۔ انہوں نے کوشش کر کے نہری پانی بھی اچھی مقدار میں لے لیا جس سے فصلیں بھی اچھی ہوئیں اور زمین بھی زرخیز بن گئی۔

(حدیث دلبراں صفحہ ۱۹۶-۱۹۷)

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مولوی صاحب ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علماء کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے جب بھی باہر سے کوئی مولانا حافظ یا قاری آتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کو جماعت کی امامت کرنے کے لیے کہتے اس وقت عصر کا وقت ہو رہا تھا۔ آپ نے مولانا

مذکور کو جماعت کی امامت کے لیے کھڑا کر دیا۔ جب نماز باجماعت ادا کر لی گئی۔ تو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مولانا صاحب کو ایک طرف لے گئے اور علیحدگی میں فرمایا۔ مولانا! بھینس تو گھر جا کر بھی دوہی جا سکتی تھی۔ کیا التحیات میں ہی بھینس کا دوہنا ضروری تھا۔ مولانا نے شرم سے سر جھکا لیا اور کہا "خدا کی قسم میں التحیات میں بیٹھا اپنے خیالوں میں بھینس دودھ رہا تھا۔"

قصور شہر میں ایک حکیم نور الحسن صاحب ہوا کرتے تھے۔ وہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمندوں میں سے تھے۔ وہ جب بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عرض کرتے حضور! مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتائیے جس سے مجھے آئندہ کے حالات کا پتہ چل جایا کرے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ٹال مٹول سے کام لیتے۔ آخر کار اُن کے بار بار تنگ کرنے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے کچھ فرما دیا۔ دوسرے تیسرے روز ہی حکیم صاحب دوڑے آئے اور عرض کی حضور! جو چیز عطا فرمائی ہے واپس لے لیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور پوچھا کیوں کیا ہوا۔ اس نے عرض کی: حضور! میں نے دیکھا ہے کہ میں چھ ماہ بیمار ہو جاؤں گا اور بیماری شدت اختیار کر جائے گی۔ چھ ماہ بیمار رہنے سے قریب المرگ ہو جاؤں گا پھر افاقہ ہو گا۔ حضور! میں تو ابھی سے اپنے آپ کو بیمار محسوس کرنے لگا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا: "رہنے دو اب اپنے پاس" فرمایا جن کو اللہ تعالیٰ یہ علم عطا فرماتا ہے انہی کو زیبا ہے۔ سچ ہے ذرا سی پی کے بہک جانا کم ظرفوں کا شیوہ ہے۔ (مدینۂ دلبراں صفحہ ۲۴۸، ۲۴۹)

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں مقیم تھے۔ رات بسر کرنے کے بعد صبح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چھاؤنی جانے کے لیے تانگہ لاؤ۔ بابا مستری کرم دین دوڑ کر تانگہ لے

آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس پر سوار ہو کر چھاؤنی پہنچے۔ وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مستری کرم دین کسی سے سکھریا شرقپوری انجن ڈرائیور کے مکان کا پتہ پوچھو اور خود ایک گلی میں چلے گئے۔ لوگوں سے پوچھ کر جب ساتھی مطلوبہ مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پہلے سے وہاں موجود ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مستری کرم دین کو آواز دینے کا فرمایا۔ ساتھیوں نے عرض کی: حضور! جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جگہ معلوم تھی تو پھر مکان کا پتہ پوچھنے کا کیوں حکم دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پہلے اپنا کام کرو اور کرم دین کو آواز دو۔ آواز دی گئی ایک لڑکی باہر نکلی اور کہا وہ گھر پر نہیں ہیں کام پر گئے ہوئے ہیں۔ بابا مستری کرم دین نے لڑکی سے کہا کہ اندر اطلاع دو کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں لڑکی اندر گئی اور واپس آ کر دروازہ کھولتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اندر چلنے کو کہا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اندر تشریف لے گئے تو کرم دین سکھریا کی بیوی بختاور جو سخت بیماری کی حالت میں چارپائی پر پڑی ہوئی تھی سے فرمایا۔ "بختاور رات کو کیا بات تھی" وہ رونے لگی اور روتے روتے ہاتھ جوڑ کر عرض کی حضور! ملاں دی دوڑ مسیت تک۔ میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا تھا۔ رات میرے خاوند نے جواب ہی دے دیا تھا اور کہتا تھا کہ نہ تم مرتی ہو اور نہ میری خلاصی ہوتی ہے معلوم نہیں میری جان کب چھوڑو گی۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بابا مستری کرم دین کی طرف منہ کر کے فرمایا "مرض وڈی کہ رب وڈا۔ آؤ چلیں۔ یہ کہتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے چلے آئے۔ راستہ میں مستری کرم دین سکھریا سائیکل پر سوار کام سے واپس آتا ہوا ملا پر ملا اس نے گھر چلنے کے لیے بہت منت سماجت کی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ واپس شرقپور تشریف لے آئے۔ اسی دن سے بختاور کی صحت اچھی ہونے لگی اور کچھ ہی دنوں بعد مکمل صحت یاب ہو گئی۔ بعد

ازاں اس کے ہاں اللہ کے فضل سے کافی بچے ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے تقریباً بیس سال بعد تک زندہ رہی۔

(حدیث دلبراں صفحہ ۲۳۹-۲۴۱)

◆ حاجی فضل الٰہی صاحب نے بیان کیا کہ میری شادی کو ابھی چند ماہ ہوئے تھے کہ اچانک موسمی بخار کی وبا پھوٹ پڑی۔ سارا پنجاب اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ شرقپور شریف میں میرا کنبہ بھی اس کی زد میں آ گیا۔ میں لاہور میں مقیم تھا۔ مجھے کہا گیا کہ واپس شرقپور شریف آجاؤ تاکہ کوئی دوا دارو لانے والا تو ہو کیونکہ سب بخار میں مبتلا تھے۔ چنانچہ ہم دونوں میاں بیوی والدین کے پاس شرقپور شریف چلے آئے۔ میں ہر روز مغرب کی نماز کے بعد پانی دم کروانے حضور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جایا کرتا۔ ابھی چار روز ہی گزرے ہوں گے کہ میری اہلیہ بھی بخار میں مبتلا ہو گئیں۔ میں معمول کے مطابق دم کروانے کے لیے پانی لے کر حضور کی خدمت میں پہنچا۔ حضور اوابین ادا کرنے کے بعد سربسجود تھے۔ میں پاس بیٹھ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بعد از فراغت فرمایا۔ ''لاؤ پانی دم کر دوں۔'' میں خاموش کھڑا رہا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پیار بھرے انداز میں فرمایا ''لاؤ پانی دم کر دوں۔'' یہ کہہ کر پانی کا گلاس میرے ہاتھوں سے لے لیا اور دم کرنا شروع کر دیا اور یہ پڑھا ''اٹھ بھمبیر سیئے نُتیے مینہ آیا ای چھو'' تین دفعہ یہ جملہ کہا اور پانی دم کر دیا اور مسکرا کر فرمایا ''لو جی لے جاؤ پانی۔'' پہلے تو میری سمجھ میں بات نہ آئی لیکن جب آپ رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے تو میں سمجھ گیا کہ شاید آپ رحمۃ اللہ علیہ کو میری بیوی کے بیمار ہونے کا علم ہو گیا ہے۔ جب میں گھر پہنچا تو دیکھا کہ اہلیہ روٹیاں پکانے میں مصروف ہے۔ سخت حیران ہوا اور پوچھا تمہیں سخت بخار کی حالت میں بے ہوش چھوڑ گیا تھا۔ وہ کہنے لگی مجھے

نہیں معلوم مجھے تو ایسا لگا کہ جیسے میں ابھی ابھی سوئی ہوئی جاگی ہوں۔

(حدیث دلبراں صفحہ ۲۴۱-۲۴۲)

◆ پاک و ہند کے باشندوں کی اکثریت جانتی ہے کہ لاہور میں شاہ عالمی بازار لاہور کا سب سے بڑا تجارتی مرکز اور ہندو مہاجنوں کا گڑھ تھا۔ نہ صرف لاہور بلکہ پنجاب کی تمام ہندو آبادی کو شاہ عالمی بازار پر بڑا ناز تھا۔ اس بازار کی ننانوے فیصد آبادی اور تجارت ہندوؤں کی تھی۔ اس علاقے میں مسلمانوں کی حیثیت آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ جیسے پنجاب کا دل لاہور ہے اس طرح ہندوؤں کا دل شاہ عالمی دروازہ اور شاہ عالمی دروازہ کا دل مچھی ہٹہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ عالمی بازار سے گزر رہے تھے۔ بازار میں بہت زیادہ بھیڑ تھی۔ چلتے چلتے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ مچھی ہٹہ پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ جوش میں آگئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تین بار زمین پر زور سے مارا اور فرمایا "یہ کب جلے گی یہ کب جلے گی اسے جلنا چاہیے۔ ہمراہیوں نے عرض کی حضور رحمۃ اللہ علیہ ہندو کیا کہیں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: "بازار کھلے ہونے چاہئیں۔ شاہ عالمی اور مچھی ہٹہ جیسے مضبوط قلعے جن کا جل جانا وہم و گمان میں نہیں آسکتا وہ جل گئے اور بری طرح جلے۔ اب اس جگہ ایک خوبصورت اور کشادہ بازار ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۲۴۶-۲۴۷)

◆ مؤلف "حدیث دلبراں" لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد صاحب کے ذہن پر ہمہ اوست اور از ہمہ اوست کا مسئلہ بری طرح مسلط ہو گیا اور ایسی پیچیدگی اختیار کر گیا کہ وہ ہر وقت اسی میں الجھے رہتے۔ ایک دن والد صاحب حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ معلوم ہوا آپ

رحمۃ اللہ علیہ اپنی گلی کے سامنے لوہاراں والی مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ والد صاحب وہاں پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب کی ناک پکڑ کر فرمایا۔ یہ ناک کس کی ہے والد صاحب خاموش رہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی فرمایا" خدا ہی کی ہے نا اور کیا تمہاری ماں کی ہے۔ اس کے فوراً بعد فرمایا کیا خدا کی بھی ناک ہے؟ خدا تو جسم سے پاک ہے اور والد صاحب کا مسئلہ حل ہو گیا۔ واہ سبحان اللہ! سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے خدا کی دی ہوئی طاقت سے والد صاحب کے دل کی بات کی بلکہ جان گئے کہ اس کے دل میں یہ وسوسہ ہے اس کا مختصر اور سادے لفظوں میں عمدہ اور ٹھوس جواب دیا جس سے نہ صرف ان کی تسلی ہوئی بلکہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۲۴۷)

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ٹم ٹم پر سوار لاہور تشریف لے جا رہے تھے کہ موضع اٹاری پہنچنے پر سڑک کے کنارے ایک چھوٹے سے باغیچہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میاں سامنے اس چوکھنڈی میں ایک ضعیف العمر ملاح بیٹھا ہوتا تھا۔ یہ ملاح بابا دریائے راوی پر کشتی رانی کرتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں ان دنوں چھوٹی عمر میں ہی تھا کہ ان کے پاس دریا پر پہنچا۔ میں نے ملاح بابا سے پوچھا باباجی جب آپ کو خضر علیہ السلام ملے تھے تو انہوں نے آپ کو کون سا وظیفہ بتایا تھا۔ ملاح بابا نے کہا" بیٹا تمہیں کس نے بتایا کہ مجھے حضرت خضر علیہ السلام ملے تھے اور انہوں نے ایک وظیفہ بتایا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بولے وہ بات تو رہنے دیں اور یہ بتائیں کہ انہوں نے کون سا وظیفہ بتایا تھا۔ ملاح بابا نے جواب دیا" میں ایک وقت میں تین ذکر کرتا ہوں۔ وہ اس طرح کہ ایک دل سے، ایک زبان سے اور ایک خیال سے، دل سے نفی اثبات، خیال سے اسم ذات اور

زبان سے یاحی یاقیوم۔

کچھ عرصہ بعد اچانک ہی ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ٹم ٹم لاؤ ذرا اتاری چلیں۔ لہٰذا ٹم ٹم لائی گئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ مع چند ہمراہیوں کے اتاری آ گئے وہاں پہنچنے پر دیکھا کہ ایک جنازہ پڑا ہوا ہے اور لوگوں کا ایک ہجوم ہے کہ جنازے کے پاس اکٹھا ہو رہا ہے۔ پتہ چلا کہ یہ جنازہ مذکورہ ملاح بابا کا ہے۔ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ خوش بھی ہوئے اور حیران بھی۔ حیران اس لیے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع تو تھی نہیں پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کیسے آ گئے۔ سب لوگ جنازہ کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جیسے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی انتظار تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور واپس چلے آئے۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۲۴۸-۲۴۹)

مؤلف "حدیث دلبراں" لکھتے ہیں کہ میرے والد صاحب کو خیال رہنے لگا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد ہمارا کیا بنے گا۔ اس خیال سے وہ اکثر پریشان رہنے لگے۔ ایک دفعہ انہیں ساری رات اسی خیال سے بے چینی رہی۔ علی الصبح جب وہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ملکاں والی مسجد میں نارائن سنگھ حوالدار سے محو گفتگو تھے۔ والد صاحب وہاں پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چہرہ مبارک اٹھا کر ان کی طرف ایک نگاہ ڈالی اور پھر حوالدار سے محو گفتگو ہو گئے اور پہلے سے شروع بات چیت کو ادھورا چھوڑ کر اسی طرف منہ کیے ہوئے فرمانے لگے کہ ایک دفعہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال گزرا کہ اگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی و امی اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو ہمارا کیا بنے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دلی کیفیت کو دیکھتے ہوئے فرمایا: "اے صدیق رضی اللہ عنہ، اگر تمہیں میرے جسم سے پیار ہے تو بے شک رنج و فکر میں ڈوبے رہو اور اگر تمہیں میری روح سے

محبت ہے تو میں ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں فکر کی کیا ضرورت ہے۔ یہ فرما کر حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کیا ہم چونسٹھ پینسٹھ سال سے زیادہ بڑھ جائیں گے۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب کو مطمئن کر دیا۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۲۵۰-۲۵۱)

◆ ایک مفلس و غریب آدمی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مالی امداد کی آس لگائے شرقپور شریف کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اس کے دل میں خیال آیا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرب باشندوں کی بڑی عزت اور خدمت کرتے ہیں کیوں نہ عربی لب و لہجہ اختیار کر کے عرب ہونے کا تاثر دیا جائے تاکہ سرکار میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اچھی خاصی معاونت حاصل کی جائے لہٰذا شرقپور شریف آ گیا اور اپنے آپ کو عرب ظاہر کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تکریم کی اور اسے عزت و احترام سے اپنے ہاں ٹھہرایا۔ ایک دو روز کے بعد اس نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اچھی خاصی رقم دی اور رخصت کرنے اس کے ساتھ ہو لیے۔ کافی فاصلے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا "دوست! اب وہ جگہ آ گئی ہے جہاں سے تم نے ایک عربی کا بہروپ بھرنے کا قصد کیا تھا اور پھر ایک عربی کی شکل میں میرے پاس پہنچے۔ اب تم اپنی اصل حالت میں واپس اپنے گھر جاؤ تمہارا مقصد پورا ہو چکا ہم بھی واپس لوٹتے ہیں۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۲۵۴-۲۵۵)

◆ ایک دن میاں افتخار الدین اور مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب قادری (رحمۃ اللہ علیہ) اکٹھے حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا ابوالحسنات کو علیحدہ لے جا کر فرمایا تم اس لڑکے میاں افتخار الدین کے ساتھ پھرتے مجھے اچھے نہیں لگتے۔"

مولانا ابوالحسنات نے عرض کی سرکار! یہ لڑکا بڑا نیک اور پارسا ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ ولی ہے" یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: "ہے تو ولی لیکن خدشہ ہے کہ یہ کہیں "ولا" نہ بن جائے۔

چنانچہ پاکستان میں کون پڑھا لکھا یا اخبار بین شخص ایسا ہے جو میاں افتخار الدین کے حالات سے واقف نہ ہو۔ اس کا سال کا بیشتر حصہ لندن اور غیر ممالک میں عیش و عشرت سے گزرتا۔ یہ رئیس نہ صرف منفی خیالات کا مالک بن گیا بلکہ اس شخص کے اعمال سرکار میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیش گوئی کے عین مطابق بد سے بدتر ہو گئے۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۲۶۱)

بعد از نماز مغرب نوافل کی ادائیگی کے بعد مراقبہ میں بیٹھنا حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں سے تھا، یارانِ طریقت حلقہ بنا کر بیٹھتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ توجہ فرماتے، مجلس میں اکثر لوگوں پر وجد طاری ہو جاتا۔ گرمیوں کے دن تھے کہ ایک دن حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ چھوٹی مسجد جو اب شہر کی سب سے بڑی عالیشان مسجد بن چکی ہے کی چھت پر تشریف فرما تھے۔ معتقدین کی ایک جماعت سر جھکائے مصروف اخذ فیض تھی، کیف و سرور سے متلاشیان کے دل سرشار تھے۔ محویت اور استغراق کا عالم تھا اور طبیعتوں میں خاصا لگاؤ تھا۔ اہلِ مجلس میں ایک کو اس شدت سے وجد ہوا کہ وہ مسجد کی چھت سے نیچے صحن میں آ گرا۔ بھگدڑ مچ گئی لوگوں نے اُسے سنبھالا تو دیکھا کہ اس کا سر پھٹ گیا ہے اور خون بہہ رہا ہے۔ اسے اٹھا کر اوپر حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور عرض کی: حضورؒ! اس کا سر پھٹ گیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لاؤ میں بھی دیکھوں کہاں سے پھٹا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا۔ "کوئی بھی نہیں اس کا سر تو صحیح

سلامت ہے کہیں سے بھی نہیں پھٹا۔" یارانِ طریقت کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بیسیوں افراد نے سر کی صحت کا اقرار کیا۔ اس کی خون سے بھری قمیص کے باوجود زخم کا نام ونشان نہ تھا۔ یہ سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی مسیحائی کا ہی کرشمہ تھا۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۲۶۶-۲۶۷)

اوکاڑہ کے قریب کسی گاؤں میں ایک نابینا شخص رہتا تھا۔ اُسے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا بہت شوق تھا۔ اُس زمانے میں ذرائع آمد و رفت نہ ہونے کے برابر تھے۔ ایک دن وہ بیچارہ تانگہ اور دیگر سواریوں پر سفر کرتا ہوا موہلن وال کے پتن پر پہنچا اس وقت شام ہو رہی تھی۔ اور کشتی والا سواریوں کا آخری پھیرا پار پہنچا کر اسی وقت واپس پہنچا تھا اور اپنی کشتی باندھ کر گھر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نابینا نے نہایت لجاجت اور آزردگی کے لہجے میں ملاح سے کہا "بھائی بڑی دور سے آیا ہوں مہربانی کرو اور پار پہنچا دو۔" ملاح نے جواب دیا "میاں دیر ہو گئی ہے میں نے بھی گھر جانا ہے اور پھر کوئی اور مسافر بھی نہیں۔ تم اکیلے کے لیے کیسے کشتی کو پار لے جاؤں اور اُدھر سے خالی کشتی لے کر اکیلے آنا پڑے گا۔" نابینا مسافر نے انتہائی منت سماجت اور انکساری سے ملاح کو راضی کر لیا۔ چنانچہ ملاح نے اسے پار پہنچا دیا۔ دن چھپ چکا تھا رات ہو گئی تھی لیکن نابینا لکڑی کے سہارے ٹھوکریں کھاتا شرقپور شریف پہنچ گیا۔ چونکہ رات کافی گذر چکی تھی اور شہر کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ وہ لوگوں سے پوچھتا ہوا املاکانہ گیٹ مولوی محمد شفیع والی مسجد میں پہنچ گیا۔ تاکہ رات بسر کر سکے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کبھی کبھی مسجد مذکورہ میں نمازِ تہجد ادا کرنے آیا کرتے تھے۔ نابینا کی بلند بختی کہ اس رات بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نمازِ تہجد ادا کرنے کے لیے تشریف لے آئے۔

نمازِ تہجد ادا کر کے وظائف میں مشغول ہو گئے۔ سردیوں کا موسم تھا مسجد کے دروازے بند تھے جب اذانِ فجر کا وقت قریب آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آواز دی کہ کوئی ہے تو باہر نکل کے دیکھے صبح صادق ہوگئی ہے یا ابھی کچھ دیر ہے۔ چونکہ اس نابینا کے سوا کوئی اور شخص تھا ہی نہیں لہٰذا کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر دوسری مرتبہ بھی اس طرح فرمایا تو جواب نہ ملا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری مرتبہ فرمایا تو اس نابینا شخص نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اور کوئی شخص یہاں موجود نہیں اور میں نابینا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا باہر جا کر دیکھو تو سہی۔ اس نابینا کے دل میں امنگ اور خواہش پیدا ہوئی اور فوراً اٹھ کر مسجد سے باہر صحن میں آیا اور جوں ہی اُس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو بینائی آ گئی۔ دیکھا تو اذانِ فجر کا وقت ہو چکا تھا۔ دوڑ کر اندر مسجد میں آیا اور اس شیریں آواز والی ہستی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کی میرا دل کہتا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی سرکار میاں صاحب شرقپوری ہیں۔ پھر اس پر رقت طاری ہوگئی اور رقت آمیز لہجے میں عرض کی۔ حضورؒ! اذانِ فجر کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اٹھایا اور کھانے کی کچھ چیزیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اسے دیں اور کرایہ دیتے ہوئے فرمایا "مسجد میں کھڑے ہو قسم کھا کر مجھ سے وعدہ کرو کہ میری زندگی میں کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہیں کرو گے۔ وعدہ لینے کے بعد وہیں سے اُسے واپس بھیج دیا۔

وہ جب پتن پر پہنچا تو علی الصبح پار جانے کے لیے پہلے پُور کی سواریاں کشتی میں سوار ہو رہی تھیں۔ ملاح نے جب اُسے دیکھا تو حیران و پریشان ہو گیا اور جی ہی جی میں کہنے لگا کہ شکل و شباہت سے تو وہی آدمی معلوم ہوتا ہے جسے رات دریا پار کروایا تھا لیکن وہ تو نابینا تھا اور اس کی آنکھیں صحیح سلامت اور

روشن ہیں۔ آخر کار ملاح نہ رہ سکا اور اسے علیحدہ لے جا کر پوچھا تو اس کے انتہائی مجبور کرنے پر مسافر نے ملاح سے کہا مجھ سے حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے عہد لیا ہے کہ یہ راز میں کسی کو نہ بتاؤں لیکن چونکہ اس واقعہ سے پہلے بھی تم میری حالت دیکھ چکے ہو اور اب بھی دیکھ رہے ہو اس لیے تمہیں بتائے دیتا ہوں اور پھر اس نے ملاح سے عہد لے کر کہ وہ اس واقعہ کو حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں کسی کو نہیں بتائے گا سارا واقعہ کہہ سنایا۔

(حدیث دلبراں صفحہ ۲۶۷-۲۷۰)

شرقپور شریف سے مغرب کی طرف ایک نالہ جس کا نام ڈیگ ہے، بہتا ہے۔ یہ نالہ حکومتِ برطانیہ نے کھدوایا تھا۔ کھدائی کے وقت اس میں سے نکلنے والی سب مٹی مغربی کنارے پر پھینکی گئی۔ اس مٹی کو ہموار کر کے اس پر گورنمنٹ نے سروس روڈ بنا دی۔ مشرقی کنارے پر چونکہ مٹی نہیں ڈالی گئی تھی لہٰذا جب بھی نالہ میں سیلاب آتا پانی مشرقی کنارے سے ہی باہر نکلتا اور کافی نقصان ہوتا۔ نالہ ڈیک کی ابھی تازہ تازہ کھدائی ہوئی تھی کہ سیلاب آ گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی ہر شخص اپنی اشیا محفوظ کرنے لگا اور باہر کنوؤں پر رہنے والے لوگ اپنے مویشیوں کو محفوظ مقام پر پہنچانے میں مصروف ہو گئے۔ سیلاب میں اضافہ ہوتا گیا۔ شرقپور شریف کے رہنے والے پریشان ہو گئے اور گھبرا کر حفاظتی تدابیر اختیار کرنے لگا۔ سیلاب میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ملاکاں والی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ عشاء کی نماز ہو چکی تھی۔ لوگوں نے حضورؒ کی خدمت میں عرض کی سرکار! نالے میں بہت سیلاب آ گیا ہے اور شہر کے ڈوبنے کا خطرہ ہے دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ

اپنے فضل و کرم سے شہر کو اس آفت سے محفوظ رکھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے میں کیا کروں جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا وہی ہو گا۔ سب لوگ پریشانی کے عالم میں واپس لوٹ آئے۔

رات بڑی پریشانی میں گذری۔ لوگ ساری رات سو نہ سکے۔ علی الصبح یہ خبر آئی کہ مغربی کنارے والا بند نور پور پتن کے قریب سے ٹوٹ گیا ہے اور پانی نے ادھر کا رخ کر لیا ہے۔ اس طرح سیلاب کا زور کم ہو گیا اور شرقپور شریف کے باشندوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اب لوگ حیران تھے کہ اتنا مضبوط بند ٹوٹا کیسے۔ اسی دوران سکھاں والے پتن کا ملاح مُلاں شرقپور شریف آیا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ بند کیسے ٹوٹا۔ اس نے بتایا کہ سحری کا وقت تھا ایک شخص سفید چادر اوڑھے ہاتھ میں عصا لیے اس جگہ آیا جہاں سے بند ٹوٹا ہے اور اپنا عصا زور سے بند پر مارا جس سے بند ٹوٹ گیا اور پانی مغربی جانب بہنے لگا ہم دوڑے تو معلوم ہوا کہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔

(حدیث دلبراں صفحہ ۲۷۰-۲۷۱)

شرقپور شریف کے زمینداروں میں ایک زمیندار نواب نامی تھا اور وہ لوگوں میں "نواب بنا کے دا" کے نام سے مشہور تھا۔ ایک دن وہ حضور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد کی چھت پر تشریف فرما تھے اور وظائف و اذکار میں مشغول تھے۔ نواب مذکور پاس آ کر بیٹھ گیا بعد از فراغت جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے عرض کی حضورؒ! میری فصل بہت کم ہوتی ہے غریب آدمی ہوں پیٹ بھی پورا نہیں ہوتا آپ رحمۃ اللہ علیہ دعا فرما دیں کہ میری فصل اچھی ہو میں اتنا حصہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر میں دوں گا۔ یہ سننا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ لال سرخ ہو گیا اور فرمایا دیکھو آج

کل لوگ ایسے بدہو گئے ہیں کہ دعا کروانے کے لیے بھی رشوت دیتے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ غصے کی حالت میں اٹھے اور پاس ہی پانی سے بھرا گھڑا پڑا تھا اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا۔نواب صاحب کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا وہ اٹھ کر گھر بھاگ گیا۔

حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف اور مولا کریم کے فضل و کرم سے اس واقعہ کے بعد اس کی زمین پر اتنی فصل ہوئی کہ کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔

(حدیث دلبراں صفحہ ۲۷۲)

◆ زمیندار مذکور کا ایک بڑا بھائی تھا جس کا نام فضل تھا وہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا۔اس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی پابند صوم وصلوٰۃ اور متشرع انسان تھا،اس کی طبیعت ذکر و فکر کی طرف اچھی خاصی راغب تھی،اکثر حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رہتا اور عموماً آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قبرستان جایا کرتا۔ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قبرستان میں تشریف فرما تھے تو اس نے عرض کی:حضورؒ! قبرستان میں کوئی سایہ دار درخت نہیں جہاں تھوڑا سا ستا لیں یا میت کو سائے میں رکھ لیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"اچھا یہاں کہیں ٹاہلی کا بیج نہیں ہے اس نے کہا:حضورؒ! میں لاتا ہوں چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹاہلی کا بیج لے آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مٹھی بھر کر قبرستان کی ایک طرف پھینک دی اور دوسری مٹھی بھر کر دوسری طرف پھینک دی۔جو لوگ شرقپور شریف آپ رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ"اب قبرستان درختوں سے بھرا ہوا ہے اور خاص طور پر ٹاہلی کے درخت بے شمار ہیں۔"(حدیث دلبراں صفحہ ۲۷۲-۲۷۳)

◆ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کی

سرکار! دعا کیجئے اللہ تعالیٰ اسباب پیدا فرمادیں اور میں اپنی بیٹی کی شادی کر دوں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فضل کریں گے غریب آدمی ہو جو کچھ تمہارے پاس ہے اسی سے کام لینا اور قرض نہ لینا کیونکہ کہتے ہیں قرض اٹھانے سے کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ سن کر وہ آدمی چلا گیا اور جب اُس نے بیٹی کی شادی کرنا چاہی تو بیوی کہنے لگی ہمارے پاس اثاثہ تھوڑا ہے۔ کہیں سے قرض لے لو۔ وہ کہنے لگا۔" حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرض لینے سے منع فرمایا ہے لہٰذا میں قرض نہیں لوں گا۔ اس کی بیوی نے اصرار کیا کہ ہماری برادری ہے ناک نہیں رہتی کچھ تو کرنا چاہیے اور پھر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کون سے پاس کھڑے دیکھ رہے ہیں۔ وہ کہنے لگا کچھ بھی ہو۔ میں قرض نہیں لوں گا لیکن بیوی کا اصرار بڑھتا گیا، بیوی کے برابر تکرار اور تنگ کرنے پر اس نے کسی سے قرض لے لیا اور لڑکی کی شادی اپنی برادری کے رسم و رواج کے مطابق کر دی۔ اس کے بعد وہ رات کو گھر میں چارپائی پر پڑا تھا کہ دفعتاً کڑاک کی آواز سنائی دی اور اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ دربدر پھرا۔ بہت سے معالجوں اور حکیموں سے علاج کروایا۔ لیکن ٹھیک نہ ہوا۔ کافی عرصہ گزرنے کے بعد ایک دن اُسے خیال آیا کہ ہو نہ ہو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا تھا کہ قرض لینے سے کمر ٹوٹ جاتی ہے وہی ہوا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ دوسری صبح شرقپور شریف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کی حضور! مجھے معاف فرما دیجئے مجھ سے غلطی ہو گئی ہے اور دعا فرمائیے میری کمر ٹھیک ہو جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ تمہاری کمر ٹوٹ جائے میں نے تو ویسے ہی کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں قرض لینے سے کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ اچھا جاؤ قرض ادا کر دو اللہ تعالیٰ فضل فرما

دیں گے۔ وہ گھر گیا جیسے بھی ہو سکا اس نے قرض ادا کر دیا۔ اس کے بعد وہ چارپائی پر لیٹا ہوا تھا کہ پہلے کی طرح کڑاک کی آواز آئی اور اُس کی کمر ٹھیک ہوگئی۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۲۷۳-۲۷۵)

۹۱

قصور شریف جیسے کاروباری شہر میں رائی برادرز کی مشہور فرم میں ایک دلال میر طیب صاحب جو نہایت متقی پرہیزگار اور متشرع تھے۔ وہ اعلیٰ حضرت شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور انہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت تھی۔ وہ اکثر شرقپور شریف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے اور بعض اوقات عریضہ بھی لکھتے۔ کاروباری معاملات میں ایک شخص کے ذمہ ان کی بہت رقم نکلتی تھی اور وہ ادا کرنے سے گریزاں تھا۔ میر صاحب نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح معاملہ درست ہو جائے۔ لیکن وہ بدبخت کسی طرح بھی ادائیگی پر مائل نہ ہوا۔ قدرت کی نیرنگیاں دیکھئے کہ کسی طرح اعلیٰ حضرت شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوگیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے پیغام ارسال فرمایا کہ رقم ادا کر دو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب قصور شریف واپس آئے اور میر صاحب کو معلوم ہوا کہ سرکار شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا ہے تو وہ پریشان ہو گئے اور صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی: "یہ پیغام اس شخص کو نہ دینا کیونکہ اگر اس نے ادائیگی نہ کی تو جو سرکارؒ نے فرمایا ہے کہ اچھا نہیں ہوگا وہ شخص برباد ہو جائے گا اور میں نہیں چاہتا میری وجہ سے کسی کو نقصان پہنچے۔"

سبحان اللہ! مولا کریم کے نیک بندوں کی طبیعت کیسی نیک ہوتی ہے اور ان کی نیت کیسی پاک صاف ہوتی ہے کہ ان کی وجہ سے بنی نوع انسان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ آج کیسا زمانہ آ گیا ہے کہ بھائی بھائی کا دشمن ہے ایک

دوسرے کا حق غصب کرنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھی جاتی۔ظالم سرعام قتل کرنے میں ذرہ بھر شرم محسوس نہیں کرتا۔ پھر ان لوگوں کے عقیدے دیکھئے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کہا پتھر پر لکیر ہے ہو کر رہے گا۔ اگر اس شخص نے ادائیگی نہ کی تو نقصان اٹھائے گا۔ بہتر یہی ہے کہ یہ بات اس تک نہ پہنچے اس طرح شاید وہ نقصان سے بچ جائے۔ لہٰذا میر صاحب کے کہنے پر صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آدمی تک پیغام نہ پہنچایا لیکن تیر نکل چکا تھا اس نے رقم کی ادائیگی کر بھی دی لیکن وہ برباد ہو گیا اس کا کچھ نہ رہا۔ سچ ہے تیرے منہ سے جو بات نکلی وہ ہو کر رہی۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۲۷۶-۲۷۸)

◆۹۲◆

شرقپور شریف کی خواجہ برادری میں ایک نوجوان غلام موسیٰ تھا وہ ڈرائیوری کرتا تھا اور اس سلسلہ میں اس نے زیادہ وقت اپنے ضلع سے باہر ہی گذارا۔ جوانی مستانی ہوتی ہے اور پھر ڈرائیور، اُسے بھی پینے پلانے اور عیاشی کی لت پڑ گئی۔ قحبہ خانے میں اس کا آنا جانا تھا۔ کہتے ہیں ڈیوٹی کے وقت بھی اُس کی ایک جیب میں بوتل اور دوسری میں گلاس ہوتا تھا۔ ایک دفعہ جب وہ شرقپور شریف آیا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بلا کر خاصی سرزنش کی۔ سمجھایا کہ وہ بری عادتوں سے باز آ جائے۔ اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے توبہ کی کہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔ واپس ڈیوٹی پر جاتے ہوئے جب وہ لاہور پہنچا تو اس کی شیطانی قوتیں پھر عود کر آئیں اور شام ہونے کے بعد وہ ایک طوائف کے گھر کی طرف چل نکلا۔ جب وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا تو کیا دیکھتا ہے کہ آخری سیڑھی پر دروازہ میں سرکار شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر بڑا حیران ہوا اور واپس چلا آیا۔ کچھ دیر بعد اس نے خیال کیا کہ اب تو آپ رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے ہوں گے۔ دوبارہ

وہاں آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اُسی طرح کھڑے پایا۔ پھر واپس لوٹ آیا۔ رات بارہ بجے کے بعد اس نے سوچا کہ اب تو سرکار یقیناً چلے گئے ہوں گے۔ اب چلنا چاہیے۔ جب وہاں پہنچا اور یہ دیکھ کر کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہیں کھڑے ہیں بہت شرمندہ ہوا اور واپس لوٹ گیا۔

ایک دو ماہ کے بعد جب وہ پھر شرقپور شریف آیا اور حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا بھئی ہر وقت راکھی بڑی مشکل ہے توبہ کرنی ہے تو سچے دل سے کرو ہر وقت پہرہ کیسے دیا جائے اور اس دن سے اس کی زندگی بدل گئی۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۲۷۹-۲۸۱)

ملک حافظ غلام یٰسین شرقپور شریف کے سربرآوردہ رؤسا میں تھے اور مسجد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا گھر ملحقہ ہونے کی رعایت سے مسجد کے ہمسایہ بھی تھے۔ ان کو میاں چنوں میں زمین ملی تھی۔ وہ اکثر وہاں رہا کرتے تھے۔ انہوں نے آپ سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بارہا گذارش کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک بار اُن کے ہاں ضرور تشریف لائیں۔ ایک دفعہ انہوں نے بڑے پرزور الفاظ میں عرض کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ضرور چلیں وہاں فلاں بزرگ کا مزار ہے۔ وہاں سے بھی ہو آیئے گا۔ ان کی خاطر سے ہی سہی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا عنقریب چلیں گے۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ ملک صاحب گھوڑیاں لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے انتظار میں اسٹیشن پر آئے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی وجہ سے نہ پہنچ سکے۔ اس کے بعد ملک صاحب شرقپور شریف حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت شکوہ کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا بھئی اب انشاء اللہ کسی دن ضرور آؤں گا۔ ملک صاحب واپس اپنی زمین میاں چنوں چلے گئے۔

ایک رات خواب میں انہوں نے دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس

کے ہاں تشریف لا رہے ہیں۔ وہ ایک بیل گاڑی اور گھوڑیاں لے کر بہت سے آدمیوں کے ہمراہ اسٹیشن پر پہنچے۔ گاڑی آئی آپ رحمۃ اللہ علیہ گاڑی سے اُترے اور گھوڑی پر سوار ہو کر ملک صاحب کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ خورد و نوش کا انتظام کیا گیا۔ کھانا کھانے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ مزار کہاں ہے۔ چنانچہ سب لوگوں کے ہمراہ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے اور مزار پر فاتحہ خوانی کے بعد کچھ دیر تشریف فرما رہے۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیوں ملک صاحب اب تو میں آپ کی خواہش کے مطابق آ گیا ہوں اب تو تم خوش ہو۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا گاڑی کس وقت جاتی ہے میں اس گاڑی پر واپس چلا جاؤں گا۔ گاڑی کا وقت بتایا گیا اور سب لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اسٹیشن تک گاڑی پر سوار کرانے ساتھ آئے۔ گاڑی آئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سوار ہو کر واپس چل دیئے۔ اس کے بعد ملک صاحب کی آنکھ کھل گئی اور صبح ہونے پر بہت سے آدمیوں سے ملک صاحب نے رات کے واقعات بیان کیے جیسے کہ ملک صاحب نے رات کو خواب میں دیکھے تھے۔ کوئی کہتا تھا رات کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات کی، کوئی کہتا تھا مجھ سے یہ بات کی، ہر ایک کی بات ملک صاحب کے خواب سے ملتی تھی۔ کچھ دنوں بعد ملک صاحب شرقپور شریف آئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اب تو راضی ہو نا میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۲۸۱-۲۸۲)

۹۰ مؤلف "حدیثِ دلبراں" لکھتے ہیں کہ والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک بیوہ عورت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کے پاس آئی اور عرض کی کہ اس کے خاوند نے اپنے پیچھے کافی جائیداد چھوڑی ہے۔ اس کے عزیز

رشتہ دار زمین ہتھیانے کے لیے اُسے بہت تنگ کرتے ہیں بلکہ حیلوں بہانوں سے زمین اس کے نام منتقل نہیں ہونے دیتے۔ وہ کہنے لگی میں بے سہارا اور بے مددگار ہوں وہ اثر و رسوخ والے ہیں میری پیشی نہیں ہونے دیتے۔ آپ حضرت صاحب ؒ سے میری سفارش کریں کہ وہ میرے لیے دعا فرماویں۔

والدہ صاحبہ نے سرکار میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دعا کے لیے کہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائیں گے۔ حق دار کو اس کا حق ملے گا۔ اس عورت کو کہیں کہ عدالت میں دعویٰ دائر کرے۔ مذکورہ عورت نے عرض کی: ''حضورؒ دعویٰ دائر کیا تھا لیکن ان لوگوں نے مل ملا کر دعویٰ خارج کرا دیا۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اعلیٰ عدالت میں اپیل کر دو۔'' چنانچہ اس عورت نے اعلیٰ عدالت میں اپیل دائر کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحب کے پاس آئی اور عرض کی فلاں تاریخ کو میرے کیس کا فیصلہ ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرما دیں کہ دعا بھی کریں اور تعویذ بھی لکھ کر دیں۔ اماں جی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دعا اور تعویذ کے لیے کہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اماں جی دعا کریں گے اللہ کریم مہربانی فرما دیں گے اور رہی تعویذ کی بات تو میں نے پہلے کبھی تعویذ لکھے ہیں جو اب سے لکھ کر دوں۔ اماں جی جو اس بیوہ کی داستان غم سن کر بہت متاثر تھیں نے زور دے کر کہا ''بیٹا تعویذ دینے سے اگر اس کی تسلی ہو جائے تو کیا حرج ہے اور پھر میں آپکو کہہ رہی ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ والدہ صاحبہ کا حکم نہ ٹال سکے اور ایک کاغذ کے ٹکڑے پہ کچھ لکھ کر لپیٹ دیا اور اُس عورت سے فرمایا فیصلہ کے دن جو آدمی تمہارے ساتھ جائے یہ تعویذ اپنی چادر کے پلو میں باندھ لے۔ لیکن اسے دیکھنا نہیں۔

مقررہ تاریخ پر وہ عورت اپنے بھائی کے ہمراہ عدالت میں پہنچی تو جج نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا: ”دیکھ عورت ہم نے زمین تمہارے نام منتقل کر دی۔“ فیصلہ سن کر وہ خوشی خوشی واپس لوٹے تو راستہ میں اُس کے بھائی نے کہا کہ کام تو ہمارا ہوگیا۔ اب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو تعویذ دیا ہے وہ تو دیکھیں عورت نے سختی سے منع کرتے ہوئے کہا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حکم ہے کہ تعویذ کو کھولنا نہیں لیکن اُس کا بھائی اپنی ضد پر رہا اور کہا کہ فیصلہ تو ہو ہی چکا ہے اب دیکھنے میں کیا حرج ہے چنانچہ اُس نے اپنی بہن کے بار بار منع کرنے کے باوجود تعویذ کھول کر پڑھا تو لکھا تھا: ”دیکھ عورت ہم نے زمین تمہارے نام منتقل کر دی۔“ سبحان اللہ! تعویذ کیا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تو فیصلہ ہی تحریر فرما دیا تھا۔ جج نے تو صرف پڑھ کر سنایا تھا۔

(حدیث دلبراں صفحہ ۲۸۳-۲۸۴)

باب ۱۰

سیرت و کردار

حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام زندگی اتباع شریعت اور سنت کی پیروی میں گذری۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، سونا جاگنا یعنی زندگی کا ہر فعل شرع شریف کے عین مطابق تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معمولاتِ زندگی پر اسوہ حسنہ کا اتنا غلبہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تمدن، طرزِ زندگی، بود و باش، طور طریقہ یا رہنے سہنے کے کسی گوشے کا بھی نقاب اُلٹیں تو ہر طرف رنگِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوے نظر آتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اخلاق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہترین نمونہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہر عادت شریفہ پر سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا پرتو تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے شیفتگی، وارفتگی اور وابستگی کا نتیجہ ہی تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ غریبوں، یتیموں اور بے سہاروں کی معاونت فرماتے۔ مظلوموں کی اعانت کرتے۔ بیواؤں کی خبر گیری کرتے اور ہر کس و ناکس کی امداد فرماتے تھے۔ مہمان نوازی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گھٹی میں ملی تھی۔ باہر سے آنے والوں کی تواضع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ ہر ایک ملنے والے کی بات توجہ سے سنتے اور اسے ہر طرح سے مطمئن کرتے۔ ملنے والوں سے سلام میں پہل فرماتے۔ رخصت کے وقت مصافحہ فرماتے۔ کسی کی عیب جوئی نہ کرتے بلکہ پردہ پوشی فرماتے۔ کسی شخص کی نازیبا حرکت پر سب کے سامنے سرزنش نہ فرماتے بلکہ علیحدگی میں نہایت پیار و محبت سے اصلاح فرماتے۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی بڑے احسن طریقے اور پوشیدہ طور پر کرتے تھے۔ کئی بار ایسا ہوتا کہ کوئی

سوالی سوال کرتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے بھائی میں تو غریب آدمی ہوں لیکن جب وہ رات کو سویا ہوتا تو چپکے سے اُس کی جیب میں کچھ ڈال دیتے۔ ایسے دوکاندار جن کی دوکانیں چلتی نہ تھیں ان کی دوکانوں سے ازراہِ ہمدردی سودا خریدتے۔ ایسے سبزی فروش جن کا سودا نہ بکنے کی وجہ سے گلنے سڑنے لگتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی دوکانوں سے وہ سارا سودا منگوا لیتے اور باہر کوڑے کے ڈھیر پر پھنکوا دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے اِن کا بھی مجھ پر حق ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات کے متعلق کسی بات پر کسی سے کبھی ناراض نہ ہوتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کثیر تعداد میں دیہاتی، اکھڑ، جاہل، بے عقل انسان حاضر ہوتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی بے ڈھنگی اور لایعنی باتوں پر کبھی غصہ نہ فرماتے بلکہ نہایت عالی حوصلگی اور محبت سے سیدھے سادھے الفاظ میں ہدایات فرماتے اور ذہن نشین کرواتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جھنجھلا کر تیز طبیعت ہوتے کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ مجلس میں کبھی امتیاز سے نہ بیٹھتے۔ اپنا کام ہمیشہ اپنے دستِ مبارک سے کرتے، اپنا جوتا خود اٹھاتے۔ لین دین کے معاملے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خوش معاملگی ضرب المثل تھی جس کسی کا دینا ہوتا وعدہ کے مطابق ادا فرماتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اگر کوئی ملنے والا یا کوئی مہمان بیمار ہو جاتا تو اس کے علاج معالجہ میں نہایت ہمدردی اور جانفشانی فرماتے، اُس کی ہر طرح خدمت کرتے اور اُس کی دلجوئی فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت مبارک میں انتہائی درجے کی سادگی تھی۔ سادہ طریقے سے رہتے۔ سادہ مکان میں رہتے، ہر بات میں سادگی کو پسند فرماتے۔ حتیٰ کہ مسجد بنوائی تو وہ بھی ہر طرح سے سادہ اس کی تعمیر میں حتی الوسع آرائش و زیبائش سے گریز کیا۔ انگریزی معاشرت سے سخت نفرت تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ اس میں سادگی نہیں۔ انگریزی تمدن نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا ہم مسلمان کے مسلمان اور بے ایمان کے بے ایمان رہ گئے ہیں۔ مشینی اشیاء کے استعمال سے گریز فرماتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مشینی چھاپہ خانوں کے فروغ سے دینی کتب کی قدر و منزلت ہمارے دلوں سے نکل گئی ہے۔

حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب سے بہترین میل جول رکھتے۔ ان کی دلجوئی کے لیے کبھی کبھی ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے۔ احباب اور عزیزوں کے ہاں کچھ نہ کچھ تحفہ کے طور پر بھی بھیجا کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ معاملات ہی معاملات ہیں، جو ان میں اچھا ہے وہ اچھا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے عزیزوں کے گھریلو معاملات پر نظر رکھتے، کہیں بھی لڑائی جھگڑا ہوتا تو سخت ناپسند فرماتے اور فریقین میں صلح صفائی کروا دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے دنیا چند روزہ ہے خود غرضی چھوڑ دینی چاہیے۔ لین دین کے جھگڑوں میں اپنی گرہ سے رقم ادا کر کے صلح کروا دیتے۔ عزیزوں کے خلاف شریعت افعال پر نہایت رنجیدہ ہوتے اور سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اخلاقِ حسنہ اور اوصافِ حمیدہ نمایاں ہیں جن کا ہم پوری طرح احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ البتہ مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت چند ایک نمایاں خصوصیات کا الگ الگ ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

جُود و سخا

ایثار جو کمالات نبوت اور کمالاتِ ولایت کی جڑ ہے اس قدر بارگاہ ربوبیت سے نصیب ہوا تھا کہ فی زمانہ یہ دولت اس قدر کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ جو کچھ آیا راہ مولا خرچ کر دیا۔ اپنی گزران ایک سادہ اور معمولی انسان کے سوا کچھ نہ تھی۔ جمع و خرچ کا خیال عمر بھر نہ رہا۔ پہلے خرچ کیا پھر ادا کیا۔ باقیات و صالحیات، تعمیراتِ مساجد و اشاعت کتب کے سوا ایک ٹکہ بھی کسی جگہ خرچ نہ کیا۔ شانِ کریمی کی بے انتہا جلوہ گری کا یہ عالم تھا کہ

انسان تو انسان کتوں اور نجس جانوروں تک کا خیال دامن گیر رہا کرتا۔ ایک خادمہ نے بتایا کہ جاڑے کے موسم میں ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ صبح سویرے گھر تشریف لائے اور فرمایا جلدی سے حلوہ تیار کرو۔ تر و تازہ ہو اور بہت سا۔ خیال آیا شاید مہمانوں کے لیے ہوگا۔ ہم نے جلدی عمدہ اور تر و تازہ حلوہ تیار کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا کسی چوڑے برتن میں ڈال کر ٹھنڈا کر دو۔ یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو ایک کتیا معہ اپنے بچوں کے ہمراہ تھی۔ حلوہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ جوں جوں وہ کھاتی جاتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ہلکی ہوتی جاتی تھی اور بار بار فرماتے تھے کہ بیچاری تمہیں سردی نے بہت تکلیف دی اور کھالے اور کھالے۔

ولی جوں جوں بوڑھا ہوتا جاتا ہے تو ولایت اپنے انتہائی کمالات پر پہنچ جاتی ہے اور

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝

کی صحیح تعبیر ولی کی ذات ہو جاتی ہے۔ اس وقت کسی قسم کی کمی نہیں رہتی۔

ابتلاو فقر و فاقہ کا زمانہ گزر چکا ہوتا ہے اور فراخی و غنا آ کر پاؤں چومتے ہیں۔ حضرت قبلہ مرشد رحمۃ اللہ علیہ بھی ان آخری زمانہ میں ان آیات کی عینی تصویر ہو چکے تھے اور سینکڑوں روپے اور بیسیوں تھیلیاں روزانہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی کے لیے تڑپا کرتیں۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ اتنا ہی قبول فرماتے جس سے مصارفِ لنگر کا قرض ہی اتر تا وہ جو بااخلاص مرید کے اخلاص سے بھرپور ہوتی تھی ورنہ جیسے بھری آتیں ویسے بھری جاتیں۔

ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خداوند کریم اگر ہم کو صبح لاکھ روپے دے تو شام تک ایک دمڑی بھی میرے پاس رہ جائے تو جو جی چاہے کہیے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی بہت

خدمت کرتے کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوتا کہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف میں دو دو ماہ ٹھہرتے اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دو دو سو روپے قرض لے کر خدمت کرتے۔ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب آ کر ادا کرتے۔ ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں دبانے لگے۔ بابا جی سرکار نے فرمایا ہُوں۔ ہُوں۔ فرمایا مجھے ایسے معلوم ہوا کہ میں دوزخ میں جا گرا ہوں۔ پھر بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی بات کی تو میں نے عرض کیا کہ آپ کی ہُوں ہُوں سے میں عذاب میں پڑ گیا ہوں۔ عرض کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی خدمت کی کہ آج کل اس کی نظیر کم ملتی ہے۔ مگر شرع کے معاملے میں اگر خلاف دیکھتے تو کہنے سے نہ ٹلتے۔ ایک دفعہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف تشریف لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ڈاچی کے گلے میں گھنگھرو بندھے ہوئے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت گھبرائے اور حضرت صاحب قبلہ کی خدمت عرض کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاچی کے گلے میں گھنگھرو باندھے ہوئے ہیں تو ہم کیا کریں۔ حتیٰ کہ گھنگرو ڈاچی کے گلے سے اتار دیئے گئے۔

توکل

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر مسجد آدمیوں سے اوپر نیچے بھری ہو اور ہمارے پاس کچھ نہ ہو تو ہمیں کچھ فکر نہیں۔ سبحان اللہ! یہ تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا توکل اللہ اکبر۔ ابتدا کا جب یہ حال ہے تو انتہا کا کس طرح ہوگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا توکل بڑی مشکل چیز ہے۔ کوئی ہم سے پوچھے کہ توکل کے راستے میں کون کون سے امتحان ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قصور شریف تشریف لائے۔ اسٹیشن کے قریب پہنچ کر بندہ (مؤلف "خزینہ معرفت") کو فرمایا سلیمان آہنگر سے ایک روپیہ لاؤ۔ بندہ اس شخص سے ایک روپیہ لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُس میں سے ایک ٹکٹ لاہور کا خریدا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف عرس مبارک پر تشریف لے جاتے تو توکل پر پاپیادہ ہی شرقپور شریف

سے روانگی فرماتے۔عید کے چاند کی گیارھویں رات لاہور حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مسجد میں گیارھویں شریف میں شامل ہوتے۔جن جن یاروں نے مکان شریف جانا ہوتا۔وہ لاہور اسی جگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ جاتے اور جو کچھ کسی کے پاس ہوتا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آگے پیش کر دیتے اور اس سے آمدورفت کا خرچہ ہو جاتا۔(خزینہ معرفت صفحہ ۱۴۶)

ایک دفعہ بندہ (مؤلف ''خزینۂ معرفت'') جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کہیں باہر کی طرف گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نالے کی طرف مجھے لے گئے۔وہاں اتفاقاً خانگی معاملات کی باتیں شروع ہوگئیں۔اثنائے گفتگو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کنوئیں کے حصہ میں قریباً ۲۰ من پختہ گندم ہمارے گھر آجاتی ہے، ہم بھڑولے میں ڈال دیتے ہیں اور اس میں سے کھانے کھلانے کے لیے نکال لیتے ہیں۔ایک دن والدہ صاحبہ نے فرمایا میں جب دیکھتی ہوں گندم ویسی کی ویسی موجود ہوتی ہے۔میں نے کہا آپ یہ خیال نہ کریں بلکہ اس کو دیکھا بھی نہ کریں خدا چاہے تو ایسا ہو سکتا ہے۔

حق گوئی اور راست بازی

ایک شخص نے نکاح پر نکاح کا جھوٹا دعویٰ کیا اور عرضی دعویٰ میں لکھا کہ ہمارا نکاح حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ تحصیل میں بلائے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جوتی سمیت اندر چلے گئے۔سپاہی نے کہا کہ جوتی اتار کر اندر آئیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا یہ مسجد ہے؟تحصیلدار نے سپاہی سے کہا کہ انہیں جوتی سمیت اندر آنے دو اور پھر عدالت نے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمائیے کہ جو کچھ بولوں گا سچ بولوں گا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمہاری عدالتوں میں کہیں سچ بھی ہے۔تحصیلدار نے کہا خواہ کچھ بھی ہو ہم نے کہنا تو ہوا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نہ اِن کو جانتا ہوں نہ ان کو اور نہ ہی میں نے نکاح پڑھایا

ہے۔تحصیلدار ہندو تھا اس نے بڑی عزت کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت کیا۔
(خزینہ معرفت صفحہ ۱۴۲)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ڈپٹی سلطان احمد خاں حاضر خدمت ہوا اور دو روپے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کیے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تمہارے روپے نہیں لیتا تو ظالم ہے۔ ڈپٹی نے جواب دیا میں ظالم ضرور ہوں مگر یہ دو روپے جو کہ میں نذر کر رہا ہوں یہ میری تنخواہ میں سے ہیں۔لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے روپے واپس کر دیئے اور چند نصیحتیں فرما کر رخصت کیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ملک محمد حیات صاحب ذیلدار سکنہ شرقپور شریف کو حضور رحمۃ اللہ علیہ نے بنک قائم کرنے سے منع فرمایا۔لیکن وہ باز نہ آیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نقصان اٹھاؤ گے اور آخر کار ایسا ہی ہوا۔

سر محمد شفیع صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ایک دفعہ میاں محمد شفیع صاحب کے روبرو اپنی خالہ سے فرمایا خالہ کیسا خنسا بیٹا جنا ہے۔اگر اس کی داڑھی سینہ پر پڑتی اور وہ وائسرائے کی کونسل میں بیٹھا ہوتا تو داڑھی کی ہیبت سے اسلام کا رعب ہوتا اور وائسرائے کو پتہ لگ جاتا کہ مسلمان ایسے ہوتے ہیں۔افسوس سب عیسائی ہو گئے عورتیں بھی عیسائی ہو گئیں۔سبحان اللہ! ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں سر محمد شفیع صاحب سے فرمایا کہ محمد شفیع آج تیرا نام لینے کو جی نہیں چاہتا۔افسوس تیرا نام تو کیسا اچھا ہے۔اپنے نام ہی کی شرم کرو اور کچھ سوچو سمجھو۔تمہارے باپ کی شکل کیسی اچھی تھی وہ شکلیں تم کو بری لگتی ہیں۔اصل میں سارا قصور ان کا ہی ہے۔انہوں نے تمہیں کیوں ولایت بھیجا اور جب کہ تم نے اپنی شکل بگاڑی تھی تو تمہیں اپنے گھر میں کیوں گھسنے دیا۔

حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ اپنے پرائے، جاہل عالم، دین دار، دنیا دار، صوفی فقیر، مسلم غیر مسلم، گدی نشین سب کو شریعت کی پابندی کی ہدایت فرماتے۔

ایک مولوی صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت حاضر ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ وَ دِین الحق لِیُظهره عَلی الدّین کُلِّهٖ وَ کَفٰی بِاللہِ شَھِیْدًا۔

پر کتنا عمل ہو رہا ہے۔ تو مولوی صاحب نے نظریں نیچی کر لیں اور عرض کیا کہ اب تو سارے زمانے کا یہی حال ہے۔ کوئی بھی دین کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ مولویوں نے اپنی اپنی خواہش کے مطابق قرآن پاک کے معنی گھڑ لیے ہیں اور فرقہ بندی کر لی اور اپنی عزت اور توقیر کے درپے ہو گئے اور اصل اسلام کو چھوڑ دیا۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۵۵)

محبت عامہ

جن دنوں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سکر اور جذبہ بہت رہتا تھا اسی حالت میں میاں غلام محمد کنار یہ پر جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عمر تھے اور شکل وصورت میں بھی کوئی حسین نہ تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی۔ اس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر لگاؤ ہوا جو بڑھ کر عشق کے مراتب تک پہنچ گیا۔ بغیر اس کے دیکھے چین نہ آتا۔ کبھی بے قرار ہو کر اس کو تلاش فرماتے۔ مل جاتا تو کئی دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اُسے ہاتھ کا انگوٹھا دکھاتے اور انگوٹھے کو حرکت دیتے اور زبانِ حال سے فرماتے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کبھی فرماتے اِدھر تو جذبہ الٰہی رہتا ہے اُدھر غلام محمد کا خیال دُکھ دے رہا ہے۔ پھر میاں غلام محمد کو تلاش کر کے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لایا گیا اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کرا دیا۔

ایک دفعہ بندہ حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ غلام محمد ہمارے پاس نہیں آتا۔ بندہ نے غلام محمد سے دریافت کیا کہ تم کیوں حاضر خدمت نہیں ہوتے تو اُس نے جواب دیا۔ کیا آؤں جب آتا ہوں تو مجھے ایسی محبت ہو جاتی ہے کہ کاروبار دنیوی سب بھول جاتے ہیں۔

اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَا سِوَ اللہِ۔

یہ عشق کی نعمت ہر کس و ناکس کو میسر نہیں آتی اور یہ ایک نہایت ہی پاک اور بہت ہی لطیف جذبہ ہے جو ہر دل میں نہیں پایا جاتا۔ سبحان اللہ! نفیس اور پاکیزہ طبیعتوں میں اس پاک جذبہ کا ظہور ہوتا ہے وہ دل تو گویا ازل سے ہی اس پاک جذبہ کے لیے خاص کر دیے گئے ہیں۔

اَلْمَجَازُ قُنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ۔

حدیث قدسی میں آیا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔

ترجمہ: ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اپنی صورت پر۔''

چونکہ انسان کو مظہر اتم بنایا ہے عاشق کو انسان میں بھی ایک جلوہ نظر آتا ہے۔

اس کے بعد حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت خدا کی طرف بڑھ گئی اور غلام محمد کا خیال پیچھے رہ گیا۔ سبحان اللہ (خزینۂ معرفت)

حضور رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ فیروز پور تشریف لے گئے۔ ایک نابینا حافظ حاضر خدمت ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک رکوع قرآن شریف سناؤ۔ حافظ صاحب نے ایک رکوع قرآنِ پاک پڑھا۔ بعد میں حافظ صاحب نے بتایا کہ میں عربی زبان کا ماہر نہیں ہوں لیکن جتنا میں نے قرآنِ پاک میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پڑھا ہے۔ ہر ایک آیت کے معنی سمجھ گیا ہوں۔

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ فیروز پور چھاؤنی تشریف لے گئے اور حافظ عبداللہ صاحب کے مکان پر ٹھہرے۔ کسی نے ذکر کیا کہ یہاں ایک نابینا حافظ ہیں جو حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے ہیں۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ حافظ صاحب کے پاس مسجد میں تشریف لے گئے اور ایک گھنٹہ وہاں تشریف فرما رہے۔ پھر فرمایا کہ وہ حظ آیا کہ گویا حضرت صاحب اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھے ہیں۔ بندہ سے حافظ عبداللہ صاحب

فرمانے لگے میں تو حافظ صاحب کو ایک معمولی آدمی سمجھتا تھا اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہم کامل سمجھتے ہیں مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیا فرمایا۔لیکن حافظ عبداللہ صاحب یہ نہ سمجھے۔لیلیٰ کی گلی کا کتا مجنوں نے گود میں اٹھا کر اس کے پاؤں کو بوسہ دیا۔تو کسی نے مجنوں سے پوچھا میاں مجنوں یہ کیا کر رہے ہو۔بولا:

''گاہے گاہے ایں سگے در کوے لیلیٰ رفتہ بود''

(خزینہ معرفت)

محبت کا یہ جذبہ صرف انسانوں تک محدود نہیں تھا بلکہ جانوروں کو بھی اسی نگاہ سے دیکھتے اور ان کے ساتھ بھی محبت اور اپنائیت کا اظہار فرماتے کہ لوگ حیران رہ جاتے۔اولیاء اللہ کا یہ جذبہ ''محبت عامہ'' کے زمرے میں آتا ہے۔

ایک روز ایک گدھے کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بوجھ اٹھائے ہوئے دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اُس کو مٹھیاں بھرنے لگے اور اس سے ایسی محبت کی کہ جیسے کوئی اپنے محبوب سے کرتا ہے۔اور فرمایا:

''سوہنیا(اے حسین)تو بوجھ اٹھائے پھرتا ہے۔''

کبھی اس سے محبت کرتے ہوئے اس کی گردن چومنے لگتے۔

عجز وانکساری

آپ رحمۃ اللہ علیہ عجز وانکساری کا پیکر تھے۔اپنے آپ کو ہر کسی سے کمتر خیال کرتے اور کسر نفسی سے اکثر فرماتے پتہ تو تب چلے گا جب آگے چلیں گے۔ذاتی تعریف و تعظیم کو ناپسند فرماتے ایک دفعہ مکان شریف میں کئی دن کے قیام کے بعد جب واپس تشریف لائے تو اپنے کوچہ کے نزدیک مشہور حکیم مکھی محمد اسماعیل مرحوم کے ماموں مکھی عزیز دین سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے بعد علیک سلیک عرض کیا سرکار کب

تشریف لائے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آیا ہوا تو پچاس پچپن برس کا ہوں لیکن ابھی تک کر کچھ نہیں سکا۔انہوں نے پھر کہا۔طبیعت کا کیا حال ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے مرنے کے بعد پوچھنا۔حال کا پتہ تو اس وقت چلے گا۔جب دائیں ملا یا بائیں (یعنی اعمال نامہ) ایسے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک دن فرمانے لگے۔ریاضت و عبادات اور احوال کا کیا پوچھنا۔حالات تو ایسے ہو گئے ہیں کہ کوئی حرام و حلال میں تمیز کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔اکل حلال کی جب بات ہی نہ رہے تو عبادات کا کیا بنے گا،اور پھر اپنی ریش مبارک پکڑ کر فرمانے لگے۔"ہمارا بھی کیا حال،ان سب حرام و حلال میں پرہیز نہ کرنے والوں کی نذریں،اشیاء اور کھانا ہمارے پاس آتا ہے ہم پھر کیا ہوئے۔" اللہ اکبر!یہ عجز و انکساری اور کسر نفسی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی اردو زبان میں کہا کرتے "اے خدا تو اگر اس نکمے کی ایک عادت ہی درست کر دے تو کیا تیری رحمت سے بعید ہے۔"سبحان اللہ!(حدیث دلبراں ۳۶-۳۵)

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی جوتی کو کسی کا ہاتھ لگانا سخت ناپسند فرماتے۔اگر کوئی شخص نادانستگی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جوتی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھ دیتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے یہ تم ہی لے جاؤ۔میں اس لائق نہیں کہ کوئی میری جوتی سیدھی کر کے رکھے۔البتہ بزرگوں کی جوتی اگر کوئی اس طرح رکھے تو اس میں حرج نہیں۔میں بزرگ نہیں ہوں۔ولی نہیں ہوں۔میرے ساتھ کیوں ایسا کیا جاوے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ چارپائی پر تشریف فرما ہوتے اور کوئی شخص تعظیماً نیچے زمین پر بیٹھ جاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اُسے چارپائی پر بیٹھنے کو مجبور کرتے اور اگر نہ مانتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس زمین پر بیٹھ جاتے،اس طرح وہ بہت شرمندہ ہوتا اور خود بخود چارپائی پر آبیٹھتا۔پھر کبھی اُسے ایسا کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کے گلے یا ہاتھ میں تسبیح دیکھتے تو فرماتے کہ اس پر کیا پڑھا کرتے ہو۔جواب ملنے پر فرماتے۔میاں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے پڑھا کرو لوگوں کو دکھانے کی کیا

ضرورت ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ قصور شریف تشریف لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قبرستان تشریف لے جارہے تھے کہ رستہ میں ایک بھنگن بازار کا کوڑا کرکٹ جمع کرکے ایک ٹوکری میں بھر کر کھڑی تھی اور اس کی گود میں ایک بچہ بھی تھا جس کی وجہ سے وہ اس ٹوکری کو اٹھا نہیں سکتی تھی۔ جونہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر مبارک اس پر پڑی۔ جھٹ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھوں سے ٹوکری اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دی اور یاروں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قبرستان تشریف لے گئے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۰۹)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت شریفہ تھی کہ عشاء کی نماز کے بعد چنگیر میں بہت سی روٹیوں کے ٹکڑے کر لیتے، چنگیر کو بغل میں لے لیتے اور ایک ہاتھ میں چھڑی پکڑ لیتے۔ مسجد سے باہر نکلتے تو بہت سے کتے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے منتظر ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ٹکڑے ان کو ڈالتے اور واپس چلے آتے۔ (خزینہ معرفت صفحہ ۱۲۰)

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بتقاضائے بشریت اگر کبھی کوئی خطا ہو جاتی تو اس پر بہت افسوس کرتے اور عبرت پکڑتے اور اتنا روتے کہ روتے روتے چیخیں نکل جاتیں۔

(خزینہ معرفت صفحہ ۱۷۵)

مہمان نوازی

پنجاب بھر میں یہ صفت کم ہے کہ خادم و مخدوم کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جائے۔ البتہ افغانوں کی تہذیب اور مہمان نوازی اتنی بلند ہے کہ خادم و مخدوم سے ایک جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ لیکن حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں تمام اعلیٰ اوصاف اللہ تعالیٰ نے جمع فرمائے تھے اور وہ اس صفتِ خاصہ میں نہایت امتیازی درجہ رکھتے

سے رضائے خداوندی اور خوشنودیٔ مصطفیٰ ﷺ حاصل ہوتی ہے۔ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ اس سنت کو از خود انجام دیتے تھے۔ جناب صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ اس بارے لکھتے ہیں۔ مہمانوں کے لیے خود کھانا گھر سے اٹھا اٹھا کر لاتے اور خود ہی اپنے دستِ مبارک سے سالن برتن میں ڈال کر مہمانوں کے آگے رکھتے اور ان کے ہاتھ بھی خود دھلواتے۔ سب مہمانوں کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ روٹیوں میں اگر کوئی باسی یا سوکھی روٹی ہوتی تو اسے خود لے لیتے۔ کھانا بسم اللہ شریف پڑھ کر شروع کیا جاتا اور کھانا آہستہ آہستہ کھاتے اور لقمے چھوٹے چھوٹے کھایا کرتے۔ کھانے کے دوران یاروں کی طرف توجہ فرماتے رہتے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ دیکھتے کہ سب نے کھانا کھا لیا ہے تب آپ رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے۔ (خزینۂ معرفت)

سخت سردی کے دن تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ گھر میں رضائی اوڑھے لیٹے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ صاحبہ کو آواز دی۔ اماں جان! سردی سخت محسوس ہو رہی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ نے ایک اور لحاف اوپر ڈال دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ پھر فرمایا۔ ابھی سردی اور لگ رہی ہے۔ اماں جی نے کوئلوں کی انگیٹھی جلا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چارپائی کے نیچے رکھ دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا۔ "مجھے اور سردی لگ رہی ہے۔" والدہ صاحبہ نے جواب دیا کہ پھر میں کیا کروں تو جان اور تیری سردی۔ اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ باہر مہمان خانے سے پتہ کیا جاوے کوئی مہمان تو نہیں۔ پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک مہمان آیا ہوا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیا اس کو کھانا کھلا کر اندر سلا دیا گیا ہے۔ جواب ملا کہ کھانا کھلا کر اندر بستر دے دیا گیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: "وہ مہمان گھوڑے پر آیا ہے۔ اس کا گھوڑا باہر سردی میں کھڑا ہے اور اُسے سردی لگ رہی ہے۔ مہمان کے گھوڑے کو جب تک اندر گرم جگہ پر نہ باندھا جائے میری

سردی نہیں اُترے گی۔ سو ایسے ہی ہوا جب گھوڑے کو اندر باندھ دیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میرے لحاف اتار دو اب میری سردی اتر گئی ہے۔''

سبحان اللہ! کتنی وسیع نظریں تھیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اور کیسا اعلیٰ جذبہ احساس تھا۔ ہر ذی روح اور ہر جاندار کے لیے کتنا درد رکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کمال مہربانی اور اپنے فضل و کرم سے خلق اللہ کے لیے احساس و درد کا وافر جذبہ عطا کیا تھا۔ (حدیث دلبراں صفحہ ۳۱۲)

نازونیاز

نیاز اور کسر نفسی ہر اولیاء اللہ کا شیوہ رہا ہے اور اسی سے ولایت کی شان بڑھتی ہے لیکن بعض اولیائے کرام میں ناز کی صفت بھی پائی جاتی ہے۔ دراصل ناز کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنا آپ پہچانا جائے۔ حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض بزرگوں کی شخصیت کا بڑے خوبصورت انداز میں تجزیہ کیا ہے۔ جس میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی اور حضرت حیدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلالپوری کے درمیان نازونیاز کی کئی مثالیں پیش کی ہیں۔ یہ دونوں حضرات پیر سیال لجپال رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ بعض بزرگوں میں جذب وسلوک کی کمی بیشی ایسے مزاج کی پیش خیمہ ہوتی ہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں ناز بدرجہ اتم تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں حضرت پیر حیدر علی شاہ صاحب جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ میں نیاز اور کمال درجے کی سادگی تھی۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام زندگی کسر نفسی اور بے نیازی میں گذری جس کی کئی مثالیں گذشتہ ابواب میں گذر چکی ہیں۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت کے سامنے جب کوئی خلافِ شرع بات آتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اضطراری کیفیت طاری ہو جاتی جس کے نتیجہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سخت الفاظ میں لوگوں کو ڈانٹتے اور بعض اوقات لوگوں

کی مونچھیں کاٹ دیتے۔ داڑھی نہ رکھنے پر شرم دلاتے حتیٰ کہ اکثر حضرات کو طمانچے بھی لگاتے۔ یہ تعامل دراصل جذب کی فراوانی اور اتباع شریعت و سنت کا ثمر تھا۔ اور اس عمل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کے جاہ و حشمت کو خاطر میں نہ لاتے تھے، اس لیے دوسرے اولیاء کرام کے مقابلے میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔

ایک دفعہ دو نوجوان خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ ایک کو فرمایا کیوں آئے ہو؟ اس نے عرض کی کہ گنہگار ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آئندہ گناہ نہ کرنا۔ اس نے عرض کی: آئندہ کے لیے تو گھر سے ہی توبہ کر کے آیا ہوں۔ میں تو گذشتہ گناہوں کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم نے مجھے کیا سمجھا ہے۔ لیکن خوشی سے چہرہ مبارک روشن تھا۔ اس نے عرض کی شیر سمجھ کر آیا ہوں۔ بس پھر کیا تھا چہرہ مبارک روشن تر ہو گیا۔ گویا بدرِ منیر ہے۔ مگر چونکہ وہ دل سے کہہ رہا تھا اس لیے خلافِ عادت زبان مبارک سے کچھ بھی نہ فرمایا۔ بلکہ مہر پدری کی طرح برس پڑے اور نہایت محبت سے تلقین ذکر فرمائی۔ (انقلاب الحقیقت صفحہ ۱۱۳)

شاہ پور (کانجرا) کا ایک نمبردار حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمندوں میں سے تھا۔ اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ کی اس پر خصوصی توجہ تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر توجہ فرمانے سے وہ تیزی کے ساتھ سلوک کی منزلیں طے کرنے لگا۔ اسے اپنے مقصد میں اچھی خاصی کامیابی بھی حاصل ہو گئی۔

ایک دن بدقسمتی سے باتوں باتوں میں کسی سے یہ کہہ دیا کہ وہ رات کو اڑتا ہے۔ جس آدمی سے یہ بات ہوئی وہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے جانے والا تھا وہ اس بات کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے کسی حاضری پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ بات عرض کر دی کہ فلاں نمبردار کی طبیعت پر اس وقت بڑی رنگت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں راتوں کو اڑتا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک یہ سن کر سرخ ہو گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا اب وہ اڑنے بھی لگا ہے۔اچھا اسے اڑنے دو۔اب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا تھا کہ اسے قبض ہوگئی (یعنی نعمت چھن گئی)۔بہت زور مارا لیکن طبیعت جو سرد ہوگئی تھی۔بحال نہ ہوئی۔جو کچھ حاصل ہوا تھا سب جاتا رہا اور وہ خالی ہوگیا۔اس کے بعد نمبردار اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا لیکن وہ بات کہاں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ ناراض تھے اور اس کی طرف توجہ ہی نہ فرماتے۔آخر اس نے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے لیے دوسرے بزرگوں کے پاس جانا شروع کر دیا لیکن کسی کے ہاں سے بھی اُسے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ان دنوں ضلع گجرات اعوان شریف گاؤں میں قادری سلسلہ کے ایک بزرگ قاضی سلطان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقیم تھے۔وہ بلند پایہ بزرگ اور ولی کامل تھے۔کشف میں انہیں بڑی دسترس حاصل تھی۔اچھے اچھے پارسا اور نیک بندوں نے اُن سے فیض حاصل کیا۔شاہ پور کے نمبردار نے جب اُن کا نام سنا تو وہاں جا پہنچا۔قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس مکان میں رہتے تھے اس کے گرد اگرد اونچی اونچی ڈنڈے تھوڑا اُگی کھڑی تھی۔یہ نمبردار شام کے وقت وہاں پہنچا تو اسے اندر جانے کے لیے رستہ ملنا مشکل ہوگیا۔بہتیرا رستہ تلاش کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صاحب کشف و کرامات تھے اندر تشریف فرما تھے۔اپنے مریدوں سے کہنے لگے دور سے کوئی آدمی آیا ہے جاؤ اُسے اندر لے آؤ۔چنانچہ ایک آدمی گیا اور اُسے اندر لے آیا۔قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے بٹھایا اور فرمایا ہاں بھئی بتاؤ کیسے آنا ہوا۔اس نے عرض کی: حضور! اللہ اللہ سیکھنے آیا ہوں۔قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوش ہوئے۔فرمایا:"رب کریم کا شکر ہے تم اللہ اللہ سیکھنے آئے ہو ورنہ جو بھی آتا ہے۔کسی دنیاوی کام کے لیے ہی آتا ہے،کوئی اولاد کی غرض سے آتا ہے تو کوئی کاروبار کی وجہ سے،سب لوگ دنیاوی مطلب لے کر ہی آتے ہیں۔یہ باتیں کرنے بعد قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"اچھا ادھر میرے سامنے آکر بیٹھو۔چنانچہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ توجہ فرمانے لگے۔کافی دیر

کے بعد انہوں نے سر اٹھایا اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''تم نے جھوٹ بولا ہے تم پہلے ہی کسی صاحب کے مرید ہو تمہارا پیر بڑا صاحبِ کمال ہے تمہارے پیر نے تمہارے اردگرد ایک فولادی قلعہ کھڑا کر دیا ہے۔ میں نے بڑی ہی کوشش کی ہے لیکن اس کے اندر نہیں جا سکا اب تم ان کے پاس ہی جاؤ۔ وہاں سے ہی تم فیضیاب ہو سکتے ہو۔ نمبردار نے کہا حضورؒ میرے پیر تو مجھ سے ناراض ہیں وہ راضی نہیں ہوتے۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم ان کے پاس جاؤ اور جس طرح ہو سکے انہیں راضی کرو ورنہ کسی کے ہاں سے فیض نہیں ملے گا۔ تمہارا شیخ صاحبِ کمال ہے مجھ سے ہو سکا تو میں تمہاری سفارش کروں گا۔ اس کے بعد وہ شرقپور شریف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تم وہاں گئے تھے تو قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں تنگ کیا۔ وہ خاموش بیٹھا رہا اور اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ نمبردار پہلی عمر میں جلوہ ہائے پنہائی کی تابانیاں دیکھ چکا تھا۔ بقایا پچھلی عمر میں ان سے محروم رہا۔ اس نے زیادہ کوشش بھی نہیں کی ورنہ شاید میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی راضی ہو جاتے۔ اسرارِ پنہائی کو افشاں کر کے پھر ساری عمر پچھتا تا رہا:

مفت نعمت دی قدر نہ کیتی بھید نہ رکھیا جر کے

❁❁❁❁

باب ۱۱

معمولاتِ زندگی

ولی اللہ کی معنوی صورت کا نقشہ عادات و معمولات ہوتے ہیں۔ فقیر کو جاننے کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی پیمانہ نہیں ہوتا کیونکہ ظاہری صورت کی ہر ایک جنبش باطنی ضرورت کی تحریک سے ہوتی ہے۔ جتنے کسی کے معمولات اور عادات اچھے ہوں گے، اتنا ہی اس کی روح کی پاکیزگی زیادہ اور معمولات میں تسلسل اور استقرار زیادہ ہوگا۔ عادات واطوار انسانیت کا راسخ ملکہ ہے۔ عادات کو اگرچہ فطری ملکہ نہیں کہہ سکتے تاہم جو عادات وخصائل بالاتوجہ انسان کی ذاتی طبیعت میں راسخ ہو جائیں تو انہیں فطری عادات کہنا بے جانہ ہوگا۔ عادات فطری اور کسبی بھی ہوتے ہیں۔ جن پاک نفوس کی طبیعت موزوں ہوتی ہے اور استعداد بلند ہوتی ہے ان کی فطرت خود بخود بری عادات سے نفرت کرتی ہے اور نیک عادات کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ اس لحاظ سے ولی اللہ بھی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو اپنی اصلی عادات اور فطری میلان پر قائم رہتے ہیں اور انہیں کسی بھی بری یا اچھی عادت سے سبق حاصل نہیں ہوتا اور دوسرے وہ ہوتے ہیں کہ ہمیشہ اچھی عادات رکھنے کی وجہ سے ہر وقت نیک عادات کے متلاشی رہتے ہیں۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسری قسم کے افرادِ یگانہ میں سے تھے اور باوجود عمدہ عادات رکھنے کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہر وقت نیک عادات کی توجہ اور تلاش رہتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام فطری اور جذباتی عادات کو یکدم اتباعِ سنت کی شاہراہ پر

لگا دیا تھا اور ہر وقت ہر بات میں یہی ملحوظِ خاطر ہوتا کہ اتباعِ سنت میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک والہانہ طبیعت عطا فرمائی تھی جو سراسر سوز تھی جس کا لازمی نتیجہ بے چینی اور بے قراری تھا۔ ابتداء میں جب تک آپ رحمۃ اللہ علیہ مغلوب الحال رہے تو مجنوں کہلائے لیکن جب حال آپ کے اندر مغلوب ہو گیا اور ہر حرکت اور ہر عادت اتباعِ سنت کے مطابق ہونے لگی تو ظاہری بے قراری کا عروج قلبی بے قراری و بے چینی کے ساتھ مل گیا۔ اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "پہلے جنوں باہر تھا اب اندر چلا گیا ہے اب میں کیا کروں"۔

ایسے انسان کو اطمینان اور تسکین کہاں نصیب ہوتی ہے کہ وہ اپنے معمولات میں تسلسل قائم کر رکھے جن میں ایک طرف محبت الٰہی کا جوش ہو اور دوسری طرف اتباعِ سنت کا شوق ہو اور اس پر طرہ یہ کہ خلق اللہ سے وابستگی ہو۔ یہ تینوں کامل جذبے جب آپس میں مل جائیں تو تمیز کرنا کتنا مشکل تھی اور ایک پر دوسرے جذبے کو فوقیت نہیں دی جا سکتی تھی۔ ہر ایک موقع پر یہ تینوں جذبے اپنا اپنا پورا اثر دکھاتے تھے اور کسی ایک جذبہ کا غلبہ من جانب اللہ ہی ہوتا۔ اٹھنا، بیٹھنا، سونا جاگنا، اوڑھنا پہننا اور بولنا چالنا وغیرہ تمام امور اور تمام احوال میں یکساں شاہراہ سنت پر گامزن نظر آتے تھے بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی دوسرے کو خلافِ سنت کام کرتے دیکھتے تو سخت طیش میں آ کر اُسے متنبہ کرتے جس طرح خود عادات و معمولات اور اتباعِ سنت پر عزیمت رکھتے تھے۔ اسی طرح سب یارانِ طریقت اور جانثارانِ الفت سے توقع رکھتے تھے اور نئے آنے والوں سے بھی یہی امید ہوتی۔ اس لیے ہر آنے والا اپنی حاضری سے پہلے اپنے آپ کو درست کر کے حاضر ہوتا اور اپنے ہر فعل اور حرکت کو سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمولات، اخلاق اور عادات میں اس قدر استقامت رکھتے تھے کہ کبھی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قدم مبارک اِدھر اُدھر نہیں لڑکھڑایا خواہ کتنی

ہی ضروریات اور رکاوٹیں اس کے برخلاف حائل کیوں نہ ہوں۔ اگرچہ انسانی عادات و معمولات اور کمالات وہبہ ہیں لیکن ان کا تعلق کمالاتِ کسبیہ سے زیادہ ہے، لیکن ایسی طبیعت جو سراسر درد و محبت اور سوز و گداز زیادہ رکھتی ہو، ایسی طبیعت کے ساتھ معمولات میں تسلسل کا ہونا نہایت ہی مشکل بلکہ ایک حد تک ناممکن ہے لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں اتباعِ سنت کے شوق نے اس ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ جس نے یگانوں اور بیگانوں کو ایک عقیدہ پر لاکھڑا کیا۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک علوِ کمال تھا۔ صاحب ''خزینہ معرفت'' رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عادات اور معمولات کا ذکر الگ الگ ابواب میں کیا ہے۔ لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے سوانح نگاروں نے صرف معمولات کے عنوان کے تحت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عادات و معمولات درج کیے ہیں کیونکہ عادات و معمولات میں کوئی زیادہ فرق نہیں پایا جاتا۔ اس لیے ہم نے بھی اس سوانح حیات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دن رات کے معمولات کو اس باب میں جمع کیا ہے۔

① لباس اور خوراک

اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سادہ اور معمولی لباس پہنتے تھے، ''سر پہ پگڑی و ٹوپی بدن پر معمولی کپڑے کا کرتہ پاؤں میں معمولی جوتا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں سے تھے اور اس طرز سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی بسر کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ موٹا کپڑا پہنا کرتے، زیادہ باریک کپڑے کو ناپسند فرماتے۔ اکثر دیسی کھڈی کا کپڑا بنوا لیا کرتے، پاپوش زرد رنگ کی بڑے اور لمبے پنجے کی قصور شریف سے بنوایا کرتے تھے۔ چھوٹی سی بوٹی اس پر ہوتی۔ سیاہ رنگ کے جوتے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سخت نفرت تھی۔ اگر کسی کے پاؤں میں سیاہ بوٹ یا جوتی دیکھتے تو سخت ناراض ہوتے اور سیاہ کپڑا پہننا بھی ناپسند فرماتے اور پگڑی کے ساتھ ٹوپی بھی ضرور پہنتے تھے۔ اگر کسی کے سر پہ صرف

ٹوپی ہوتی تو سخت ناراض ہوتے اور فرماتے حدیث شریف میں آیا ہے کہ صرف ٹوپی نصاریٰ رکھتے تھے اور صرف پگڑی یہودی پہنتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دونوں چیزوں کا حکم فرمایا یعنی ٹوپی کے اوپر پگڑی ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سفید رنگ کا لباس زیب تن فرماتے۔ سر پر گاہے بگاہے کپڑے کی ٹوپی اور گاہے ناڑ کی ٹوپی کے اوپر عمامہ شریف باندھتے تھے۔ کرتا سفید دیسی طرز کا کھلے بازوؤں والا نہ زیادہ لمبا نہ زیادہ چھوٹا جس کا گریبان سامنے ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کرتے تھے کہ لمبا کرتا پہن کر لوگ فقیر کہلاتے ہیں اور چھوٹا کرتا دنیادار پہنتے ہیں۔ سفید کرتے کے ساتھ سفید تہبند ناف کے اوپر باندھتے جو ہمیشہ ٹخنوں سے اوپر ہوتا۔ کبھی کبھی نیم بادامی رنگ کی صدری یا اچکن کی طرح کا لمبا کوٹ بھی کرتے کے اوپر پہن لیا کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک میں زرد رنگ کی جوتی ہوتی اور سردیوں میں عموماً چمڑے کے موزے بھی استعمال کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق زرد رنگ کی جوتی پہننا مستحب ہے۔ ٹوپی پگڑی آخری دم تک سر سے نہ سرکی۔ نشست و برخاست میں کبھی تبدیلی نہ ہوئی ہمیشہ دوزانو باادب خلوت وجلوت میں رہے۔ لباس ہمیشہ ایک ہی طرز کا صاف ستھرا، سادہ اور سفید استعمال کیا۔

❷ اخلاق حمیدہ

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے بیزار اور اللہ اللہ کرنے والے مادرزاد ولی اللہ تھے۔ ہمیشہ اللہ اللہ کرنے سے سروکار رہا اور کاروبارِ حیات مجبوری سے فرماتے۔ طبیعت کے اس رجحان کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ اخلاق رکھنے والے تھے۔ اخلاقِ محمدی ﷺ کا رنگ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اس قدر چڑھا ہوا تھا معلوم ہوتا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو براہِ راست آنحضرت ﷺ کی طبیعت و معیت حاصل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صلہ رحمی کرتے،

مقروضوں کا بار اٹھاتے۔ غریبوں کی اعانت کرتے، مہمانوں کی ضیافت کرتے، حق کی حمیت کرتے، مصیبت میں لوگوں کے کام آتے، برائی کے بدلے میں برائی نہ کرتے، بلکہ درگزر کرتے اور معاف فرما دیتے اور اس معاملے میں ایسے شخص کے ساتھ حتی الامکان احسان فرما کر اُسے اپنا گرویدہ بنا لیتے۔ اپنے ذاتی معاملات کے متعلق کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوئے۔ ہاں البتہ احکام ربانی کی نافرمانی اور امر حق کی مخالفت کے وقت بعض اوقات سخت طیش اور غصہ میں آجاتے۔ رشتہ "اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ" کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو کبھی نمایاں نہ کرتے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ سفر کرتے تو سب کو برابر گھل مل کر چلنے کی تلقین فرماتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات کو کبھی دوسروں سے ممتاز تصور نہ کرتے تھے۔ دور سے آنے والے حضرات کو خود کرایہ وغیرہ عنایت فرماتے اور سنت کے مطابق مہمانوں کو رخصت کرنے کے لیے کافی دور تک تشریف لے جاتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے جوتے اتارتے تو کسی کو پکڑنے نہ دیتے اور اگر کوئی جوتے اٹھانے کی کوشش کرتا تو ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ منع کرنے کے باوجود اگر کوئی عقیدتمند آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جوتے اٹھا لیتا تو فرماتے یہ جوتے تم خود پہن لو اب یہ تمہارے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ چارپائی پر تشریف فرما ہوتے اور کوئی شخص تعظیماً نیچے زمین پر بیٹھ جاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اُسے چارپائی پر بیٹھنے پر مجبور کرتے اگر نہ مانتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی زمین پر اس کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ اس طرح وہ بہت شرمندہ ہوتا اور خود بخود چارپائی پر بیٹھ جاتا۔ پھر کبھی اُسے ایسا کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

مہمانوں کی خدمت کے معاملہ میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت حساس تھے۔ کسی دوسرے پر بہت کم بوجھ ڈالتے۔ زیادہ تر خدمات اپنے ہاتھوں سرانجام

دیتے، کھانا خود گھر سے اٹھا اٹھا کر لاتے اور خود ہی اپنے دستِ شفقت سے سالن برتن میں ڈال کر مہمانوں کے آگے رکھتے اور ان کے ہاتھ بھی خود ہی دھلاتے۔ اگر دسترخوان پر کسی کا پاؤں آجاتا تو سخت ناراض ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی مہمانوں کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے اگر روٹیوں میں کوئی سوکھی یا باسی ہوتی تو اُسے خود استعمال فرماتے۔ ہر کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھی جاتی اور پھر ہر لقمہ اٹھاتے وقت بھی پڑھتے کھانا آہستہ آہستہ کھاتے اور لقمے چھوٹے چھوٹے کھایا کرتے، کھانے کے دوران یاروں کی طرف توجہ فرماتے رہتے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ دیکھتے کہ سب نے کھالیا ہے تب آپ رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے۔

، نماز پنجگانہ باجماعت ادا فرماتے۔ اگر کوئی ساتھی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے رہ جاتا تو سخت سرزنش فرماتے۔ سفر میں ہوں یا حضر میں ہمیشہ تراویح کی بیس رکعت ہی ادا فرماتے تھے۔ کبھی کبھی لاہور تشریف لے جاکر حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حافظ فخرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے قرآن پاک سنتے۔ ماسوائے نمازِ تراویح کے دیگر نفلوں کی جماعت کو پسند نہ فرماتے۔

نمازِ جنازہ میں حتیٰ الوسع شرکت فرماتے اور پسماندگان کے پاس برائے فاتحہ خوانی تشریف لے جاتے۔ جاکر ہاتھ پہلے اٹھالیتے اور زبان مبارک سے تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد پڑھتے پھر سورۃ فاتحہ پڑھ کر متوفی کے لیے دعائے مغفرت فرماتے اور لواحقین کی دلجوئی فرماتے اور انہیں صبر کی تلقین فرماتے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے آتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قبرستان تشریف لے جاتے اور قبور کی زیارت فرماتے اور مراقبہ کرکے بیٹھ جاتے اور کبھی کھڑے ہی رہتے اور اہلِ قبور کے لیے دعائے مغفرت فرماتے اور کسی قبر کے پاؤں کی طرف ہاتھ نہ لگاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ قبر کو ہاتھ لگانے سے کیا ہوتا

ہے۔ جب تک دل نہ لگے۔ کئی دفعہ اتفاق ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پلکوں سے آنسو قطرہ قطرہ ہو کر گر رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مزاروں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے اور پھر دعا فرما کر واپس تشریف لے آتے۔ راستہ میں چلتے وقت بے ساختہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے اللہُ اکبر نکل جاتا۔ بازار میں کہیں بکرے کی ہڈی دیکھتے تو فرماتے یہ بڑی باعثِ عبرت ہے۔ یہ بھی توکل زندہ تھا آج اس کی ہڈیاں بازار میں خوار ہو رہی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاقِ حمیدہ کے لیے ایک علیحدہ دفتر چاہیے یہ صرف بطور نمونہ پیش کیے گئے ہیں۔

۳ رشد و ہدایت

حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ بیعت دیگر مشائخ سے بالکل مختلف تھا۔ شرفِ بیعت حاصل کرنے والے کی پہلی اصلاح فرماتے بعد میں شرفِ بیعت سے نوازتے۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقتِ بیعت کے حوالے سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا: "یہ اب ایک رسم رہ گئی ہے۔ بیعت کے معنی ہیں بک جانا اب کون کسی کے ہاتھوں بکتا ہے۔ سب نفس کے تابع ہیں" آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر کسی سے بیعت نہ لیتے تھے۔ بلکہ عوام الناس سے لفظ بیعت تک بھی سننا گوارا نہ فرماتے۔" فرمایا کرتے کہ بیعت کے معنی ہیں اپنے وجود کو اور اس کی جملہ خواہشات کو اپنے شیخ کے ہاتھوں فروخت کر ڈالنا اور جب لوگ ایسا نہیں کرتے تو اس رسمی اور مروجہ بیعت کی کیا ضرورت اگر کسی نے مان لیا تو بیعت ہی بیعت ہے۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ دائیں طرف سے خود ہر ایک کے پاس جاتے اور مناسب تلقین کرتے جاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ یہ تھا کہ ہر شخص کے سامنے گھٹنے سے گھٹنہ ملا کر بیٹھ جاتے اور اس سے اس کا نام، مقام، تعلیم اور حاضر ہونے کا مقصد دریافت فرماتے۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سماعت کمزور تھی اس لیے اپنا کان سائل کے منہ کے قریب کر دیتے تاکہ اسے بلند آواز سے بولنے کی ضرورت نہ

پڑے۔ ہر شخص کو اس کی استعداد اور علم کے مطابق نصیحت فرماتے تھے۔ حضرت قبلہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اس بارے مجتہد کا درجہ رکھتے تھے اور حاذق حکیم کی طرح وہ نسخہ تجویز فرماتے جو نوعی نسخہ سے بڑھ کر شخصی نسخہ ہوا کرتا اور پورے اپنے آقائے نامدار حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم تھے جیسے کسی کی طبیعت دیکھی ایسا ہی ارشاد بھی فرمایا۔ نابالغ بچوں کو بالکل ذکر کی تلقین نہ فرماتے۔ البتہ جوانوں اور ادھیڑ عمر لوگوں پر زیادہ توجہ فرماتے اور حتیٰ المقدوران سے خوب کام لیتے۔ نو وارد کے لیے کبھی تو بسم اللہ شریف فرما دیتے کہ ہر کام سے پہلے پڑھ لیا کرو۔ کبھی فرماتے سوتے ہوئے گیارہ بار کم وبیش کوئی صفاتی نام پڑھ لیا کرو اور اکثر یہ بھی دیکھا کہ اس کے نام سے صفاتی نام باری تعالیٰ عز اسمہ کا ذکر فرما دیتے۔ عبدالعزیز آیا تو یا عزیز و عبدالحق نام ہوا تو یا حق کئی ایک کو صفاتی نام یا کریم و یا رحیم الگ الگ یا جمع پڑھنے کا ارشاد فرماتے اور بعض کو سوتے وقت کلمہ شریف کے تکرار کا حکم فرماتے اور بعض کو ہر نماز کے بعد گیارہ دفعہ قل شریف (سورہ اخلاص) پڑھنے کا حکم ہوتا۔ غرض اس میں ذکر لینے والے کی طبیعت پر دارومدار ہوتا۔ زاں بعد حسبِ ضرورت تبدیلی فرماتے تا آنکہ اسم ذات پر پہنچاتے۔ اچھی طبیعت مل جاتی تو پہلی بار ہی اسم ذات کی تلقین فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے تمام متوسلین کو درودِ خضری صل اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ وسلم پڑھنے کو کہا کرتے خصوصاً پانچ صد بار بعد نمازِ تہجد اور زیادہ سے زیادہ تین ہزار۔ اوراد فتحیہ بھی خاص لوگوں کو فرماتے تھے۔

عبادات

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہر اور کامل نمونہ تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست معمولات کا درس

لیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ایک عمل بھی شریعت مطہرہ اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نہیں ملے گا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات کچھ اس طرح تھے۔صبح جلدی بیدار ہوتے باہر تشریف لے جاتے حاجاتِ ضروریہ سے فارغ ہو کر وضو فرماتے۔نمازِ فجر مکان والی مسجد میں باجماعت ادا فرماتے۔کبھی کبھی دوسری مساجد میں بھی نمازِ فجر کی ادائیگی کے لیے تشریف لے جاتے۔نمازِ فجر سے فراغت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف عرض کرتے یعنی الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیك یا حبیب اللہ پڑھتے پھر کپڑے پر درود پاک کے لیے شمارے ڈالے جاتے ان شماروں پر درود شریف خضری پڑھتے جو یہ ہے (صل اللہ علی حبیبہٖ محمدٍ وّ آلہٖ و اصحابہٖ وسلم) درود شریف سے فراغت کے بعد آٹھ رکعت نوافل بطور اشراق پڑھتے نماز اشراق سے فارغ ہو کر مسجد میں آئے ہوئے بچوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دیتے پھر ایک ہزار بار سورہ اخلاص کا وظیفہ کرتے بعد میں نفی و اثبات (لا الہ الا اللہ) کے ذکر میں مشغول ہو جاتے پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرماتے یہ نماز عموماً ٹاہلی والی مسجد میں ادا فرماتے۔ان اوراد وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھک میں تشریف لے آتے جہاں پہلے سے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے منتظر ہوتے۔بیٹھک میں تیسرے کلمہ کا وظیفہ اکہتر (۷۱) بار کرتے اور کچھ وقت تک استغفار پڑھا کرتے۔(استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب علیه)

بیٹھک میں آنے کا وقت قریباً گیارہ بجے ہوتا آئے ہوئے مہمانوں کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے کھانا شروع کرنے سے پہلے سب کے ہاتھ دھلائے جاتے۔ ایک زانو (بایاں) پر بیٹھنے اور بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا شروع کرنے کی تلقین ہوتی۔ بعد میں آئے ہوئے لوگوں سے فرداً فرداً گفتگو فرماتے اور ہر ایک کی گذارشات توجہ سے سنتے۔جن حضرات نے جانا ہوتا ان کو رخصت عطا فرماتے بعض کو کرایہ وغیرہ بھی

عنایت فرماتے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد مہمانوں کو آرام کا حکم فرماتے۔ خو
دبچے ہوئے روٹی کے ٹکڑے لے کر کتوں کو ڈالنے کے لیے تشریف لے جاتے۔ بعد
میں کچھ دیر کے لیے بیٹھک میں ہی آرام فرماتے۔ بعداز دوپہر یہ آرام کرنا قیلولہ کہلاتا
ہے جو سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ قیلولہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز ظہر ادا
کرنے کے لیے تشریف لاتے۔ نماز ظہر اکثر لوہاراں والی مسجد میں ادا فرماتے۔ نمازِ
ظہر سے فارغ ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ اور مہمان بیٹھک میں تشریف لے جاتے۔ نئے آئے
ہوئے مہمانوں کے ساتھ محبت بھری گفتگو شروع ہوتی جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ
فرداً فرداً سب کی باتیں سنتے اور ہر قسم کے سوالات کا جواب دیتے عام طور پر تو یہ ہوتا کہ
سائل کو سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب ارشاد فرمادیتے
گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کے دلوں پر حکومت فرمارہے ہیں۔ کسی مہمان کو کبھی کوئی شکایت
نہ ہوتی۔ رشد وہدایت اور دل موہ لینے والی گفتگو کا سلسلہ نماز عصر کی اذان سے کچھ دیر پہلے
تک جاری رہتا۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ تمام لوگوں کو بڑی مسجد میں جانے کا حکم فرماتے اور
خود بھی کچھ دیر بعد مسجد میں تشریف لے جاتے۔ مسجد میں تشریف فرما کر جوتوں کو قبلہ رخ
رکھتے جو جوتے قبلہ رخ نہ ہوتے۔ انہیں بھی قبلہ رخ کر دیتے۔ دایاں پاؤں مسجد میں
پہلے رکھتے اور بایاں پاؤں بعد میں۔ عصر کے فرائض سے پہلے چار سنتیں بڑے اہتمام
اور باقاعدگی سے ادا فرماتے۔ نماز عصر سے فارغ ہو کر دوبارہ پند ونصائح اور دعوت و
ارشاد میں مصروف ہو جاتے۔ حاضرین اس قدر لطف اندوز ہوتے کہ وہ چاہتے کہ یہ سلسلہ
کبھی ختم نہ ہو اور ہمیشہ قائم رہے۔ بعض اوقات اگر کچھ وقت مل جاتا تو اپنی ہمشیرہ صاحبہ
کے ہاں تشریف لے جاتے اور گاہے قبرستان تشریف لے جاتے۔

نماز مغرب کا وقت ہوتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑی مسجد میں تشریف لاتے۔
مسواک استعمال کرتے ہوئے سنت طریقے سے وضو فرماتے اور نماز مغرب باجماعت

ادا کرتے۔نماز سے فراغت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد کی چھت پر تشریف لے جاتے۔ گرمی کے موسم میں کھلی چھت پر اور سردی کے موسم میں چھت پر بنے ہوئے حجرے میں تشریف فرما ہوتے۔ چھ رکعت نوافل بطور نماز اوابین ادا فرماتے۔ پھر کچھ وقت کے لیے سر سجدے میں رکھ دیتے۔ بعدازاں دوسرے وظائف واذکار میں مصروف ہو جاتے۔ دوست احباب بھی اذکار میں شامل ہو جاتے۔ تمام احباب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اردگرد حلقہ کی شکل میں دوزانو بیٹھ جاتے۔ سورہ فاتحہ ۷ بار سورہ والضحیٰ ۷ بار سورہ حشر کی آخری تین آیات ۷ بار سورہ الم نشرح ۱۱ بار سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم و بحمدہٖ۔ استغفر اللہ لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم ۱۱ بار یا اللہ یا رحیم یا حیُ یا قیوم یا ودود یا کریمُ یا لطیف یا حسیبُ گیارہ گیارہ مرتبہ وظیفہ کرتے۔

عشاء کی اذان ہونے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نیچے تشریف لے آتے۔ فرائض سے پہلے چار رکعتیں سنت عصر کی سنتوں کی طرح بڑے اہتمام اور باقاعدگی سے ادا فرماتے۔ نمازِ عشاء کی امامت بھی خود ہی فرماتے۔ عشاء کی نماز میں سورہ والضحیٰ کی عموماً قرأت کرتے۔ فرائض، سنت، وتر اور نوافل نہایت اطمینان اور سکون سے ادا کرتے۔ وتر سے فراغت کے بعد دو لمبے لمبے سجدے کرتے ایک میں (سبوحٌ قدوسٌ رب الملائکۃ والروح) کا ذکر کرتے اور دوسرے میں اس کے بعد سر اٹھا کر تین بار سبحانك الملك القدوس پڑھتے۔ نمازِ عشاء سے فارغ ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ چھت پر تشریف لے جاتے۔ مختصر مراقبہ کرنے کے بعد سورۂ ملک کی تلاوت فرماتے پھر ختم شریف پڑھتے اور ایصالِ ثواب فرماتے اس موقع پر دعا میں پنجابی اشعار پڑھتے ان میں چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

ربا بھیج ثواب توں اس کلام طعام
او پرروح رسول ﷺ دے پھر مرسل نبی تمام
بعد اونہاں دے یار جو خاص نبی دے چار
بعد ازواج اولاد اونہاں دے کل اصحاب
بعد اونہاں دے تابعین کل امام تمام
ابوحنیفہ، شافعی، مالک، احمد نام

دعا سے فارغ ہونے کے بعد مریدین ومتوسلین کو ہدایات ارشاد فرماتے۔ پردے میں خواتین کو پند ونصائح ارشاد فرماتے اور اُن کے مسائل بھی حل فرماتے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ خواتین کے لیے صرف ہو جاتا۔ اُس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ دینی کتب کے مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ اگر وقت میسر آتا تو کچھ دیر کے لیے آرام فرماتے ورنہ مطالعہ کے بعد صبح کے اوراد ووظائف میں مصروف ہو جاتے۔ نمازِ تہجد اکثر گھر پر ادا فرماتے نمازِ تہجد بارہ رکعت ادا فرماتے۔ اس کے بعد تین ہزار مرتبہ درودِ خضری کا وظیفہ کرتے۔ فجر کی اذان سننے پر بڑی مسجد میں تشریف لے جاتے۔ یوں دوسرے دن کا آغاز ہو جاتا۔

حضرت صاحب قبلہ شرقپوری سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مختلف ادوار میں مختلف کیفیات اور حالات کی حامل تھی۔ ابتدائی زمانہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ جنگلات، دریاؤں اور قبرستانوں میں رہا کرتے تھے۔ جب طبیعت میں ٹھہراؤ پیدا ہوا تو مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا بعد ازاں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا حافظ حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ پٹوار سے ریٹائر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کا یہ تمام سلسلہ اُن کے سپرد کر دیا۔ ان کے انتقال پر ملال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ یہ کام سنبھال لیا اور امامت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ قاری محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو جب حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فیضان

نظر سے نوازا اور قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دل نورِ معرفت سے منور ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مسجد میں لا کر بٹھا دیا اور مسجد کے متعلق تمام امور ان کے سپرد کر دیئے اور خود رشد و ہدایت کے امور سر انجام دیتے رہے۔

۵ نمازِ جمعۃ المبارک

اسلامی دنوں میں جمعۃ المبارک کی بڑی فضیلت ہے۔ اس کو حدیث پاک میں سید الایام یعنی تمام دنوں کا سردار قرار دیا گیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں جمعۃ المبارک کو مسلمانوں کے لیے عید کا دن فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں (یوم الجمعہ یوم العید) یعنی جمعہ کا دن عید کا دن ہے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ جمعۃ المبارک کی تیاری جمعرات کو ہی شروع کر دینی چاہیے۔ یہ بات نہ صرف دوسروں کو فرماتے بلکہ خود بھی بڑی باقاعدگی کے ساتھ اس پر عمل کرتے۔ جمعرات کو ناخن تراشتے حجامت بنواتے اور کپڑے دھلا کر جمعۃ المبارک کی تیاری شروع فرما دیتے۔ جمعۃ المبارک کو چونکہ مہمان بھی کافی تعداد میں حاضر ہوتے اس لیے کھانا کھلانے کا سلسلہ صبح نو بجے سے ہی شروع ہو جاتا جو تقریباً بارہ بجے تک جاری رہتا۔ غسل وغیرہ گھر میں کرتے اور سنتیں بھی گھر پر ادا فرماتے اور پھر مسجد میں تشریف لے جاتے۔ مسجد میں لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر انتظار میں ہوتا۔ منبر شریف کے پاس جانے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ سیدھے نہ جاتے بلکہ دائیں طرف سے ہو کر تشریف لے جاتے۔ حاضرین ہمہ تن گوش ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ سنتے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ خطاب شروع فرماتے یوں معلوم ہوتا کہ سامعین عشقِ الٰہی اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوب چکے ہیں۔ خطاب سے پہلے جب خطبہ کے چند الفاظ ادا فرماتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ سادہ مدلل اور پر تاثیر ہوتا۔ جمعہ کی امامت

ہی خود فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کمال عجز و انکساری اور کسر نفسی سے فرمایا کرتے تھے کہ
میں تو اس قابل نہیں تھا، لیکن بڑوں کی رحلت فرمانے کے بعد یہ بوجھ اٹھانا پڑا۔ اگر
کوئی عالم دین یا مولانا آجاتے تو اسے جمعہ پڑھانے کا فرماتے۔ جمعۃ المبارک کے
فرائض کے بعد ظہر کے چار فرض پھر ادا فرماتے اور دوسرے لوگوں کو بھی ادا کرنے کی
تلقین فرماتے۔ اس کو احتیاطی ظہر کہا جاتا ہے۔ چونکہ جمعۃ المبارک کی کچھ شرطیں مفقود
ہیں۔ جس وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے احتیاطی ظہر ادا کی۔ اس سے حضرت کے علم و عمل کا
اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اکثر علماء کو مسائل معلوم ہونے کے باوجود احتیاطی ظہر کی پرواہ
نہیں لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک ولی کامل تھے۔ ان کے ہاں تو بے عملی کا تصور بھی نہیں کیا جا
سکتا تھا۔ آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے مریدین اور متوسلین کے لیے آج بھی میاں
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہی پیغام ہے کہ احتیاطی ظہر ادا کریں۔

وعظ یا خطبہ منبر پر بیٹھ کر دینے کی بجائے منبر کے پاس ہی کھڑے ہو کر فرمایا
کرتے۔ وعظ یا خطبہ کے لیے جب کھڑے ہوتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک زرد ہو
جاتا۔ جب آپ خطبہ دیتے وقت یہ کہتے الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ لم یزل
ولا یزال حی قیوم عالم قدیر. مدبر سمیع بصیر و اشهد ان لا الہ الا
اللہ وحدہٗ لا شریك له له الملك فله الحمد و کبرہ تکبیرا و اشهد
ان سیدنا و حبیبنا و نبینا محمداً عبدہ و رسوله الذی ارسل
بالحق بشیر و نذیرا صلی اللہ علیه وآله و اصحابه و بارك وسلم
تسلیما کثیرا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک بتدریج سرخ ہونا شروع ہو جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ
کے منہ سے یہ الفاظ بڑے پر جلال لہجے میں نکلتے تمام سامعین پر ہیبت و جلال کی
کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خطبہ کے بعد قرآنِ پاک کی چند آیات کی تلاوت
فرماتے اور پھر وعظ شروع کر دیتے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ بیان اور طریق وعظ عجیب طرز کا

ہوتا لوگ دور دور سے آئے ہوتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ آنے والے احباب کی دلی کیفیات اور حالات بیان کرتے جاتے اور جس قسم کی اصلاح کی ضرورت ہوتی اس کی نشاندہی فرما دیتے۔ اکثر لوگوں کے مسائل اور سوالات جو انہوں نے پوچھنا ہوتے وعظ کے دوران ہی حل فرما دیتے۔ سب لوگ اپنی اپنی جگہ سمجھ لیتے کہ ان کے سوالوں کے جوابات مل گئے ہیں۔ نیز ان کا حال اور کیفیت بھی بیان فرمادی ہے۔ عجیب رقت انگیز عالم ہوتا کوئی رو رہا ہے تو کسی پر وجد طاری ہے کسی کی آنکھیں نم آلود ہوتیں تو کوئی سکتے کے عالم میں ہوتا ماحول مختلف کیفیتوں کا حامل ہوتا۔ نمازِ جمعہ حنفی مذہب کے مطابق ادا فرماتے۔ تلقین و ارشاد کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے روز جو وعظ فرماتے وہ بڑا پر تاثیر ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ کا لب لباب یہ تھا کہ قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونا۔ دنیا سے بے رغبت ہونا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا۔ توحید اور اتباعِ سنت پر قائم رہنا۔ شکر و توکل و تقویٰ میں کامل ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا ہر حال میں مقدم رکھنا۔ اپنے فیصلے قرآن و سنت کے مطابق کرنا اور کچہریوں میں نہ لے جانا۔ ہر بستی میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی ترغیب دے اور برائی سے روکے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنا آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے کہ جو کچھ ہے بس معاملات ہی ہیں معاملات اچھے ہوں تو سب ٹھیک ہے۔ حلال روزی کمائیں اور کھائیں۔ سود خوری، رشوت خوری اور دوسروں کے حق کھانے سے منع فرماتے۔ معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کے مطابق عمل کرنا اس کے علاوہ کچھ اور اختیار نہ کریں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی پیروی نہ کرنا۔ ملبوسات اور معاشرت میں اپنے بزرگوں کی روش اختیار کرنا الغرض آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ اسوۂ حسنہ کا خلاصہ ہوتا۔

❁❁❁❁

باب ۱۲

ملفوظات وارشادات

متقدمین اور اولیائے کرام کی سوانح حیات اور اُن کے ارشادات اور ملفوظات رشد و ہدایت کا بے بہا خزانہ ہوتے ہیں جن کے مطالعہ سے نہ صرف ہم روحانی حظ اُٹھاتے ہیں بلکہ راہِ طریقت میں اُن سے رہنمائی بھی حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے اولیاء اللہ کے ارشادات اور ملفوظات کی ہماری زندگی میں بڑی اہمیت اور انفرادیت ہے۔ اولیاء کرام کا کلام دوسرے لوگوں کے کلام سے نمایاں ہوتا ہے۔ جن لوگوں کا اس مقدس گروہ سے تھوڑا سا بھی تعلق رہا ہے، وہ تمام لوگ اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ جہاں لمبے وعظ اپنے بے تحاشا طول وعرض کے باوجود کسی کی طبیعت پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ڈال سکتے وہاں اولیائے اللہ کے کلام کے ایک دو لفظ دل کی کایا پلٹ دیتے ہیں۔ اگرچہ اولیائے کرام کم سے کم گفتگو فرماتے ہیں لیکن ان کا اپنا حسنِ عمل ایسا ہوتا ہے کہ اس پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ اس لیے ان کا کلام بے پناہ تاثیر کا حامل ہوتا ہے۔ اولیائے کرام کا کلام صرف اپنی تاثیر کے لحاظ سے دوسروں سے مختلف نہیں ہوتا بلکہ اس کی صداقت اور حتمیت بھی اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ قرآنِ کریم اور سنت نبوی ﷺ کے آئینہ میں قوموں کے عروج وزوال اور افراد کے ماضی وحال کو دیکھتے ہیں۔ اس لیے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقائق اشیاء کا علم ودیعت کر کے انہیں روشن ضمیر بنادیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ان کے ارشادات حتمی اور صداقت پر مبنی

ہوتے ہیں۔

انسانی کردار و اطوار کو ایک مخصوص دستور العمل بنانے کے لیے جو کام محبت سرانجام دیتی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ جس طرح ہر محب اپنے محبوب کی ہر ادا اور راہ و رسم اپنانے پر فخر محسوس کرتا ہے اس طرح اولیائے کرام کا کلام بھی اپنی تاثیرات اور صداقت کے حوالے سے اپنے مریدوں کے لیے دستور العمل کی حیثیت رکھتا ہے۔

ولی اللہ کی معنوی صورت کا نقشہ اس کی عادات اور ملفوظات ہوتے ہیں، اولیاء اللہ کے فقر کا اندازہ کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی پیمانہ نہیں، کیونکہ ظاہری صورت کی ہر ایک حرکت باطنی صورت کی تحریک سے ہوتی ہے۔ جتنے کسی کے ملفوظات اور عادات اچھے ہوں گے اتنی ہی اس کی روح میں پاکیزگی زیادہ اور معاملات میں تسلسل قائم رہتا ہے اور اس کی ولایت کا درجہ بلند عزیمت پر قائم رہتا ہے۔

حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدیم ذرہ نوازی سے اس نعمت سے سرفراز و ممتاز فرمایا تھا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابل میں کسی دوسرے ولی کو عطا نہیں کی گئی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت کو سراسر افعال اور احوال بنا کر دوسرے لوگوں کے لیے ایک حجت قائم فرمایا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی فلسفیانہ گفتگو اور اصطلاحات کے چکر میں پڑنے سے سوالی کو الجھانے کے قائل نہیں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حقائق و معارف کے بیان کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے۔ بلکہ فرماتے کہ حدیث و قرآن سراسر حال ہونا چاہیے اور نقطوں کے اندر کچھ نہیں رکھا۔ بلکہ فرماتے تھے کہ جو کچھ ہے عمل ہے اور جو کچھ ہے ذوق ہے۔ البتہ ذوق کا میدان بہت وسیع تھا۔ کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنے حال کی حقیقت چند سادہ الفاظ میں اصحاب کے سامنے اس طرح بیان فرماتے جس سے کوئی اہمیت پیدا نہ ہو۔ حقائق و معارف کی پیدائش اگرچہ تفکر اور تخیل سے ہے اور حال کا پیدا ہونا عبادت اور راز کار کا نتیجہ ہوتا ہے اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ سادہ اور

آسان زبان میں عوام الناس سے گفتگو فرماتے اور علمائے کرام کے ساتھ قرآن وسنت کی روشنی میں گفتگو فرماتے اور مختصر الفاظ میں بڑے سے بڑے مسائل کو حل فرما دیتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگاروں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ بعد میں آنے والے سوانح نگاروں نے ملفوظات کے عنوان کے تحت ایک ہی باب میں بیان کیا ہے۔ ان میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسی گفتگو، اصلاحی بات چیت اور خطباتِ جمعہ کے ارشادات اخذ کیے گئے ہیں اور مختلف ذیلی عنوانات کے تحت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کو یکجا کیا گیا ہے۔ ہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات اور ملفوظات کا ہر پہلو سے جائزہ لیا ہے اور مندرجہ ذیل عنوانات جمع کیے ہیں:

۱ توحید

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

- ۱ لَا کی تلوار سے جب تک فنا نہ ہو اِلّا اللہ تک پہنچ نہیں سکتا۔
- ۲ لَا کے ساتھ ایسا رشتہ اختیار کرلے کہ تیری ذات کی بو تک نہ رہے، مگر یہ ہے بہت مشکل۔
- ۳ لَا کی تلوار سے تمام خواہشاتِ نفسانی کو قتل کر کے اِلّا اللہ کی وادیٔ انوار و اسرار میں ابدی طور پر داخل ہو، مگر یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر کہاں نصیب ہوتا ہے۔
- ۴ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا بھید یا اسرار و انوار اس وقت معلوم ہوتے ہیں جب ظاہری حواسِ خمسہ بند ہوں اور دل اللہ اللہ کرے۔
- ۵ اللہ اللہ بکثرت پڑھا کرو تاکہ بااللہ ہو جاؤ۔ کلمہ پڑھتے ہیں سب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مگر اس پر عمل نہیں کرتے معاذ اللہ۔

◆ ۶ خوشی، غمی، آرام و مصیبت، صحت و بیماری، گھر میں، سفر میں، کھڑے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرتے رہو۔
وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

◆ ۷ تو خداوندِ کریم پر قربان ہو جا وہ تجھ پر جنت نثار کر دے گا۔

◆ ۸ اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا یعنی قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہمیں حضرت محمد ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بتایا۔

◆ ۹ جو خداوند کریم کو حاضر و ناظر نہ جانے وہ کافر ہے پھر اس کی نافرمانی کیوں کرتے ہو؟

◆ ۱۰ خلقت کے پیچھے نہ بھاگو۔ خالق کی طرف رجوع کرو۔ کلمہ شریف کا اقرار اور تصدیق تب ظاہر ہوگی جب کہ وجود پر اثر ظاہر ہو اور سنتِ نبوی ﷺ کا نمونہ نظر آئے۔

◆ ۱۱ جو خداوندِ کریم کے ذکر میں مشغول رہتا ہے ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتا۔

ہے اوّل وہی آخر وہی و لاَ ہے ظاہر وہی باطن وہی و لاَ!

◆ ۱۲ جس طرف رب اُس طرف سب جو خدا سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے خواہ وہ کسی اور جنس ہی سے کیوں نہ ہو۔

◆ ۱۳ معراج شریف کے موقعہ پر حضور پر نور ﷺ نے آسمانوں میں ایک نورانی بندے کو دیکھ کر دریافت فرمایا یہ کوئی فرشتہ ہے تو جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کی یہ وہ بندہ ہے جس کے دل میں ہر وقت اللہ اللہ جاری رہتا تھا۔

◆ ۱۴ جو شخص زندگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے گا مرنے کے بعد خدا اس کو یاد رکھے گا۔

◆ ۱۵ جو انسانوں کی مجلس میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اللہ تعالیٰ اسے فرشتوں کی مجلس میں یاد فرمائے گا۔ جو تنہائی میں یاد کرے گا۔ جو اطاعتِ کاملہ اور شوقِ تمام

سے یاد کرے گا اس کو فضل اور آگے لے جا کر فضل اور رحمت سے یاد کرے گا۔ جو مجاہدہ سے یاد کرے گا اسے اللہ تعالیٰ مشاہدہ میں یاد فرمائے گا۔

- ہر حال میں چاہے گرمی ہو یا سردی، بیماری ہو یا تندرستی، سفر ہو یا حضر، سختی ہو یا نرمی اللہ کریم کو یاد کرتے رہنا چاہیے۔ (فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ۔)
- جس نے اس کو ایک بار پالیا پھر تازیست نہ بھلایا۔ یومنون بالغیب کی تصدیق اور خدا کے خوف کی تلوار جس پر اثر کر گئی وہ فلاح پا گیا۔
- اس وحدہٗ لاشریک کا پتہ حضور نبی کریم ﷺ نے بذریعہ سورۃ اخلاص دیا۔
- اللہ تعالیٰ کو اس طرح یاد کرو کہ اپنی ہستی کو بھول جاؤ۔
- در ایں غم خانہ کثرت چرا باشم چرا باشم
  کہ من در گلشن وحدت پریدن آرزو دارم
- اللہ تعالیٰ کو سوز و گداز اور درد بھرے دل کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔
- سرود سننا کوئی جائز تو نہیں سرود میں کیا ہوتا ہے ویسے ہی ہر ساعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرلے اور دل میں نقش کرلے۔
- ترک دنیا سے یہ مراد نہیں کہ جنگل میں چلے جاؤ بلکہ "ہتھ کار و نے دِل یار و نے" ہر سانس کے ساتھ اس کی یاد ہو۔ اللہ اللہ۔
- سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھنا بہت درجہ رکھتا ہے اس میں بے شمار فوائد ہیں۔ استغفار بھی بکثرت پڑھنا چاہیے۔
- اللہ تعالیٰ کا ذکر اللہ ھو اللہ ھو سب اذکار سے افضل ہے مگر افسوس یہ ہے کہ ہم سے ہوتا کچھ نہیں یہ اکثر ہونا چاہیے۔
- قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ڈر اور خوف کی وجہ سے سب نڈھال ہوں

گے لیکن بعض چہروں پر سے نور برستا ہوگا۔ لوگ حیران ہو کر گمان کریں گے کہ یہ شاید کوئی پیغمبروں علیہم کا گروہ ہے مگر معلوم ہوگا کہ یہ گروہ اللہ اللہ کرنے والوں کا ہے۔

- سینہ کے اندر دل، نفس اور روح ہے۔ اسی کے اندر حسد، کینہ، تکبر، امید اور بغض ہے ان سب کو جلا کر راکھ کرنے والا کلمہ شریف ہے۔
- جب عظمتِ الٰہی دل میں موجود ہو تو پھر کس کی مجال ہے کہ اسے ہراساں اور پریشان کر سکے۔
- کلمہ شریف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کو ایک ہی سانس میں دو مرتبہ کہے اور تیسری مرتبہ اسی سانس میں تمام کلمہ کہے۔
- کافروں نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا آپ ﷺ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں۔ انہوں نے پوچھا: اللہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔ یعنی اس کی مثل مثال ہی کوئی نہیں۔
- اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق ہر دلیل کو منقطع کر دینا چاہیے اور یومنون بالغیب پر ایمان قوی رکھنا چاہیے۔
- تقدیرِ الٰہی پر راضی رہو اور لاحول بکثرت پڑھو۔
- اللہ کریم، علیم وخبیر، اور بصیر ہیں۔ وہ مجرموں کی گھات میں ہیں وہ سب کچھ دیکھ اور سن رہے ہیں چاہے ظاہر ہو یا باطن۔
- کارخانہ قدرت میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب حکم خداوندی کے تحت ہو رہا ہے۔
- بادشاہی کسی کی نہیں، دین میں ہر ایک آزاد ہے۔ تلوار کا زور نہیں۔ یومنون بالغیب کی تصدیق اور خوف خدا کی تلوار جس پر چل گئی وہ فلاح پا گیا۔
- ذکر کی بے حد فضیلت ہے اس کی تاکید بھی بے حد ہوئی۔ یہاں تک کہ ہر حال

میں ذکر کرنے کی تاکید ہے۔

- کلمہ شریف میں ہی ابتدا ہے اور اسی میں انتہا ہے۔ اسی میں زندگی اور اسی میں حشر ہے جس کو اس کے اسرار و انوار مل گئے وہی کامیاب ہوا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہیں کوئی معبود و مقصود میرا بجز اللہ تعالیٰ کے اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔
- اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔

رسالت

حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

- لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔
- سید الابرار، قرار انس و جاں ﷺ باعثِ ایجادِ عالم ہمہ موجودات ہیں اور تمام جہانوں کے لیے باعثِ رحمت ظاہر و باطن ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا وجود مبارک کونین کے لیے رحمت ہے۔
- نبی کریم ﷺ انس و جاں کے علاوہ ہر چیز کے لیے بھی رسول ہیں۔
- جو کچھ دین کی نعمتیں ہمیں ملی ہیں یہ سب آپ ﷺ کے طفیل نصیب ہوئی ہیں۔
- دنیا ایک طرح تو بہت اچھی ہے چونکہ اسی دنیا میں پیغمبر علیہ السلام تشریف لائے اور اسی میں تشریف فرما ہیں۔
- حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے محمد مصطفی ﷺ فرشتوں کے رسول تھے۔
- رسول اللہ ﷺ انسانوں کے علاوہ جنوں کے بھی رسول ہیں۔
- گر نبودی ذات پاکت را وجود کن نگفتی خالق ارض و سما

ترجمہ: ''اگر آپ ﷺ کی پاک ذات کا وجود نہ ہوتا تو زمین و آسماں کا مالک کُن نہ فرماتا۔''

◆ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈر سنانے والے اور خوشخبری دینے والے بن کر دنیا میں تشریف لائے۔

◆ اگر اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کو ظاہر کرنا مقصود نہ ہوتا تو اپنا آپ بھی ظاہر نہ کرتا۔

◆ اس اللہ کا پتہ جو کہ بے مثل و بے مثال ہے نبی کریم ﷺ نے بتایا۔

◆ ہمیں جو کچھ نصیب ہوا ہے یہ سب کچھ حضور ﷺ کی زبان مبارک نورٌ علی نورٍ سے ملا ہے۔

◆ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جملہ انبیاء علیہم السلام سے افضل و اعلیٰ ہیں اور سب نبیوں علیہم السلام پر حضور ﷺ کے احسانات ہوئے ہیں۔

◆ قادرِ مطلق کا فرمان ہے جو نبی کریم ﷺ کے فیصلہ پر راضی ہو گا میں بھی اسی پر راضی ہوں گا۔

◆ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا پتہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہی دیا۔ توحید مطلق جاننے کے لیے سورہ اخلاص ہی بہت کافی و شافی ہے۔

◆ تمام جہانوں کے رہنے والوں سے حضور پرنور محبوبِ خدا ﷺ کی ہستی پاک کے بارے باز پرس ہوگی۔ گستاخ اور بے ادب پر لعنت ہوگی۔

◆ جس طرح گلاب کا پھول سب پھولوں کا سردار ہے اسی طرح حضرت محمد ﷺ سب رسولوں علیہم السلام کے سردار ہیں۔

◆ اللہ تعالیٰ، جبرائیل علیہ السلام اور قرآن کا پتہ ہمیں صرف اور صرف نبی کریم ﷺ نے ہی دیا ہے۔

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا حضور پرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ہر اعلیٰ سے اعلیٰ نصائح اور معمولی سے معمولی عیب کے بارے میں بھی آگاہ کر دیا۔
- جہان والو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک عین رحمت ہے۔
- بغیر اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے محبت بے معنی ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ
- جو کچھ ہم تک پہنچا ہے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے پہنچا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اسی میں سب کی نجات ہے۔
- پہلے رسالت ہے بعد میں توحید اگر رسالت کے تابع نہ ہوگا تو توحید سے دور ہو جائے گا۔
- بغیر اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا چاہے کچھ بھی کر لے۔
- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کے بغیر اللہ تعالیٰ کی رضا کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔
- بجز اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ اللہ کی محبت ثابت ہو سکتی ہے نہ ہی اللہ کی رضا کی امید رکھنی چاہیے۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری اللہ ہی کی فرمانبرداری ہے۔
- اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہیں تو رب العالمین بھی راضی ہے۔
- قوانین الٰہی اور شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہمیں جو کچھ معلوم ہوا وہ محض نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اور برکت سے ہے۔
- حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کل جہانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خوشخبری سنا کر اور اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے ڈرا کر لوگوں کی اصلاح فرمائیں۔

- فرمانِ خداوندی ہے۔ اے میرے حبیب ﷺ تیرے رب کی قسم تیرے فیصلہ پر راضی ہوگا میں بھی اس پر خوش ہوں گا۔
- قرآنِ پاک حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی صفت سے بھرا پڑا ہے۔
- یہ کمال نہیں کہ منہ مغرب کی طرف کرلیا جائے ایسا تو دوسرے بھی کرتے ہیں بلکہ کمال تو یہ ہے کہ توحید اور رسالت کو اس طرح جانو جس طرح جاننے کا حق ہے۔
- اللہ کریم کو وحدہٗ لاشریک مان کر امر ونہی پر سختی اور استقامت سے عمل کرنا اور حضور نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کو سچا نبی مان کر صدقِ دل سے اتباع سنت پر قائم رہنا بڑی سعادت ہے۔ جب اس پر دل وجان سے عمل ہوگا تو باقی جملہ امور از خود فرمانِ خداوندی کے عین تابع ہو جائیں گے۔
- یاد رکھو توحید اور رسالت باہمی مربوط ہیں، بغیر توحید کے رسالت نہیں اور بغیر رسالت کے توحید نہیں۔

۳ سنت نبوی ﷺ

حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنتِ نبوی ﷺ کے بارے میں فرمایا:

1. انسان کے تمام افعال، اعمال، اقوال، احوال، نبی کریم ﷺ کی شریعت مطہرہ کے عین مطابق ہونے چاہئیں۔
2. آپ ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میرے سامنے پیش کی تو میں واقعاتِ عالم کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے کوئی چیز ہاتھ کی ہتھیلی پر ہو۔ لہٰذا نہایت ضروری ہوا کہ جملہ افعال، اقوال، احوال اور اعمال میں سنت کی پیروی ہو اس میں صحیح عزت نصیب ہوگی۔
3. اس زمانہ میں جو سنت نبوی ﷺ پر سختی سے عمل پیرا ہوگا اسے سو شہیدوں کا

ثواب ملے گا۔

- ظاہری شکل وصورت سنت کے مطابق ہو ہر فعل کی نگرانی بلحاظِ شریعت پوری سختی سے کرو گے تو فلاح پاؤ گے۔
- خلافِ سنت کام کرنے والے کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو رنج ہوتا ہے، جو آپ ﷺ کو رنج پہنچائے گا دونوں جہانوں میں ذلیل وخوار ہوگا۔
- آج کل جب فتنہ وفساد برپا ہے حضور نبی کریم ﷺ کی سنت پر پیروی کرنے والے کو پچاس شہیدوں جتنا درجہ نصیب ہوگا۔
- اپنے دین وایمان اور اعتقاد پر سختی سے پابندی کرنی چاہیے خلافِ سنت کوئی کام نہ ہونا چاہیے۔
- اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا جو فرض کی ادائیگی میں سستی کرے اسے آپ ﷺ پکڑ لیں اور جو سنت کی ادائیگی میں سستی کرے گا یا غفلت کرے گا اسے میں پکڑ لوں گا۔
- جس شخص کا ظاہر عین سنت کے مطابق ہوگا اس کا باطن اللہ کریم خود درست فرمادے گا۔
- مسلمان آگ میں کود جانے کو آسان جانے مگر سنت کو چھوڑنا مشکل جانے۔
- جو سنت پر قائم رہے گا بڑا درجہ پائے گا۔
- سنت کی پابندی کے لیے قرآنِ پاک میں بڑی تاکید آئی ہے خواہ انسان جل جائے مگر تارکِ سنت نہ ہو۔
- جو فساد کے زمانہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوگا قیامت کے دن آقائے نامدار ﷺ اس کی خود شفاعت فرمائیں گے۔
- مسجد میں داخل ہوتے وقت سنت کے مطابق بسم اللہ شریف پڑھ کر دایاں

پاؤں اندر رکھو اور السلام علیکم کہو۔ جب باہر نکلنے لگو تو بایاں پاؤں باہر نکالو اور تھوڑا سا جوتے میں ڈالو پھر دایاں پاؤں باہر نکال کر پورا جوتے میں ڈال کر بایاں بھی پہن لو اور السلام علیکم کہو۔

⑤ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کا دعویٰ تو کرتا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کی پیروی نہیں کرتا وہ جھوٹا ہے، جھوٹا ہے، جھوٹا ہے۔

④ قرآنِ پاک

حضرت اعلیٰ میاں صاحب شرقپوری سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

① قرآن مجید جو ہم تک بذریعہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچا یہ عین روحانی اور جسمانی بیماریوں کے علاج کے واسطے ہے۔ اس میں درج قوانین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جو دین اور دنیا کا مالک ہے اس لیے انسان کے لیے مفید اور موزوں ہیں مگر بعض جانتے ہیں اور بعض نہیں جانتے۔

② آج تک کلام اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکا اور نہ کر سکے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ حالانکہ باقی آسمانی کتب میں لوگوں نے اپنی مرضی کے مطابق ترامیم اور اضافہ کر لیا ہے۔

③ قرآنِ شریف انسان کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کا شافی علاج ہے۔

④ انگریزی بامعنی ہر کوئی پڑھتا ہے مگر افسوس قرآن شریف بامعنی کوئی نہیں پڑھتا۔ رسمی پڑھنے سے وہ فائدہ نہیں مل سکتا جو سمجھ کر پڑھنے سے ملتا ہے۔

⑤ قرآنِ مجید سے شفا اور رحمت ملتی ہے۔ تلاوت میں باادب رہنا ضروری ہے۔ محبت خداوندی ہو اور نیت عمل کرنے کی۔

⑥ قرآن مجید میں رسمی پڑھنے کی بجائے سوچ سمجھ کر غور و تدبر کر کے پڑھنے میں

نفع ہے۔

- قرآن شریف کا ہر نقطہ، زیر، زبر، پیش، اپنی اپنی جگہ پر جامع ہے۔ ایک زمانہ آئے گا قرآن شریف رسمی طور پر پڑھا اور پڑھایا جائے گا۔ مرد و عورت پڑھنے والے زیادہ ہوں گے لیکن عمل کرنے والے کم۔
- جس نے قرآن شریف کو دل و جان سے مان لیا اس نے گویا سابقہ تمام اللہ کی کتابوں کو مان لیا اگر قرآن پاک کو نہیں مانا تو گویا کسی آسمانی کتاب کو نہیں مانا۔

مسلمان

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

- ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے کہ وہ نیکی کی ہدایت کرے اور بدی سے روکے۔ یہی مسلمان کی تعریف ہے اب اندازہ کریں کہ ہم اس پر کہاں تک عامل ہیں۔
- جب تک انسان اپنی جان و مال اور اولاد سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات اور حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو عزیز نہ جانے مسلمان کہلانے کا حق دار نہ ہو سکے گا۔
- نام کی مسلمانی کسی کام نہ آئے گی۔ مسلمان کے گھر میں پیدا ہونا کوئی ذریعہ نجات نہیں اور نہ محض کلمہ پڑھ لینا کافی ہے۔
- مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی دوسرے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔
- کافر دل سے مانتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ منافق زبان سے کہتے تھے لیکن دل سے منکر تھے مگر مسلمان وہ ہے جو دل اور زبان دونوں سے تصدیق اور اقرار کرے۔ اِقْرَارٌ بلسان و تصدیقٌ بالقلب۔

- مسلمان کا دین اور دنیا ایک ہے۔ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔
- مسلمان جب اس ہدایات پر عمل پیرا تھے کہ پوری طرح اسلام میں داخل ہو جاؤ تو وہ فاتح کہلائے بڑی سے بڑی طاقت ان کے آگے نہ ٹھہر سکی آج ہم کدھر جا رہے ہیں۔
- مسلمانی در کتاب اور مسلمان در گو۔
- انسان کا وجود ہی اس کا دشمن ہے۔
- مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو اپنے مال سے زیادہ عزیز رکھے۔

ارکانِ اسلام

کلمہ

حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

- کلمہ پڑھنے کو تو سب پڑھتے ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔
- کلمہ شریف میں ہی ابتدا ہے اور اسی میں انتہا ہے اسی میں زندگی اور اسی میں حشر ہے جس کو اس کے اسرار و انوار مل گئے وہی کامیاب ہوا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ نہیں کوئی معبود بجز اللہ تعالیٰ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔
- کلمہ بامعنی پڑھو اور پڑھاؤ۔
- جس نے کلمہ شریف پڑھا اس پر باقی ارکانِ اسلام کی پابندی لازمی ہوگئی۔

◆ نماز پڑھو یہ تمہیں بے حیائی سے بچائے گی اور بدعت سے پرہیز کرو۔

◆ نماز نہایت عاجزی اطمینان اور توجہ سے پڑھی جائے تاکہ اس کا اثر چہرہ سے عیاں ہو۔ ممنوع افعال سے ہمیشہ بچو۔

◆ جب گھر میں لڑکا، لڑکی، بھائی بہن، بیوی وغیرہ بے نمازی ہوں اور گھر کا مالک ان کو نماز کا پابند نہ کرے تو اس سے باز پرس ہوگی۔

◆ نماز کی شکل ہے مگر نظر نہیں آتی جس طرح روح نظر نہیں آتی۔

◆ نماز کی بے حد تاکید ہے اور نماز ہی ذریعہ نجات ہے ترکِ نماز میں عذاب بھی بڑا سخت ہے۔

◆ ہر مسلمان نمازی کا فرض ہے کہ گھر اور باہر نماز پڑھنے کی تاکید کرتا رہے۔

◆ حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ کافر ہے۔

◆ بغداد والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی نماز نہ پڑھے اس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا۔

◆ نماز فحش عادات و حرکات سے بچاتی ہے۔

◆ نماز کی پابندی بہ دل و جان کرنی چاہیے۔ نماز پڑھنی بھی کسی اللہ کے بندے سے سیکھنی چاہیے۔

◆ جمعۃ المبارک کی نماز میں تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک سودا سلف خریدنے ہم دوسرے دعاؤں کے واسطے، تیسرے کچھ حاصل کرنے کے لیے پس یہ تیسرا گروہ فائدہ پانے والا ہے۔

◆ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جمعہ کی نماز کی تاکید کرو اس دن کی بہت فضیلت ہے۔

- جب خطبہ جمعہ شروع ہو جائے تو سنت یا نفل نہ پڑھنے چاہئیں۔
- تین جمعہ متواتر چھوڑنے والے کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے
- جمعہ کے دن شیاطین کثرت سے گردش کرتے ہیں اور جمعہ کے لیے تیار اور نمازِ جمعہ سے روکتے ہیں۔
- نبی کریم ﷺ نے جمعہ کی سخت تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ جہاد سے بھی زیادہ تاکید فرمائی ہے۔
- نماز باجماعت ادا کرنے کی اس قدر تاکید فرمائی گئی ہے کہ شاید بغیر جماعت کے نماز ہوتی ہی نہیں سکتی۔ رات کے قیام کی اس قدر تاکید کی گئی ہے کہ شاید سونا حرام ہو گیا ہو۔
- عام لوگ پانچ نمازیں پڑھیں تو سیدوں کو سات پڑھنی چاہئیں۔

روزہ

- روزہ کا اجر اللہ تعالیٰ بطور خاص عطا فرمائیں گے۔
- روزہ قیامت کے دن ڈھال ثابت ہوگا۔
- روزہ سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔
- روزے دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عنبر اور کستوری سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

زکوٰۃ

- لوگوں کی کمائی میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں، مسافروں، بیوہ عورتوں کا حصہ ہے۔
- زکوٰۃ ادا کرو قرآن پاک میں تاکید فرمائی گئی ہے۔

- قیامت کے دن تیرا مال اور رزق تیرے کسی کام نہ آئے گا۔ ہاں اللہ کی راہ میں لگایا ہو تو یہ ضرور نافع ہو گا۔
- جو کھایا سو گوایا جو جوڑا سو بوڑا اور جو دیا سو لیا۔

حج

- ہمت ہو تو حج کرو حج سے انسان کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔
- انسان کو زادِ راہ کے بغیر حج پر روانہ نہ ہونا چاہیے۔

حقوق العباد

حقوق العباد کے بارے میں فرمایا کہ:

- برادری خویش و اقارب کے حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے اور دنیوی معاملات ترک نہیں کر دینے چاہئیں۔
- اپنے سے سب کو اچھا جانو۔
- ہر ایک سے بھلا کرو اس بات کی کوشش کرو کہ کوئی شخص تجھ سے دل برداشتہ نہ ہو۔
- جو شخص کسی دوسرے کے ساتھ حسد اور بغض رکھتا ہے وہ خود گھاٹے میں ہے۔ دوسروں کے ساتھ نیکی کر خدا تعالیٰ تیرے ساتھ مہربانی فرمائے گا۔
- کسی پر ظلم نہ کرو۔ حقوق العباد کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔
- جب کوئی شخص کسی پر احسان کرے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے چونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی احسان کرنے والا نہیں ہے اس طرح ہر قسم کا نفع نعمت اور عزت سب خداوند کریم کی طرف سے ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے ہمسایہ کے حق میں اس قدر تاکید فرمائی کہ گمان ہوا کہ شاید وہ

وارث ہی نہ ہو جائیں۔

- بیوی کے حقوق کی اتنی تاکید فرمائی کہ خیال ہوا کہ شاید طلاق حرام ہو گئی ہے۔
- بیوہ، یتیم، غریب، مسکین اور ہمسایہ کا خیال رکھنا چاہیے۔
- مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے ہر قیمتی چیز سے بڑھ کر محبت کرنی چاہیے۔
- ہمسایہ سے حتیٰ الوسع نیک سلوک کرو اور کوئی چیز قلیل استعمال مانگے تو نہ نہ کرو۔
- اوّل تو قرض لینا ہی نہیں چاہیے اگر لے تو بخوشی ادا کرو۔
- مسلمانوں کی ہر طرح سے مدد کرنی چاہیے تاکہ یہ غیروں کی طرف رجوع نہ کریں۔

حقوق اللہ

حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

- خداوند کریم نے ہر ایک چیز انسان کے لیے پیدا فرمائی مگر انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔
- نفلی عبادت فرضیت کو تقویت دیتی ہے مانند چھلکا بیضہ کے۔
- مولا کریم کی یاد میں شب بیداری کرتا کہ موت و قبر اور قیامت کے روز فلاح پا سکے۔
- اَطِیعو اللہ وَ اطیعو الرَّسول پر جملہ ارادے منقطع کر لے۔
- نئے کام اور نئی باتیں پھیل رہی ہیں۔ دیگر قومیں اپنے مذاہب پر سختی سے کاربند ہیں ہم کو بھی فکر کرنی چاہیے۔
- پہلے لوگ رات کو عبادت کرتے تھے دن کو ڈرتے تھے اب وہ بات کم نظر آتی ہے۔

راتیں زاری کر کر روون نیر اکھیاں دا دھوون
دنیں اوگنہار سداون سب تھیں نیویں ہوون

- ہمہ افعال، اقوال، اعمال اور معاملات اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہوں گے تو یہ عین عبادت ہے۔

۸ ہر مسلمان مرد وعورت پر لازم کر دیا گیا ہے کہ دین کی حفاظت اور نگرانی کرے۔

۹ دوستی بھی خدا کے واسطے ہو اور دشمنی بھی یعنی بغض بھی خدا کے واسطے ہونا چاہیے اور محبت بھی۔

اعمالِ صالح

حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

۱ شریعت کا فتویٰ ظاہر پر ہے اگر کوئی خلوصِ نیت سے ظاہری طور و اطوار درست کرلے تو خداوند کریم اس کے باطن کو بھی درست فرما دیتے ہیں۔

۲ انسان اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش کو پورا کرنے کے لیے بے حد جدو جہد کرتا ہے حتیٰ کہ بغیر جوتی چل پھر بھی نہیں سکتا مگر ہائے افسوس لوگ قرآنِ شریف پر عمل کیے بغیر کیسے زندگی گزار دیتے ہیں۔

۳ اسلام اور ایمان دونوں مل کر دین بنا ہے۔ اسلام میں کوئی فعل ظاہراً خلافِ شریعت نہیں ہونا چاہیے اور ایمان میں کوئی کام باطنی صفائی کے بغیر نہیں ہونا چاہیے۔ امید اور خوف میں رہنا چاہیے۔

۴ ایک سپاہی چند روپوں کی خاطر اپنی جان حکومت کے سپرد کر دیتا ہے مگر مالکِ حقیقی جس نے بے بہا نعمتیں وافر مقدار میں عطا فرمائی ہیں اس کی فرمانبرداری ہم کہاں تک کرتے ہیں۔

۵ کسی سے پوچھا جائے کہ پہنے ہوئے لباس میں فلاں چیز کتنے کی لی تو وہ ضرور قیمت بتائے گا لیکن اگر پوچھا جائے کہ دین کتنے کا لیا تو کیا جواب دو گے؟

۶ تیرا چہرہ چاند جیسا ہے تیرے اعمال ایسے صالح ہوں کہ مرنے کے بعد متغیر

نہ ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ منور ہو۔

◆ ۷ لوگوں کی شامتِ اعمال کی وجہ سے خشکی اور تری میں وبائیں پیدا ہو جائیں گی۔ بعض دفعہ ان کی بداعمالی کا بدلہ یہیں مل جاتا ہے۔

◆ ۸ فرمایا انسان جوتی کپڑا اور پگڑی کے بغیر تو جہاں میں چل پھر نہیں سکتا مگر عجب حیرانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے اور دنیا کے کاروبار میں بھی مصروف ہے۔

◆ ۹ آخر زمانہ میں ایسے فتنے اور فساد پیدا ہوں گے کہ بردبار سے بردبار شخص بھی حیران و پریشان ہو جائے گا اور مسلمان اپنے اعلیٰ قانونِ شریعت کو چھوڑ کر دوسروں کے راہ و رسم اختیار کر لیں گے۔

◆ ۱۰ جو کوئی اپنے عیبوں پر نظر رکھتا ہے اس کی روح کو تقویت پہنچتی ہے۔

◆ ۱۱ مولا کریم کی یاد میں شب بیداری کرتا کہ موت و قبر اور قیامت کے روز فلاح پا سکے۔

◆ ۱۲ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایسی قومیں اور گروہ پیدا ہوں گے جن کی زبانیں شہد شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی مگر اندر ان کے نفاق سے پُر ہوں گے۔

◆ ۱۳ اے انسان تو نے کبھی غور کیا کہ میں کیا ہوں۔ کہاں سے آیا ہوں کہاں جاؤں گا کیا ہو گا کیا کرنا ہے اور کیا کرتا ہوں۔

◆ ۱۴ والدین پر فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نیک کام کرنے کی ہدایت کریں مگر آج اس پر کوئی عمل نہیں کرتا جب اپنی اولاد کو ہی نیکی کی تلقین نہیں کرتا پھر دوسروں کو ہدایت کرنے کی کیسے جرأت کرے گا۔

◆ ۱۵ سب کچھ چھوڑ جاؤ گے بجز اعمال صالحہ۔ جو کچھ یہاں کماؤ گے اس کا بدلہ وہاں ضرور پاؤ گے۔

◆ دنیا کی حرص چھوڑ دے ورنہ خوار ہو گا ہاں نیک اعمال پر حریص ہو۔

◆ اولاد کو حافظ و عالم بنانا یہ بھی ذریعہ نجات ہو گی۔

◆ بعض عورتیں اور اولادیں تمہاری دشمن ہیں، ان کی پیروی نہ کرو بلکہ ان کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرو۔

◆ حضور پر نور شافع یوم النشور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمام امتوں پر فخر کرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال و کردار کی وجہ سے مجھے رنج پہنچے اور تم خوار ہو۔

◆ روزِ محشر انسان پر سوال ہو گا کہ کان سے کیا سنا کیوں سنا اور کس لیے سنا آنکھ سے کیا دیکھا کیوں دیکھا کس لیے دیکھا۔ دل کس طرف رجوع ہوا کیوں ہوا کس لیے ہوا۔ زبان سے کیا بولا کس لیے بولا کیوں بولا۔

◆ حشر کے دن نیک اور بد دونوں پریشان ہوں گے نیک اس لیے کہ وہ کہے گا افسوس اور نیکیاں کیوں نہ کر لیں اور بد اس لیے کہ اس نے توبہ کیوں نہ کی۔

◆ انسان عقبہ کی راہ کا سوداگر ہے۔ اس تجارت میں نیک اعمال نفع کی صورت میں اور بد اعمال نقصان کی مانند۔ نفس اس کا شریک راہ ہے جو گمراہ کرتا ہے۔

◆ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنی خواہش کی خاطر مجھ سے ناراض ہوتے ہیں مگر میری خاطر اپنے آپ پر کبھی ناراض نہیں ہوتے۔

◆ میت کو اٹھا کر سوئے قبر لے جاتے ہوئے چالیس سوال ہوتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی خوبصورتی کے لیے تو ہر روز منہ دھوتا تھا کبھی میرے لیے بھی دھویا تھا۔

◆ اے مسلمان ہوشیار ہو جا۔ جاگ۔ موت سے پہلے موت کا سامان کر لے تاکہ جان کنی کے وقت راحت ملے بے شک وہ بڑا مشکل وقت ہے۔

٢٦ جو توبہ کرے گا خداوند کریم اسے بخش دے گا کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہفت اعضاء پر نظر رکھتا ہے اگر ان میں سے ایک بھی نیکی میں مشغول ہوگا تو اسکے طفیل باقی سب کو بھی بخش دے گا۔

٢٧ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا تین باتوں پر عمل کرنے والا سچا مسلمان ہوتا ہے:

١ اس کے دل میں اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی اتنی محبت ہو کہ دوسرے کسی کی محبت کی گنجائش نہ رہے۔

٢ کسی سے محبت ہو تو محض اللہ کے واسطے ہو۔

٣ آگ میں جل جائے تو جل جائے مگر سنتِ نبوی ﷺ کا تارک نہ ہو۔

٢٨ جو نیک کام کرو محض خدا کے واسطے کرو دنیا کی غرض درمیان میں نہ ہو۔

٢٩ جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کو حاصل کرنے کے لیے کتنی محنت اور تردد کرنا پڑتا ہے۔ اور جب تک مقصد حاصل نہیں ہوتا چین نہیں آتا۔ مگر افسوس دین کے کاموں میں ہم سخت بے پرواہ ہیں اس کا انجام محشر کے دن معلوم ہوگا۔

٣٠ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: یا اللہ وہ کون سا ایسا نیک عمل ہے جسے کر کے میں تیرا مقبول بن جاؤں، حکم ہوا یہ مشکل ہے۔ آپ منتظر رہے مگر کوئی حکم نہ ہوا۔ آپ سخت غمزدہ ہوئے اور گریہ زاری شروع کر دی جس پر حکم ہوا بس یہی مقبول عمل ہے۔

٣١ خود نیک صالح اور پرہیزگار بنو اور گھر والوں کو بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

٣٢ نیک اعمال کرنے والے کی روح بوقت الوداع خوش خوش جاتی ہے۔

٣٣ ارشادِ نبوی ﷺ ہے جب انسان مر جاتا ہے۔ تو پھر اس کی آنکھیں کھلتی ہیں لیکن اس وقت کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

- بد شکل نیکو کار خوش شکل بدکار شخص سے بدر جہا بہتر ہے۔
- مرنے کے بعد سوال ہوگا اچھا لباس پہن کر جسم کو سنوار کر آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی شکل فخریہ دیکھتا تھا اور خوش ہوتا تھا اے انسان کبھی تو نے اپنے دل کو بھی ایسے ہی آراستہ و پیراستہ کیا تھا، کبھی موت کو بھی یاد کیا تھا، کبھی قبر کی بھی فکر کی تھی۔
- ممنوع افعال کی طرف لوگ ایسے بھاگتے ہیں جیسے پانی نچلی سطح کی طرف جاتا ہے۔
- حساب کے وقت کبھی حساب کا فکر بھی کیا ہے یعنی زندگی میں اپنے اعمال اور معاملات کو درست کرنے کی سعی کی تھی۔
- انگریزی لباس میں جو برہنگی بے پردگی آگئی ہے اس سے گھر والے بھی شرم نہیں کرتے۔
- اگر زبانی زبانی ہی ایمان لانا ہوتا تو کافر و منافق سب بخشے جاتے۔
- ایک بدعادت کو ترک کرنا کئی سال کی عبادت سے بہتر ہے۔
- حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے کہ میری امت پر ایک زمانہ آئے گا کہ جب لوگ سونے چاندی اور عورتوں کو کعبہ تصور کر کے گمراہ ہوں گے۔
- نفس ہر دو اعمال نیک و بد کو پسند کرتا ہے مگر بدی کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے انسان کو چاہیے کہ نفس کو قابو میں رکھے اور سرکش نہ ہونے دے ورنہ یہ اس کو درندے کی طرح چیر پھاڑ دے گا۔
- سوتے وقت دن بھر کے اعمال کا حساب کر لینا چاہیے کہ آج کون سے نیک اور کون سے بد عمل کئے ہیں پھر نیک اعمال پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے

اور برے کاموں کے لیے توبہ واستغفار کرنی چاہیے۔

- سچی توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔
- اب وقت ہے مرنے سے پہلے نیک اعمال کر کے خداوند کریم کو راضی کرلو۔
- جب حکمران ظالم ہو گا تو انسانوں کے اعمال بگڑ جائیں گے پھر بارش نہیں ہو گی۔
- جس چیز سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس کی جدائی سے رنج بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے اچھی چیزوں سے محبت رکھو تا کہ تمہارا رنج بھی تمہیں نفع دے۔
- دنیا کا غم نہ کر بلکہ عقبیٰ کا غم کھا آخرت کی فکر کر۔
- بڑے بڑے نام رکھتے ہیں حفیظ اللہ کلیم اللہ مگر عمل تو سب الٹ پلٹ ہیں۔
- ایک زمانہ آئے گا لوگ نیکی کر کے تصور کریں گے کہ مقبول ہو گئی مگر توبہ کے لیے کہیں گے کہ ابھی کافی عمر پڑی ہے۔
- ایک زمانہ آئے گا نیکی سے روکے جاؤ گے بدی کو رواج دیا جائے گا۔ اس وقت بردبار بندہ بھی حیران رہ جائے گا۔
- ہمہ افعال واقوال شرح محمدی ﷺ کے مطابق ہونے چاہئیں۔
- عزت اور ذلت دینا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو نیک اعمال کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے گا اور اللہ کے رسول ﷺ کو راضی رکھے گا اسے عزت ملے گی بصورتِ دیگر اس کے لیے ذلت ہے۔
- ہر دن نیا اور ہر رات نئی جانو یعنی زندگی کو غنیمت جان کر عبادت کرو کیا خبر اگلا دن یا اگلی رات آئے نہ آئے۔

رزق حلال

حضرت اعلیٰ میاں صاحب قبلہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

1. رزقِ حلال اور صدقِ مقال پر عمل ہونا چاہیے۔
2. کھانا کھاتے وقت محسوس کرو حلال کیا ہے حرام کیا ہے مشتبہ کھانا نہ کھاؤ۔
3. حلال رزق نیکی کی طرف اور حرام رزق بدی کی طرف کشش کرتا ہے۔
4. تیرا رزق جو تیری قسمت میں ہے ضرور ملے گا مگر کام اور محنت بھی کرنی چاہیے۔ رزقِ حلال کی خواہش رکھو۔
5. رزقِ حلال کھانے کی کوشش کرنی چاہیے جب اللہ کریم رازق ہے تو پھر حرام رزق کی تلاش کیوں کی جائے۔
6. حلال کا رزق جو نیک وسائل سے کما کر بال بچوں کے پیٹ میں ڈالا جائے وہ مثل خیرات ہے۔

خواہشاتِ نفسانی

1. آپ ﷺ نے فرمایا کہ خواہشاتِ نفس کی پیروی سے گناہ صادر ہوتے ہیں اور نیک اعمال محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور رحمت سے ہوتے ہیں۔
2. آج کل لوگ خواہشاتِ نفس کے لیے شریعت کا فتویٰ تلاش کرتے ہیں مگر دین حق کی تلاش میں کوشش نہیں کرتے۔
3. جو شخص اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے بھاگتا ہے وہ کتے کی مانند ہے۔
4. انسان کتنا ناشکرا اور ظالم ہے ایک سرسبز درخت کو کاٹ کر اپنے لیے ایندھن بناتا ہے۔ پھر اس کو کلہاڑے اور ہتھوڑے سے چیرتا پھاڑتا ہے۔ جب تک خود بھی اسی طرح کاٹا چیرا اور پھاڑا نہ جائے گا انسانیت کے قابل کب ہوگا۔
5. جو شخص اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور پھر کہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا یہ اس کی سراسر بے وقوفی ہے۔

۶ زندگی میں نفس سے حساب لیتے رہو۔ تاکہ حساب دیتے وقت آسانی ہو۔

۷ خواہشاتِ نفسانی کے مطابق کھانا پینا اور پہننا وغیرہ اصل مقصد سے دور لے جاتا ہے۔

۸ نفسانی خواہشات کی اندھا دھند پیروی کرنے والا حیوانوں سے بھی بدتر ہے۔

۹ آج کل لوگ پیٹ کے دھندوں میں غرق ہیں، مکرو دغا کرتے پھرتے ہیں۔ یاد رکھو عادات پر ہی حشر ہوگا۔

۱۰ خواہشاتِ نفسانی کو روکنا بڑی ہمت کا کام ہے دراصل یہی جہادِ اکبر ہے۔

۱۱ تن آسانی اور آسائش طلبی بالآخر تباہی کا باعث بننے لگتی ہے۔

۱۲ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کافر اس لیے ایمان نہ لاتے تھے کہ انہیں اپنی خاندانی عزت پر دھبہ آنے کا خدشہ تھا وہی کام آج کل بنا ہوا ہے۔ دینداروں کو دنیادار اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ انہوں نے اپنی خواہشات کو خدا بنالیا ہے ان سے ایک فعل بھی خلافِ شریعت ترک نہیں ہوتا۔

۱۳ انسان کا درجہ ایک لحاظ سے فرشتوں سے بھی اعلیٰ ہے اور اک لحاظ سے حیوانوں سے بھی بدتر۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا ۔ مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

۱۴ پرہیز (تقویٰ) عبادت سے بہتر ہے۔

۱۵ اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی وقعت رکھتی تو کافروں کو ہرگز روزی نہ دی جاتی۔

تلقینِ حق

حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

- ۱ جب کوئی بات خلافِ دین ہوتی دیکھو تو چیتے کی طرح جھپٹو۔
- ۲ اپنے سے کم تر کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ حق بات کہنے سے کبھی نہ ڈرو۔
- ۳ خداوند کریم دم بدم تیری نگرانی اور حفاظت کرتا ہے بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ کیا تو نے کبھی اس کا حقیقی طور پر شکریہ ادا کیا ہے اور حق بات کی تلقین کی ہے۔
- ۴ دنیا آزمائش کا گھر ہے اور آخرت آسائش کا گھر ہے اس کے لیے سامان پیدا کر اور حق بات کہنے سے نہ گھبرا۔
- ۵ باپ، چچا، بھائی اگر بے دین ہوں انہیں چھوڑ دو بلکہ ایسے گھر کو چھوڑ دو ایسا کون شیر ہے جو اللہ کی راہ میں سب کچھ فدا کرے۔
- ۶ ہر مسلمان مرد عورت کو چاہیے کہ وہ نیک کام کرنے کی ترغیب دے اور برے کاموں سے بچنے کی ہدایت کرے۔
- ۷ نئی باتیں اور نئے کام پھیل رہے ہیں۔ دیگر قومیں اپنے مذاہب پر سختی سے پابند ہیں، ہم کو بھی فکر اور دھیان کرنا چاہیے۔
- ۸ چودھریوں، نمبرداروں اور عزت داروں کے لیے لازم ہے کہ وہ دین کی اشاعت میں کوشش کریں۔
- ۹ علماء، فقراء اور امراء تینوں گروہ دین کے محافظ و نگران ہیں۔ اگر اُمراء اچھے ہوں گے تو لوگوں کی معاشرت خراب نہ ہوگی۔ فقراء اچھے ہوں گے تو لوگوں کی خصلت اچھی ہوگی اور اگر علماء اچھے ہوں گے تو لوگ اسلامی قوانین کے پابند ہوں گے۔
- ۱۰ دین کی محبت، حرارت اور غیرت چاہیے۔
- ۱۱ نیک کام کرنے اور نیکی کی تلقین کرنے والے کو درجۂ عظیم ملے گا۔
- ۱۲ دین کی اشاعت میں ملامت اٹھانے والا اللہ کے نزدیک پیارا ہے۔

۱۳. ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا ہے حق بات کوئی نہیں کہتا۔

۱۴. ایک تھانیدار تو سرکاری احکام کی تعمیل کرا لیتا ہے شور و غل مٹا دیتا ہے اور اپنا مقصد حل کر لیتا ہے مگر افسوس دین کے معاملات میں لوگ اپنے مالکِ اعلیٰ کی پرواہ نہیں کرتے سخت افسوس ہے۔

۱۵. ہر مسلمان مرد، عورت پر دین کی نگرانی کرنا فرض ہے۔

۱۶. جب تک انسان کی تار رب کریم سے نہیں ملتی تب تک وہ انسان نہیں بن سکتا۔ رب کریم سے تعلق پیدا کرنے کے لیے اتباع سنت ضروری ہے۔

صبر و شکر

صبر و شکر کے بارے میں حضرت اعلیٰ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

۱. خدا تعالیٰ انسان کی آزمائش مصیبت غم و فکر اور بھوک و پیاس کے ذریعے فرماتا ہے صبر و شکر سے اللہ تعالیٰ کی ہر آزمائش پر پورا اترنا چاہیے۔

۲. مصیبت اور تنگی جان و مال کا نقصان اور دوسری سب مصیبتیں عرشِ بریں کے خزانوں میں سے خزانے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ انسان صابر و شاکر اور راضی برضائے الٰہی رہے۔

۳. جب گھر میں کوئی مصیبت ہو تو حتی الوسع دوسروں کو خبر تک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی صفات فرشتوں میں بیان فرماتا ہے۔

۴. صابر مرد و زن حضرت ایوب علیہ السلام کی جماعت میں سے ہوں گے جو بلا حساب و کتاب جنت الفردوس میں جائیں گے۔ جب یہ جماعت خداوند قدوس کے حضور پیش ہوگی تو حکم ہوگا۔ انہیں جلدی بہشت میں لے جاؤ مجھے ان سے شرم آتی ہے۔

◆ جو شخص عزیز ترین چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف نہ کرے وہ اللہ کی رضا کو نہیں پاسکتا۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا۔

◆ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی عزیز ترین چیز قربان کرو۔

◆ جب انسان پر کوئی مصیبت نازل ہو تو گھبرائے نہ بلکہ یہ خیال کرے کہ انبیاء علیہم السلام پر کس قدر مصیبتیں نازل ہوئیں۔

◆ جو شخص تیرے ساتھ جفا کرے تو اس کے ساتھ وفا کر۔

◆ جو مصیبت کے وقت صبر و شکر کرے وہی سچا مسلمان ہے۔

◆ عیال دار بوقتِ مصیبت دستِ سوال دراز نہ کرے تو اس کے لیے بڑا اجر ہے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ رکھنا چاہیے جلد ہی اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک کشادگی کا دروازہ کھول دے گا جس کی وجہ سے مسرت اور خوشی حاصل ہوگی۔

◆ حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے پھر شکر کا شکر ادا کرتے۔

◆ انسان کا دل صابر اور زبان شاکر ہونی چاہیے یعنی دل سے صابر اور زبان سے شکر ادا ہونا چاہیے۔

◆ جب راحت ہو تو الحمد للہ پڑھے اور جب تکلیف اور پریشانی ہو تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھے۔

◆ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں ہو سکتا چاہے انسان کے جسم کا ہر ہر بال ہی شکر کیوں نہ ادا کرے۔

◆ انسان کو بیماری پریشانی اور مصیبت اتنی ہی پہنچتی ہے جتنی اس کی طاقت اس کو برداشت کر سکے۔

◆ اللہ وہ ہے جس نے حقیر پانی کی بوند سے انسان کو پیدا فرمایا۔ ہمہ اعضا اجسام درست پیدا فرمائے کان ناک آنکھ زبان، ہاتھ پاؤں پیدا فرمائے۔ ان

میں اگر کوئی ضائع ہو جائے یا خراب ہو جائے تو قادرِ مطلق کے علاوہ وہ کون کاری گر ہے جو اسے درست کر سکے بس ہر دم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ دانا عبرت حاصل کرتے ہیں حق تعالیٰ انسان کو نیست سے ہست میں لایا تو دیکھ۔

موت

موت کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

1. موت دنیا کی تمام آرزوؤں کو منقطع کر دیتی ہے۔
2. قبر انسان کو ہمیشہ یاد کرتی ہے مگر انسان غافل ہے زادِ راہ کی کوئی فکر نہیں کرتا۔
3. حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ موت ایک تحفہ ہے کیونکہ اس وقت دیدارِ الٰہی نصیب ہونے کی امید ہوتی ہے جس سے اعلیٰ و ارفع کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

علم

علم کے بارے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

1. علم کیا ہے؟ کسی شخص یا قوم سے پوچھو تو یہی کہیں گے علم کے معنی جاننے کے ہیں اب یہ جاننا تو ہوا مگر یہ خبر نہیں کس کو جاننا ہے صحیح جاننا تو یہ ہے کہ اس خالق کو جانے جس نے انسان کو ایک بوند سے پیدا کیا۔
2. اب مسلمانوں کی نہ شکلیں ٹھیک رہی ہیں نہ لباس درست رہا ہے تو اب کیا کیا جائے اب کس کے سامنے خطبہ پڑھا جائے جب علم کے معنی جاننا ہے تو انہوں نے کس کو جانا۔

باب نمبر ۱۳

مکتوبات اور تبرکات

کسی بزرگ کے خطوط و تبرکات عقیدتمندوں کے لیے قیمتی سرمایہ اور تاریخی دستاویزات ہوتے ہیں۔ حضرت میاں صاحب قبلہ شرقپوری سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات و تبرکات علمی نکات کا مخزن اور تصوف و معرفت کا بے بہا خزینہ، اسلامی احکام و مسائل کا گنجینہ اصلاح و تربیت کا دستور، عربی اردو ادب کا مرقع اور خدام کے لیے عظیم سرمایہ حیات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چند ایک خطوط پیش کیے جاتے ہیں۔

❶ صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔

(گواہی دی اللہ تعالیٰ نے کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی غالب و حکمت والا تحقیق دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے)

اسلام کی بڑی شان ہے آج کل مسلمان خود بخود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار کر بدحال ہو رہے ہیں۔ زبان سے کہتے ہیں لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مگر عمل نہیں اس پر معاذ اللہ۔ اسی سبب سے ہم پر خرابیاں ہوئیں خدا کے قہر کی سب نشانیاں پیدا ہوئیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ

رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ
وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۔

وہی ہے اللہ تعالیٰ جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ سب دینوں پر غالب آئے اور اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ عزوجل کے رسول ہیں ہدایت خلق اور احکام بیان کے ساتھ اسلام دین ہے تاکہ غالب کریں اس دین کو سب دینوں پر یعنی جو حق دین بھی ہے۔ تو اس کے احکام بھی غیر منسوخ ہیں باطل کو تو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ ہمارا کیا حال ہے دین کس کو کہتے ہیں سچا ماننا پیغمبر کو اور پہنچانا حق کا ایمان کافی نہیں۔ جب تک تصدیق و تسلیم پوری نہ ہو۔ کیونکہ کافر بھی حضرت محمد ﷺ کو حق جانتے تھے پھر از راہِ عناد انکار کرتے تھے دل میں تصدیق اور زبان سے اقرار سے پھر ہر عضو سے تصدیق و اقرار عمل میں ظاہر ہو۔ افسوس ہمارا کیا حال ہے۔ مگر فکر نہیں۔ اسلام نام باعتبار اعمال ظاہر کے ہے ایمان نام باعتبار باطن کے ہے بس دونوں کا نام دین ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۔

بڑا رکن اسلام کا اتحاد و اتفاق سو وہ ندارد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اسی کلمے میں نجات ہے۔ اسی میں حیات ہے۔ یہی کلمہ ہمارا آخری سہارا ہوگا۔ اسی کے سہارے ہم دنیا میں آئے اسی کے بل پر ہم آج تک قائم ہیں۔ اسی کے زور سے ہم از سرِ نو سب پر غالب آئیں گے۔

"تحقیق بھیجا ہم نے آپ ﷺ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔ تاکہ ایمان لائیں ساتھ اللہ اور رسول ﷺ کے اور قوت دو اس کو تعظیم کی اور تسبیح کرو اللہ کی صبح و شام پس جب رسول اللہ ﷺ شاہد یعنی گواہ ہوئے اور شاہد کو

مشاہدہ درکار ہے تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال و اقوال و اعمال حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ہوں۔

طبرانی کی حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے دنیا اٹھائی تو میں دیکھ رہا ہوں اسے جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ اے رہنمائے گمراہاں! اے بہترین از دو جہاں! اے خاتم النبیین اے مظہرِ نورِ خدا! مدد دے اے شَافِعُ الْمُذْنِبِیْنَ مدد۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴿۲۸﴾

ترجمہ: ”اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو اے حبیب ﷺ مگر تمام انسانوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

تمہارے فضائل و کمالات پس کامل خسارہ یہ ہے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴿۷۱﴾

ترجمہ: ”جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی وہ منزلِ مقصود کو پہنچا۔“

بغیر اطاعتِ رسول کریم ﷺ نہ اللہ کی محبت ثابت، نہ رضا کی امید۔ حضور ﷺ کی محبت ایمان ہے اور محبت بغیر اتباع نہیں۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا۔ ہر چہ داری صرف کن در راہ او فَاللّٰهُ خَیْرًا حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔ جو کام کر رہے ہیں یہی نتیجہ آخرت ہے یہی کام دنیا یہی کام دین۔ ذرہ ذرہ کی قدر خداوند کریم پیارے مولا کو معلوم ہے کیونکہ شہنشاہ نے خود ید قدرت سے بنایا۔ ہمارے وجود میں سب کچھ پیدا کیا۔ اور حکم کیا نیکی پر خرچ کرو نہ کہ بدی پر۔ زبان سے

فحش نہ کہو۔ میری یاد بے طمع ہو کر دل و جان سے کرو پھر سب کام تمہارے میرے فضل سے دین ہی ہوں گے۔ سو ہر ایک نے دنیا کو مقدم بنالیا حتیٰ کہ پیری مریدی بھی دنیا ہو گئی۔ للہ! محبت جاتی رہی۔ ''بنی آدم اعضائے یک دیگر یں'' کی بو نہ رہی۔ اللہ بس! خود غرضی نفس پرستی بری عادات ہمارا وطیرہ ہو گیا۔ یا اللہ میں غریب کو انسانی خصلت دے، صورتِ انسان میں حیوانی خصلت سے بیزار ہوں مگر پیش نہیں جاتی۔ کوچ کوچ بس! کچھ لکھنا تھا وہ فراموش ہوا خیر، یہ سانس غنیمت تھے مگر دنیا نے غفلت میں ڈال دیا بس!

(مرقومہ ۵ صفر ۱۳۲۸ھ/ ۱۶ فروری ۱۹۱۵)

دوسرا خط

اللہ حافظ

خداوند کریم تبارک و تعالیٰ اپنے فضل سے انجام بخیر کریں۔ سبحان اللہ! بندہ عجیب طرح کا ناشکرا ہے رحمان الرحیم نے بوند سے بے شمار خوبی سے بنایا۔ بال بال پر بے حد رحمتیں کر کے پالا بھی ہمیں آخر موت مقرر کی۔ مگر آدمی کو ذرہ تنبیہہ نہیں۔ آج کل اندھیرا ہو گیا ہے۔ مسلمانی در کتاب، مسلمان در گور پیٹ کے دھندوں میں غرق دنیاوی طور پر عزت ہوتی ہے۔ عورت قبیلہ میں زر۔ دین اللہ کے حق حقوق خرد برد قانون پر غریب قرآن عظیم پر ذرہ عمل نہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں جنگل اور دریاؤں میں آدمی کے کردار کے باعث بیماری اور بلائیں پھیل گئی ہیں۔ رزق فرعونی نے لوگوں کو بے دین کر دیا ہے ہر ایک اپنا اپنا مذہب بنا بیٹھا ہے۔ آج کل دین کا خیال رکھنا ضروری ہے مگر کہاں؟ آج ہی اپنی پیدائش کی طرف خیال کریں۔ کس کا حق ادا کر رہے ہو۔ پیری مریدی آج کی ٹھگی ہے۔ اخلاص سے خدمت کون کرتا ہے۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا۔ غریب بیمار ہے لکھنا محال ہے۔ صرف آپ کے واسطے چند حرف سخت تکلیف سے لکھے

ہیں آپ یہ جانیں جو مر گیا ہے۔ اللہ بس! اب رزق اور بے دینی ہی خدا ہے اس کو پوجو۔

حوالہ خداوند کریم اللہ جل شانہٗ بس۔

اپنے پرائے ہر دو بھول گئے۔ اللہ اکبر!

(۷ جمادی الاول ۱۳۴۵ھ/ ۱۳ نومبر ۱۹۲۶ئ)

۳ مولانا برکت علی رحمۃ اللہ علیہ مڑھ بھنگواں کے نام

رب العالمین ہر مسلمان مرد عورت پر اپنے فضل و کرم سے رحم فرمائے اور انجام بخیر فرمائے۔ آمین۔ نوازش نامہ صدور رہوا۔ از حد مشکور کہ اس عاجز کو آپ نے یاد فرمایا۔ الحمدللہ!

آپ کا نوازش نامہ دیکھ کر از حد شکر مولا کریم کیا۔ کیونکہ جب اللہ جل شانہٗ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں پر بارانِ رحمت کرنا چاہتے ہیں تو طلب کا بیج اُن کے ارض قلب میں اپنے دستِ قدرت سے گاڑ دیتے ہیں۔ تا کہ طلب کا پودا ابلا کی حرارت اور اُمید کی شبنم سے نشو ونما پا کر محبت کے پھل سے بار آور ہو۔ بیج سے بڑھ کر کوئی عزیز القدر چیز اور مقصود نہیں۔ کیونکہ یہ ایسا وصل ہے جسے فصل نہیں ہے اور ایسا فصل ہے کہ کوئی اور وصل ممکن ہی نہیں۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ہر ایک پودا جوں جوں نشو ونما پاتا ہے اس کی جڑ طلب غذا اور منبع نشو ونما سے قوی اور بڑھتی جاتی ہے اس لیے وہ کبھی سیر نہیں ہوتی۔ مولا کریم رحم فرمائے۔

نیز از حد تاکید ہے کہ بعد فراغت درود شریف عاجز کے لیے دعا فرمائیں۔

درون جائے جان است بے خبر۔ از دو جہاں بر سند جہاں است بے خبر۔

دنیا یوم چند آخر با خداوند! (پیر ۲۰ رمضان ۱۳۴۶ھ/ ۱۲ مارچ ۱۹۲۸ئ)

④ جناب قاضی محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ) کے نام

خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے آپ کا اور سب کا انجام بخیر کرے آپ بچ فرماتے ہیں۔ اول لائق نہیں بجز دعا چارہ نہیں۔ قبول کرنا رب العالمین کے اختیار، بیمار ہوں کمزور ہوں باریک پڑھا ہی نہیں جاتا جواب کیا لکھوں آپ جانیں مر گیا میں فقط اللہ تعالیٰ کا آسرا سب کو ہے۔

اللہ بس۔ دنیا یوم چند۔(۲۰ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ/ ۱۳ دسمبر ۱۹۲۷ئ)

⑤ مولوی علی محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نام

اللہ حافظ

اللہ کریم کی جو رحمت بال بال پر بے شمار ہو رہی ہے۔ ضرور دیکھیں اور شکر کریں دنیا یوم چند آخر کار باخداوند۔ قرآن شریف کی منزل غور سے، عمل اور ترقی محبت خداوند کریم کے لیے پڑھیں۔ خداوند کریم سے خداوند ہی کو چاہیں۔ آنکھیں کھولیں کہ آدمی کس غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ بے قرار ہو کر رات بسر کرو۔ مسلمان مرد و عورت کے لیے دعا ہر حال ترقی بہتر ہے۔ ہر حال عمر گذرتی ہے اور حال کم اور شوق بھی زیادہ دن بدن ہونا چاہیے۔ کیونکہ مالک الملک کو ملنا ہے۔ کل فانی پیارا صاحب لا ثانی

⑥ مولوی برکت علی رحمۃ اللہ علیہ (مڑھ بھنگواں) کے نام

اللہ حافظ

اللہ کریم کی جو رحمت بال بال پر بے شمار ہو رہی ہے ضرور دیکھیں اور شکر کریں۔ دنیا چند یوم آخر کار باخداوند۔ قرآن شریف کی منزل غور سے عمل اور ترقی محبت خداوند کریم کے لیے پڑھیں۔ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے رحم فرما کر انجام بخیر

فرمائے۔غریب کو کچھ خیال مدت کا تھا گو لائق نہیں مگر عزیز نے کچھ خیال نہیں کیا بڑی بات تو عمل ہے۔جو آج کل تہہ دل سے عنقا ہے۔دین کی طرف خیال کم بلکہ وہ بھی نہیں۔جب دنیا راس کل۔

حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔

بعد نماز گیارہ بار اور سوتے وقت اکیس بار۔یہ وجود بے سود بے علم ہے۔مگر آپ غور و فکر سے منزل شریف روزمرہ اگرچہ کم ہی ہو کیا کریں۔جل شانہ بس

◆ ۷ مولوی برکت علی رحمۃ اللہ علیہ (مڑھ بھنگواں) کے نام

رب العالمین! ہر مسلمان مرد و عورت پر اپنے فضل و کرم سے رحم فرما کر انجام بخیر فرمائے۔نوازش نامہ حضور شرفِ صدور لایا۔الحمدللہ! بے حد تعریف واحد کے لیے ہے جس کو واحد کہنے کے لیے زبان نہیں جو بال بال پر بے شمار غایت عنایت سے بے طلب فضل فرما رہا ہے از حد عاجز ہوں کسی لائق نہیں۔

دنیا یومِ چند آخر کار با خداوند۔اللہ جل شانہ بس ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۸ء

نوٹ: جناب حکیم مظفر حسین قریشی نے حضرت شیرِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کے وظیفہ کے جواز یا عدم جواز (جبکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس کو شرک قرار دیا تھا) کے بارے میں ایک عریضہ کے ذریعے دریافت کیا تھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل جواب تحریر فرمایا۔

◆ ۸ حکیم مظفر حسین قریشی صاحب (موضع انجنگے ضلع گوجرانوالہ) کے نام

خداوند کریم فضل و کرم سے انجام بخیر فرمائے۔بہر حال شکر اور ذکر و فکر ضروری۔

سو آج کل محال ہے۔ اس وسوسہ میں پڑنا زیبا نہیں۔ غریب تو پڑھا کرتا ہے بلکہ کل ولی سے امداد لینا جائز ہے۔ آپ کا دل چاہے تو خیر پڑھا کریں۔ حضرت میراں محی الدین شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ عجیب قسم کی توحید میں فنا تھے اس لیے جو لوگ ان کو یاد کرتے ہیں خداوند کریم کی محبت کامل ہو جاتی ہے۔ خیر سب کا رجوع رب کریم کی جانب ہے۔

فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ﴿۶۴﴾

آپ کا وجود غیر خدا سے نہیں بنا ہے۔ اس کا ثبوت قادری قلندروں سے لیں۔ اگر کوئی پڑھے تو خیر۔ خداوند کریم کی سنت جاری ہے ہر ایک کو ایک کام سپرد کیا ہے جیسا ہر چیز سے کام لیا جاتا ہے ویسا ہی ہے۔

درد لم ہزار درد است   لا گُن باکس نگویم
بہر حال جمال اللہ بینم۔   بہر حال جمال اللہ بینم
بجز روئش نخواہم ہیچ چیزے۔   ز شوق جانِ جمال اللہ بینم

ترجمہ: ''میرے دل میں ہزار درد ہیں۔ لیکن میں کسی سے نہیں کہتا۔ ہر حال میں مَیں اللہ کا جمال دیکھتا ہوں۔ ہر حال میں مَیں اللہ کا جمال دیکھتا ہوں۔ اس کے چہرے کے سوا میں کچھ نہیں چاہتا ہوں۔ میں دلی شوق سے اللہ کا جمال دیکھتا ہوں۔''

فرصت کم خط کی رسم ہی نہیں۔

⑨ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خط کے جواب میں

خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے انجام بخیر کریں۔

ا محمد عبدالحکیم شرف قادری علامہ تذکرہ اکابر اہلِ سنت صفحہ ۱۸۶

تحریر کی ضرورت نہیں پیشتر کارڈ ارسال کیا تھا۔شاید نہ ملا ہو گا۔زندگی کا اعتبار ہی نہیں۔خیر باجمعیت تمام دو ماہ رہیں...... دو روز کے واسطے آویں۔اللہ کریم پر بھروسہ کریں خط لکھنے چھوڑ دیں منزل قرآن شریف...... اللہ اللہ......کبھی کبھی تذکرہ غوثیہ فرصت کے وقت کچھ لکھنا تھا۔

⑩ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خط

۷۸۶

میرے رؤف الرحیم!

اگر بال بال زبان ہو جاوے تو آپ کی عنایات کا شکر ادا ہو نہیں سکتا شومیٔ قسمت سے آپ کے طرز الطاف اور خیال کو اس وقت نہ پاسکا اور ضروری امر سے رہ گیا۔ بیشک آپ کی ذات مبارک سب سے مستغنی ہے تو پھر اس ذرہ بے مقدار کی کیا ہستی۔مگر حقیر کو سوائے درِ اقدس کے بھی کوئی در ہے؟ کاش اس عاجز کو بھی کچھ عطا ہوتی اور اصل مطابقت تا کہ اس کا آنا جانا کبھی تو جناب کے خیال کے مطابق ہوتا۔بس سخت مجرم ہوں سوائے آپ کی ستاری و غفاری صفت کے چارہ نہیں کیا اس کو بے سمجھی کی وجہ سے درِ اقدس سے ہٹا رکھیں گے؟ بلکہ رحمت سے معاف فرمادیں گے۔

⑪ حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

یا! جل شانہٗ توفیق عطا فرما! آمین!

حضرت ایزد متعال. قادر ذوالجلال اپنے فضل و کرم سے انجام بخیر کریں...... اور جو رحمتیں برکتیں خود بخود بے شمار فرما رہے ہیں وجود کے ذرہ ذرہ پر ان پر غور و فکر کرنے کا مادہ بھی اور استقامت ارحم الراحمین سے ہے پھر بھی ہر حال شکر

ضروری ہے۔ استقامت بہتر از کرامت۔ لاشئی کیا عرض کرے عزیز کی طبع ہر طرح سے مبارک ہے کچھ بھول چوک اس سے ہی ہے۔ سانس کا اعتبار نہیں۔ دل سے یہی تصور جمالیں یا ستار یا غفار یا منعم یا رحمن یا رحیم! جان جائے تو بلا سے ترا دھیان نہ جائے سب طرح خیریت ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا۔

ترجمہ: "ہر چہ داری صرف کن در راہِ او۔"

رحمن و رحیم کمال شفقت سے حب رسولِ کریم ﷺ اور منزل قرآن شریف باادب تمام خود بخود کرادیں۔ وقت غنیمت ہے۔ دنیا چند یوم...... بس جل شانہ

سب کو نام بنام السلام علیکم!

۱۲ حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کیلیانوالہ کے نام

حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بایں الفاظ حضرت شیرِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام خط لکھا کہ قبلہ کونین وکعبہ دارین الحمد للہ! کارِما دردستِ مابود۔ سنگ دلِ ما یک نظر گوہر کند۔ حضور کے لیے قرب و بعد برابر بندہ ہر طرح نادم۔ تحقیق بیمار بے خبر ہوتا ہے۔ جواب میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تحریر فرمایا۔

ہے تو ایسا ہی مگر لحاظِ شریعت نسب سے بڑھ کر زیادہ ہے۔ حکیم مطلق کی حفاظت اور علاج سے مگر جتنا کہ اس پر ظاہر ہو۔ حاجت تحریر تو نہیں ہے اتوار اور سوموار سے کچھ مگر آج بروز منگل شاہ صاحب تشریف لائے ہیں اور آپ کی طبیعت سے مجمل اطلاع ملی...... الحمد للہ

۱۳ حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کیلیانوالہ کے نام

خداوند کریم محض فضل سے استقامت مرحمت فرمائیں۔

استقامت بہتر از کرامت...... قرآن شریف ضرور دیکھا کریں...... فضل و کرم سے جمعیت ہو...... پہلے سے طبع کچھ بہتر ہے...... حضرت رحمن و رحیم، عزیز کی طبع مبارک میں سود۔ راحت، فرحت اور کوئی راہ نہ رکھے۔ ہاں عجز کے ساتھ ہو خداوند کریم فضل سے انجام کریں۔ وہی بات خودبخود آپ پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ وہاں تو رحمت کے سوا گویا کچھ ہے ہی نہیں...... خیال ہی ہجر خیال ہی درد خیال ہی سوز خیال ہی فنا اور خیال ہی بقا۔ اپنا ارادہ چھوڑ کر امر نہی کا خیال ضروری ہے۔ پھر فضل ہی فضل ہے بس اللہ شانہ...... بعد بوقت ظہر۔

لَا مقصودَ اِلَّا اللہُ لَا مَحْبُوْبَ اِلَّا اللہُ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ

جو کچھ عزیز نے تحریر کیا ہے، حق ہے۔ خداوند کریم بطفیل حبیب اکرم رؤف الرحیم کے ایسا خیال مرحمت کریں جو تحریر سے رک جاویں۔ کبھی کبھی خیر خیریت سے عبدالرحمن کو مطلع کریں۔ عزیز! آپ کے پاس بہت کچھ ہے۔ تفسیر وغیرہ اس کا شغل کافی ہے۔ اول تو ذکر فکر ہر حال قال ضروری ہے۔ ہر ایک کو سپرد خداوند کریم جل شانہ وقت کو غنیمت جانیں۔ تفسیر ضرور دیکھا کریں۔ حال کی ترقی اور استقامت کے لیے وقت کم!

۱۴ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام

خداوند کریم سے انجام بخیر فرماویں۔

ہر طرح سے مالک الملک کی طرف خیال ضروری ہے۔ منزل قرآن شریف اور درود شریف ذکر فکر عبرت سے رہیں۔ ایک کارڈ اور خط ارسال خدمت کیا شاید ابھی نہ ملا ہوگا۔ بہرحال استقامت ضروری ہے۔ دنیا یوم چند آخر کار با خداوند۔ سب کو السلام علیکم...... میاں عبدالرحمن سے السلام علیکم باشوق۔ سب کی طرف سلام مسنون۔ سردار محمد و ابراہیم سے سلام مسنون۔

جز خدا کس نیست بر تو مہربان   دل مدہ غیر از خداوند جہاں را

تحریری تبرکات

جیسے ولی کامل مقبول بارگاہِ الٰہی ہوتا ہے۔اس طرح اس کی طرف منسوب چیز بھی متبرک ومحترم ہوتی ہے۔اس سے دل کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔

قطب الاقطاب زبدۃ العارفین، جنید وقت مجدد دوراں اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زمانہ میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بزبانِ عربی مع ترجمہ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتیں اور ایک سی حرفی اپنے دست اقدس سے خوشخط تحریر فرمائی تھی اور اپنے محبوب ترین مرید حضرت حکیم محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمائی۔ باصفا مرید نے اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے اس نعمت غیر مترقبہ کو محفوظ کرلیا۔جناب حاجی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایڈیٹر ماہنامہ "سلسبیل" لاہور نے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تبرکاتِ تحریرِ شیرِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ فوٹو کاپی لے کر شمارہ جون ۱۹۶۸ء میں شائع کیے۔یہ شمارہ حضرت صاجزادہ علامہ محمد عبدالروف نورانی نقشبندی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ و مدرس جامعہ فاروقیہ رضویہ باغبانپورہ لاہور کی ذاتی لائبریری سے ترتیب جدید کے دوران دستیاب ہوا۔مصنف چشمہ فیض شیر ربانی جناب محمد یٰسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شمارہ سے فوٹو لے کر "تبرکات شیرِ ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ" سطور ذیل میں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔علاوہ ازیں حضرت سرمد الحسینی شاہ مکان شریفی دامت برکاتہم العالیہ سے بھی یہ خطوط مبارکہ تذکرہ اولیائے نقشبند از محمد امین شرقپوری ماہنامہ نور اسلام شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ نمبر از حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ اور انشراح الصدور فی تذکرۃ النور از سید منیر حسین جوکالوی سے ماخوذ ہیں۔

عکس نمونہ تحریر

حضرت باباصاحب وحضرت میاں صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ مبارک سے لکھا ہوا اسم ذات باری تعالیٰ اور اسم پاک جو آپ کے فن خطاطی میں مہارت کی عکاسی کرتا ہے۔

قطعہ اسم ذات جو اعلیٰ حضرت شیر ربانی حضرت
میاں شیر محمد شرقپوری سلطان العارفین نے بدست مبارک
سے رقم فرمایا جس سے آپ کے حسن تحریر کا
اندازہ ہوتا ہے پیش نظر میں اسم ذات نہایت
خوبصورتی سے واضح کیا گیا ہے۔

عکس نمونہ تحریر

حضرت بابا صاحب و حضرت میاں صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قدہ حسنہ
وجمالہ صلوا علیہ وآلہ اجمعین

ما در دو جهان غیر خدا یار نداریم | جز یاد خدا هیچ دگر کار نداریم

درویش و فقیریم درین گوشهٔ دنیا | با نیک و بد خلق جهان کار نداریم

ما مست صبوحیم ز میخانهٔ توحید | حاجت بمی و بادهٔ خمار نداریم

با جامهٔ صد پاره و با خرقهٔ تشمیر | بر خاک نشینیم و ازین عار نداریم

گر یار و وفادار نداریم عجب نیست | ما یار بجز حضرت جبار نداریم

ما شاخ درختیم پر از میوهٔ توحید | بر رهگذر سنگ زند عار نداریم

ما تم زدگانیم درین گوشهٔ دنیا | چون زاغ گذر بر سر مردار نداریم

بنگر تو دل خستهٔ شمس الحق تبریز | ما جز هوس دیدهٔ دیدار نداریم

اللہ بس

باب نمبر ۱۴

شخصیات (خلفاء کرام رضی اللہ عنہم)

ہر ولی اللہ کا کام تعمیر انسانیت اور انسان سازی ہے۔کسی ایسے انسان کے کام اور کارکردگی کو پرکھنے کی ضرورت ہو اور اس کے کام کی کمیت، کیفیت کا اندازہ لگانا مقصود ہو تو اس کے کام کے نتائج پر نگاہ ڈالنی پڑتی ہے۔حضرت اعلیٰ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے کام کے نتائج دیکھنے دکھانے کی چنداں ضرورت نہ تھی، جبکہ دنیا نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے تھے۔ پنجاب بھر کا کوئی شہر، کوئی قصبہ ایسا نہ رہا جس کے اندر حضور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ، مہذب، بااخلاق، خدایاد، بے ریا اور روشن چہرہ والے موجود نہ ہوں۔لاہور جیسے شہر سے جب یہ لوگ گزرتے تھے تو بازاروں میں انگلیاں اٹھتی تھیں کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم جارہے ہیں۔جو کام حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سرانجام دیا وہ کسی دوسرے اہل اللہ کو نصیب نہیں ہوا۔ حضرت میاں ساحب رحمۃ اللہ علیہ کسی ایک کا گھر بھرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ تمام مسلمانوں کو اچھے اخلاق، اچھے عادات، اچھے لباس اور اچھے اکل حلال میں دیکھنا چاہتے تھے، بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر یہ تھا کہ مسلمان مسلمان نظر آئیں۔جس کسی شخص نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ کسی شخص کو دیکھا وہ اس بات کا اقرار کرے گا اور جس کسی نے ایک یا دو دن حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایام زندگی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں گذارے یا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ختم مبارک پر حاضر ہوا اور اپنی آنکھوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت یافتہ جماعت دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھا۔ "ھٰذا صبغة الله"

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا میں جو کچھ کر گئے یا اس دنیا کو دے گئے وہ احاطۂ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ خلفاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے جس انداز سے آگے بڑھایا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔اگرچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر متوسلین نسبت کی بلندی سے سرفراز تھے خواہ وہ صاحب اجازت ہوں یا نہ ہوں۔حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چالیسویں کے ختم مبارک کی روداد لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حضرت قبلہ مرشدم رحمۃ اللہ علیہ کے جہلم پر جب حاضر ہوا تو مجھے نہایت شوق تھا کہ مجازوں کی زیارت کر کے اپنا ارمان نکالوں بلکہ حاجی صاحب سے میں نے یہ خواہش بھی کی کہ ان کے ناموں کی فہرست عنایت ہو۔لیکن حاصل نہ ہو سکی۔پھر سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کے مجمع پر جب میری نظر اٹھتی تھی تو تمام چہروں کو بوستی ہوئی پار نکل جاتی تھی اور کسی ایک پر جمتی نہ تھی کیونکہ تمام نورانی اور مبارک چہرے ایک جیسے تھے اور تمیز مشکل تھی۔تاہم میں نے خیالی تصور سے بہت سے چہروں پر نظر جمائی کہ یہ مبارک چہرے ایسے ہیں کہ خلافت اور اجازت عامہ ان کو حاصل ہوگی۔لیکن دوسرے دن جلسۂ خاص میں مجاز حضرات اکٹھے ہوئے تو ان میں سے ایک بھی نہ تھا۔جنہیں میں نے اپنے تصور اور خیال میں لے رکھا تھا۔اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میرا خیال غلط تھا۔

خاص کند بندہ مصلحت عام را

کا مسئلہ تھا بلکہ بعض اصحاب تو اپنے صفات خاصہ میں ایسے ممتاز تھے کہ مجاز حضرات اُن سے مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔لیکن جس طرح حکمت الٰہیہ گرفت سے پاک ہے۔اُسی طرح اس کے اولیاء برگزیدہ کے اسرار اور حکمتیں بھی گرفت سے بالاتر ہیں۔اجازت اور خلافت کے لیے اوصافِ مذکورہ کے علاوہ کسی دوسری چیز کی ضرورت ہے جسے میں عقلِ عامہ سے تعبیر کرتا ہوں تاکہ وہ اپنے متوسلین کی ہر طرح کی نگہداشت اور ہر طرح کی تربیت کر سکے اور رستہ بتا سکے۔ورنہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے خادموں میں ایک ہی جماعت

دیکھنے میں آئی کہ اپنی استعداد روحانی میں نہایت بالاتر اور جسے اپنے اور پرائے سے تعلق نہیں۔ مگر چونکہ حضرت مرشدم رحمۃ اللہ علیہ پر کمالاتِ نبوت کا غلبہ تھا اور کمالاتِ ولایت مغلوب ہو چکے تھے اس لیے نگاہِ انتخاب نے بھی انہیں پسند کیا جو کمالاتِ نبوت کا ظل ہو سکیں خواہ کمالات ولایت کی اُن میں نمایاں کمی ہو۔ (انقلاب الحقیقت صفحہ ۱۹۸-۱۹۷)

آگے چل کر حضرت صاجزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ "انقلاب الحقیقت" میں لکھتے ہیں کہ مجھے اپنے جدِ امجد رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء پر نظر نہ جمتی تھی اور کہتا تھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ بھی نہیں کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جو بھی خلیفہ ہے تعلیم و تعلم کے سوا کچھ نہیں جانتا، نہ حلقہ مریدیت زیادہ رکھتے ہیں، نہ وسعتِ رزق کا ڈھیر ان کے سامنے دکھائی دیتا ہے، لیکن جب سے اللہ تعالیٰ نے نظر بلند عطا فرمائی اور اکثر خلفائے وقت مشہور اور غیر مشہور کا توازن کیا تو اوصافِ مذکورہ میں کوئی بھی ممتاز نہ پایا۔ بلکہ اکثر فیل۔ ہاں حضرت قبلہ جدِ امجد علیہ الرحمۃ کے خلفاء کو جتنا پایا ٹھوس پایا۔ بناوٹ ان میں نہیں اور تقویٰ و دیانت سے لبریز اور پیر و مرشد کے ارشاد پر کاربند اور اپنے حالات پر قانع اور شاکر۔ اب میں انہیں دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ جیسے کامل تھے ویسا ہی کام بھی کامل کیا۔ اصل میں وہ بموجب حکم آیت فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ ثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا بارہ تھے اور تیرھواں بارشاد اِنَّ اللهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ ہے کیونکہ آپ ہمیشہ تمام امور میں وتر پسند فرماتے۔ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ کی تعمیل بھی اپنی زبان مبارک سے فرما گئے لیکن ان میں سے چار کو اصالتاً جانتا ہوں کیونکہ آں حضور سراپا رحمت نے ان چاروں سے تعارف کرایا:

1. حضرت مولانا صاجزادہ مظہر قیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
2. مکرمی حاجی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ
3. مشفقی جناب سید اسماعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
4. برادرم سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (انقلاب الحقیقت صفحہ ۲۰۱-۲۰۰)

اس روئداد سے پتہ چلتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی تعداد بارہ تیرہ حضرات کے قریب تھی ان میں مذکورہ بالا حضرات کی شہرت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ ان میں بعض کی سادگی اور کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ جب چالیسویں کے موقعہ پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یار غار صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صاحبزادہ مظہر قیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کر کے ان کے ہاتھ مبارک سے حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجازوں کو خرقہ ہائے خلافت دلوائیں تو ان میں سے بعض کہنے لگے کہ ہم اس کے اہل نہیں اور نہ ہم کچھ جانتے ہیں لیکن سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تم لوگوں نے کیا کچھ سکھانا ہے جس کے تم اہل نہیں، بلکہ تم نے صرف سنتِ نبوی علیہ السلام کی دعوت خلق اللہ کو دینی ہے اور بس۔ اس میں کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض سوانح نگاروں کی تحقیق کے مطابق صرف نو (۹) حضرات کے تفصیلی حالات معلوم ہو سکے ہیں جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو آگے بڑھایا۔ ان میں بعض حضرات تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں صاحب برکت و یمن تسلیم ہو چکے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی تعداد کا تعین کرنا مشکل ہے تاہم ان میں سے جن کے اسماء گرامی یقین کی حد تک معلوم ہو سکے ان کے احوال و آثار، کشف و کرامات، تبلیغی و اصلاحی خدمات اور تعلیمات و ارشادات کو اس باب میں نہایت اختصار کے ساتھ مگر جامعیت سے پیش کیا گیا ہے۔ ان شخصیات کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

1. حضرت میاں غلام اللہ المعروف ثانی صاحب شرقپور شریف رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۵۷ء)
2. حضرت صاحبزادہ مظہر قیوم صاحب مکان شریف رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۴۲ء)
3. حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربل شریف رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۷ء)
4. حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری حضرت کرمانوالہ شریف رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۶ء)
5. حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری حضرت کیلیانوالہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۵۲ء)

٦ حضرت حاجی عبدالرحمٰن قصوری قصور شریف رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۴۰ء)

٧ حضرت سید محمد ابراہیم شاہ بخاری نارنگ منڈی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۷ء)

٨ ابوالرضا حضرت سید حاکم علی شاہ ملتان روڈ لاہور رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۴۰ء)

٩ حضرت میاں رحمت علی صاحب گھنگ شریف رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۷۰ء) رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

① حضرت میاں غلام اللہ المعروف ثانی صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں غلام اللہ المعروف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ۱۸۹۱ء میں شرقپور شریف میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام غلام اللہ تجویز فرمایا اور لقب ثانی صاحب تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نام کی بجائے لقب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ یہ لقب حاجی عبد الرحمٰن قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا تھا اور آج بھی اسی لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔

علم انسان کی لازوال دولت ہے۔ جس کے باعث قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے اور اعمال صالحہ کو اپنانے کا جذبہ اور سیئات (برائیوں) سے بچنے کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیم کا آغاز قرآنِ پاک سے کیا اور اپنے ننھیال میں رہتے ہوئے لاہور میں تعلیم مکمل کی۔

شیر ربانی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور ان کو اعلیٰ حضرت شیرِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے اعلیٰ درجہ کی محبت تھی۔ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ جس زمانہ لاہور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اس دوران جب اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد ستاتی تو وہ والدہ صاحبہ سے اجازت لے کر لاہور کی طرف روانہ ہو جاتے اور ادھر حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے کے لیے شرقپور شریف کی طرف روانہ ہو جاتے۔ اس طرح سفر کے دوران ہی دونوں بھائیوں

کی ملاقات ہو جاتی۔

خاندانی روایات کے مطابق حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فن طب شرقپور شریف کے مشہور حکیم، حکیم محمد اسماعیل صاحب سے حاصل کیا۔ کچھ عرصہ تک طبابت بھی کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ تک شرقپور شریف میں طبابت کرتے رہے۔ بعد میں میونسپل کمیٹی شرقپور شریف میں ملازمت اختیار کر لی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو کام کیا نہایت امانت و دیانت، صداقت و شرافت سے کیا۔

حضرت اعلیٰ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ یگانہ روزگار ولی کامل تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نہ صرف برصغیر پاک و ہند سے بلکہ دوسرے ملکوں سے بھی لوگ غلامی اختیار کرنے اور تزکیہ نفس کے لیے حاضر ہوتے اور اپنی جھولیاں بھر کر واپس پلٹتے۔ اس طرح بے شمار انسانوں کی زندگی میں انقلاب آیا اور وہ سنور گئے۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت اعلیٰ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر شرف بیعت حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ملازمت ترک کر دی۔ اور حضرت اعلیٰ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تربیت حاصل کرنے لگے۔ حضرت اعلیٰ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری ایام میں حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا اور سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلیا نوالہ اور بابا عبداللہ صاحب فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر یوں فرمایا: ''گھبرانا نہیں مہمانوں کی خدمت کرنا۔ جمعہ کی نماز خود پڑھانا۔ باقی نمازیں اور مسجد کا انتظام میاں ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی عبد الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دینا۔ جمعہ کی نماز کے علاوہ وقتاً فوقتاً دوسری نمازیں بھی پڑھانا اور جو آئے اسے اللہ اللہ بتا دینا۔ انشاء اللہ تمہیں کسی بات کی کمی نہیں رہے گی۔'' حضرت اعلیٰ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایسی نگاہِ ولایت ڈالی کہ برسوں کا سفر منٹوں میں طے کرا دیا۔ اور شرف خلافت سے بھی نواز دیا۔ جب ۱۹۲۸ء

میں اعلیٰ حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وصیت کے مطابق مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور آنے والوں کو اللہ اللہ بتانے لگے۔ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و متوسلین آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دل و جان سے احترام کرتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اعلیٰ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نائب کی حیثیت سے اُن پر شفقت فرمانے لگے۔ اس طرح ایک نئے سفر کا آغاز ہوا جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت سے چشمۂ فیض شیرِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ جاری ہوا جو تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

اسلامی تعلیمات میں اخلاقِ حسنہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اللہ جل شانہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کے بارے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔

یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اخلاق کے اعلیٰ منصب پر فائز ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن ہے۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل نمونہ اور مظہر تھے۔ جو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آتا آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے بڑی محبت سے ملتے۔ احوال دریافت فرماتے اور خیر و عافیت پوچھتے۔ ہر عقیدتمند کی کوشش ہوتی کہ حصولِ فیض اور تزکیۂ نفس کے لیے جلدی سے جلدی بارگاہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہو۔ خدام جو مسائل پوچھتے آپ رحمۃ اللہ علیہ محبت بھرے لہجے میں جواب مرحمت فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق عالیہ دیکھ کر حضرت اعلیٰ شیرِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ ہو جاتی۔

زمانہ قدیم سے مسلمانوں کے روحانی مراکز، مساجد اور دینی ادارے رہے ہیں۔ اسی لیے ہر دور میں ان کی تعمیر، مرمت اور آبادکاری کی ضرورت محسوس ہوتی رہی۔

مسلمانوں کے روحانی تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کے لیے حضرت اعلیٰ شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور، کوٹلہ شریف اور دیگر مقامات پر مساجد تعمیر کروائیں۔ ان میں سے کچھ کچی بھی تھیں۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سابقہ روایت کو قائم رکھتے ہوئے کچی مساجد کو پختہ کیا اور انہیں آباد کرنے کی کوشش فرمائی۔

شرقپور شریف میں شیعہ اور دیگر بدمذہب لوگ سادہ لوح سُنی مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوششیں کرتے رہتے۔ اس علاقہ میں اہلسنت کا کوئی دینی ادارہ نہیں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۴ء میں جامع مسجد حضرت اعلیٰ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں جامعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اس کا اصل نام ریاض المسلمین تھا جو شرقپور شریف کی مشہور تنظیم ''حزب الرسول'' جس کے سرپرست اعلیٰ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے کے زیر اہتمام چلتا رہا۔ جامع کے قائم ہوتے ہی قرب و جوار کے بچے تعلیم حاصل کرنے کے لیے آنا شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ بہت تھوڑے عرصہ میں شرقپور شریف اسلامی علوم وفنون کا مرکز بن گیا۔ کچھ عرصہ تک یہ ادارہ اسی مسجد میں چلتا رہا۔ بعد میں طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر حافظ نور علی صاحب کا مکان کرایہ پر حاصل کیا گیا۔ بعد میں اراضی حاصل کر کے باقاعدہ نقشہ کے تحت عمارت تعمیر کی گئی یہ عمارت تا حال موجود ہے۔ جس میں اب بھی شعبہ حفظ قرآن اور علوم اسلامیہ میں طلباء زیر تعلیم ہیں۔

چونکہ اس ادارہ کی بنیاد خلوص اور للّٰہیت پر رکھی گئی تھی اس لیے اسے جو عروج حاصل ہوا اس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مزید ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے ایک لائبریری قائم کی جس میں طلباء، اساتذہ اور عوام الناس کے استفادہ کے لیے تفسیر، حدیث، اصولِ تفسیر، اصولِ حدیث، اصول فقہ، لغت، صرف ونحو، منطق، فلسفہ، ادب، تاریخ، فارسی، عربی اور اردو کی نایاب کتب رکھی گئیں۔ لائبریری کو

معیاری بنانے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیرون ملک سے کتب منگوائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا یہ پودا آج بھی پورے جوبن پر ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ (انشاءاللہ)۔

سالانہ عرس اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اہتمام

ایصالِ ثواب کی تقریبات میں سے ایک محفل عرسِ پاک ہے۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا عرس پاک ہر سال مناتے۔ اس موقع پر آنے والے مریدین و متوسلین کی تربیت کی جاتی اور سنتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنانے کی تلقین کی جاتی جس سے بے شمار لوگوں نے اپنی گم کردہ راہ کو ازسرِنو پالیا اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہو گئے۔ عرس مبارک کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ احکام و مسائل شرعیہ میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ مذہبی تقریبات میں شرکت فرماتے۔ آپ کی گفتگو قرآن وسنت کے دلائل و براہین سے مزین ہوتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے جو بھی مسئلہ پوچھا جاتا فوراً جواب سے نوازتے۔ حضرت سید اسماعیل شاہ صاحب کرمانوالے، حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب کیلیانوالے، حضرت علامہ مولانا محمد عمر اچھروی اور حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمہم اللہ تعالیٰ حاضر خدمت ہوتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ علمی مسائل پر گفتگو فرماتے۔ تبلیغ دین علماء کے فرائض میں شامل ہے۔ اگر وہ اس سلسلے میں غفلت برتیں تو قیامت کے دن پوچھ ہوگی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی عالم ربانی تھے اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر بھی تبلیغِ دین کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ و نصیحت اور تربیت مریدین کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا رکھا تھا۔ اس لیے حلقہ احباب کے علاوہ جمعۃ المبارک کے موقعہ پر بھی خود خطاب فرماتے۔ دورانِ خطاب قرآن وسنت کے اَسرار و رُموز اس انداز سے بیان فرماتے کہ حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی اور الفاظ اُن کے دل و دماغ میں اُتر جاتے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر، تسمیہ کا وظیفہ، رزق

حلال کی اہمیت وفضیلت، کھانا کھانے کا سنت طریقہ، حقوق اللہ وحقوق العباد، صبر و تحمل، حالاتِ حاضرہ کے مسائل اور اُن کا حل، حرمت سود، معاشرے کو برائیوں سے کیسے پاک کرنا، ارکانِ اسلام کی اہمیت وفضیلت، ہمسایہ کے حقوق، فضائل مصطفوی ﷺ، فضائل و کمالات اولیاء اللہ اور فضائل علم وعلماء آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خطابات کے موضوعات ہوتے۔

اسلامی عبادات میں حج بیت اللہ شریف کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ انسان زندگی میں سینکڑوں نہیں ہزاروں سفر کرتا ہے۔لیکن حرمین شریفین کے سفر کی شان نرالی ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تین بار حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی یاایک حج اپنی طرف سے دوسرا والدہ صاحبہ کی طرف سے اور تیسرا اعلیٰ حضرت میاں صاحبؒ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے۔ہر موقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ رسول ﷺ پر بھی حاضری دی۔

انسان کی تخلیق کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت کرنا ہے۔حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مذہبی، علمی، روحانی اور پابند صوم وصلوٰۃ گھرانے میں آنکھ کھولی اس لیے بچپن سے ہی پابند صوم وصلوٰۃ اور نیکی کے کاموں کو پسند فرماتے تھے۔نماز پنجگانہ کے علاوہ نمازِ تہجد بھی باقاعدگی سے ادا کرتے اور اَوراد و وظائف کے پابند تھے۔نماز تمام عباذات سے اعلیٰ عبادت ہے۔ بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ نماز اُم العبادات ہے۔حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کو پہلا وظیفہ نماز ہی کا بتایا کرتے۔ نیز نماز باجماعت ادا کرنے کو اعظم الوظائف قرار دیتے اور فرمایا کرتے نماز باجماعت ادا کرنا ہزاروں وظائف سے بہتر ہے۔

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز میں خیالات سے نجات حاصل کرنے کے لیے فرمایا کرتے کہ نماز ہر وقت انہماک اور رضائے الٰہی کے لیے باقاعدہ پڑھنے سے تصورات وخیالات کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ نیز فرمایا کرتے نماز ہمیشہ باقاعدگی سے

پڑھنی چاہیے قبول کرنا خداوند کریم کا کام ہے۔
عموماً دیکھا گیا ہے کہ پیر صاحب تبلیغی دورے پر ہیں یا کہیں زیاراتِ قبور کے لیے سفر پر ہیں تو مریدین کا ایک گروہ ساتھ ہے۔ کسی نے جوتا اٹھا رکھا ہے تو کسی نے بیگ اٹھا رکھا ہے کسی نے دیگر سامان اٹھا رکھا ہے اور پیر صاحب شانِ بے نیازی سے آگے آگے جا رہے ہیں جبکہ مریدین کی فوج ظفر موج پیچھے پیچھے چل رہی ہے۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی میں یہ امور نہیں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اگر سفر پر ہوتے تو ساتھیوں کو آگے چلنے کا حکم دیتے۔ حضرت اعلیٰ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کے مطابق کسی کو جوتا اٹھانے کی ہرگز اجازت نہ ہوتی۔ عاجزی و انکساری کا یہ عالم تھا کہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ عام پیروں کی طرح مال بٹورنے، دعوتیں اڑانے اور نذرو نیاز حاصل کرنے کے لیے کبھی کسی مرید کے ہاں نہ جاتے تھے۔ البتہ تبلیغ دین اور اصلاح احوال کے لیے کبھی کبھار تشریف لے جاتے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ پیر صوم وصلوٰۃ اور دیگر امور شرعیہ کی پابندی نہیں کرتے۔ بے پردہ عورتیں آتیں اور ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بیعت کرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایسے امورِ قبیحہ کو قریب نہ آنے دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خواتین کو پردہ کرنے اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی کا حکم فرماتے اور پردہ کے بغیر کسی خاتون سے گفتگو نہ فرماتے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ خواتین کو وعظ و نصیحت فرماتے اور تلقین ذکر فرماتے تو پردہ کا سخت انتظام ہوتا اور پردے میں ان کو اللہ اللہ کی تلقین فرماتے۔

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت میاں صاحب شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امانت و دیانت کی اعلیٰ مثال تھے۔ ہر معاملے میں شریعت مطہرہ کے اصولوں کو مدِنظر رکھتے۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالغفور صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے چند طلبا کو لنگر کے لیے

گندم پسوانے کے لیے چکی پر بھیجا اور سوا روپیہ بطور پسائی عطا فرمایا۔ لڑکے ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں رکنے کا حکم دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سوا روپیہ واپس لے کر گھر سے نیا سوا روپیہ منگوا کر انہیں دیا اور فرمایا کہ چونکہ یہ آٹا لنگر کا ہے اور تمہیں جو پیسے دیئے تھے وہ جامعہ کے تھے۔ یہ پیسے اس لیے واپس لیے ہیں کہ جامعہ کی امانت ہیں اب لنگر کے آٹے کے لئے لنگر کے فنڈ سے دیئے ہیں۔ اسے کہتے ہیں تقویٰ و پرہیزگاری۔

انسان کو اپنی زندگی میں کئی اتار چڑھاؤ سے گزرنا پڑتا ہے، کبھی خوشی دیکھتا ہے اور کبھی غم و پریشانی۔ ان امور کو عام آدمی خواہ کچھ کہے لیکن اللہ والوں کے نزدیک یہ من جانب اللہ ہوتے ہیں کیونکہ ان کا ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر مکمل توکل ہوتا ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس صفت سے متصف تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر امر کو من جانب اللہ تصور فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک باغ تھا جو وسیع و عریض رقبہ پر پھیلا ہوا تھا۔ ایک دفعہ دریائے راوی اور نالہ ڈیک کی طغیانی کی وجہ سے وہ عظیم الشان پھل دار درختوں پر مشتمل باغ چند دنوں میں مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ خادم باغ حاضر خدمت ہوا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صبر و تحمل کی تصویر بنے سن رہے تھے۔ خادم سے فرمایا چونکہ باغ میری ملکیت تھا اس لئے رونا تو مجھے چاہیے لیکن میں تو نہیں روتا اور نہ پریشان ہوں کیونکہ حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کا تھا اس نے لے لیا ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

ایک دفعہ سالانہ عرس مبارک شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے موقعہ پر لنگر میں کمی محسوس کی گئی۔ شرکاء عرس کی نسبت لنگر بہت قلیل تھا۔ خدام نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پریشانی کے عالم میں اس سلسلے میں عرض کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں جس ہستی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہے وہ خود انتظام کر دیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹرک راشن کا بھرا ہوا آ گیا۔ وہ راشن اتارا گیا اور لنگر تیار کیا گیا

جو تمام شرکاء کے لیے کافی ہو گیا۔

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مذہبی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق جامع مسجد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف میں باقاعدگی سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمانا شروع کیا جو تاحیات جاری رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خطبہ میں قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں مسائل شرعیہ بیان فرماتے۔ خطاب اس قدر پرتاثیر ہوتا کہ سامعین پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ علاوہ ازیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مساجد کی مرمت کروائی اور انہیں آباد کیا۔ شرقپور شریف میں مسلک اہلسنت و جماعت کے تحفظ اور دفاع کے لیے جامعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اجرا فرمایا جس کا فیض پوری دنیا میں پہنچا۔

آزادی ایک عظیم نعمت خداوندی ہے۔ ہندوستان پر انگریز کے قابض ہونے سے ہی مسلمانوں نے آزادی حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں تھیں۔ اپنے اپنے ادوار میں علماء اہلسنت اور عوام اہلسنت نے ہمیشہ آزادی کے لیے قربانیاں دیں۔ مسلم لیگ کے زیر اہتمام چلنے والی تحریک آزادی میں علماء اور مشائخ اہلسنت پیش پیش تھے۔ ان ہزاروں علماء و مشائخ میں سے ایک حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شرقپور شریف میں تحریک آزادی پاکستان کا پہلا جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ کی صدارت بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کی اور اخراجات بھی خود برداشت کیے یہ وہ دور تھا جب تمام پنجاب میں یونینسٹ پارٹی کے خوف سے مسلم لیگ کا نام لینا بھی بہت مشکل تھا۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہمت و جرأت نے مسلم لیگ کو اس علاقے میں لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا۔ اس کے بعد بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ مسلم لیگ کی ہر ممکن امداد فرماتے رہے اور قیامِ پاکستان تک تحریک پاکستان میں علماء اور مشائخ کے شانہ بشانہ چلتے رہے۔

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی

ہزاروں لاکھوں کرامات میں چند ایک تبرکاً پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت مولانا محمد زبیر صاحب شیخوپوری سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں قیام کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اوپر والی کسی منزل کے لیے کہا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر والی منزل میں قیام کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا ہم نیچے والے حصے میں رہیں گے۔ عرض کی گئی نیچے والی منزل کی چابی نہیں مل رہی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: انشاء اللہ چابی مل جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا تھوڑی دیر بعد چابی مل گئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نیچے والے کمرے میں قیام فرمایا۔ اس حاضری کے موقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ نور محمد جنتی ہے عبدالحق جنتی ہے اور شیخوپورہ کے ایک شخص کا نام لے کر فرمایا خواہ وہ یہاں موجود نہیں وہ بھی جنتی ہے۔ اور فرمایا اس وقت میرے اور مجدد پاک علیہ الرحمۃ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ محمد علی ساکن چک نمبر ۱۱۰ تحصیل ہارون آباد بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں مسلسل سات بچیاں پیدا ہوئیں۔ ایک دن میں نے حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی حضور اللہ تعالیٰ نے اولاد تو دی لیکن سب بچیاں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں دو بیٹے عطا فرمائے گا۔ ان کے نام غلام احمد اور جمیل احمد رکھنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ساٹھ پینسٹھ سال کی عمر میں دو بیٹے عطا فرمائے اور حسب الحکم ان کے نام غلام احمد اور جمیل احمد رکھے گئے۔

حضرت صاحبزادہ سید امیر شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ ابراہیمیہ نارنگ منڈی کا بیان ہے کہ یہ ۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے کہ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ہمراہ ہمارے موضع ہردو سیہول مسلم میں تشریف لائے۔ سرما کا موسم تھا۔ نمازِ عشا کے بعد دونوں ہستیوں رحمۃ اللہ علیہما کے لیے ایک کمرے میں دو چارپائیوں پر بستر لگا دیئے گئے۔

ایک چارپائی کے لیے رضائی ہم نے اپنے گھر سے پیش کی جبکہ دوسری کے لیے ہمسائے کے گھر سے لا کر دی۔ ہماری رضائی والی چارپائی پر صاحبزادہ جمیل احمد صاحب مدظلہ العالی تشریف فرما ہو گئے جبکہ دوسری پر حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جلوہ افروز ہونے سے پہلے رضائی پکڑ کر کمرے سے باہر پھینک دی اور فرمایا شاہ صاحب آپ لوگوں کے گھروں سے رضائیاں جمع کرتے ہیں خواہ وہ چوری کی ہوں۔ جب اس رضائی کے بارے معلوم کیا گیا تو پتہ چلا کہ متعلقہ رضائی ہمسایوں کے رشتہ داروں کے گھر سے آئی تھی اور انہوں نے کسی ہندو کے گھر سے کپڑے چوری کیے تھے جن سے یہ رضائی بنائی گئی۔ سبحان اللہ!

جناب محمد علی ساکن چک نمر ۱۱۰ تحصیل ہارون آباد کا بیان ہے کہ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے علاقے میں تشریف لاتے تو قیام ہمارے ہاں ہوا کرتا۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور حسبِ معول ہمارے ہاں قیام فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رات کے وقت ہی ارشاد فرمادیا کہ صبح روانگی سے قبل تم نے کھانا تیار کرنا ہے۔ حسب الحکم ہم نے تین چار آدمیوں کا کھانا تیار کر دیا۔ صبح نماز اور اَوراد و وَظائف سے فارغ ہونے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں کھانا کھانے کے لیے تشریف لائے تو تقریباً ایک سو پچاس (۱۵۰) عقیدت مند وہاں جمع ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا محمد علی کھانا لاؤ۔ میں پریشان ہوا کہ کھانا کم ہے کیا کروں۔ مزید تیار کرنے کا وقت نہیں کیونکہ گاڑی کی روانگی کا وقت بھی قریب ہو چکا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ کھانا لانے کو ارشاد فرمایا تو میں نے جتنا کھانا موجود تھا پیش کر دیا اور ساتھ ہی عرض کیا کہ حضور کھانا صرف اتنا ہی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا رومال سے ڈھانپ دیا اور خود تقسیم کرنا شروع کیا۔ سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ بعد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کھانا تناول فرمایا لیکن جتنا سالن اور روٹیاں پیش کی گئی تھیں اتنی بچ بھی گئیں۔

جناب ماسٹر انور قمر شرقپوری کا بیان ہے کہ میرے بچپن کا زمانہ تھا۔ میں جامع

مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں طالب علم تھا۔ ایک روز ہمارے استاد سید الفت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو مسجد ہذا میں مدرس اور امام تھے مجھے کاشانہ شیر ربانی سے لسی لانے کے لیے بھیجا۔ راستے میں ایک کُتیا کاٹنے کے لیے میرے پیچھے دوڑی جو کاشانہ شیر ربانی والی گلی میں بیٹھی رہتی تھی میں آگے آگے دوڑ رہا تھا اور کتیا تعاقب کر رہی تھی۔ اسی حالت میں جب کاشانہ شیر ربانی والی گلی میں پہنچا تو حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آگے سے تشریف لاتے ہوئے مل گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دوڑتے ہوئے دیکھ کر گلے سے لگا لیا اور دریافت فرمایا کیوں دوڑ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا حضور یہ کُتیا مجھے کاٹتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اب نہیں کاٹے گی۔ اس دن کے بعد کئی بار میں کُتیا کے پاس سے گذرا لیکن اس نے مجھے کبھی کچھ نہ کہا بلکہ دیکھتے ہی عقیدت سے دم ہلانے لگتی۔

جناب صوفی محمد ابراہیم صاحب ساکن چک نمبر 86-GR نزد ساہیوال جو حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بھی تھے کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ شرقپور شریف حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا پروگرام بنایا تو میری پھوپھی صاحبہ جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مرید بھی تھیں نے مجھے فرمایا کہ میرا بھی سلام عرض کرنا۔ جب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا تو پھوپھی صاحبہ کا سلام عرض کرنا مجھے یاد تھا لیکن شرم محسوس کرتے ہوئے عرض نہ کر سکا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس مائی کا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا حضور وہ ٹھیک ہے اور سلام عرض کرتی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کوئی سلام دے تو پہنچا دینا چاہیے۔

ساہیوال کے جناب صوفی محمد ابراہیم نے بیان کیا کہ ۱۹۵۵ء کی بات ہے۔ میں سائیکلوں کا کام کرتا تھا۔ ایک دفعہ نیلا گنبد لاہور سے مال خریدنے کے لیے گیا اور ماسٹر صاحب جو دیوبندی مکتبہ فکر رکھتے تھے بھی میرے ہاتھ تھے۔ ہم نے نیلا گنبد لاہور سے سائیکلوں کا سامان خریدا۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ شرقپور شریف حاضری کے لیے

جانا چاہیے۔ ماسٹر صاحب کو بھی میں نے بتایا۔ وہ کہنے لگے کہ میں بھی ان بزرگوں کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ہم نے مال ٹرک پر بک کروایا اور خود شرقپور شریف روانہ ہو گئے۔ راستے میں مجھے یہ خیال ستاتا رہا کہ اگر پیر و مرشد نے ماسٹر صاحب کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تو بے عزتی کا سبب بنے گا۔ آخر کار شرقپور شریف پہنچ کر حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ماسٹر صاحب کے ساتھ ایسا حسن سلوک فرمایا کہ اس سے قبل دیکھنے میں نہ آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حسنِ اخلاق اور شفیقانہ سلوک سے ماسٹر صاحب متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

کوٹ رادھا کشن کے غلام رسول نامی ایک شخص کی آنکھیں دکھنے لگیں۔ کافی علاج کروایا مگر ٹھیک نہ ہوئیں۔ آنکھیں سوجی ہوئی تھیں کہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بیلیا کیا ہوا ہے آنکھوں پر کپڑا باندھا ہوا ہے۔ اس نے عرض کی حضور آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تھوڑی بہت حکمت بھی کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اوپر الماری میں دوائیوں کی شیشیاں رکھی ہیں وہاں سے دائیں طرف سے تیسری شیشی لے لو اور دوائی آنکھوں میں ڈالو اللہ فضل کرے گا۔ اس شخص سے غلطی ہوئی کہ دائیں طرف کی بجائے بائیں طرف سے تیسرے نمبر والی شیشی اٹھا لی جس میں سملفار سفید تھا یہ ایک قسم کی زہر ہے۔ اس سے آنکھیں یقیناً ضائع ہو سکتی تھیں۔ اچانک آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خیال آیا کہ کہیں وہ غلط دوائی نہ لے جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جلدی سے اوپر گئے دیکھا کہ آنکھوں والی دوائی وہیں پڑی ہے البتہ سملفار نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پریشان ہو گئے کہ اگر اس کی آنکھیں ضائع ہو گئیں تو وہ میرے متعلق کیا سوچے گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً لاری اڈا پر خادم بھیجا مگر وہ شخص جا چکا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً سر سجدے میں رکھ دیا اور گڑگڑا کر بارگاہِ رب العزت میں عرض کرنے لگے کہ دوائی بتانے میں مجھ سے غلطی ہوئی یا اٹھانے والے سے۔ تو قادرِ مطلق ہے زہر کی تاثیر ختم کر کے شفا کی تاثیر پیدا فرما سکتا

ہے۔تو اس میں اس قدر زیادہ شفا بھر دے کہ وہ جلدی ٹھیک ہو جائے۔تین دن کے بعد جمعہ تھا۔وہ آدمی جمعہ پڑھنے کے لیے آیا تو اس کی آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا سنا بیلیا تیری آنکھوں کا کیا حال ہے کیا وہ دوائی استعمال کی۔اس نے عرض کی جی حضور دوائی نے فوراً اثر دکھایا اور میری آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔بلکہ میرے علاوہ تین اور آدمیوں نے دوائی استعمال کی اور ان کی بھی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔فرمایا وہ دوائی کہاں ہے عرض کی حضور وہ میرے پاس ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوائی لے کر رکھ لی اور فرمایا بس اب اس کی وہ تاثیر نہیں رہی۔سبحان اللہ!

بندے رب دے دعا کر کے تقدیر بدل دیندے نیں

لوح و قلم والی تحریر بدل دیندے

ظالم زہراں دی تاثیر بدل دیندے

آخر کار تقریباً تیس سال تک رشد و ہدایت اور متوسلین کی تربیت کے فرائض سرانجام دینے کے بعد یہ آفتابِ ولایت اور جانشین شیرِ ربانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ۷ ربیع الاول ۷۷ ۱۳ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

عبارت لوحِ مزار حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مہبطِ تجلیات ربانی

آخری آرام گاہ فخرِ اولیاء حق آگاہ تاجورِ محبوبانِ الٰہ خسرو خوبان کجکلاہ۔ہادی عالم پناہ برادرِ شیر ربانی خلد آشیانی، حضرت میاں غلام اللہ المعروف حضرت قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اے شہید الفت محبوب رب العالمین

اے طریقت را امام اے شریعت را امین

زین و زیب مسندِ شیر محمد مصطفیٰ

چشمہ الطاف و کرم بر ناقصاں را بہر خدا

تاریخ وصال: ۷/ربیع الاول ۱۳۷۷ھ

اولادِ امجاد حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے عطا فرمائے۔

جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

١. صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ
٢. شمس المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں غلام احمد شرقپوری (متوفی ۱۹۹۷ء) رحمۃ اللہ علیہ
٣. فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی دامت برکاتہم سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی و ثانی لاثانی شرقپور شریف۔

ارشادات و تعلیمات

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات و ملفوظات میں سے چند ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

١. دنیاوی معاملات میں سادگی اور دیانتداری ہونی چاہیے۔
٢. ہمہ افعال و اقوال شرعِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہونے چاہئیں۔
٣. مسلمانوں کو تجارت کی طرف توجہ دینی چاہیے انگریز تجارت کرتے ہوئے ہندوستان کے مالک بن بیٹھے۔
٤. تبلیغ اسلام میں کوشش کرنی چاہیے مسلمانوں کا دین اور دنیا ایک ہے۔
٥. ظاہر کا وضو تو کرلیا اب باطن کا وضو بھی کسی اللہ والے سے سیکھو۔
٦. جب مسلمانوں میں اخوت و محبت کا جذبہ تھا اس وقت انہوں نے روم، سپین، ترکی اور دیگر بڑی بڑی سلطنتیں فتح کیں تاریخ گواہ ہے۔
٧. اسلام ایک ایسی طاقت ہے جس کے سامنے باقی سب طاقتیں نابود ہیں۔

۲ حضرت صاحبزادہ سید محمد مظہر قیوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(سجادہ نشین مکان شریف)

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۱۸ء کو قصبہ مکان شریف (رتڑ چھتڑ ضلع گورداسپور مال ہندوستان) میں حضرت سید میر بارک اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صحیح النسب سادات گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ والد ماجد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام سید محمد مظہر قیوم شاہ رکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اولیاء کرام کا خاندان تھا۔ اس لیے گھریلو ماحول آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن پر اثر انداز ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن دوسرے بچوں سے بالکل مختلف تھا۔ تلاوتِ قرآنِ پاک ذکر وفکر اور درود وسلام میں مصروف رہتے۔ علاوہ ازیں آپ لہب ولعب اور کھیل کود سے دور رہتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درگاہ حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملحقہ قائم خاندانی تعلیمی ادارہ المدرسۃ القیومیہ سے قرآنِ پاک سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ مختصر وقت میں قرآن پاک پڑھنے کے بعد اپنے چچا جان حضرت مولانا سید غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (مدرس درگاہ شریف) سے علوم اسلامیہ کی تکمیل فرمائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں مشہور ترین حضرت سید بارک اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ (والد گرامی) اور حضرت مولانا سید غلام رسول شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ تعلیم کچھ اس طرح ہے۔ حضرت صاحبزادہ محمد مظہر قیوم تلمیذ حضرت مولانا سید غلام رسول شاہ تلمیذ حضرت مولانا محمد مسعود دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ بعد ازاں چند واسطوں سے آپ کا سلسلہ تعلیم شیخ الاسلام حضرت شاہ

ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک جا پہنچتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی حضرت سید میر بارک اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ایک تربیت یافتہ اور قدر شناس کی حیثیت سے والدِ گرامیٔ قدر کی خدمت و تواضع کرتے رہے۔

والد گرامی کے وصال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ حصولِ فیض و برکات کے لیے تجدید بیعت کے لیے قطب وقت سلطان الاولیاء حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن آداب کے پیش نظر القاء نسبت کے متعلق خود عرض نہ کر سکے۔ البتہ صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ (مؤلف خزینہ معرفت) کے ذریعے عرض کیا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم پر کرم فرمائیں۔ تو القاء نسبت فرما دیں تاکہ مکان شریف کا سلسلہ نسبت بحال رہے ورنہ ممکن ہے کہ یہ سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے جو ہمارے لیے ایک عظیم سانحہ ہوگا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عاجزی و انکساری کا مجسمہ تھے جو اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر شعبہ زندگی میں سادگی اپنائی۔ خواہ وہ لباس ہو یا گفتار، رفتار یا خوراک الغرض ہر عمل میں سادگی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود صاحبِ علم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علماء و مشائخ اور اہلِ قلم حضرات کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ قاضی قائم دین رحمۃ اللہ علیہ نے قیوم زماں قطب الاقطاب سلطان الاولیاء حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف اور مشائخ سادات مکان شریف کے (غیر مطبوعہ) احوال و آثار مرتب کیے تاکہ عوام الناس مشائخ سادات کے حالات سے آگاہ ہو سکیں اور ان کی تعلیمات سے استفادہ کر سکیں۔ کتاب کا مسودہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بطور تقریظ و تائید چند کلمات تحریر فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی جو مندرجہ ذیل ہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ۔"

قاضی قائم الدین صاحب کے والد گرامی قاضی غلام علی مرحوم قیوم عالم حضرت سیدنا امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص متوسلین میں تھے۔ اس خاص تعلق کی وجہ سے قاضی صاحب موصوف کا مدت سے خیال تھا کہ حضرات مکان شریف کے چیدہ اور کندہ حالات جو ابھی تک عوام بلکہ خواص کی نظروں سے بھی بالکل اوجھل ہیں اور اکثر حالات ایسے ہیں جو ابھی تک کسی کتاب میں نہیں آئے اُن کو جمع کیا جائے۔ بعض اقتباسات آثارِ قیومیہ جو مولانا سید احمد علی صاحب مرحوم نے اعلیٰ حضرت قیوم عالم سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں قلمبند فرمائی تھی جو ابھی تک چھپ نہیں سکی نہ ہی دوستوں کو اس کی اہمیت کا علم ہے اور بعض دیگر معتبر ذرائع سے حاصل کر کے پہلا حصہ شائع کیا ہے۔ امید ہے کہ جملہ مسلمان اور خاص کر متوسلین مکان شریف اس "ذکرِ مبارک" سے برکت حاصل کریں گے۔"

حضرت صاحبزادہ محمد مظہر قیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس آستانہ سے تعلق رکھتے تھے وہ اپنی ہمہ گیر خوبیوں کے باعث تمام آستانوں سے ممتاز تھا۔ اپنے مرشد کامل حضرت سید بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ (جو آپ کے والد گرامی بھی تھے) کے وصال کے بعد حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تجدید بیعت کی اور حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت سے بھی نوازا۔ چونکہ "مکان شریف حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا دادا پیر خانہ تھا اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرشد زادہ اور سجادہ نشین کی حیثیت سے دیکھتے

تھے اور ان کا ہمیشہ بے حد احترام فرماتے تھے۔حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت کو اس طرح واضح فرماتے ہیں:

"حضرت صاحبزادہ والاجاہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص مندوں میں سے تھے لیکن اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیشتر ان کو مرشدزادہ اور سجادہ نشین کے درجہ میں دیکھتے تھے۔اور اس اخلاص سے پیش آتے تھے جس طرح ایک اخلاص مند اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے بلکہ حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص مند ہونا اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز ہونا صحیح اس وقت ثابت ہوا جبکہ صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلاہ اجازت خود اپنے ہاتھ سے اپنے سر پر رکھی۔"

تاریخ شاہد ہے کہ اکابر کے تبرکات کا تحفظ کرنا اور ان کی زیارت کرنا حصولِ برکت کا ذریعہ اور کارِثواب اور طریقہ اسلاف رہا ہے۔حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشدزادہ اور خلیفہ مجاز حضرت صاحبزادہ محمد مظہر قیوم رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ سادات مکان شریف کو بطور تبرک ایک کوٹ عطا فرمایا تھا جو بطور یادگار حضرت صاحبزادہ سید حسام القیوم صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان شریف حال بھلیر شریف چک نمبر ۱۱۹ ضلع ننکانہ صاحب کے پاس موجود ہے۔

سلطان الاولیاء قطب وقت حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ خلفاء اوصاف و کمالات میں منفرد مقام کے حامل تھے۔حضرت صاحبزادہ سید محمد مظہر قیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی امتیازی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

1. حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے زیادہ احترام فرماتے اور شفقت و مہربانی فرماتے۔
2. آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا پیر خانہ مکان شریف

سے تعلق رکھنے والے واحد خلیفہ تھے۔

- ۳ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہے۔
- ۴ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلفاء میں سے سب سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک صاحبزادہ عطا فرمایا۔ جن کا اسم گرامی حضرت صاحبزادہ سید محمد محفوظ حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

حضرت صاحبزادہ سید محمد مظہر قیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال م ۱۴ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ بمطابق ۱۹۲۲ء میں مکان شریف میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پر انوار سید الاقطاب قیوم زمان حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک سے چند قدم کے فاصلہ پر بجانب مشرق مکان شریف میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔

تقسیم ہند کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان ہجرت کر کے موضع بھلیر شریف چک نمبر ۱۱۹ نزد سانگلہ ہل ضلع ننکانہ صاحب منتقل ہو گیا تھا فی زمانہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ سید حسام القیوم صاحب مدظلہ العالی ہیں جو سادات مکان شریف کا فیض تقسیم فرما رہے ہیں۔

❁❁❁❁

۳ حضرت حاجی عبدالرحمٰن قصوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی عبدالرحمٰن قصوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۶۵ء میں موضع ٹولو والا (جو قصور شہر سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر دیپالپور روڈ پر واقع ہے) میں پیدا ہوئے۔ والدین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام پہلوان رکھا۔ لیکن مرشد کامل حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے "عبدالرحمٰن" نام تجویز فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عبدالرحمٰن بن پیر بخش بن محمد یونس بن محمد فاضل بن احمد دین بن نصیر احمد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پانچ بھائی تھے دوسرے چار بھائیوں کے اسماء گرامی یہ ہیں: شیر محمد، نبی بخش، الٰہی بخش، سلطان احمد۔ عمر کے لحاظ سے سب بھائیوں سے چھوٹے اور مرتبہ و مقام کے لحاظ سے سب سے بڑے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ پاک کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد گورنمنٹ سکول قصور میں داخلہ لیا آپ نے نہایت محنت اور دلچسپی سے تعلیم حاصل کی اور ہمیشہ اپنی جماعت میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

خاندانی پیشہ زراعت تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے بڑے ہو کر زراعت کو بطور ذریعہ معاش اختیار فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی چیز اجازت کے بغیر گھر لانے کی کوشش نہیں کی بلکہ حصول رزق حلال میں نہایت احتیاط سے کام لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پیدائشی طور پر جسیم اور طاقتور تھے بڑے ہو کر پہلوانی (کشتی) کے میدان میں خوب حصہ لیا اور علاقہ بھر میں خوب شہرت حاصل کی جس کے سبب بطور پہلوان مشہور ہو گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت شروع سے ہی دینی تعلیم کی طرف مائل تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا

خیال تھا کہ جس طرح قرآنِ پاک پڑھا اسی طرح اسے سمجھ کر عمل بھی کرنا چاہیے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے والدین کی اجازت سے قصور شہر کے مشہور تعلیمی ادارہ دارالعلوم ہمدانیہ اندرون گیٹ مراد خاں قصور میں داخلہ لیا جو حضرت علامہ سید عبدالحق شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں چل رہا تھا۔اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس ادارہ سے تفسیر،حدیث،اصولِ حدیث،منطق و فلسفہ،فقہ،اصولِ فقہ،ادب معانی،صرف نحو،لغت اور دیگر علوم وفنون کا درس لیا۔اور علوم اسلامیہ کی تکمیل فرمائی۔

حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو مساجد اور دینی مدارس کی تعمیر و قیام سے بڑی محبت تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ جب قصور میں تشریف لاتے تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے ان کے مدرسہ میں ضرور تشریف لے جاتے۔ایک دفعہ قصور شریف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد ہوئی تو حسب معمول دارالعلوم ہمدانیہ میں تشریف لے گئے۔ان دنوں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہیں زیر تعلیم تھے۔اس طرح شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات ہوئی۔حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نام پوچھا تو بتایا گیا ''پہلوان'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ کیا نام ہوا۔آج کے بعد آپ کا نام عبدالرحمن ہے۔ساتھ ہی فرمایا کبھی کبھی ہمارے ہاں شرقپور شریف آجایا کریں۔

حضرت اعلیٰ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاجی صاحب کو شرقپور شریف آنے کی دعوت خود دے چکے تھے۔اس لیے ان کی آمد و رفت کا سلسلہ زمانہ طالب علمی سے ہی شروع ہو گیا۔علوم اسلامیہ سے فارغ ہو کر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شرفِ بیعت سے نوازا اور جامع مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں بطور موذن رکھ لیا۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شب و روز مرشد کامل کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات

سمیٹنے لگے اور سلوک کی منزلیں طے کرنے لگے اور تھوڑے ہی عرصہ میں فنا فی الشیخ کے مرتبہ پر پہنچ گئے اور مرشد کامل کی طرف سے تحریری خلافت سے نواز دیئے گئے۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء پر چند امتیازی اوصاف وخصوصیات کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے۔

1. آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی خود اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا۔
2. آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا خلیفہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔
3. شرفِ بیعت کے بعد تاحیات بطور خادم شرقپور شریف میں رہے۔
4. آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشدِ کامل کے چھوٹے بھائی اور جانشین حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو "ثانی صاحب" کا لقب پیش کیا تو وہ اس لقب سے ہی مشہور ہو گئے۔
5. آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت اعلیٰ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ اے شیر محمد! تم دنیا سے میرے لیے کیا تحفہ لائے ہو۔ تو میں حاجی صاحب کا بازو پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دوں گا اور عرض کروں گا۔" یہ تحفہ لایا ہوں۔"
6. آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے استادِ محترم حضرت سید عبدالحق ہمدانی قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔

والدین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی خانہ آبادی بھی کر دی تھی چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فنا فی الشیخ کا درجہ حاصل کر چکے تھے اور اسی وجہ سے در مرشد پر شرقپور شریف کے ہو کر رہ گئے تھے لہٰذا گھر میں ٹھہرنا اور گھریلو معاملات کا نپٹانا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بس میں نہ رہا اس لیے شادی کے ایک سال بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا:

"ہمارے ہاں فقر و صبر کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں اور دنیا میں
میرے لیے درِ مرشد سے بہتر کوئی چیز نہیں اگر تم صبر و تحمل سے
زندگی گزار سکتی ہو تو بہتر ورنہ میں تمہاری خوشی کے لیے فیصلہ
کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

بیوی کی خواہش پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طلاق دے دی۔

کسی معزز و محترم ہستی کی نیابت بہت بڑا اعزاز ہوا کرتا ہے اور پھر اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے ولیٔ کامل کی نیابت تو کچھ اور درجہ رکھتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد شرقپور شریف میں بطور مؤذن کام کرتے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی میں امامت خطبہ جمعۃ المبارک اور دیگر امور بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ بطور نائبِ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرانجام دیا کرتے بلکہ باہر سے آنے والے مہمانوں کی میزبانی کی خدمات بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھیں۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں درودِ خضری (صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ) کے وظیفہ کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ درودِ پاک حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی اور انہوں نے اپنے متعلقین و متوسلین کو بطور وظیفہ اسی درودِ پاک کی تلقین فرمائی۔ بعد ازاں مشائخ سلسلہ نقشبندیہ میں یہ درودِ پاک بطور وظیفہ بہت مقبول ہوا۔ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اسی درود شریف کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دلائل الخیرات، اورادِ فتحیہ، قصیدہ غوثیہ، تلاوتِ قرآنِ پاک اور دیگر وظائف کے علاوہ درودِ خضری پانچ ہزار بار روزانہ وظیفہ کیا کرتے تھے۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد کامل اور مرشد خانہ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کی غلامی میں ایسے مستغرق ہوئے کہ

آخری دم تک سرشار رہے۔ حضرت صاجزادہ قاری محمد سعید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حاجی عبدالرحمن قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی کے بارے بیان فرمایا کہ حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حضرت میاں رحمت علی، حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب، حضرت صاجزادہ علامہ محمد عمر بیربلوی اور سید میر محمد مظہر قیوم صاحب مکان شریفی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کو خلافت عطا کر کے اپنے اپنے مقامات کی طرف بھیج دیا۔ لیکن حضرت حاجی صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو آئینہ کی طرح اپنی نظروں کے سامنے رکھا اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس درجہ پر فائز ہو چکے تھے کہ جو شخص انہیں ہاتھ بھی لگا تا اس کی بخشش ہو جاتی اور وہ سات پشتوں تک تاثیر ولایت رکھتے تھے بشرطیکہ بعد ازاں کوئی چلانے والا ہو تو یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہ سکتا ہے۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو مرشد خانہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ شرقپور شریف میں قیام کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ سراپا ادب بنے رہے۔ مرشد کامل کی مرضی کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کیا۔ زندگی بھر ادباً اُن کا نام نہیں لیا۔ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ اصغر حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین مقرر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ حسبِ سابق آداب بجالاتے ہوئے حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینے کی بجائے حضرت ثانی صاحب کہہ کر یاد کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں متوسلین آستانہ نے بھی ثانی صاحب کے لقب سے پکارنا شروع کر دیا اس طرح بجائے اصل نام کے اس لقب سے زیادہ مشہور ہو گئے۔ جو شخص مرید ہونے کے لیے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ بیٹھک میں ہمارے مرشد حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں لہٰذا اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کرو۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت میاں صاحب

شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ اور تربیت حاصل کردہ تھے۔اس لیے زندگی کا ایک لمحہ بھی غفلت میں گزارنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، سفر وحضر الغرض ہر وقت یادِ الٰہی میں اور درودِ پاک پڑھنے میں مصروف رہتے تھے۔ چلتے وقت جب دایاں قدم اٹھاتے تو ''اللہ'' اور جب بایاں پاؤں اٹھاتے تو ''ھُوَ'' فرماتے اور آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے خدام، متوسلین اور عقیدتمندوں کو بھی ایسے کرنے کی تلقین فرماتے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف میں خدمات سرانجام دینے کے لیے قیام پذیر تھے کبھی کبھی اپنے مرشد کامل کی اجازت سے اپنے والدین اور عزیز و اقارب کو ملنے کے لیے اپنے گاؤں ٹولو والہ (قصور شریف) میں تشریف لے جاتے۔ ایک دو یوم کے بعد شرقپور شریف میں حاضر ہو جاتے۔ گھر جاتے تو رات کو مسجد میں ٹھہرتے تاکہ عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ یا مشکل پیش نہ آئے۔ ایک دفعہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آبائی گاؤں ٹولو والہ کی مسجد میں فجر کی اذان سے پہلے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور باندھ کر نہایت ذوق و شوق سے جھوم جھوم کر یوں درودِ پاک پڑھا۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ
وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللہ

تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے تشریف لے آئے۔ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہایت عاجزی و انکساری سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حاجی صاحب تم وہاں بھی ہمارے پاس آؤ گے۔'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

زیارتِ حرمین شریفین اور حج بیت اللہ مسلمانوں کی معراج ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس سعادت سے بھی بہرہ ور فرمایا۔ چونکہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا فرمانِ عالیشان تھا اور حاضری کی اجازت وخوشخبری مل چکی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے حج کا سامان کچھ اس طرح فرمایا کہ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گاؤں ٹولو والہ ضلع قصور شریف میں فجر کی اذان سے ابھی فارغ ہی ہوئے تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بھتیجی آئی اور عرض کی کہ باباجی کیا میں آپ کو حج نہ کرادوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ہاں کرادو۔ بھتیجی صاحبہ نے چار سد روپیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیے اور ساتھ ہی عرض کی کہ اگر مزید رقم کی ضرورت ہوئی تو وہ بھی پیش کر دی جائے گی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہ رقم لے کر شرقپور شریف پہنچ گئے اور رقم حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا یہ رقم کیسی ہے؟ عرض کی حضور یہ رقم بھتیجی نے حج کے لیے دی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے بھی تمہیں حج کی اجازت ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ حرمین شریفین کے باشندے قابل احترام ہیں اس لیے ان کی عزت کرنا اور اگر وہ کسی معاملے میں تمہیں پریشان بھی کریں تو مزاحمت نہ کرنا اور صبر کرنا۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ادب سے عرض کیا حضور ایسا ہی ہوگا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو حج کے دنوں میں پہلی جنگِ عظیم شروع ہوگئی اور بین الاقوامی تمام راستے بند ہو گئے جس کی بناپر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چھ سال تک وہاں قیام کیا اس دوران سات بار حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش ہوتی کہ زندگی کا کوئی بھی کام خلافِ سنت نہ ہو۔ ہر ایک کام کرنے سے پہلے اس کا جائزہ لیتے اور پھر سنت کے مطابق کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سراپا سنت تھے۔ یعنی لباس رفتار گفتار دستار اور جوتا وغیرہ تک۔ قدرتی طور پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی اور مونچھیں نہ تھیں البتہ داڑھی کا صرف ایک بال تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ سنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصور کرتے ہوئے اس کو خوشبو

لگاتے، تیل لگاتے اور کنگھی کرتے۔ نہ صرف خود سنت پر عامل تھے بلکہ آستانہ عالیہ شرقپور شریف پر آنے والے عقیدتمندوں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ کیونکہ احیاء سنت حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا نصب العین تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ بیعت دیگر مشائخ سے مختلف مگر مرشد کامل رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کے عین مطابق تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت نہ فرماتے بلکہ طالب حق کو اپنے سامنے بٹھا کر اس پر توجہ فرماتے اور ذکر کی تلقین فرماتے۔ نماز پنجگانہ، جمعۃ المبارک، ہر نماز کے بعد گیارہ بار سورہ اخلاص پانچ سو بار روزانہ درودِ خضری اور ہر نماز کے بعد گیارہ بار لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھنے اور نمازِ تہجد کی پابندی کرنے کی تاکید فرماتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کم لوگوں کو شرفِ بیعت سے نوازا کیونکہ زیادہ تر لوگوں کو حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیتے البتہ جس کے بارے یہ گمان ہوتا کہ کسی گمراہ پیر سے بیعت کرے گا اس کو گمراہی سے بچانے کے لیے خود بیعت فرماتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین زیادہ سے زیادہ پچاس ساٹھ کے لگ بھگ ہوں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مریدین صوفی محمد دین قصوری (خادم خاص حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حاجی محمد شریف شرقپوری، حاجی فضل کریم شرقپوری حاجی غلام یٰسین لبانہ شرقپوری اور ماسٹر محمد ابراہیم شرقپوری وغیرہ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ زندگی کے آخری سالوں میں شدید علیل ہو گئے تھے۔ عیادت کے لیے آنے والوں کے لیے دعائے خیر فرماتے۔ حافظ عبدالواحد بن غلام یٰسین شرقپوری اکثر عیادت کے لیے حاضر ہوتے اور خوب خدمت کرتے۔ ایک دن حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حافظ صاحب تم نے ہماری بڑی خدمت کی ہے ہمارے پاس دینے کے لیے تو کچھ ہے نہیں البتہ ہم تم کو ایک وظیفہ بتاتے ہیں کہ ہر نماز کے بعد پڑھا کریں

گے تو آپ کو زندگی بھر قرآن پاک نہیں بھولے گا۔ انشاء اللہ۔ وہ وظیفہ یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا مَالِكُ یَا قُدُّوْسُ یَا سَلَامُ

یَا مُوْمِنُ یَا مُھَیْمِنُ یَا عَزِیْزُ یَا جَبَّارُ یَا مُتَکَبِّرُ۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں میں یہ وظیفہ باقاعدگی کے ساتھ ہر نماز کے بعد پڑھتا رہا ہوں۔ اس کی برکت سے نہ تو منزل یاد کرنے میں کوئی مشکل پیش آئی ہے نہ بھولی ہے۔

خلفاء اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت حاجی عبدالرحمٰن قصوری رحمۃ اللہ علیہ بہت بلند و بالا اور ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اس حقیقت کو ملک حسن علی جامعی اپنی کتاب ''حیاتِ جاوید'' میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی ہرگز برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دردِ دل سننے والا سچا راز دان اور صحیح آشنا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور کوئی نہ تھا اور نہ ہی ان کے سوا حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مقام تک کسی کی رسائی ہوئی۔ یہاں تک کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں بھی وصیت فرمائی کہ اگر لوگ آئیں اور اصرار کریں تو انہیں اسم ذات اور درود پاک کے وظیفہ کی تلقین کرنا۔

حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ''انقلاب الحقیقت'' میں لکھتے ہیں کہ

''حضرت حاجی عبدالرحمٰن صاحب قصوری خلیفہ مجاز شیرِ ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو مرتبہ صدیقیت حاصل تھا۔'' (انقلاب الحقیقت صفحہ: ۱۰۹)

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اولیاء کبار میں ہوتا ہے صاحب کرامت

بزرگ تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چند ایک کرامات بطور تبرک پیش ہیں۔

حضرت صاجزادہ قاری محمد سعید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حج پر تشریف لے گئے اور جنگِ عظیم اول چھڑ جانے کی وجہ سے بین الاقوامی راستے بند ہو گئے اور بامر مجبوری حجاز مقدس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مزید ٹھہرنا پڑا وہ دور تنگدستی اور مفلسی کا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پھلوں کے چھلکوں اور درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے رہے۔ ایک دفعہ جنگل کی طرف نکل گئے وہاں چند بدوؤں (دیہاتیوں) نے جسم مبارک کے تمام کپڑے اتار لیے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ عریانی حالت میں ایک غار میں چھپ گئے۔ ایک دن باہر نکلے تو کسی شخص نے دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ستر پوشی کے لیے دوڑ کر دوبارہ غار میں چھپ گئے آنے والا شخص صورتِ حال سے آگاہ ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو باپردہ کر کے گھر لے آیا اور خوب خدمت کی۔ وہ نرینہ اولاد سے محروم تھا اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کروائی تو نو ماہ گذرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُسے اولادِ نرینہ سے نوازا جس پر وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اور معتقد بن گیا۔

◆ جن دنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ غار میں عریاں حالت میں زندگی گذار رہے تھے ان دنوں ایک روز پیاس اور بھوک کا شدید غلبہ ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کامل حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا تصور باندھ کر مراقب ہوئے اور مرشد پاک کی بارگاہ میں یوں عرض کی حضور! حجازِ مقدس کے بدوؤں (دیہاتیوں) نے میرے کپڑے اتار لیے ہیں لیکن میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق بالکل مزاحمت نہیں کی۔ شدید پیاس اور بھوک میں مبتلا ہوں نظر کرم فرمائیں۔ مرشد کامل نے بروقت ارشاد فرمایا۔ حاجی صاحب! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تم اپنے سامنے دیکھو چنانچہ حاجی صاحب نے جب آنکھیں کھولیں سامنے مختلف کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ ٹھنڈے اور میٹھے

پانی کا چشمہ بھی جاری تھا۔ چشمہ کا پانی پی کر اور اشیا کھا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرحت حاصل کی۔

- ۳ انہی دنوں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حجازِ مقدس میں اپنے ایک عقیدت مند کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے سوئے اتفاق صاحب خانہ کا مال چوری ہوگیا اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی اور ساتھ ہی اہلِ خانہ سے فرمایا پریشان نہ ہو تمہارا مال خود گھر آجائے گا۔ جب چور مال لے کر ایک منزل پر پہنچے تو جب آگے جاتے نابینا ہو جاتے اور اگر واپس ہوتے تو ٹھیک ہو جاتے وہ کئی بار آگے پیچھے ہوئے اور نابینا اور بینا ہوئے آخر کار وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ جس شخص کا مال ہے وہ کوئی برگزیدہ ہستی ہے لہٰذا نابینا ہونے کی بجائے مال واپس کر دینا چاہیے۔ چنانچہ واپس آئے اور مالک کو مال واپس کر دیا۔ مالک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بہت شکر گزار ہوا۔

حضرت شیرِ ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا صدمہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے قیامت سے کم نہ تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال تو حق تھا مگر فراقِ مرشد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک مرض کی صورت اختیار کر گیا اور اس واقعہ کے پانچ سال بعد فالج کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ فالج کے حملہ کے بعد صاحب فراش ہو کر رہ گئے۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت کے لیے قصور شریف سے حاجی محمد دین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا۔ انہوں نے تمام زمانہ علالت حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خوب خدمت کی۔ علالت کے باوجود حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز باجماعت ادا کرتے رہے اور دیگر اَوراد و وظائف بھی باقاعدگی سے پڑھتے رہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرض دائمی صورت اختیار کر گیا۔ اسی حالت میں کچھ عرصہ شرقپور شریف میں رہے۔ آپ کے خادم خاص حاجی محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ گھریلو مسائل

تھے جن کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سرانجام دینے میں مشکلات پیش آنے لگیں۔ آخرکار حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف سے قصور شریف تشریف لے آئے اور اپنے استادِ محترم حضرت علامہ سید عبدالحق شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ "دارالعلوم ہمدانیہ" اندرون کوٹ مراد خاں قصور کے نزدیک اپنے خادم خاص حضرت حاجی محمد دین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان میں رہائش پذیر ہوئے اور صرف چھ ماہ بعد ۷۸ سال کی عمر میں ۲۴ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء بروز سوموار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر تیزی سے ملک بھر کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ خدام، متوسلین اور عقیدتمندوں کی آمد شروع ہوگئی۔ مشائخ علماء قراء اور عوام الناس کثیر تعداد میں جمع ہو گئے۔ بالخصوص حضرت ثانی لاثانی صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری حضرت کیلیانوالہ شریف رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاجزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ سید محمد اسماعیل شاہ بخاری حضرت کرمانوالہ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت صاجزادہ سید میر محمد مظہر قیوم شاہ صاحب مکان شریفی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں رحمت علی گھنگ شریف والے رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ حضرت ثانی صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی خواہش کے مطابق آپ کے استادِ محترم حضرت علامہ سید عبدالحق شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے جدِ امجد حضرت سید چراغ علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے ملحقہ بستی چراغ شاہ قصور شریف کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ مزار بستی چراغ شاہ قصور شریف میں مرجع خلائق ہے۔ ہر سال ۲۴ محرم الحرام کو آپ رحمۃ اللہ علیہ سالانہ عرسِ پاک منایا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم خاص حضرت حاجی دین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت سے نوازا وہ تاحیات سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت میں سرگرم رہے۔ حتیٰ کہ ۴ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۷ جون ۱۹۷۵ء بروز منگل وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

۴ حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

(حضرت کرمانوالہ شریف اوکاڑہ)

حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرمانوالہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۸۳ء میں حضرت سید علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قصبہ کرمونوالہ ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام سید محمد اسماعیل شاہ رکھا۔ والد صاحب عبادت و ریاضت، تقویٰ وطہارت، صداقت و شرافت اور علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے۔ ۴۲ بیالیس واسطوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب سرچشمہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن ہی سے کھیل کود، لغو و فحش گوئی اور گالی گلوچ ایسے برے کاموں سے سخت نفرت تھی۔ اپنے چچا جان حضرت سید قطب الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے جس کے سبب شب و روز اُن کی خدمت میں گذارتے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم کا آغاز حسبِ روایت قرآن پاک سے کیا۔ پرائمری تک تعلیم موضع کرمونوالہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع موضع سلطان خاں والا کے پرائمری سکول میں حاصل کی۔ بعد ازاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علومِ اسلامیہ کے حصول کے لیے اہلِ سنت و جماعت کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم نعمانیہ لاہور سے علوم وفنون کے حصول کا آغاز فرمایا۔ جلال پور شریف، دلی، لاہور اور دیگر مقامات سے علوم وفنون حاصل کرتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں ایک حضرت پیر فضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلال پوری بھی ہیں جو عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ولیٔ کامل بھی تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ ظاہری علوم وفنون کی تکمیل کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کی تکمیل بھی چاہتے تھے۔منازلِ سلوک طے کرنے کے لیے اپنے قلبی میلان کی تسکین ذکرِ الٰہی اور ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چاہتے تھے۔اس گوہرِ مقصود کے حصول کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مرشدِ کامل کی تلاش شروع کر دی۔مشہورِ زمانہ ولیٔ کامل حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت علامہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں فیروز پور میں قیام پذیر تھے اور تشنگانِ معرفت کی پیاس بجھانے میں مصروف تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گوہرِ مقصود کے حصول کے لیے سلسلہ عالیہ چشتیہ سے منسلک ہونے کا شرف حاصل کیا۔لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد مرشد کامل حضرت علامہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا تو ایک بار پھر ایک مرشدِ کامل کی جستجو ہوئی کیونکہ مرشد پاک کے وصال سے منزل دور دکھائی دینے لگی۔جس زمانہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مردِ کامل کی تلاش میں شب و روز کوشاں تھے۔انہی دنوں حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کی شہرت پورے برصغیر میں پھول کی خوشبو کی طرح پھیل چکی تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی شرقپور شریف حاضر ہوئے اور حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل کیا۔اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب سے مخاطب ہو کر فرطِ محبت سے فرمایا: شاہ جی! کچھ علم بھی پڑھا ہے عرض کیا حضور! پڑھا تو ہے لیکن سمجھ میں نہیں آیا۔حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شاہ جی فکر نہ کریں۔اللہ تعالیٰ سمجھ بھی عطا فرما دے گا۔

بیعت کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شرقپور شریف میں حاضری کا سلسلہ شروع ہو گیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تیزی سے سلوک کی منازل طے کیں حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت و خلافت سے نوازا۔حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نے خرقہ خلافت عطا کرتے ہوئے فرمایا یہ فضل الٰہی ہے جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔
اب مرشدِ کامل سے تسکین کی دولت نصیب ہو چکی تھی اور نسبت نقشبندیہ نے
منزلِ مقصود کے حصول کے لیے زیادہ عرصہ نہ لگنے دیا۔ مرشد کامل کی طرف سے
اجازت وخلافت حاصل ہونے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آبائی گاؤں کرمونوالہ میں رشد و
ہدایت کا آغاز کر دیا۔ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض بھی
صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ مسلم اور غیر مسلم سب حاضر ہوتے اور فیض حاصل
کرتے۔ غیر مسلموں میں ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ حاضر ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تلقین وارشاد،
اصلاح نفس اور اندازِ تربیت میں اس قدر تاثیر ہوتی کہ غیر مسلم لوگوں کے دلوں سے کفرو
گمراہی کا مرض حرفِ غلط کی طرح مٹ جاتا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو کر نماز روزہ کے
پابند بن جاتے۔

پیر خانہ کا ادب کرنا مرشد کامل کا ادب کرنے سے کم نہیں ہوتا کیونکہ یہ احترام
بطور پیشوائے طریقت وشریعت کیا جاتا ہے۔ حضرت سید بڈھن شاہ کلانوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے
مرشد خانہ ''مکان شریف'' میں بلا وضو داخل نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی اس کی طرف پشت
کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے مرشد خانہ شرقپور شریف کا اسی طرح ادب واحترام بجا
لاتے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حاضری کے لیے شرقپور شریف آتے تو اپنے گاؤں کرمونوالہ سے
رائیونڈ بذریعہ ٹرین آتے اور وہاں سے پیدل شرقپور شریف حاضر ہوتے۔ حضرت شاہ
صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دورانِ حاضری جملہ آداب
ملحوظ خاطر رکھتے۔ اپنے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ انور کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔

چنانچہ حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ

''شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات نہایت خائف واقع ہوئی
ہے۔ کیا مجال کہ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آنکھ

اوپر اٹھائیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا احتراماً نام بھی نہیں لیتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کا نام شیر محمد تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اُسے بھی محمد شریف یا کلیم جی یا بڑی سرکار کے نام والے کہہ کر پکارتے۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شرقپور شریف سے عقیدت ومحبت کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت دل و دماغ میں اسی مقدس شہر کا تصور رہتا ایک دفعہ مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایسی تسبیح پیش کی جس کے امام سے مدینہ منورہ نظر آتا تھا۔حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کرتے وقت عرض کی حضور! اس سے مدینہ پاک نظر آتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تسبیح کے امام میں دیکھا اور فرمایا ''بیلیا! مینوں تاں شرقپور شریف نظر آندا اے'' اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرشد خانہ مدینہ پاک سے افضل ہے بلکہ اس سے عقیدت ومحبت کا اظہار ہوتا ہے جو ان کے دل اور آنکھوں میں اپنے مرشد خانہ کی راسخ ہو چکی تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اسوۂ حسنہ کا عملی نمونہ تھے۔حاضر ہونے والے عقیدتمندوں، مریدین و متوسلین کی بات توجہ سے سنتے اور پھر جواب دیتے۔جس مقصد کے لیے کوئی آتا اُس کا مقصد حل ہو جاتا۔بعض اوقات آنے والوں کو تعمیرِ مسجد کے کاموں میں لگا دیتے اور اِس طرح اُن کی اصلاح نفس اور تربیت مقصود ہوتی اور جونہی نماز کا وقت ہوتا خادمین سب کام چھوڑ کر باوضو ہو کر صفوں میں بیٹھ جاتے۔ اسلوب تربیت سے متوسلین اور مریدین سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوگر

بن جاتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین شکل وصورت سے پہچانے جاتے تھے۔"

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مسلمان کی جان بلکہ روحِ ایمان ہے۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل اور عارفِ ربانی ہونے کے علاوہ اولادِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے۔اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہر عمل اور ہر بات سے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھلک نظر آتی۔دورانِ گفتگو بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک لیتے اور حاضرین میں سے کسی عالم دین یا کسی دوسرے شخص سے مخاطب ہو کر فرماتے کیوں مولانا صاحب! کیوں بابو جی! ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی شان والے ہیں اور یوں محسوس ہوتا کہ گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کا حسن و جمال، عظمت وشان اور محاسن واوصاف اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھ کر بیان فرمارہے ہیں۔

اسلام ایک ضابطہ حیات ہے جو مسلمانوں کی زندگی کے تمام شعبوں میں راہنمائی کرتا ہے۔علماء کرام نے فسادات کی جڑ بے پردگی اور عریانی کو قرار دیا ہے۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی خواتین و حضرات کے اختلاط کو ناپسند فرماتے اور ایسی خواتین کی تادیب فرماتے جو پردے کی پابندی نہ کرتیں۔اپنے حلقۂ نشست میں خواتین کو آنے سے منع فرماتے اور اپنے متوسلین کو تاکید فرماتے کہ ہمارا وظیفہ اپنی عورتوں کو گھر پر ہی بتادیا کرو،اور انہیں ہرگز ہرگز نہ لایا کریں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ قیامِ پاکستان سے دو سال قبل کرمونوالہ کو چھوڑ کر موضع اچھے والا نزد فیروز پور چھاؤنی کے ایک کنواں پر خیمہ زن ہو کر قیام پذیر رہے۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہجرت کر کے عارف والا کے چک نمبر 57-E-B میں منتقل ہوگئے اور ۱۹۵۰ء تک وہاں مقیم رہے اور اس کے بعد اوکاڑہ سے تیل میل مشرق کی طرف برلبِ ملتان روڈ چک نمبر 56-2

میں مقیم ہو گئے۔ بعد میں یہی چک حضرت کرمانوالہ شریف کے نام سے مشہور ہوا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عقائد و نظریات میں اسلاف مثلاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آئمہ اربعہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ابوالبرکات حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کے پیروکار تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حلقۂ متوسلین خطبہ جمعۃ المبارک، محفل گیارھویں شریف، محفل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر اسلامی تقریبات میں فضائل و کمالات اور معجزاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت سوز و گداز سے بیان فرماتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ رسولِ کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر، علم غیب، نورانیت اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائل تھے اور اپنے مریدین و متوسلین کو ان عقائد پر پختہ یقین رکھنے کی تلقین فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے مثل بشر قرار دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مثل قرار دینے والوں کی تردید میں فرمایا" حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے مثل جانیئے کہ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے معنی کو مخالفوں نے غلط سمجھا اور یُوْحٰۤی اِلَیَّ کو چھوڑ دیا اور گمراہ ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آسمانوں پر اسم گرامی "احمد" اور زمین پر "محمد" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ فرمایا: بشر مثلکم کا عقیدہ منکرین انبیاء کرام (علیہم السلام) کا ہے کیونکہ قرآن پاک شاہد ہے کہ صرف کافروں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی مثل بشر قرار دیا۔ قل انما انا بشر مثلکم میں حکمت اور فلسفہ یہ ہے کہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات اور معجزات دیکھ کر نصاریٰ کی طرح ابن اللہ کہنا شروع نہ کر دیں۔ فرمایا آج کل لوگ "مثلی" ہونے کے عقیدہ پر کس طرح ایمان رکھتے ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں جبکہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر عضو بے مثال ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ "یا معین" "یا چشتی" "یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" یا بہاؤ الدین نقشبند اور یا شاہِ مدار کا ورد عموماً صبح و شام فرماتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ چونکہ عالم ربانی تھے اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہر بات علمی اور قرآن و حدیث، کے مطابق ہوتی تھی۔ بطور تبرک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چند علمی نکات پیش ہیں۔

- ① آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَلْاِسْتِقَامَتُ فِی الشَّرِیْعَۃِ وَالطَّرِیْقَۃِ فَھِیَ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ۔

ترجمہ: ”شریعت اور طریقت کے اصولوں پر استقامت سب سے بڑی کرامت ہے۔“

- ② علم کے بارے فرمایا:

اَلْعِلْمُ وَ عِلْمَان، عِلْمُ الْقَلْبِ وَعِلْمُ اللِّسَانِ، عِلْمُ الْقَلْبِ فَذَالِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ، عِلْمُ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عِلْمُ اللِّسَانِ فَذَالِکَ حُجَّۃُ اللہِ عَلٰی بَنِیْ آدَمَ۔

علم کی دو قسمیں ہیں۔ وہ علم جس کا تعلق دل سے ہو اور وہ علم جس کا تعلق زبان سے ہو۔ دل کا علم ہی منافع دینے والا ہے اور یہی انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا علم ہے اور علم زبان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاد آدم پر حجت اور دلیل ہے۔

- ③ ایک دفعہ جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد ایک خادم نے عرض کی: حضور! آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کا سلسلہ تیزی سے شروع ہو چکا ہے۔ لہٰذا بطور حفاظت کوئی ہتھیار اپنے پاس رکھا کریں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میری تسبیح کا ایک ایک دانہ پستول کی گولی کی حیثیت رکھتا ہے۔ میری تسبیح کا دانہ جس طرف الٹ گیا دنیا الٹ جائے گی۔

◆ فرمایا: یارو! اللہ تعالیٰ نے سب سے عمدہ سب سے حسین اور خوبصورت سراپا جو بنایا ہے وہ رسول مقبول ﷺ کا ہے۔ پھر ہم بھی کیوں نہ ویسی صورت اور ویسی سیرت بنانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا صرف اور صرف یہی وسیلہ ہے۔ اہلِ ایمان کے مزارات پر حاضری دینا، ان کے لیے فاتحہ خوانی کرنا اور دعا مغفرت کرنا سید الانبیاء ﷺ کی سنت ہے۔ آپ ﷺ فاتحہ خوانی کے لیے شہدائے اُحد رضی اللہ عنہم اور جنت البقیع میں تشریف لے جاتے تھے۔ آپ ﷺ کے اس دنیا فانی سے ظاہری طور پر پردہ فرمانے کے بعد ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری دیا کرتی تھیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین تبع تابعین۔ اولیاء اللہ اور علماء ربانی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مزارات پر حاضری دینا معمول رہا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے اکابر اولیاء کرام رحمہم اللہ کے مزارات پر حاضری دیا کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ کرامات کا جمع کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ تاہم بطور تبرک چند ایک پیش کی جاتی ہیں۔

◆ عالم ربانی اُستاذ العلماء ابو البیان شیخ القرآن حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ بانی و ناظم اعلیٰ دار العلوم اشرف المدارس اوکاڑہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متوسلین و مریدین اور عقیدتمندوں کی موجودگی میں یوں فرمایا۔ مولوی صاحب بعض کم فہم لوگ جن کو اپنے علم پر فخر ہوتا ہے حضور مخبر صادق محبوب رب العالمین سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کے علم کو تولنے اور ناپنے لگ جاتے ہیں۔ میں حضور سرکارِ مدینہ ﷺ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ قیامت کا دعویٰ تو میں نہیں کرسکتا اس کے علاوہ مولا کریم نے مجھ سے کوئی چیز

پوشیدہ نہیں رکھی۔

◆ جناب ماسٹر خوشی محمد صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ نمازِ عشاء کے بعد قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آج گھڑی کا وقت بھی ٹھیک کرنا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم دیا کہ گھڑی کی سوئیاں گھماتے جاؤ جب سوئی گیارہ بجے کے قریب آجائے تو مجھے بتانا۔میں نے گھڑی کی سوئیاں گھمانا شروع کر دیں گھنٹیاں بجتی گئیں اور جب سوئی دس بج کر پچپن منٹ پر پہنچ گئی تو میں نے عرض کی حضور! سوئی گیارہ بجے کے قریب پہنچ گئی ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور خود کھڑے ہو کر تیزی سے سوئی گیارہ بج کر دس منٹ پر کر دی اور فرمایا اب وقت درست ہو گیا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے آرام کرنے کا حکم دیا۔میں سوتے وقت درست کرنے کے بارے سوچتا رہا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔

دوسرے دن ایک شخص اپنے دولڑکوں کو لے کر حاضرِ خدمت ہوا جن کے سروں پر سرخ رنگ کی پگڑیاں تھیں۔ان کے حاضر ہوتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے بتاؤ کس طرح ساری بات ہوئی؟ ایک لڑکے نے نہایت ادب واحترام سے عرض کی حضور! مجھے تختہ دار پر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ایک افسر کی نظر گھڑی پر تھی کیونکہ مجھے ٹھیک گیارہ بجے پھانسی دی جانی تھی میری نظریں بھی گھڑی پر تھیں جب سوئی گیارہ بجے کے قریب ہوئی تو اچانک ایک نورانی ہاتھ سوئی کی طرف بڑھا جس نے تیزی سے سوئی گھما کر گیارہ بج کر دس منٹ پر کر دی۔ پھانسی کا وقت گیارہ بجے کا تھا جو گذر چکا تھا۔دورانِ گفتگو لڑکا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا آخرکار وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پکار اٹھا حضور! یہ وہی ہاتھ ہے جس نے سوئی گھمائی

تھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کوئی اور ہاتھ بھی تو ہوسکتا ہے۔ ساتھ ہی پرزور الفاظ میں تاکید فرمائی کہ اس بات کا ذکر کسی سے نہ کیا جائے۔ اس وقت ماسٹر خوشی محمد صاحب کو وقت درست کرنے کی حقیقت کا علم ہوگیا۔

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردا نند ز راہ

◆ جناب پروفیسر محمد اکرام صاحب بیان کرتے ہیں ایک دفعہ موضع کرموں والہ ضلع فیروز پور میں آپ رحمۃ اللہ علیہ خدام کے جھرمٹ میں ایک خوش الحان نعت خواں سے کتاب شاہ نامہ اسلام مصنف جناب حفیظ جالندھری صاحب کے اشعار سماعت فرما رہے تھے۔ اسی دوران ایک شخص اپنے دو لڑکے لے کر حاضر ہوا۔ لڑکوں کو اپنی لاٹھی دے کر کچھ فاصلے پر نیم کے درخت کے نیچے بٹھا دیا اور خود آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا۔ بابو جی تمہارا نام کیا ہے کہاں سے آئے ہو۔ اس نے اپنا نام عرض کرنے کے بعد کہا حضور لدھیانہ سے آیا ہوں۔ فرمایا کس مقصد کے لیے آئے ہو۔ عرض کی حضور! وہ درخت کے نیچے میرے لڑکے ہیں اور وہ بول نہیں سکتے۔ فرمایا وہ سنتے بھی ہیں کہ نہیں۔ جواب دیا حضور سنتے بھی نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پھر تو گونگے بھی ہوئے اور بہرے بھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سن کر وہ شخص سخت پریشان ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تسلی دیتے ہوئے نہایت ہی مشفقانہ انداز میں فرمایا۔ بابو جی گھبراؤ نہیں اللہ رحم فرمائے گا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نعت خواں کو دوبارہ اشعار پڑھنے کا اشارہ کیا۔ دورانِ محفل آپ رحمۃ اللہ علیہ کبھی لڑکوں کی طرف دیکھتے تو کبھی مہربانی کے انداز میں ان کے باپ کی طرف دیکھتے۔ باپ کو بچوں کے صحیح ہونے کا یقین نہیں آرہا تھا۔ جس وجہ سے اس کی

گھبراہٹ و پریشانی میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ اسی دوران لڑکے باہمی زور آزمائی کرنے لگے اور ایک دوسرے سے لاٹھی چھیننے لگے اور ایک دوسرے کو باآوازِ بلند کہنے لگے یہ لاٹھی تو ابو نے مجھے دی تھی تم کیوں لیتے ہو اور ابو ابو پکار کر شور کرنے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا بابو جی دیکھو وہ تو بول رہے ہیں آپ یوں ہی کہہ رہے تھے کہ نہ بولتے ہیں نہ سنتے ہیں۔ بابو جی فوراً خوشی خوشی اپنے لڑکوں کے پاس گئے اور دونوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور رخصت فرمادی۔ بابو جی دونوں لڑکوں کو لے کر بخوشی اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ زندگی کے آخری ایام میں بیمار ہو گئے۔ میو ہسپتال لاہور سے علاج کروایا گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ مکمل طور پر صحت یاب ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر حضرت کرمانوالہ میں تشریف لے آئے چند دن گذرنے کے بعد مرض دوبارہ عود کر آیا۔ دوبارہ میو ہسپتال لاہور میں داخل کروایا گیا۔ لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا معاملہ بن گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت کرمانوالہ شریف لایا گیا۔ آفتابِ رشد و ہدایت ستر سال تک اپنی نورانی کرنوں سے ایک دنیا کو مستفیض و مستفید کرنے کے بعد ۲۷ رمضان مبارک ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۰ جنوری ۱۹۶۶ء کو بروز جمعرات چار بجے بعد دوپہر ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کی خبر آناً فاناً ریڈیو پاکستان کے ذریعے دنیا بھر میں پھیل گئی۔ خبر سنتے ہی علماء مشائخ خدام، مریدین، متوسلین اور عقیدتمند عوام سیلاب کی طرح حضرت کرمانوالہ شریف جمع ہوئے۔ صاحبزادگان حضرت صاحبزادہ سید محمد علی شاہ اور حضرت سید محمد عثمان علی شاہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے خدام کی معاونت سے غسل دیا اور کفن

پہنایا۔صاجزادگان اور مشائخ عظام کے فیصلہ کے مطابق حضرت صاجزادہ سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مسجد سے متصل خالی پلاٹ میں مزار پرانوار بنایا گیا۔تیرہ سال تک مزار کچا رہا بعد میں عالیشان روضہ مبارک تعمیر کیا گیا جس کے اندرونی حصے پر آیاتِ قرآنی،اسماء الٰہی،اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسماء عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم اور اسماء اولیائے نقشبند رحمہم اللہ تعالیٰ لکھے گئے ہیں۔اس کے ہشت پہلوؤں پر مندرجہ ذیل اشعار لکھے گئے ہیں

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

اولیا را ہست قدرت از اللہ
تیر جستہ باز گردانند از راہ

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بوَد

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
او نشیند در حضور اولیاء

بندگانِ خاص علام الغیوب
در جہانِ جاں جواسیس القلوب

اگر گیتی سراسر باد گرد
چراغ مقبلاں ہرگز نہ میرد

گر تو سنگِ خارۂ مر مر شوی

چوں پیش صاحبِ دل رسی گوہر شوی

ترجمہ: ''وہ کبھی نہیں مرتا جس کا دل عشق میں زندہ ہو گیا۔لکھا ہوا ہے دنیا کی کتاب پر ہمارا ہمیشہ رہنا۔اولیائے اللہ کی صحبت میں ایک لمحہ سو سال کی بے ریا اطاعت سے بہتر ہے۔اللہ کی طرف سے اولیاء کو قدرت ہے نکلے ہوئے تیر کو راستے سے واپس لا سکتے ہیں۔ان کی بات اللہ کی بات ہو جاتی ہے اگر چہ وہ بندے کے حلق سے نکلتی ہے۔جو کوئی اللہ کے ساتھ ہم نشینی چاہتا ہے وہ اولیاء کے حضور میں بیٹھتا ہے۔اللہ کے خاص بندے غیب کا علم جانتے ہیں۔ روح کی دنیا میں دلوں کی جستجو کرنے والے ہیں۔اگر دنیا پوری کی پوری ہوا/غبار بن جائے تو مقبول لوگوں کا چراغ کبھی نہیں بجھتا۔اگر تو سخت پتھر بھی ہو جائے گا تو جب تو صاحب دل کے پاس پہنچے گا تو موتی بن جائے گا۔''

حضرت سید محمد اسماعیل شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دو صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے ہوئے صاحبزادگان کے نام یہ ہیں:

1. حضرت صاحبزادہ سید محمد عثمان علی شاہ بخاری (اول) جن کا بچپن میں وصال ہوا۔
2. حضرت صاحبزادہ سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف متوفی ۱۹۹۳ء
3. حضرت صاحبزادہ سید میر طیب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (جن کا گیارہ سال کی عمر میں وصال ہوا)
4. حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ بخاری دوم رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ

حضرت کرمانوالہ شریف متوفی ۹ شعبان ۱۳۹۸ھ

۵ حضرت صاحبزادہ سید غلام جیلانی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان کا وصال بھی بچپن میں ہوا۔

حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ کی اشاعت اور تبلیغ اسلام کے لیے اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرمائی۔ دونوں صاحبزادگان تاحیات متوسلین کی اصلاح نفس اور تربیت کے لیے کوشاں رہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات اور ملفوظات کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بنتی ہے تاہم چند ایک ارشادات یہ ہیں:

۱ سجادہ نشین پر صاحب مزار کی خاص نظر ہوتی ہے خواہ اس کا مرتبہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۲ اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر باغبانپورہ لاہور تشریف لے گئے تو صاحب مزار نے فرمایا پہلے سجادہ نشین کے ہاں حاضری دیں۔

۳ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کے ولی کامل کے دل میں ایسے ہوتی ہے جیسے کٹا ہوا ناخن کسی کونے میں پڑا ہو۔

۴ میرے مرید آج کل کے اکثر بزرگوں کے خلفاء سے افضل ہیں۔ اگر میں اپنے ادنیٰ غلام کا مرتبہ اس پر کشف کر دوں تو وہ خوشی سے مر جائے۔

۵ وہ بھی کوئی پیر ہے جسے اپنے مرید کی خبر نہیں کہ کیسا ہے کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔

۶ بیلیو! ربِّ کریم نے اولیاء کرام کو اپنی قدرت کاملہ سے اس قدر روحانی قوت عطا کی کہ اللہ تعالیٰ کے یہ برگزیدہ بندے کسی بھی چلائے گئے تیر کو اللہ کی دی

گئی طاقت سے اللہ ہی کے حکم سے واپس لے آتے ہیں اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔

اولیاء را ہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

◆ ہر پھل کو چاقو یا چھری سے کاٹتے وقت تین بار "بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" پڑھنا چاہیے خواہ خربوزہ ہی کیوں نہ ہو۔

◆ درودِ پاک پڑھتے وقت یہ خیال ہو کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کریم کے حضور ہیں اور ان کی سرکار میں درود شریف پڑھ رہا ہوں۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ دوسری طرف فرشتے اور ایمان والے جبکہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیان میں ہیں پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ ہیں اور رسول کے معنیٰ بھی وسیلہ ہیں۔

❁❁❁❁

۵ حضرت صاجنزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ

(بیربل شریف، ضلع سرگودھا)

حضرت صاجنزادہ علامہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں بیربل شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ والد بزرگوار کے منجھلے صاجزادے تھے۔ بڑے بھائی کا نام محمد معصوم تھا اور چھوٹے بھائی کا نام حافظ عمر زبیر تھا۔

آپ کا خاندان علم و فضل، حفظِ قرآن اور علوم جدیدہ و قدیمہ کی تدریس کا حامل چلا آرہا تھا۔ آپ نے بھی خاندانی روایت کے مطابق اپنی تعلیم کا آغاز قرآن پاک سے کیا۔ تعلیمِ قرآن کی تکمیل کے بعد اپنے جدامجد حضرت علامہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے علوم اسلامیہ کی کتب "شرح ملا جامی" تک پڑھیں۔ جدامجد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ آپ اپنی تعلیم اور ابتدائی حالات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

> "میرے والدِ بزرگوار اور میرے چھوٹے چچا بہت پختہ حافظ تھے۔ سال بھر قرآن نہ دیکھتے، ہر رمضان شریف میں بلاتردد مُصَلّٰی پر قرآن سنا سکتے تھے اور قاری کے بہت اچھے سامع رہے۔ اعلیٰ حضرت غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ پوتے تھے، تمام پختہ حافظ تھے۔ میرے بڑے بھائی اور مجھ سے چھوٹے دونوں بہت پختہ حافظ تھے۔ رمضان شریف میں کئی جگہ قرآن سنایا جاتا تھا، غالباً میں نے

گیارہ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ قاعدہ تھا کہ جولڑ کا حفظ کرتا اسی سال اس کو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے مُصَلّٰی پر کھڑا کیا جاتا تھا۔ بہرصورت جب میں نے حفظ کیا تو مجھے مُصَلّٰی پر کھڑا کر دیا گیا، میرے استاد مرحوم حافظ پیر بخش صاحب بہت طاقتور اور جوان تھے، گو قد متوسط تھا، طاقت اور قوت میں اپنی مثال آپ تھے۔ اس زمانہ میں تعلیم صرف ڈنڈے پر تھی، رات دن بچوں پر ڈنڈا چلتا تھا۔ ہمیشہ لڑکے استاد سے ڈرتے رہتے تھے۔ دن میں ایک موت نہیں تھی، کم از کم مجھ جیسے کے لیے چار موتیں تھیں۔ ☆ ایک گھائی سبق سنانا، ☆ دوسری گھائی منزل سنانا ☆ تیسری گھائی نیا جوڑ اور سبق تھی ☆ اور پھر شام کو چوتھی گھائی کہ سبق کی منزل ایک پارہ سنانا۔

استاد ڈنڈے سے لیس ہوتا تھا، ایک حرف کیا واؤ کا فرق ہوا تو بلا تحاشا ڈنڈا پڑتا تھا۔ کسی کے اعضاء کا خیال نہ ہوتا تھا۔ یہ سب روزانہ ہوتا تھا۔ میرے باپ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے، بڑے نرم مزاج اور نرم دل تھے۔ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے خوف کی وجہ سے یارائے سخن نہ تھا اور میری مار پر اُف تک نہ کرتے تھے۔ بچپن میں بزرگوں کی قبور کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ میں اکثر اپنے مشہور بزرگ حضرت اعلیٰ کے چچا رحمۃ اللہ علیہما کی قبر پر اپنی موت کی تمنا کیا کرتا تھا۔ اور اس عذاب سے خلاصی کی تمنا ہر آن رہا کرتی تھی۔[1]

---

[1] محمد عمر بیربلوی، صاحبزادہ: انقلاب الحقیقت صفحہ: ۳

آپ کی تربیت والد بزرگوار اور جد امجد کی رحمۃ اللہ علیہما نگرانی میں ہوئی جس کے نتیجے میں آپ کو کھیل کود، گالی گلوچ، کذب بیانی اور دیگر رذائل سے سخت نفرت تھی۔ البتہ حصولِ علم، تدریس، تحقیق، مضمون نگاری، خطابت، تصنیف و تالیف، امانت و دیانت اور شرافت و صداقت سے قلبی لگاؤ تھا۔

آپ کا خاندان اپنی امتیازی خصوصیات کے سبب عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"آباء و اجداد علیہم الرحمہ کا پیشہ علم و فقر ہو چکا تھا۔ علوم شرقیہ کی علمی سند یں لینے کے بعد گو مجھے اہلِ علم میں بیٹھنے میں جھجک نہیں رہی تھی لیکن میں خوب جانتا تھا کہ آبائی ورثہ سے مجھے بہت کم حصہ ملا۔ تاہم شکر، مگر باطنی ورثہ سے ابھی تک بالکلیہ محروم تھا۔ تاہم مرشد زادوں کی طرح سلسلہ بیعت جاری ہو گیا اور مخلص بزرگوں کی جماعت میں آنے جانے لگا، لیکن اپنی کمی خوب محسوس ہوتی تھی تا آنکہ مرشد کا داعیہ بھی پیدا ہو گیا۔"[1]

حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حضور شرقپور شریف میں حاضر ہوئے تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف بخوشی بیعت میں قبول فرمایا بلکہ خلافت بھی عطا فرمائی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

"تیسری مرتبہ آپ (حضرت شیرِ ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ) نے بالا خانہ پر بلوایا سب سے پیشتر آپ نے فرمایا: آپ جانتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[1] محمد عمر بیر بلوی، صاحبزادہ: حالات خواجہ غلام مرتضیٰ، صفحہ: ۲۱

کی خدمت میں کس طرح بیٹھتے تھے، اور آنحضور ﷺ کو رب العزت کی یاد میں کس طرح بیٹھنے کا طریقہ سکھایا؟ گویا یہ تعلیم تھی ادب کی جو میں سمجھ گیا اور تلقین فرمائی۔ ذکر قلبی کے لیے کئی آیات آپ نے تلاوت فرمائیں۔ اسم ذات ''اللہ ھُوَ'' یک دم دو اسم الگ الگ پڑھنے کو ارشاد فرمایا۔ الم نشرح ۸۱ بار، اور درود شریف بطور وظیفہ ۵۰۰ بار اور نماز تہجد پڑھنے کے لیے فرمایا۔

ازاں بعد آپ نے فرمایا: نماز تہجد پڑھا کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ ہر چیز کا جواب ''نہیں'' ہے۔ اور ذرا تبسم فرما کر چھ رکعت نماز تہجد ادا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا: جاگ نہیں سکتا۔ فرمایا کہ نماز میں جو درود شریف پڑھتے ہو وہ پڑھ کر سناؤ، اس وقت عجیب حالت تھی، میری زبان سے لڑکھڑاتے ہوئے یہ الفاظ نکلے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ۔ فرمایا: بس اتنا ہی کافی ہے لیکن اتنا کیا کرو کہ کلام مجید کی تلاوت سے پہلے یہ درود تین مرتبہ، سورہ توبہ کی آخری دو آیات: لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ پڑھ لیا کرو، اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد پڑھنا چاہیے لیکن نماز میں پہلی صورت ہی پڑھنا اولیٰ ہے اور بعد ان آیات: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر تلاوت کلام مجید کیا کرو اور فرمایا: اَورادِ فتحیہ

چالیس دن تو دو بار روزانہ پڑھنا تاکہ طبیعت میں اثر پیدا کرے لیکن بعد میں صرف ایک بار ہی کافی ہے۔ یہ اوراد بڑے ہی بابرکت ہیں۔ فرمایا: درود شریف کی بہت برکات ہیں اور تمام سلسلوں میں الگ آلگ معمول ہیں۔ ہمارے بزرگ درود شریف خضری صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ پڑھا کرتے تھے۔ اکثر دوست دو ڈھائی ہزار بار روزانہ پڑھتے ہیں۔ لیکن پانچ صد ہی کافی ہے۔ میں کبھی چار پانچ ہزار بھی پڑھتا تھا۔ فرمایا: میں ہاتھ پکڑ کر بیعت نہیں کرتا، تم ہاتھ پکڑ کر جو طالبِ حق آئے بیعت کر لیا کرنا۔ پھر فرمایا: صفاتی نام میں بڑی برکت ہے اور خواجہ اللہ بخش صاحب ابتداءً اسی وظیفہ کے لیے فرماتے۔ جو کوئی پوچھے: "یَا کَرِیْمُ، یَا رَحِیْمُ" بتلایا کرو۔ یہ میری طرف سے نہ سمجھنا بلکہ اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے سمجھنا، اور آپ نے فرمایا کہ اپنے والد صاحب یا جدامجد صاحب کو اپنا پیشوا خیال کرنا۔ جو کچھ حضرت صاحب کیا کرتے تھے وہی کرتے رہنا، اس میں سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔ اس کے بعد مجھے سینے سے لگایا اور دیر تک بغلگیر رہے اور آپ کے وجودِ مبارک سے اس طرح آواز آتی تھی جس طرح کوئی چیز اندر سے باہر نکلنا چاہتی ہے اور یہ آواز شاید تین بار آئی۔ پھر ہاتھ ملا کر رخصت فرمایا کہ کل کھانا کھا کر چلے جانا۔ ہاں پھر صبح بھی ملیں گے اور فرمایا کہ اپنے دادا صاحب کی قبر پر بیٹھنا جتنا ہو سکے اتنا ہی بیٹھے رہنا اور فیوض حاصل کرنا۔ آپ کے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کرتے تھے کہ ''اویسی نسبت عجیب نسبت ہے۔''[1]

بیعت کے بعد حضرت صاحبزادہ علامہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ میں حقیقی انقلاب پیدا ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس انقلاب کے بارے میں آپ لکھتے ہیں:

''جب میرا رفیق مجھ سے لالہ موسیٰ میں آ کر جدا ہوا تو میں نے اپنے اندر نظر دوڑانا شروع کی۔ لیکن میں تبدیل ہو چکا تھا۔ میری تمام خواہشات، میرے خیالات، میرے اطوار حتیٰ کہ میرا جسم سب نے دوسرا رنگ لے لیا۔ جس نے مجھے دیکھا کچھ اور ہی دیکھا۔ اجنبی لوگوں نے تعظیم کرنی شروع کر دی، سچ ہے:

ع نظر جنہاں دی کیمیا سونا کر دے وٹ''[2]

حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ عالم ربانی کی راقم الحروف کے علم کی حد تک حسب ذیل تصنیفات یا تالیفات معروف ہیں:

۱۔ انقلاب الحقیقت

یہ کتاب آپؒ کی آپ بیتی اور حضرت شیرِ ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ اس شاہکار کے دو حصے اور ۲۷۲ صفحات ہیں۔ ''ادارہ تصوف'' لاہور نے اسے پہلی بار شائع کیا تھا۔

۲۔ زنبیلِ عمرؒ

یہ کتاب آپؒ کے مختلف مضامین و مقالات کا مجموعہ ہے۔ مولانا غلام سرور صاحب کے مشورے سے اس مجموعے کا یہ نام تجویز کیا گیا۔ یہ مجموعہ آپؒ کے علمی، ادبی،

[1] محمد عمر بیربلوی، صاحبزادہ: انقلاب الحقیقت صفحہ: ۱۷

[2] محمد عمر بیربلوی، صاحبزادہ: انقلاب الحقیقت صفحہ: ۲۱

تحقیقی اور تاریخی مقالات کا معلومات افزا ذخیرہ ہے۔

۳-مکتوباتِ عمرؒ

آپؒ نے اپنے مختلف احباب کے نام مکتوبات تحریر فرمائے۔ خدام کے مشورے سے متوسلین کے استفادہ کے لیے ان کو جمع کر کے "مکتوباتِ عمرؒ" کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اب اس کا نیا نام "انوارِ تجلیات" ہے۔

۴-حالاتِ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ نے اپنے جدِ امجد حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر یہ کتاب ترتیب دی جس میں پیدائش، بچپن، حصولِ علم، بیعت وخلافت، معمولات، کشف وکرامات، مذہبی خدمات اور وصالِ مبارک کے بارے میں جامع انداز میں روشنی ڈالی۔ یہ کتاب ۱۱۶ صفحات پر مشتمل ہے جسے دارالعلوم عطائیہ، تلی ضلع خوشاب نے شائع کیا تھا۔

۵-سلوک ومقصدِ سلوک

یہ کتاب دراصل حافظ سلیمان احمد صاحب کے خطوط کے جواب میں لکھے گئے آپ کے مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ مکتبہ زاویہ، گنج بخش روڈ، لاہور نے حال ہی میں اسے جدید تقاضوں کے مطابق شائع کیا ہے۔

۶-طریقت کی حقیقت قرآنی آیات میں

اس کتاب میں سورہ کہف رکوع ۸، ۹ کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے واقعہ کو دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے جسے "ادارہ تصوف" لاہور نے شائع کیا تھا۔

۷-قرآنی حقائق

قرآن پاک کے حقائق و معارف پر مشتمل اس کتاب کے تین حصے ہیں اور ہر حصہ کی ضخامت تقریباً ۲۵۰ صفحات ہے۔اس کتاب میں قرآن کریم کی روشنی میں تصوف اور اس کے متعلقات کو عمدہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ایک اعتبار سے اس کتاب کو ''تفسیر قرآن'' کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔

آپ کی زیر سرپرستی موہنی روڈ، لاہور میں ۱۹۶۲ء میں ''ادارہ تصوف'' کا قیام عمل میں لایا گیا، جس کے تحت آپ کی تصانیف شائع کر کے متوسلین تک پہنچائی گئیں۔علاوہ ازیں اسی ادارہ سے ایک ماہنامہ ''سلسبیل'' رسالہ کا اجراء ہوا جس میں آپ کے مضامین و مقالات مسلسل شائع ہوتے رہے۔قرآن، حدیث، اقوالِ اکابر اور تاریخی حقائق پر مشتمل آپ کے مضامین و مقالات آستانہ عالیہ حضرت شیرِ ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''نور اسلام'' شرقپور شریف میں بھی شائع ہوتے رہے۔

حضرت صاحبزادہ علامہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار کرامات سے چند ایک بطور تبرک سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

❶ حضرت علامہ مولانا منظور احمد قادری موضع خیرے وال کا بیان ہے کہ میرے والد محترم میاں نبی بخش رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مرید خاص تھے۔ان پر آپ کی خصوصی نظر اور شفقت تھی، ان کو پڑھنے لکھنے کا بڑا شوق تھا اور فن طب کے حصول کا بھی ذوق تھا لیکن صرف ناظرہ قرآن کریم اور اردو کا صرف ایک قاعدہ آتا تھا۔ ایک دن وہ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: حضور! مجھے علم طب حاصل کرنے کا بڑا شوق ہے لیکن پڑھ لکھ نہیں سکتا۔آپؒ نے اپنا دست اقدس ان کے سینے پر رکھا اور فرمایا: میاں صاحب! فکر نہ کرو، اس علاقہ میں ایسا

کوئی طبیب نہیں جیسا آپ کو بنا دیا ہے، لکھنے پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی، کتاب پکڑو اور پڑھو، کاغذ قلم لو اور لکھو۔ حسب حکم انہوں نے لکھنا اور پڑھنا شروع کر دیا، مشکل ترین کتاب پڑھ لیتے اور مشکل ترین الفاظ لکھ لیتے تھے۔ اور علاقہ بھر میں ان کی مثل کوئی طبیب نہیں تھا۔[1]

❷ چوہدری محمد لطیف آف رحمان پورہ، لاہور کا بیان ہے کہ میں سعودی عرب میں بطور ملازم تعینات تھا کہ اچانک ایک مرض کا شکار ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے تشخیص کے بعد بتایا کہ آپریشن کے بغیر اس مرض کا علاج ممکن نہیں ہے۔ گھر سے دور پھر اکیلا ہونے کے سبب آپریشن کی صورتحال سے پریشان تھا۔ ایسی پریشان کن صورتحال میں حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہو کر شفا کی دعا کی اور رات کو سو گیا۔ آپ خواب میں تشریف لائے اور درد والی جگہ میں اپنے انگوٹھے سے تین بار خوب دبایا۔ جب صبح کو میں بیدار ہوا تو نہ مرض تھا اور نہ درد۔ آپریشن کا مشورہ دینے والے ڈاکٹر حضرات میرے رو بصحت ہونے پر بہت متعجب ہوئے۔[2]

❸ میاں متعلی کمہار گھوگھا ضلع گجرات کا بیان ہے کہ جن دنوں حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکانات کی تعمیر میں مصروف تھے، ان دنوں عین سحری کے وقت مجھے یوں محسوس ہوا کہ آپ نے مجھے بیربل شریف میں آنے کا اشارہ فرمایا ہے۔ میں حضرت مولانا غلام محمود صاحبؒ کی معیت میں آپؒ کی طرف روانہ ہو پڑا۔ ہم تقریباً گیارہ بجے بیربل شریف میں پہنچ گئے۔ سب سے قبل اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری دی۔ جب حاضری

[1] غلام عابد خاں، پروفیسر: انوارِ عمر صفحہ: ۲۷۹

[2] غلام عابد خاں، پروفیسر: انوارِ عمر صفحہ: ۲۸۶

کے بعد ہم باہر آئے تو حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے ہمیں دیکھ کر فرمایا: آگئے ہو! میں نے عرض کیا: حضور! آپ نے بلوایا تھا تو میں حاضر ہوگیا ہوں۔ فرمایا: مکان گرانے کے لیے سحری کے وقت یاد کیا تھا، اچھا ہوا جو آگئے ہو۔[1]

◆ حاجی شیر محمد آف کھوڑہ کا بیان ہے کہ صوفی محمد اسماعیل میں تمام شرعی عیوب موجود تھے۔ ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھوڑہ میں تشریف لائے تو صوفی صاحب آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ جب آپ کی نظر ولایت اس پر پڑی تو وہ تمام رذائل سے تائب ہوگیا اور احکام شرعیہ کا پابند بن گیا۔ وہ پہلے نماز کے نام سے بھی واقف نہیں تھا، بعد میں نہ صرف نماز پنجگانہ کا پابند بنا بلکہ تہجد گزار بن گیا۔ مسجد کی تعمیر و ترقی میں اس حد تک دلچسپی لینے لگا کہ اپنی مسجد کو علاقہ بھر کی ایک مثالی مسجد بنا دیا۔[2] صوفی صاحب موصوف کے ہم نوالہ و ہم پیالہ ملک خادم حسین صاحب کی حالت بھی سرکارؒ کی نظر فیض اثر سے بالکل صوفی صاحب جیسی ہوگئی۔ صوفی صاحب اور ملک خادم حسین صاحب ہر سال بیربل شریف حضرتؒ کے حرم شریف اپنی اعوان بس میں کھوڑہ لے آتے اور اسی طرح واپس لے جاتے۔ ان حضرات کو یہ شرف بھی حاصل ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول ۱۹۶۷ء میں کھوڑہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں تشریف فرما ہوئے ابھی ایک ہفتہ ہوا تھا کہ مرض کا حملہ ہوا جس کا ڈاکٹروں سے علاج کروایا گیا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ ڈاکٹروں کے مشورہ سے آپؒ کو سرد سر

[1] غلام عابد خاں، پروفیسر: انوار عمر صفحہ: ۲۸۳

[2] غلام عابد خاں، پروفیسر: انوار عمر صفحہ: ۲۷۱

ہسپتال، لاہور میں لایا گیا جہاں ڈاکٹروں کے ایک بورڈ نے گیارہ دن تک علاج کیا لیکن پھر بھی افاقہ نہ ہوا بلکہ مرض میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا۔

آپؒ نے اپنے وصال کی پیشین گوئی بایں الفاظ پہلے ہی دے دی تھی:

"میں کئی دن سے سوچ رہا ہوں کہ وقت آ گیا ہے کہ میری حالت دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ موت آ رہی ہے، کمزوری اور علالت جب کسی پر ظاہر ہوتی ہے تو آخر اس کا انجام موت ہی ہوتا ہے۔ میاں کرم دین وغیرہ سب دیکھے۔ اگلے دن خواب میں دیکھا کہ قبرستان میں ہوں اور بہت سی قبریں ہیں۔ میری قبر کے موقع کی تلاش ہے۔ قبروں کے درمیان جگہ تھی لیکن میرے والدؒ صاحب نے کہا: یہاں نہیں الگ دوسری جگہ قبر بنائی جائے۔ میں حیران تھا کہ ایک طرف تو قبر تیار ہو رہی ہے اور ایک طرف میں زندہ ہوں۔ میں کیسے زندہ درگور ہو سکتا ہوں؟ بہر صورت شواہد تو ایسے ہیں لیکن دل ہے کہ اپنی جگہ مست، حرص و ہوا سے پُر، ایک گھڑی بھی گناہ نہیں چھوڑتا۔ ایسی حالت میں مریں گے تو کیا مریں گے جئیں گے تو کیا جئیں گے۔"[1]

آپ کے مرض کا علاج کرنے میں ڈاکٹر حضرات بھی ناکام ہو گئے اور طبیب حضرات بھی۔ کیوں کہ آپ کا آخری وقت آچکا تھا۔ یہ آفتاب علم و عرفان اسی (۸۰) سال تک اپنی نورانی کرنوں سے تاریک دلوں کو منور کرتا ہوا اور روحانی غذا فراہم کرتا ہوا۔ ۱۹ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۹۶۷ء کو ابدی طور پر غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے خادم خاص و خلیفہ مجاز حاجی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ ایڈیٹر

[1] فضل احمد، حاجی ماہنامہ سلسبیل شیخ طریقت نمبر صفحہ: ۱۳

ماہنامہ "سلسبیل" لاہور آپ کے جسدِ اطہر کو ایمبولینس کے ذریعے اپنے مکان واقع موہنی روڈ، لاہور میں لائے جہاں انہوں نے قاضی محمد رضا صاحب، حافظ دوست محمد صاحب اور قاری غلام محمد صاحب فیض پوری کی معاونت سے غسل دیا اور مکہ مکرمہ کے کپڑے سے کفن دیا۔

آپ کو غسل دینے اور کفن پہنانے تک خدام، متوسلین اور عقیدتمند حضرات کثیر تعداد میں جمع ہو گئے اور انہوں نے داتا کی نگری، لاہور میں نماز جنازہ پڑھانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ خدام کی خواہش پر شاہی مسجد سے متصل پلاٹ میں حاجی فضل احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آخری زیارت کروائی گئی۔ بعد ازاں ایمبولینس کے ذریعے آپ کو بیربل شریف ضلع سرگودھا کی جانب سفر شروع ہوا۔ سرگودھا شہر پولیس لائن میں بے پناہ ہجوم منتظر تھا لہٰذا وہاں بھی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ پھر بیربل شریف روانگی ہوئی۔ جہاں ہزاروں مشائخ، علماء، خدام اور متوسلین انتظار میں تھے۔ حضرت صاحبزادہ میاں غلام احمد شرقپوری سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی وثانی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے بیربل شریف میں نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی تدفین آبائی قصبہ بیربل شریف ضلع سرگودھا میں عمل میں لائی گئی۔ آپ کا مزار پرانوار مرجع خاص وعام ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ حاجی فضل احمد صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: مولوی صاحب (حاجی صاحب) ہمارا روضہ تو بنوا دیں گے۔" حاجی صاحب موصوف نے خدام کی معاونت سے "دربارِ عمر" کی تعمیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور اس سے متصل اراضی خرید کر ایک دینی تعلیم کے ادارہ کی بنیاد رکھی۔ کمرے تعمیر کیے جہاں دینی طلباء اور اساتذہ قیام کرتے ہیں اور قرآن پاک کی تدریس وتعلیم میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ آپؒ کے وصال کے بعد حاجی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جانشین مقرر ہوئے، جنہوں نے آپ کی تعلیمات، ارشادات اور پروگرام کو

بامِ عروج تک پہنچایا۔ حضرت حاجی صاحب موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا ۲۲ نومبر ۱۹۹۱ء میں وصال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس وقت آپ کے لختِ جگر حضرت صاحبزادہ خالد سیف اللہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین ہیں جو اپنے پدر بزرگوار کی تعلیمات، مشن اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت میں بھرپور کوشش فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و فضل، عمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

آپ کے ارشاداتِ عالیہ متوسلین کے استفادہ کے لیے سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

- دین طہارت اور پاکیزگی کا نام ہے، اول باطن پاک کرے اور پھر ظاہر پاک بنائے۔
- دین ان افکار و اعمال کے مجموعہ کا نام ہے جن سے تعلق باللہ پیدا ہوتا ہے اور جزا و سزا آخرت کا قائل کرتا ہے۔
- جس طرح حکومت کے بغیر انصاف ناممکن ہے اسی طرح تصورِ خدا کے بغیر اخلاق کی تکمیل ناممکن ہے، تصورِ خدا ہی انصاف اور اخلاق کا سرچشمہ ہے۔ اور اس کی محبت سے اخلاق بلند، مروت، احسان، شفقت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔
- حسن کی روح محبت ہے، اگر حسن محبت سے بھرپور نہیں تو اس کا پرستار بھی کوئی نہیں۔
- عشق تن من جلنے کا نام ہے۔ لیکن یہ جلن سراسر لذت ہے۔
- کامل فقیر وہ ہے جس کی خودی سے ٹکرا کر بادشاہ کی خودی پاش پاش ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کے نازک تعلق کا نام فقر و تصوف ہے۔
- صوفی وہ ہے کہ بیک وقت تمام صفاتِ الٰہیہ کو ذاتِ اقدس کے ساتھ ذہناً، عقلاً

اور قلباً متصف دیکھے ورنہ ہر موحد صفات و ذات کو تسلیم کرتا ہے لیکن عقلاً اور بس۔

- شخصی عقیدت مذہب کی بنیاد ہے۔لیکن اگر دین کے ساتھ ٹکرا جائے تو حرام ہے۔
- ولی بھی وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بنائے اور جو خود دعویٰ ولایت کرے وہ ذلیل وخوار ہوتا ہے،ولایت کے اوصاف اور ولایت کی استعداد ولی بناتی ہے۔
- کثرت ذکر بہت ضروری ہے۔اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دل خود بخود ذکر میں مصروف رہنے لگتا ہے۔مگر یہ کافی نہیں ہے بلکہ کثرت ذکر سے جب دل میں محبت کی لہریں اٹھنے لگیں اور ان سے سرشار ہو کر انسان کو ایسی لگن پیدا ہو جائے جسے عشقِ الٰہی کہتے ہیں۔اور ایک لمحہ کے لیے بھی ماسوا اللہ کا خیال نہ آئے۔یہی حالت قابل اطمینان ہوتی ہے۔
- اس دور میں گناہ ثواب کی تمیز کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے،سمجھ میں نہیں آتا کہ گناہ کیا ہے اور ثواب کیا ہے،اور اس سے کیسے بچا جائے۔
- سالک جب تک ذکر کثیر نہ کرے قدم نہیں اٹھتا اور منزلیں طے نہیں ہوتیں۔ جب بھی اس کٹھن منزل کو عبور کرے گا ذکر ہی سے کرے گا۔

خلفاء وخدام

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کی دوکان نہیں چمکائی اور نہ کسی امر میں نمود و نمائش سے کام لیا ایسے حالات میں اپنے متوسلین کی جو روحانی تربیت فرمائی اس میں اس لحاظ سے کوئی کمی نہیں تھی کہ جو بھی در اقدس پہ آیا اپنی استعداد کے مطابق روحانی فیض حاصل کیا لیکن جہاں تک رشد و ہدایت کے اس عالی منصب یعنی خلافت کا تعلق ہے تو اس ضمن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت قبلہ حاجی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور والوں کو خلافت کا منصب عطا فرمایا اس کے علاوہ بعض دوسرے احباب مثلاً:

- ١ صوفی محمد اقبال صاحب بھیروی رحمۃ اللہ علیہ
- ٢ حضرت مولانا غلام محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضع بھوجووال ضلع منڈی بہاؤالدین
- ٣ حضرت پیر سید محمد شاہ صاحب بھیروی رحمۃ اللہ علیہ
- ٤ حضرت قاضی محمد رضا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نلی ضلع خوشاب
- ٥ جناب حاجی فضل کریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ شریف
- ٦ الحاج حافظ دوست محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جوہر آباد
- ٧ حافظ محمد حبیب شاہ صاحب پولیس لائن سرگودھا
- ٨ میاں کرم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ پنڈی لالہ ضلع منڈی بہاؤالدین
- ٩ سید عباس علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھوگھانوالی ضلع منڈی بہاؤالدین
- ١٠ حیدر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عیدل ضلع گجرات
- ١١ شیخ محمد امین صاحب مرحوم لاہور
- ١٢ مولوی محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ للہ شریف ضلع جہلم
- ١٣ مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چھنی جامکے ضلع حافظ آباد آپ کی زیارت وملاقات کے لیے حضرت قبلہ حاجی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور والے اکثر چھنی جامکے تشریف لایا کرتے تھے۔
- ١٤ قاضی عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن سوہاوا ضلع منڈی بہاؤالدین
- ١٥ ڈاکٹر دل محمد قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پی ایچ ڈی لاہور
- ١٦ ملک ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ لاہور
- ١٧ ملک حبیب الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کھوڑہ ضلع خوشاب
- ١٨ مفتی محمد زبیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضلع منڈی بہاؤالدین
- ١٩ ڈاکٹر عبید الرحمن صاحب کھوڑہ

- ۲۰ حکیم فضل حسین صاحب مرحوم جامکے چٹھہ ضلع گوجرانوالہ
- ۲۱ سید مظفر حسین صاحب منڈی بہاؤالدین
- ۲۲ حافظ محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نلی شریف ضلع خوشاب
- ۲۳ مولوی محمد حسین صاحب چک رامداس سرگودھا

بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ تربیت سے زہد و تقویٰ، بزرگی اور استقامت دین میں درجہ بدرجہ اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور ہیں۔

۶ حضرت سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

(حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ)

حضرت سید نورالحسن شاہ بخاری کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۲۷ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ بمطابق ۳۰ جنوری ۱۸۸۹ء بروز بدھ موضع احمد نگر ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی [1]

حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید قربان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے پیدا ہوئے تھے اور اسم گرامی بھی انہوں نے تجویز فرمایا۔ مرشد کامل حضرت شیر ربانی شرقپوری سرکار رحمۃ اللہ علیہ از راہِ شفقت "نور" کے نام سے یاد فرماتے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب ۴۶ درمیانی واسطوں سے سیدالانبیاء حضور پرنور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتا ہے۔

حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حسب معمول اپنی تعلیم کا آغاز قرآن پاک سے کیا۔ پانچ سال کی عمر میں موضع احمد نگر کے سکول میں داخلہ لیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت درجہ ذہین فطین اور محنتی تھے۔ اساتذہ کے آداب بجالاتے اور ان کی ہر بات پر عمل کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد گھریلو معاملات کی بنا پر تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم محکمہ تعلیم سے ریٹائر ہوئے اور برادرِ اکبر جناب سید حسین شاہ صاحب نے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا تو والدہ محترمہ موضع احمد نگر میں اپنے مرشد کامل سید فضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت حاضر ہوئیں اور اپنے صاحبزادے

---

[1] منیر حسین شاہ، سید انشراح الصدور بتذکرۃ النور صفحہ ۴۱

سید حسین شاہ صاحب کو ملازمت ملنے کے بارے میں دعا کرنے کا عرض کیا۔اس وقت حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک تین سال کے لگ بھگ تھی کہ والدہ محترمہ کے مرشد صاحب کے پاس کھڑے ہو کر بلند آواز میں کہا "سائیں جی میرے وَل وی دھیان کریا جے" آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سن کر سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خاص کیفیت طاری ہو گئی اور حالت جذب میں چلے گئے۔اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ دن یہ کیفیت طاری رہی اور دنیا کے حالات سے الگ تھلگ رہے۔

حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن ہی سے نماز کا آغاز کر دیا۔نماز پنجگانہ کے علاوہ قرآن پاک کی تلاوت بھی بلا ناغہ فرماتے۔ایک دن نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہوا خارج ہو گئی آپ رحمۃ اللہ علیہ مسائل سے ناواقفیت کی بنا پر استنجا کرنے کے لیے باہر تشریف لے گئے اس پر کچھ ناسمجھ لوگوں نے باتیں شروع کر دیں کہ استنجا کے بغیر نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو فرمایا ہوا خارج ہونے کی بنا پر میرا وضو ٹوٹ گیا تھا۔اس لیے استنجا کرنے گیا تھا کیونکہ ابھی بچپنا تھا اور مسائل سے زیادہ آگاہی نہیں تھی اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا کہ شاید ہوا خارج ہونے پر استنجا بھی کرنا پڑتا ہے۔اس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے التزام طہارت کا پتہ چلتا ہے۔بچپن کا زمانہ تھا کہ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ خوشی و مسرت میں ڈوبے ہوئے گھر تشریف لائے اور والدہ صاحبہ سے روزہ رکھنے کے لیے سحری کے وقت اٹھانے کے بارے تاکیداً عرض کیا۔والدہ ماجدہ اور گھر کے دیگر افراد نے محض اس لیے بیدار نہ کیا کہ ابھی نابالغ ہیں اور روزہ ان پر فرض بھی نہیں اور شاید روزہ پورا بھی نہ کر سکیں۔جب آپ رحمۃ اللہ علیہ صبح کو بیدار ہوئے تو کوئی چیز کھائے بغیر روزہ رکھ لیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت زار پر گھر والوں کو ترس آ رہا تھا انہوں نے کھلانے پلانے کی بہت کوشش کی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صاف انکار کر دیا اور بفضلہ تعالیٰ نہایت

خلوص، شوق اور محبت سے روزہ مکمل کیا۔اس کے بعد گھر والے باقاعدگی سے سحری کے وقت بیدار کرتے رہے اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان المبارک کے تمام روزے رکھے۔

حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے پاکیزہ اور صاف ستھرا رہتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عادات مبارکہ عام بچوں سے مختلف تھیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ صدقِ مقال امانداری اور ایفائے عہد کے پابند تھے ان عادات واطوار کی بنا پر ہر دلعزیز تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ شیعہ مذہب سے متاثر ہوئے لیکن عام اہلِ تشیع کی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو کبھی برا بھلا نہ کہا اور نہ زنجیر زنی کی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر معاملہ میں کامیابی کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات کو قرار دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کبھی محروم نہیں کیا۔ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے جانوروں کو چرانے کے لیے کھیتوں میں لے گئے۔جب نماز کا وقت ہوا تو وضو کر کے نہر کی پٹڑی پر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی گئی۔جانور نہر کی جھیل میں اتر گئے۔جہاں سے نکلنا بہت مشکل تھا۔اس سے پہلے کئی جانوروں کے ساتھ خطرناک واقعات پیش آچکے تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے توکل کے سبب تمام جانور صحیح سلامت باہر نکل آئے اور ایک جانور بھی ضائع نہ ہوا۔

حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے زمیندارہ کرنے کے ساتھ ساتھ وقت نکال کر خطاطی سیکھنا شروع کر دی اور مولوی نور الٰہی کی راہنمائی میں خطاطی میں مہارت حاصل کر لی۔ کچھ عرصہ خطاطی کرتے بھی رہے لیکن قدرت کے فیصلے کچھ اور تھے اس لیے طبیعت نے اس پیشہ کو پسند نہ کیا لہٰذا اسے چھوڑ دیا۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مومن کی معراج اور لازوال دولت ہے جس کے سبب وہ صالح متقی اور اعمالِ صالحہ کا خوگر بن جاتا ہے۔حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نعتیں لکھتے بھی اور پڑھتے بھی تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز میں قدرت نے جادو، سوز اور درد رکھا تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اکبر الہ آبادیؒ کی کہی ہوئی

یہ نعت بہت پسند تھی جس کے چند اشعار یہ ہیں:

جب عرب کے چمن میں وہ نورِ خدا ہر طرف جلوہ اپنا دکھانے لگا
کفر غارت ہوا بُت گرے ٹوٹ کر منہ پہاڑوں میں شیطاں چھپانے لگا
کیا بشر کیا ملک کیا زمین کیا فلک عرش سے فرش تک مشرق سے غرب تک
دیکھ کر نورِ حق ہر کوئی یک بیک آمد آمد کا مژدہ سنانے لگا
ہر طرف نورِ ایزد ہویدا ہوا جس نے دیکھا وہی دل سے شیدا ہوا
جب عرب میں وہ محبوب پیدا ہوا سب کے سب حسین گھٹانے لگا

اللہ تعالیٰ نے حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بے شمار صفات و محاسن سے نواز رکھا تھا۔ ان میں سے ایک شاعری بھی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کا مقصدِ وحید حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کہنا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب مرشد کامل حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر کتاب مراۃ المحققین کی کتابت فرمائی تو حضرت حاجی شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی نعت کا اردو نظم میں ترجمہ بھی کر دیا۔ بطور نمونہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ۔

شعر: ہستم سگِ جنابت یا سید المدینہ
جانم فدائے خاکت یا سید المدینہ

ترجمہ: سگ ہوں میں تیرا درباں یا سید المدینہ
مری جاں ہو تجھ پہ فدا یا سید المدینہ

شعر: مسکین و متمندم محزون و درد مندم
سو زندہ چوں سپندم یا سید المدینہ

ترجمہ: حاضر ہوں بے نوا ہوں درد میں مبتلا ہوں
ہر پل مشتعل ہوں سوزاں یا سید المدینہ

شعر: غرقم بہ بحر غفلت در بند حرص و شہوت
دارم جرم بے حسابم یا سید المدینہ

ترجمہ: ڈوبا ہوا ہوں بحر غفلت حرص و ہوا کا قیدی
پر ہے جرم سے داماں یا سید المدینہ

حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جسمانی یا روحانی امراض کے لوگ حاضر ہوتے تو شفایاب ہو کر واپس جاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جس مرض کے لیے جو دوائی یا علاج تجویز فرماتے۔ اس سے اس مرض کا خاتمہ ہو جاتا۔ کثیر تعداد میں مریض حاضر خدمت ہوتے آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کو محروم نہ فرماتے طب کے حوالے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا ہم نے اپنے ایک بزرگ سے طب کا صرف ایک سبق پڑھا جن کے الفاظ تھے ''طبیعت مدبر است و لے بے شعور'' تو ہم نے اُن سے دریافت کیا جو چیز بے شعور ہو وہ مدبر کیسے ہو سکتی ہے لیکن وہ اس کا مفہوم واضح نہ کر سکے اس لیے ہم نے طب پڑھنا ترک کر دیا۔ حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل آپ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ تشیع کے بہت بڑے راہنما تھے۔ ایک دفعہ مجلس پڑھنے کے لیے شرقپور شریف میں آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز سن کر شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ آواز کس کی ہے شاید یہ ہی ہمارے کام آئیں۔ بازار سے گذرتے ہوئے حضرت میاں صاحب ؒ نے ان کا دامن پکڑ لیا اور پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ عرض کیا: نورالحسن۔ فرمایا تم کو حسن کا نور بنا دیں۔ وہ خاموش ہو گئے اور اپنے گھر چلے گئے اس واقعہ کا ذکر والدہ صاحبہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا: بیٹے تم عرض کر دیتے کہ حضور مجھے حسن کا نور بنا دیں۔ والدہ صاحبہ کے حکم پر آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ زمین کے تبادلہ کے سلسلہ میں شرقپور شریف حاضر ہوئے تو حضرت شیرِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شاہ جی زمین کے

تبادلہ کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی کہ تمہارے تبادلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو ہم تمہارا تبادلہ کر دیتے ہیں ان الفاظ کا شاہ صاحب پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ اجازت لے کر خاموشی سے روانہ ہو گئے۔ بعد ازاں آپ کی خدمت میں آمدورفت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور پھر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر شرف بیعت حاصل کیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قسمت کا تبادلہ کر دیا۔ نسبت نقشبندیہ القافرما دی۔ اس کے بعد شاہ صاحب آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے غلام بن کر رہ گئے۔

کیونکہ گھر جاتے تو دل نہ لگتا فوراً شرقپور شریف کی طرف روانہ ہو جاتے۔ مرشد کامل نے نہ صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شرفِ بیعت سے نوازا۔ بلکہ خلافت و اجازت سے بھی نواز دیا۔ عرصہ دراز تک مرشد کامل کی خدمت میں رہے اور فیوض و برکات سمیٹتے رہے۔ مشہور ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تحریری خلافت عطا ہوئی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات بے شمار ہیں جن کو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن نہیں ہے البتہ بطور تبرک چند ایک پیش کی جاتی ہیں:

حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ تمام احوال سے آگاہ، کبھی ان کا انکشاف فرما دیا کرتے اور کبھی سکوت فرماتے۔ جناب سید منیر حسین شاہ جوکالوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ شروع میں حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ دلی تصورات و احوال بیان فرما دیا کرتے تھے۔ لیکن اس میں آہستہ آہستہ کمی آتی گئی۔ ایک دفعہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے ان کے دل میں خیال آیا کہ اب تو دلی تصورات کا انکشاف نہیں فرماتے۔ شاید آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علم نہ ہوتا ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ شروع شروع میں اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ احباب کو ان کے احوال سے آگاہ فرما دیا کرتے تھے لیکن جب آپ رحمۃ اللہ علیہ پر تمام حالات بالکل ہی منکشف ہو گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی پر ظاہر کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس اشارے سے معلوم ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین اور متوسلین کے قلبی حالات سے آگاہ

تھے لیکن عمداً ان کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے سید باقر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ سواری کے لیے موٹر سائیکل کا مطالبہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شفقت ومحبت سے فرمایا کہ موٹر سائیکل کی سواری اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کار کی سواری عطا فرمائے گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ صاحب کو کار کی سواری عطا فرمادی۔ اب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کئی کاریں زیر استعمال ہیں۔

علامہ ظہور احمد صاحب رضوی کا بیان ہے کہ حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کر کے واپس لوٹا تو دریا چناب عبور کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہوا جب کشتی دریا کے وسط میں پہنچی تو وہ دریا میں گر گیا اور کشتی پر سوار لوگ پریشان ہو گئے کچھ دیر بعد وہ بھیگے ہوئے کپڑوں کے ساتھ پانی کی سطح پر ظاہر ہوا اور کشتی پر دوبارہ سوار ہو گیا لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ جب وہ دریا میں گرا تو فوراً دریا کی گہرائی میں پہنچ گیا اور قریب تھا کہ ڈوب جائے لیکن عین اس وقت حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور انہوں نے اپنے دست اقدس سے پکڑ کر باہر نکال کر کشتی پر سوار کر دیا۔ حضرت علامہ غلام رسول کا بیان ہے کہ وہ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت کیلیانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ کسی شخص نے مرغ ذبح کرنے کے لیے کہا تو ذبح کرتے ہوئے چھری سے ان کی انگلی زخمی ہو گئی۔ دوسرے دن انگلی کے زخم کے درد نے شدت اختیار کر لی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر وہ اپنے گھر روانہ ہوئے۔ جب کشتی پر سوار ہوئے تو کسی نے مشورہ دیا کہ انگلی پانی سے بھگوئے رکھو آرام آجائے گا۔ چنانچہ انہوں نے دریا کے پانی میں ہاتھ بھگونے کی کوشش کی تو پاؤں پھسل گیا اور وہ دریا میں گر گئے جب دریا کی گہرائی میں پہنچے تو دیکھا حضرت کیلانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے پکڑ کر دوبارہ کشتی پر سوار کر دیا اور پھر غائب ہو گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ عرصہ بیس سال جوڑوں کے درد میں مبتلا رہے۔کئی بار سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق علاج بھی کروایا لیکن افاقہ نہ ہوا اور وقت کے ساتھ ساتھ مرض میں شدت آتی گئی اور حالت یہ ہوگئی کہ مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کی ہمت نہ رہی۔ تاہم ایسے حالات میں بھی تلاوتِ قرآنِ پاک اور اَوراد و وظائف اور دیگر معمولات حسب معمول ادا کرتے رہے بلکہ بیٹھک شریف میں ہی نماز باجماعت کا انتظام کروایا گیا اور اس طرح نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔جب متوسلین حال دریافت کرتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ پہلے سے آرام ہے انشاء اللہ العزیز رفتہ رفتہ آرام آجائے گا۔جب احباب علاج کے بارے عرض کرتے تو آپ فرماتے ان حکیموں کے علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔میرا علاج حکیم مطلق (اللہ تعالیٰ) کر رہا ہے اس لیے ان دنیاوی حکیموں کی ضرورت نہیں ہے۔نقاہت کے باعث آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی چیز ہضم نہیں ہوتی تھی اس لیے کوئی چیز کھانے سے مکمل پرہیز فرماتے۔البتہ شربت بزوری یا شربت روح افزا استعمال فرماتے۔آخری ایام میں مرشد کامل حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس مبارک آگیا تو آپؒ نے صاحبزادگان حضرت صاحبزادہ سید باقر علی شاہ صاحب اور حضرت صاحبزادہ سید جعفر علی شاہ صاحب کو عرس میں شمولیت کے لیے شرقپور شریف بھیجا اور انہیں روانہ کرتے وقت یہ شعر پڑھا:

سپردم بتو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

عرس پاک کی آخری تقریب ہفتہ کو تھی جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب ۳ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ بمطابق ۲۱ نومبر ۱۹۵۲ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

بذریعہ تار شرقپور شریف میں آپ کے صاحبزادگان کو اطلاع کی گئی حضرت

صاحبزادہ سید محفوظ حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ مکان شریف حال بھلیر شریف چک نمبر ۱۱۹ نزد سانگلہ ضلع ننکانہ صاحب دونوں صاحبزادوں کو اپنی کار میں بٹھا کر حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ میں لائے۔ عرس شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی اختتامی دعا کے ساتھ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا اعلان کیا گیا یہ خبر سنتے ہی مریدین متوسلین اور عقیدتمند حضرات حضرت کیلیانوالہ شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان نے خدام کی معاونت سے نمازِ عشاء کے بعد غسل دیا اور کفن پہنایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ مرتبہ و مقام کے پیشِ نظر حضرت صاحبزادہ سید محفوظ حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔ حضرت کیلیانوالہ شریف کی جامع مسجد سے ملحق بجانب شرق خالی پلاٹ میں تدفین ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ خدام کو اسی مقام میں آرام گاہ بنانے کا اشارہ بھی کیا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پسماندگان میں دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں چھوڑیں۔ صاحبزادگان کے نام سید باقر علی شاہ صاحب اور سید جعفر علی شاہ صاحب ہیں۔

❁❁❁❁

حضرت سید حاکم علی شاہ المعروف ابوالرضا رحمۃ اللہ علیہ

نزد چوک یتیم خانہ بالمقابل طبیہ کالج، سمن آباد روڈ، لاہور

حضرت سید حاکم علی شاہ المعروف ابوالرضا رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۷ھ بمطابق ۱۸۸۰ء کو صبح صادق کے وقت موضع کوٹلی منو ضلع گوجرانوالہ میں سید شہاب الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سادات گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب سید شہاب الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام سید حاکم علی تجویز فرمایا۔ آپ صحیح النسب سادات گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مختصر شجرہ نسب کچھ یوں ہے۔ سید شہاب الدین بن پیر بخش بن میاں امیر بخش رحمۃ اللہ علیہ ۱۸ درمیانی واسطوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نسب حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ مبارک کچھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ چہرہ مبارک سفید، بال سیاہ اور گھنگھریالے، رفتار و گفتار میں میانہ روی، قد درمیانہ، حلیم الطبع و بردبار اور جسیم تھے۔ آپ مادر زاد ولی اللہ تھے جس کا اظہار وقت کے ساتھ ساتھ ہوتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ تین دن کے تھے تو بلا ساختہ زبان مبارک سے اسم اعظم "اللہ" نکلا، عمر کے اس حصے میں یہ کلمہ سننے پر لوگ بہت متعجب ہوئے۔

بچپن کی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عادات و اطوار دوسرے لوگوں سے مختلف تھیں۔ ذکر و فکر، تقویٰ و طہارت، زہد و عبادت، اخلاص و اخلاق اور دیگر خوبیوں کی وجہ سے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی اور دست بوسی کرنے کی کوشش کرتے جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایسا

کرنا ہرگز پسند نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے مکمل طور پر الگ تھلگ ہو کر دریائے بیاس کے کنارے چلے جاتے اور یادِ الٰہی، عبادت و ریاضت میں مصروف ہو جاتے۔ ہر وقت ذکر و فکر عبادت و ریاضت میں مصروف رہنے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کمزور ہو گئے اور نقاہت آ گئی۔ اسی دوران ہاتفِ غیبی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تین بار "ابوالرضا" کہہ کر پکارا اسی موقع پر زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور موجودہ آرام گاہ میں قیام کا اشارہ ملا) اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں میں ابوالرضا کی کنیت سے پکارے جانے لگے اور یہ بھی تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر کام میں رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ ہر کام صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لیے ہونا چاہیے۔ اپنے متوسلین، احباب اور عقیدت مندوں کو بھی ہر معاملے میں رضائے الٰہی پیشِ نظر رکھنے کی تلقین و ہدایت فرماتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیم کا آغاز حسبِ روایات قرآن پاک سے کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حد درجہ کے ذہین و فطین تھے۔ اسی لیے نہایت تھوڑے عرصے میں قرآنِ پاک حفظ کر لیا اور اسکول کی ابتدائی تعلیم یعنی پرائمری تک مکمل کر لی۔ اس کے بعد صرف و نحو، فارسی، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصولِ حدیث، تفسیر اصولِ تفسیر لغت، ادب اور دیگر علوم و فنون کی تحصیل فرمائی۔

ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ زیر تعلیم تھے کہ والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے تعلیم و معاش کا حصول بہت بڑا مسئلہ اور امتحان بن گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑی جوانمردی سے ایک طرف معاش کی کوشش فرماتے رہے اور دوسری طرف حصولِ تعلیم میں مصروف رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مشکل وقت میں کامیابی سے ہمکنار فرمایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے پائے کے عالم دین بن گئے اور پھر باطنی علوم کے حصول کے لیے شرقپور شریف میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مرشدِ کامل کی تلاش میں مصروف تھے کہ خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص

بازو سے پکڑ کر شرقپور شریف کی طرف لے جا رہا ہے۔ صبح جب بیدار ہوئے تو شرقپور شریف حاضری کا سوچنے لگے۔ بالآخر آپ رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت اعلیٰ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھتے ہی فرطِ محبت سے فرمایا "شاہ جی! ہم تو کافی دنوں سے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر آپ رحمۃ اللہ علیہ آ ہی گئے۔ مزید شفقت فرماتے ہوئے حضرت اعلیٰ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب کو اپنے سینے سے لگایا اور القاء نسبت نوازنے کے لیے اپنے دستِ حق پرست پر شرف بیعت بخشا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر شرفِ بیعت حاصل کر لیا تو شرقپور شریف میں آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اپنے گاؤں سے جمعۃ المبارک کا سلسلہ ترک کر کے اپنے مرشد کامل کے حضور جمعۃ المبارک پڑھنے کے لیے حاضر ہونا شروع کر دیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ کرم سے سلوک کی منازل بھی تیزی سے طے ہونا شروع ہو گئیں۔ مرشدِ کامل کی نظرِ فیض سے جب تمام منازل سلوک طے ہو گئیں۔ تو مرشد کامل نے خرقہ خلافت سے بھی نواز دیا۔ خلافت عطا ہونے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں کافی حد تک تبدیلی آ گئی۔ مجذوبانہ کیفیت طاری ہو گئی۔ ہر وقت تلاوتِ قرآن، ذکرِ الٰہی، درود و سلام، تصورِ شیخ، عبادت و ریاضت اور دیگر اوراد و وظائف میں مصروف رہنے لگے۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم دین بھی تھے اس لیے قرآن فہمی میں اپنی مثال آپ تھے۔ جب آپ جمعۃ المبارک کا خطبہ یا دیگر موقع پر وعظ فرماتے تو قرآن پاک کے اسرار و رموز اس انداز سے بیان فرماتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے۔ خدام کا کہنا ہے کہ آپ قرآنِ پاک کی ایک ایک آیت کی چودہ چودہ تفسیریں بیان کرتے۔ سامعین پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی اور یوں محسوس ہوتا گویا علم و عرفان کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں کو کثیر اوصاف و محاسن عطا فرما دیتا ہے جن کے باعث وہ دوسرے لوگوں سے

ممتاز ہوتے ہیں اور خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار ہوتے ہیں۔ گویا جسمانی یا روحانی بیماری کا حامل کوئی انسان اُن کی خدمت میں حاضر ہو تو گوہر مقصود حاصل کر لیتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ حافظِ قرآن، مفسر قرآن، عالم ربانی، محدث، فقیہہ، طبیب حاذق، خوشنویس اور سب سے بڑھ کر ایک ولی کامل، الغرض جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قرآنِ پاک سے جنون کی حد تک محبت تھی۔ سب سے بڑا وظیفہ تلاوتِ قرآنِ پاک تھا۔ شب و روز کا اکثر حصہ مسجد میں بیٹھ کر تلاوت فرماتے۔ ایک دفعہ مسجد میں تلاوتِ قرآنِ پاک میں مشغول تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاجزادے سید اکبر علی شاہ صاحب شدید بیمار ہو گئے۔ ان کی والدہ صاحبہ نے پیغام بجھوایا لیکن آپ مسلسل تلاوتِ قرآنِ پاک میں مصروف رہے یہاں تک کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لائے تو صاجزادہ صاحب داعی اجل کو لبیک کہہ چکے تھے۔ مائی صاحبہ نے اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا اب آپ کیا لینے آئے ہو؟ جاؤ قرآن تمہارا اور تم قرآن کے۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خواہ صاجزادہ صاحب مرحوم کی والدہ صاحبہ نے یہ الفاظ اظہارِ ناراضگی کی بنا پر کہے تھے میرے لیے دعا ثابت ہوئے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مرشد کامل کے احسانات و انعامات کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ خدام کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جامع مسجد متصل قبرستان ڈھرانوالہ شرقپور شریف میں حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے کپڑے میں کسی کو چھپائے بیٹھے تھے۔ چھپا ہوا شخص بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ میں نے فلاں کا کام کیا، میں نے ایسا کیا، میں نے ویسا کیا۔ بعد ازاں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور وہ شخص مسکرانے لگے جبکہ حاضرین و ناظرین یہ پہلا اور انوکھا واقعہ دیکھ کر حیران و ششدر تھے۔ جب اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کپڑا اٹھایا تو چھپی ہوئی شخصیت حضرت ابوالرضا سید حاکم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو

اپنے رنگ میں ایسا رنگا کہ انہیں ایک کامل انسان بنا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک پر اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاثیرات ظاہر ہونے لگیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فراستِ کاملہ عطا فرمائی تھی جس کا ظہور گاہے بگاہے ہوتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ سیر و سیاحت کرتے ہوئے موضع کھمبہ نزد علاقہ نواب صاحب (علی رضا آباد ضلع لاہور) میں تشریف لے گئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ گاؤں میں داخل ہونے لگے تو نمبردار کے ڈیرہ پر چند آدمی حقہ نوشی میں مصروف نظر آئے۔ ان میں سے ایک سمجھ دار آدمی محمد بخش نے دور سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آتے دیکھ کر ایک چارپائی پر تکیہ لگا دیا اور بیٹھنے کے لیے عرض کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عاجزی و انکساری کی تصویر بن کر چارپائی پر جلوہ افروز ہوئے۔ محمد بخش صاحب نمبردار کا ہاتھ پکڑ کر دور لے گیا اور اُسے کہا کہ اس مہمان سے اِدھر اُدھر کی بات نہ کرنا، یہ خفیہ پولیس کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ جب دونوں اشخاص واپس آ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھ گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں سرکاری ملازم ہوں اور ملازم بھی خفیہ پولیس کا ہوں لیکن جس پولیس کا تم سمجھ رہے ہو اس کا نہیں ہوں۔ یہ الفاظ اُن پر بجلی کی طرح گرے اور وہ اس کی وضاحت سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر تائب ہو گئے۔ گناہوں کو ترک کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت و درویشی کے قائل ہو گئے اور اپنی باقی ماندہ زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق گذارنے کا پکا عہد و پیمان کیا۔

مرشد کامل اعلیٰ حضرت شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو خلافت و اجازت عطا ہو چکی تھی۔ مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے (موجودہ آرام گاہ) کو اپنا مستقل مسکن و قیام گاہ بنا لیا اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ رشد و

ہدایت بعینہ اپنے مرشد کامل رحمۃ اللہ علیہ کے طریقے کے مطابق تھا یعنی متوسلین، مریدین اور عقیدت مندوں کی اصلاح، تزکیہ نفس اور عمل میں انقلاب لانا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت میں ہزاروں لوگ داخل ہوئے اور فیوض و برکات حاصل کیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص محمد دین صاحب نے جب حج کا ارادہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے ساتھ جانے کی استدعا کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اجازت عطا فرماتے ہوئے ان کی دعوت بھی قبول فرمائی۔ اس طرح اپنے خادم خاص محمد دین کے ساتھ مل کر حج بیت اللہ شریف اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری کا شرف حاصل کیا۔ اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت شفقت و مہربانی سے اپنے خادم سے فرمایا تم اسی طرح قیامت کے دن میرے ساتھ ہو گے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ شاعر بھی تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری اِدھر اُدھر کی بجائے صرف اور صرف حضور پرنور شافع یوم النشور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت و توصیف اور حمد الٰہی بیان کرنے تک محدود تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔

گرچہ خواہی معرفتِ رب العلیٰ
گیر دامن حضرتِ خیر الوریٰ

اللہ ھو کا ذکر کر اے محترم
کثرت و وحدت میں ہر جا دم بدم

فیض ہے اس کا سدا اکمل اتم
کیونکہ ہے وہ اسم اعظم لاجرم

ایں شریعت ایں طریقت ایں حقیقت معرفت
ابتداء وہم توسط انتہا تیری رضا

سب خلائق سب طرائق ہر وجود ہر عدم
عرش سے تا فرش ہے تحت الثریٰ تیری رضا

ترجمہ: "اگر تو رب العلیٰ کی معرفت چاہتا ہے تو رسولِ پاک ﷺ کا دامن پکڑ۔ میرے دوست ہر وقت اللہ ھو کا ورد کرتا رہے۔ خواہ اکیلا ہو یا کسی مجلس میں ہو۔ ہر سانس کے ساتھ اسی کا فیض ہے ہمیشہ مکمل اور تمام کیونکہ اس میں اسم اعظم ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں یہی شریعت، میں طریقت اور یہی معرفتِ الٰہی ہے۔ اس سے ابتدا ہے درمیان میں وسوسے ہیں لیکن انتہا اس کی رضا پر ہے۔ تمام مخلوق تمام طریقے ہر وجود کو فنا ہے۔ عرش تا فرش اور زمین کے نیچے تک صرف تیری رضا چاہیے۔"

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار کرامات میں سے چند ایک بطور تبرک پیش کی جاتی ہیں:

1. اللہ تعالیٰ درندوں کو اپنے بندوں کا مطیع کر دیتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنگل میں اس حالت میں دیکھا گیا کہ جنگلی درندے تمام آداب بجالاتے ہوئے حلقہ بنا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور جب لوگ آنا شروع ہوئے تو تمام درندے خاموشی سے سر جھکائے جنگل کی طرف چلے گئے۔

2. کثیر اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی دعاؤں سے نابینا لوگوں کو بینائی ملی ہے۔ ایک دفعہ سائیں فضل دین صاحب ساکن کھمبہ نزد علاقہ نواب صاحب لاہور عمر کے آخری حصے میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ متعدد ڈاکٹروں سے علاج کروایا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بینائی کے بارے عرض کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بھائی میں کوئی ڈاکٹر تو نہیں اور نہ ہی میں نے کوئی آنکھوں کا ہسپتال کھول رکھا ہے اور رب العزت کے حضور دعا

مانگنے والا منہ نہیں کیسے دعا مانگوں۔ سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا۔ انہیں چار آنے کے پیسے دو تاکہ گلقند لے کر استعمال کریں۔ سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ارشاد چند دن تک گلقند استعمال کی تو ان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔

ابوالرضا حضرت سید حاکم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں ۲۰ ذوالحج ۱۳۵۹ھ بمطابق ۲۲ جنوری ۱۹۴۰ء کو بوقت ساڑھے بارہ بجے شب اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کا مزار پرانوار نزد چوک یتیم خانہ بالمقابل طبیہ کالج سمن آباد روڈ، لاہور میں مرجع خلائق ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنا ہو تو اس کی نشانی قرآن پاک سے دلی لگاؤ اور محبت ہے۔

بندہ وہ جو اپنے مالک کے ہر حکم پر جان نثار کرے۔

نفس کی اصلاح کے لیے روزہ اور سلوک اکسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

موجودات کی ہر چیز ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ جب دل روشن ہوتا ہے تو ہر حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ ولایت، ہزار ہزار دانوں والی تسبیحوں، دستاروں، عماموں اور لمبے چوڑے دبیر چولوں سے نہیں ملتی بلکہ ولی کامل وہ ہے کہ جس طرف سے گذرے یا نظر کرے اس طرف خوشبو پھیلتی جائے۔

ولی کامل وہ ہوتا ہے جو امرِ الٰہی سے گفتگو کرے، اس کی خوراک ذکرِ الٰہی ہو، ماسوا اللہ سے اس کا تعلق نہ ہو اور نفس پر اس کی گرفت مضبوط ہو۔

⑧ حضرت سید محمد ابراہیم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ

حضرت سید محمد ابراہیم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹۷ء کو حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں موضع چونی کلاں میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی مشہور پیغمبر اسلام حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے "محمد ابراہیم" تجویز فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر نسب نامہ یوں ہے۔ سید محمد ابراہیم بن سید نظام الدین بن سید کریم بخش شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کا نسب نامہ ۳۸ درمیانی واسطوں سے خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔

حسب دستور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیم کا آغاز قرآنِ پاک سے کیا اس کے بعد علوم اسلامیہ کے حصول کے لیے رائے پور گجراں ضلع جالندھر تشریف لے گئے اور ابتدائی کتب وہاں پڑھیں۔ اس کے بعد اہلِ سنت و جماعت کی مشہور اور تاریخی درسگاہ جامع نعمانیہ لاہور میں داخلہ لیا اور اپنی تعلیم مکمل کی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی والدین اور شفیق اساتذہ کی نظر کرم سے پائے تکمیل کو پہنچی۔

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور مختلف مقامات و مساجد میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ تدریس و تبلیغ کے میدان میں نہایت شوق اور محبت سے کام کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگردوں میں سے چند ایک کے اسماء

گرامی یہ ہیں۔حضرت صاحبزادہ سید امیر محمد شاہ صاحب، حضرت صاحبزادہ سید محمد فاضل شاہ صاحب، حضرت صاحبزادہ سید محمد طیب حسین شاہ صاحب، مستری محمد دین صاحب اور حضرت علامہ محمد شفیع صاحب وغیرہم۔(رحمۃ اللہ علیہم)

اول الذکر تین علماء آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں جنہوں نے تمام علوم اسلامیہ کی کتب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔صرف دورہ حدیث کی تکمیل اہلِ سنت و جماعت کی مرکزی دینی درسگاہ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں مفتیِ اعظم پاکستان ابوالبرکات حضرت علامہ سید احمد شاہ اشرفی رحمۃ اللہ علیہ سے کی اور سند فراغت حاصل کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندانی پیشہ زراعت تھا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حفظِ قرآن پاک اور تکمیل علوم اسلامیہ کے بعد اپنے آبائی پیشہ پر تدریس و تبلیغ کو ترجیح دی اور تاحیات اسی شعبہ سے منسلک رہے اور نہایت جانفشانی سے تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

خاندان کے اکثر لوگ حضرت خواجہ عبدالخالق جہان خیلی ضلع ہوشیار پور کے مرید تھے اور عزیز و اقارب کا خیال بھی یہی تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اُن کی غلامی کا شرف حاصل کریں۔چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض کسی دوسری جگہ تھا اس لیے ان کی بیعت نہ کر سکے۔تاہم مرشد کامل کی تلاش دامن گیر رہی۔یہی پیاس آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شرقپور شریف میں اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے گئی۔اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت و قطبیت کی شہرت پورے برصغیر میں پھیل چکی تھی۔ہر خاص و عام اور مسلم و غیر مسلم کی زبان پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ تھا۔شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی قلبی طور پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مائل ہو چکے تھے۔لہٰذا شرقپور شریف میں حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل کیا اور حضور شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر فیض سے منازل سلوک طے کرنا شروع کر دیں اور فیوض و برکات سمیٹنے لگے۔مرشد کامل نے بہت تھوڑے وقت میں تمام منازلِ سلوک طے کرا دیں

اور خرقۂ خلافت عطا فرما دیا اور فرمایا شاہ صاحب اب گھر ہی میں لوگوں کو اللہ اللہ بتا دیا کریں۔رب کریم برکت فرمائے گا۔اس موقعہ پر مرشدِ کامل نے ایک رومال بھی عطا فرمایا جواب تک آستانہ عالیہ ابراہیمیہ نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ میں محفوظ ہے۔

شادی کرنا سنتِ رسول ﷺ ہے۔اس کا سب سے بڑا فائدہ تحفظِ نفس،تحفظ نسل انسانی اور کثرت امت ہے۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابھی حصولِ تعلیم میں مصروف تھے کہ والدین نے شادی کر دی۔یہ ۱۹۱۲ء کا زمانہ تھا اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تین صاجزادے جن کے اسماء گرامی اوپر گذر چکے ہیں،عطا فرمائے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاجزادوں کو بھی علوم اسلامیہ سے بہرہ ور کیا اور تدریس و تبلیغ کے شعبہ میں تاحیات کام کرنے کی تلقین و تاکید فرمائی۔یہی وجہ ہے کہ تدریس و تبلیغ کا کام جاری و ساری ہے۔

ایک مذہبی گھرانے کے چشم و چراغ ہونے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کی طرف مائل تھے۔جوں جوں بڑے ہوتے گئے عبادت و ریاضت میں اضافہ ہونے کے علاوہ پختگی آتی گئی۔حتیٰ کہ نماز پنجگانہ و جمعہ کے علاوہ نمازِ تہجد،نمازِ اشراق،نمازِ چاشت و اوابین اور دیگر نوافل و اَوراد و وظائف کو اپنے معمولات میں شامل فرما لیا۔جن پر ساری زندگی باقاعدگی سے عمل پیرا رہے۔اپنے مریدین، خدام اور متوسلین کو بھی ان معمولات کو اپنانے کی تلقین فرماتے۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کے آخری ایام میں علالت کے باوجود نماز اور دیگر معمولاتِ روزمرہ میں ہرگز کمی نہ آنے دی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خوبیوں کا اعتراف نہ صرف شاگردوں،مریدین اور عقیدت مندوں نے کیا بلکہ ایک موقعہ پر مرشد کامل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جوشِ محبت میں فرمایا شاہ صاحب ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کس کس خوبی کو بیان کریں اور کس کس وصف کا احترام کریں۔سید آپ،عالم آپ،حافظ آپ اور مفتی آپ۔

حضور پرانوار ﷺ کا عشق و محبت نہ صرف لازوال سرمایہ ہے۔بلکہ روح

ایمان اور روحِ دین ہے۔ جس کے بغیر کسی شخص کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل اور خلیفہ مجاز حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے، بلکہ امام العشاق تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سوء ادبی سے بچنے کے لیے تاحیات مدینہ طیبہ کا کپڑا استعمال نہیں کیا۔ ایک دفعہ ایک مرید نے مدینہ منورہ کے کپڑے کا کرتا سلوا کر خدمت میں پیش کیا اور اصرار کی حد تک زیب تن فرمانے کے لیے عرض کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مرید کی عرض کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے کرتے کو رکھ لیا اور صرف نمازِ عیدین پر زیب تن فرمانے کے بعد فوراً اتار دیتے۔

انسان زندگی میں ہزاروں سفر کرتا ہے لیکن دیارِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سفر سب سے افضل و ممتاز ہے۔ اس کا لطف وہی حاصل کر سکتا ہے جس کو یہ مبارک سفر نصیب ہوا ہو کیونکہ محبوب کی طرف اٹھنے والا ہر قدم بارگاہِ رب العزت میں شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے زیارت حرمین شریفین کا شرف عطا فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی اہلیہ سمیت ۱۹۵۰ء میں حج بیت اللہ کے لیے گئے اور بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علوم اسلامیہ پر مکمل عبور حاصل تھا کیونکہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مسلسل سلسلہ تدریس جاری رکھا۔ جس زمانہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ موضع کھوکھر تشریف فرما ہوئے تو موضع دودھے متصل سدھیانوالی میں ایک شاہ صاحب قیام پذیر تھے جو بہت بڑے عالم دین اور صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری پر وہ بہت خوش ہوئے۔ ایک دفعہ شاہ صاحب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دعوت پر دودھے بلایا اور بطور آزمائش ایک مسئلہ دریافت فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بلاتردد، صحیح اور درست مسئلہ بیان فرما دیا جس پر میزبان شاہ صاحب بہت خوش ہوئے اور اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے فکر تھی کہ میرے بعد کیا بنے گا کیونکہ اس علاقہ میں کوئی عالم نظر

نہیں آتا تھا۔اب میں بے فکر ہوں کیونکہ خداوند کریم نے اس سرزمین میں اپنے دین کی حفاظت کے لیے عالم بھیج دیا ہے۔

عاجزی و انکساری اولیاء اللہ کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔کیونکہ عاجزی کے سبب انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں اور انکساری کے باعث مراتب عالیہ حاصل ہوتے ہیں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عاجزی و انکساری کے پیکر تھے۔ایک دفعہ اپنے ایک خادم کی دعوت پر اس کے گھر تشریف لے گئے صاحب خانہ نے بہت پر تکلف کھانے تیار کر رکھے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔اتنا خرچ مت کیا کریں صرف ایک سادہ کھانا کافی ہوتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تدریس و تبلیغ کے علاوہ تحریری میدان میں بھی کام کیا۔اس سلسلہ میں اردو، فارسی اور عربی زبان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ جات تحریر فرمائے جو حضرت صاحبزادہ سید امیر محمد شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ ابراہیمیہ نارنگ منڈی کے پاس محفوظ ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ردِ مرزائیت اشیاء محرمہ۔نمازِ ظہر بعد از جمعہ اور مسئلہ طلاق وغیرہ موضوعات پر مقالات و رسائل تالیف فرمائے۔اگر ان تمام مقالات کا اردو ترجمہ کر کے دورِ جدید کے مطابق ترتیب دیا جائے۔تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔تعمیر مساجد اعلیٰ حضرت شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا محبوب ترین مشغلہ تھا اور یہی شوق آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں بدرجہ اتم موجود تھا۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ سلسلہ جاری رکھا اور مختلف مساجد کی تعمیر و مرمت فرمائی جن میں سے چند مشہور مساجد یہ ہیں۔جامع مسجد کھوکھر ضلع شیخوپورہ۔دو مساجد ہردو سیہول مسلم ضلع شیخوپورہ، جامع مسجد موضع کوٹلی سیہول ضلع شیخوپورہ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک جید عالم اور مناظر بھی تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں تین مناظرے ہوئے جن کا ذکر کرنا از حد ضروری ہے۔

پہلا مناظرہ سدھانوالی ضلع شیخوپورہ میں منعقد ہوا۔ جو اہل سنت اور غیر مقلدین کے درمیان تھا۔ اس کا موضوع بیس رکعت تراویح تھا۔ اہل سنت کی طرف سے حضرت علامہ مولانا نظام الدین ملتانی مناظر تھے جبکہ غیر مقلدین کی جانب سے مولوی ثناء اللہ امرتسری وغیرہ تھے۔ اس مناظرہ میں اہل سنت کو فتح ہوئی اور غیر مقلدین کو شکست۔

دوسرا مناظرہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی وسرپرستی میں ۱۹۳۵ء میں موضع یار پورہ ضلع شیخوپورہ میں منعقد ہوا۔ اس مناظرہ کا موضوع حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ یہ مناظرہ بھی اہل سنت اور غیر مقلدین کے درمیان تھا۔ اہلِ سنت کی طرف سے صدر مناظر حضرت علامہ مولانا مظہر الدین مدراسی اور مناظر حضرت علامہ مولانا عبدالغفور ہزاروی صاحب تھے جبکہ غیر مقلدین کی طرف سے صدر مناظر مولوی عبدالقادر روپڑی اور مناظر مولوی احمد دین گکھڑوی تھے۔ اس مناظرہ میں اہل سنت کے کثیر علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ ایک اندازے کے مطابق ۳۶۵ علماء شریک ہوئے جبکہ فریق مخالف کے ایک سو علماء موجود تھے۔ یہ مناظرہ کئی گھنٹے جاری رہا آخرکار اہلِ سُنت اہلِ حق کو فتح ہوئی جبکہ غیر مقلدین شکست سے دوچار ہوئے۔

تیسرا مناظرہ موضع نین ضلع شیخوپورہ ہوا۔ یہ مناظرہ بھی اہلِ سنت اور غیر مقلدین کے مابین ہوا۔ اس مناظرہ کا موضوع فاتحہ خلف الامام تھا۔ اہل سنت کی طرف سے مناظر حضرت علامہ مفتی مہر دین صاحب نقشبندی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور تھے جبکہ غیر مقلدین کی طرف سے مناظر مولوی عبدالقادر روپڑی تھے۔ اس مناظرہ میں بھی اہلِ حق اہلِ سنت کو فتح ہوئی۔ جبکہ غیر مقلدین کو شکست۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شہرتِ عامہ نصیب ہوئی جس کی وجہ نظرِ مرشد کامل رحمۃ اللہ علیہ، فقر وتصوف، عاجزی وانکساری اور تدریسی وتحریری خدمات تھیں۔

ولیِ کامل کا ہر فعل ایک کرامت ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کثیر تعداد میں ہیں چند ایک بطور تبرک پیش کی جاتی ہیں:

حضرت صاحبزادہ سید محمد فاضل شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ ابراہیمیہ نارنگ منڈی کا بیان کہ ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرس مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف میں حاضری کے لیے تیار ہوئے۔ روانگی سے قبل قیلولہ کے لیے لیٹ گئے۔ گاڑی آنے کا وقت ہو گیا لیکن کسی خادم کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بیدار کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جب بیدار ہوئے تو گاڑی کا وقت گذر چکا تھا۔ خدام سے فرمایا۔ چلو اسٹیشن پر چلیں۔ خدام نے نہایت ادب سے عرض کیا حضور گاڑی کا وقت گذر چکا ہے۔ اب اسٹیشن پر جانے کا کیا فائدہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ فرمایا کہ اسٹیشن پر چلو۔ تو خدام نے پہلے کی طرح عرض کیا گاڑی کا وقت گذر چکا ہے۔ اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جوش میں آکر باآواز بلند فرمایا۔ ابھی مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواب میں ملے تھے وہ ٹکٹ عطا فرما گئے ہیں۔ گاڑی نہیں جا سکتی لہٰذا ہم اسٹیشن پر پہنچے تو سگنل ہوا اور گاڑی آئی تو ہم سب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں گاڑی میں سوار ہو کر سرہند شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔

جناب انجینئر بابر سعید صاحب گوجر پورہ لاہور کا بیان ہے کہ قصاب شاہ دین صاحب بھوگیوال لاہور کے ہاں کثیر تعداد میں چھترے تھے۔ صبح کے وقت جب باڑے میں جاتے تو ایک چھترا ضرور مرا ہوا ملتا۔ اس کی بیوی مریم قصائن کو میری والدہ صاحبہ سیہول شریف میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئیں اور چھتروں کے مرنے کے بارے عرض کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تعویذ لکھ کر دیا کہ اسے جانوروں کے داخل ہونے کے دروازے کے اوپر والے حصے پر باندھ دینا۔ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا۔ اس کے بعد کسی جانور کے مرنے کا واقعہ نہیں ہوا۔

جناب بشیر احمد صاحب منج پورہ نزد نارنگ منڈی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جانے کا پروگرام بنایا اور لنگر کے لیے کچھ

مقدار میں چھولیا بھی لے لیا۔ راستہ میں مجھے خیال آیا کہ اتنی مقدار میں چھولیا لنگر کے لیے ناکافی ہے لہٰذا چھولیا زیادہ ہونا چاہیے تو میں نے راستے کے کھیت سے مالک کی اجازت کے بغیر چھولیا کاٹ لیا اور اپنے چھولیے کے ساتھ ملا کر باندھ لیا اور آستانہ پر پہنچ گیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''بشیر احمد اپنا چھولیا علیحدہ کرو اور چوری کا چھولیا علیحدہ کر دو اور اسے صبح واپس لیتے جانا ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔''

جناب ماسٹر محمد اسلم صاحب کا بیان ہے کہ یہ اُس زمانے کا واقعہ ہے کہ جب میں سیہول میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ ایک دفعہ ایک جنازے کے ساتھ قبرستان جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا کہ قبر سے ہڈیاں نکلی ہیں۔ دل میں فوراً خیال آیا کہ ہم تو اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ والے (اولیاء کرام) زندہ ہوتے ہیں تو پھر یہ ہڈیاں کیسی۔ اسی وقت میں نے قسم کھائی کہ حیات اولیاء کے مسئلہ کو کبھی بیان نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ غلط ہے۔ اسی پریشانی کے عالم میں سو گیا۔ خواب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی مبارک سرخ ہے گویا تازہ مہندی لگائی گئی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا کہتے ہو کہ اللہ کے ولی مرجاتے ہیں؟ میرے منہ پر مہر سکوت تھی جسم پانی پانی ہوئے جا رہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا۔ اللہ کے بندے مرتے نہیں لیکن انہیں دیکھنے کے لیے کوئی آنکھ چاہیے۔

جب میں بیدار ہوا تو دل و دماغ میں بدعقیدگی کے جتنے بھی تصورات تھے سب کے سب حرفِ غلط کی طرح مٹ چکے تھے۔ مجھے سو علماء بھی دلائل سے قائل نہ کر سکتے مگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو جملوں نے مجھے بدعقیدگی سے بچا لیا۔

حضرت صاحبزادہ سید امیر محمد شاہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ ابراہیمیہ نارنگ منڈی کا بیان ہے کہ محمد صدیق ڈوگر موضع سبز پورہ نزد پسرور حضرت شاہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا اور ایئر فورس میں ملازم تھا اور اولادِ نرینہ سے محروم تھا۔ اس کا علاج کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے ایک لڑکا بھی عطا فرمایا۔ وہ اپنی بیوی سے دلی طور پر خوش نہیں تھا۔ اس کا تبادلہ کراچی ہو گیا اور کچھ عرصہ گذرنے پر ملازمت سے ریٹائر ہو گیا۔ ایک دن اچانک شادی کے بارے ایک مرزائی سے اس کی گفتگو ہوئی جس میں قادیانی کی طرف سے یہ پیشکش کی گئی کہ اگر تم مرزائیت قبول کرلو تو تمہاری شادی ایک خوبصورت مرزائن لڑکی سے ہو سکتی ہے۔ دونوں کے درمیان یہ بات طے پا گئی کہ کل نمازِ مغرب کے بعد محمد صدیق ڈوگر صاحب قادیانی کے گھر آئیں گے جہاں مرزائیت کا فارم پر کر کے اپنے مرزائی ہونے کا اعلان کریں گے۔ ساتھ ہی ایک مرزائن لڑکی سے اس کی شادی کر دی جائے گی۔ ڈوگر صاحب حسبِ پروگرام نمازِ مغرب کے بعد اپنے گھر سے نکلنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مرشد کامل حضرت سید محمد ابراہیم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ میں لاٹھی لیے دروازہ کے پاس کھڑے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے پر جوش لہجے میں فرمایا: ''اے خبیث میرا مرید ہو کر ایک مرزائن کے لیے اپنا ایمان ضائع کرنے لگا ہے۔ خبردار ایسا مت کرنا۔'' دوسرے روز محمد صدیق سے مذکورہ مرزائی کی ملاقات ہوئی تو اس نے دریافت کیا کہ ہم طے شدہ پروگرام کے مطابق تمہارا انتظار کرتے رہے لیکن تم کیوں نہیں آئے۔ ڈوگر صاحب نے کہا کہ اگر میرے مرشد نہ ہوتے تو یقیناً میں اپنا ایمان ضائع کر بیٹھتا اور مرزائیت قبول کر کے کافر ہو جاتا۔

جیسا کہ اکثر ہوتا آیا ہے کہ اولیاء اللہ زندگی کے آخری ایام میں بیمار ہو جاتے ہیں اور عبادت و ریاضت، تلاوت قرآن اور اَوراد و وَظائف اور دیگر معمولات کو ادا کرتے ہوئے اپنے آخری امتحان کو پاس کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملتے ہیں اسی طرح حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی زندگی کے آخری ایام میں شدید بیمار ہو گئے اور عبادت و

ریاضت، تلاوتِ قرآن پاک اور دیگر اَوراد و وَظائف و معمولات کو ادا کرتے ہوئے یہ آفتاب ولایت ستر سال تک خدام، متوسلین اور عقیدتمندوں کے دلوں کو منور کرتا ہوا ۳۰ ستمبر ۱۹۶۷ء بمطابق ۲۵ جمادالثانی ۱۳۸۷ھ بروز ہفتہ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان حضرت صاحبزادہ سید امیر محمد شاہ صاحب دامت برکاتہم اور حضرت صاحبزادہ سید محمد فاضل شاہ صاحب مدظلہ العالی نے خدام کی معاونت سے غسل دیا اور کفن پہنایا بعد میں خدام، مریدین اور عقیدتمندوں کو آخری دیدار کروایا گیا۔ آپ کا آخری دیدار کر کے دو غیر مقلد تائب ہو کر صحیح العقیدہ سنی مسلمان بن گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کی خبر ملک کے طول وعرض میں تیزی سے پھیل گئی۔ مشائخ اہلِ سنت علماء کرام، خدام، عقیدتمند اور دیگر افراد ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ فخرالمشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد سے متصل جانب مشرق نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ میں تدفین عمل میں لائی گئی۔ مزار مرجع خلائق ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو جاری وساری رکھنے اور اشاعتِ دین کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چار حضرات کو خلافت واجازت سے نوازا۔

1. حضرت صاحبزادہ علامہ پیر سید امیر محمد شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ ابراہیمیہ نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ۔
2. حضرت صاحبزادہ علامہ سید محمد فاضل شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین دربار عالیہ ابراہیمیہ نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ۔
3. حضرت صاحبزدہ علامہ سید محمد طیب حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ۔
4. جناب صوفی غلام محمد صاحب ساکن موضع تھوہوال تحصیل بورامنڈی ضلع وہاڑی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

1. جاہل پیر، بے عمل عالم، بے علم اور بے عمل پیر قوم کے ڈاکو ہیں۔
2. جو شخص معاملات یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے۔
3. ہمارے پیر و مرشد حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ہم پیری فقیری کو نہیں جانتے ہم تو صرف سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں۔

۹ حضرت میاں رحمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

گھنگ شریف ضلع شیخوپورہ

حضرت میاں رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹۹ء کو جناب میاں چراغ دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گھنگ شریف میں پیدا ہوئے۔ دادا جان میاں باغ علی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بھی تھے) نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام رحمتِ علی تجویز فرمایا۔ مختصر نسب نامہ یوں ہے۔ میاں رحمت بن میاں چراغ دین بن میاں باغ علی رحمہم اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ پانچ بھائی تھے باقی بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ میاں جلال الدین، میاں عمر دین، میاں احمد دین، میاں فتح محمد رحمہم اللہ تعالیٰ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق جٹ برادری سے تھا۔ جو بہادر محنتی علم دوست مذہبی اصولوں کی پابند اور دیگر اقوام میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سن شعور کو پہنچے تو تعلیم کا آغاز کیا۔ تعلیم کا آغاز قرآنِ پاک سے کیا اور جلد ہی ناظرہ قرآن پڑھ لیا اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی کرنے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گالی گلوچ، کذب بیانی، لڑائی جھگڑا، والدین کی نافرمانی اور دیگر رذائل سے سخت نفرت تھی۔ راست باز، اخلاق حسنہ کے مالک، صوم وصلوٰۃ کے پابند، والدین اور اکابر کے مؤدب تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا صاحب چونکہ اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اس تعلق کی بنا پر آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی شرقپور شریف حاضر ہوئے اور حضرت شیرِ ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اس کے بعد مرشد

کامل کی خدمت میں آمد ورفت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔منازل سلوک طے کرتے ہوئے فنافی الشیخ کے درجہ پر فائز ہوئے تو مرشد کامل نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت سے نواز دیا۔ روایت مشہور ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پیر ومرشد رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں خلافت عطا فرمائی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیر ومرشد رحمۃ اللہ علیہ سے جنون کی حد تک محبت تھی۔ہمہ وقت مرشد کامل کا تصور آنکھوں کے سامنے ہوتا۔ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے پیر ومرشد رحمۃ اللہ علیہ کے مجھ پر اس قدر احسانات ہیں جن کا میں زندگی بھر بدلہ نہیں چکا سکتا۔ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ محب کو محبوب کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اس کی رفتار گفتار، لباس، طرزِ عبادت، مولد، مسکن، مدفن، طرزِ معاملات، طرزِ حیات عقائد ونظریات اور معمولات سے بھی عشق ہوتا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیر ومرشد رحمۃ اللہ علیہ کے مقدس شہر شرقپور شریف سے والہانہ محبت تھی۔عرصہ بارہ سال تک پیدل چل کر شرقپور شریف حاضر ہوتے رہے اور نمازِ جمعہ ادا کرتے رہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر ومرشد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح عقائد ونظریات پر سختی سے کاربند تھے۔اہلِ تشیع، گستاخ اولیاء اور منکرین شان انبیاء علیہم السلام سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں کئی ایک مناظرے بھی ہوئے جن میں اہلِ سنت وجماعت کو فتح اور اہلِ باطل کو شکست ہوئی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ مناظرِ اسلام حضرت علامہ مولانا محمد عمر صاحب اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی فرمایا کرتے تھے۔

۱۹۵۴ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس افراد کے قافلہ کی قیادت کرتے ہوئے زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔دورانِ سفر اور حرمین شریفین میں وفد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتا رہا۔گھنگ شریف کے علاقہ میں اہلِ تشیع اہلِ سنت کو شیعہ بنانے کی بھرپور کوشش کرتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف تبرا بازی کرتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عوام اہلِ سنت کے عقائد کے تحفظ کے لیے دس محرم الحرام کو گھنگ شریف میں عرسِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا آغاز فرمایا اور یہ

عرسِ ہر سال باقاعدگی سے منعقد ہوتا چلا آرہا ہے۔ جس میں علماء اہل سنت اور مشائخ اہل سنت تشریف لاتے ہیں۔ عقائد اہلِ سنت، فضائل حسنین کریمین اور فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر روشنی ڈالتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ امتیازی خصوصیات حاصل تھیں جو یہ ہیں:

1. آپ رحمۃ اللہ علیہ سب سے کم عمر خلیفہ تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اٹھارہ سال کی عمر میں خرقۂ خلافت عطا ہوا۔
2. آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خلفاء حضرتِ شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ میں سب سے آخر میں وصال فرمایا۔ آپ کا وصال ۱۹۷۰ء میں ہوا۔
3. صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شرقپور شریف میں بیعت کرنے کی اجازت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین شرقپور شریف اور اس کے گرد و نواح میں پائے جاتے ہیں۔
4. آپ رحمۃ اللہ علیہ عرسِ شیرِ ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ میں حاضری کے لیے گھنگ شریف سے شرقپور شریف پیدل چل کر حاضر ہوتے۔
5. آپ رحمۃ اللہ علیہ واحد خلیفہ ہیں جن کو حضرت شیرِ ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلافت عطا فرمائی۔

پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کو قائم رکھتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گھنگ شریف میں جہاں اب جامع مسجد موجود ہے وہاں ایک چھوٹی سی مسجد تھی جو نمازیوں کے لیے بالکل ناکافی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسجد کو شہید کر کے اور اطراف والے مکانات خرید کر مسجد کو باقاعدہ ایک نقشہ کے تحت ایک خوبصورت اور وسیع و عریض مسجد تعمیر کروائی جو

آج بھی علاقہ بھر میں سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد ہے۔ اس کا نام جامع مسجد الرحمت رکھا گیا۔ چونکہ پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ کی نظر فیض سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علم لدنی حاصل تھا اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ اس جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض خود سرانجام دیتے رہے۔ خطابت کا سلسلہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری زندگی میں شروع کیا اور آخر دم تک جاری رکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خطاب کے موضوعات قرآن و حدیث، اقوالِ اکابر اور فقہ حنفی کے مسائل ونکات ہوتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خطاب کی ہر بات اتنی پرتاثیر ہوتی کہ سامعین کے دل و دماغ میں اترتی جاتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کرام کے احوال و آثار، کرامات و تعلیمات اور پیغامات و ملفوظات کو قرآن و حدیث کے تابع کرتے ہوئے بہترین انداز میں بیان فرماتے۔ گھنگ شریف میں جامع مسجد الرحمت سے متصل عیسائی برادری کے مکانات تھے جو دل آزار ہونے کے علاوہ عظمت مسجد کے بھی خلاف تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان گھروں کو خرید کر وہاں مدرسہ الرحمت کے نام سے ایک عظیم تعلیمی ادارہ کی بنیاد رکھی جس کا اہتمام آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ اس ادارہ میں حفظِ قرآنِ پاک کے علاوہ تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، منطق، فلسفہ، صَرف، نَحو، ادب، لغت اور دیگر علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ ادارہ اب بھی موجود ہے لیکن افسوس کہ صرف حفظ قرآن کا شعبہ باقی ہے جبکہ علوم اسلامیہ کا شعبہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس ادارہ کی نشاط ثانیہ کی شدید ضرورت ہے تاکہ دورِ حاضر میں نوجوانوں کے دلوں کو علومِ اسلامیہ کے نور کی روشنی سے منور کیا جا سکے۔ کاش سجادہ نشین حضرات اور آستانہ عالیہ گھنگ شریف سے متعلق خدام اس طرف توجہ فرمائیں۔

گھنگ شریف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ "جامع مسجد الرحمت" میں امامت کے علاوہ خطبہ جمعۃ المبارک بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک جمعۃ المبارک میں "حُسنِ یوسف علیہ السلام" کے موضوع پر خطاب فرما رہے تھے کہ اچانک

بیداری میں رسول اعظم ﷺ سامنے تشریف لے آئے۔آپ حضور انور ﷺ کی قدم بوسی کے لیے ادباً جھک گئے۔اس خطبہ کے بعد تاحیات خاموش رہے۔شاذ و نادر ہی کسی سے گفتگو کی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے منظورِ نظر اور خلیفہ مجاز تھے۔اس لیے عبادت و ریاضت میں بھی اپنے مرشد کامل کے نقشِ قدم پر کاربند تھے۔نمازِ پنجگانہ کے علاوہ نماز اوّابین،نمازِ اشراق نمازِ چاشت اور نمازِ تہجد وغیرہ باقاعدگی سے ادا کیا کرتے۔علاوہ ازیں شماروں پر درودِ پاک،سورہ اخلاص کا وظیفہ، اورادِ فتحیہ، دلائل الخیرات اور درودِ خضری صَلَّ اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ سَلَّمْ وغیرہ وظائف و اوراد بھی باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب سے اپنے مرشد کامل کی بارگاہ میں حاضر ہو کر منازل سلوک طے کیں اور فیوض و برکات سمیٹے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس تعلق وعلاقہ کی بنا پر میاں رحمت کے معزز لقب سے مشہور ہو گئے بلکہ اب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز و اقارب اسی لقب سے پکارے جاتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کشف و کرامات کا دائرہ بہت وسیع ہے تاہم بطور تبرک چند ایک پیش خدمت ہیں:

1. جناب حاجی نور محمد صاحب ساکن خانپور ضلع شیخوپورہ کا بیان ہے کہ میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا۔سالانہ امتحان دینے کے بعد گھسنگ شریف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زیارت اور شرفِ بیعت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”نور محمد تم خانپور میں لوگوں کو قرآنِ پاک پڑھایا کرو۔“ میں نے عرض کیا: حضور مجھے تو خود قرآنِ پاک پڑھنا نہیں آتا۔دوسروں کو کیا پڑھاؤں گا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب شروع کرو گے تو پڑھنا بھی آجائے گا اور پڑھانا سننا بھی آجائے گا اور سنانا

بھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق میں نے تدریس قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مجھے قرآن پاک پڑھنا پڑھانا اور سننا سنانا سب کچھ آ گیا۔میرے پاس چھوٹے بچوں سے لے کر اَسی سال کے بزرگوں نے قرآنِ پاک پڑھنا شروع کیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم اور نگاہِ ولایت سے نہ صرف میں معلم قرآن بنا بلکہ بہترین واعظ اور خطیب بھی بن گیا۔اب تک منڈی فاروق آباد کی مرکزی جامع مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہا ہوں۔

◆ اولیاء اللہ کو اللہ کریم بندوں کے دلوں کے رازوں سے باخبر فرما دیتے ہیں۔جناب صوفی احمد علی صاحب ساکن شیخم ضلع قصور شریف کا بیان ہے کہ ہم تین ساتھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گھنگ شریف میں نمازِ جمعہ ادا کرنے اور شرفِ بیعت حاصل کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے۔دورانِ سفر ایک دوست نے ایک کھیت میں ایک نئی ہل دیکھی اور وہ اٹھا کر فصل میں چھپا دی تاکہ واپسی پر اٹھا کر گھر لے جائے۔جب ہم تینوں گھنگ شریف میں پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے۔نمازِ جمعہ کے بعد جب بیعت کے لیے عرض کیا گیا۔تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دو کو تو بیعت کر لیا۔جبکہ تیسرے کو بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا یہ گھر سے بیعت ہونے کے لیے چلا اور راستہ میں اتنا بھی برداشت نہ کر سکا کہ کسی کی چیز اٹھا کر نہ چھپائے۔لہٰذا یہ بیعت کرنے کے قابل نہیں۔

◆ جناب بشیر احمد ساکن بلوکی ضلع لاہور کا بیان ہے کہ میرے ہاں صرف دو بیٹیاں تھیں اور نرینہ اولاد سے محروم تھا ایک دن دوستوں کے ساتھ مل کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے لیے گھنگ شریف روانہ ہوئے تو راستہ میں خیال آیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اولادِ نرینہ کے لیے عرض کروں گا۔جب

ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو ادباً اپنا مدعا عرض نہ کر سکا۔ البتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے دل کی تحریر پڑھتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اگر چاہے تو صرف لڑکیاں عطا فرمائے اگر چاہے تو لڑکے عطا فرمائے اور وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ایک لڑکا عطا فرمائے یا دو، تین، چار یا پانچ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا انہیں یکے بعد دیگرے پانچ بیٹے عطا فرمائے۔

◆ حضرت صاحبزادہ میاں عارف حسین صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ گھنگ شریف کا بیان ہے کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ شریف کے لیے روانہ ہونے لگے تو مسجد کی خدمت اور نگرانی کے لیے حاجی محمد شریف صاحب کی ڈیوٹی لگائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ میں پہنچے تو رات کو گھنگ شریف میں طوفانی بارش شروع ہو گئی۔ خادم مذکور مسجد کے اندر غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ جبکہ پرنالے کا پانی باہر گرنے کی بجائے اندر کی طرف گرنا شروع ہو گیا اور اگر اُسے بروقت بند نہ کیا جاتا تو ناقابل تلافی نقصان ہو سکتا تھا۔ آپ نے خادم کا ہاتھ پکڑ کر خوب جھنجھوڑا اور فرمایا: "تمہیں مسجد کی نگرانی پر مقرر کیا تھا تم سو رہے ہو اور پرنالے کا پانی باہر گرنے کی بجائے اندر گر رہا ہے۔ خادم حاجی محمد شریف کا کہنا ہے کہ قسم بخدا میں فوراً بیدار ہوا دیکھا واقعی پرنالے کا پانی مسجد کے اندر گر رہا تھا تو میں نے اس پر قابو پا لیا۔"

◆ جناب مستری محمد اسحاق صاحب خانپور ضلع شیخوپورہ کا بیان ہے کہ ۱۹۶۷ء کا واقعہ ہے کہ ہم نے بس خریدنے کا پروگرام بنایا۔ اور اس سلسلے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت طلب کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بس کو چھوڑو لکڑی کا کاروبار کرو انشاء اللہ برکت ہو گی اور کوئی کمی نہیں آئے گی۔ مستری صاحب کہتے ہیں کہ ہم

نے لکڑی کا کاروبار شروع کر دیا اس میں اتنی برکت ہوئی کہ ہم نے اپنا آرا لگا لیا اور دُور دراز سے لوگ لکڑی لے کر ہمارے پاس آنے لگے۔

زندگی کے آخری ایام میں آپ رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہو گئے۔ آخرکار بہتر سال تک تاریک دلوں کو منور کرنے والا آفتاب ولایت ۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۹۷۰ء میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حجاب قبر میں چھپ گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خدام نے باہمی معاونت سے غسل دیا، کفن پہنایا اور بزمِ شیرِ ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے آخری مبلغ کو تدفین کے لیے تیار کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر وطن عزیز کے کونے کونے میں پہنچ گئی۔ مشائخ، علماء، خدام، عقیدتمندوں اور عوام کی آمد کا سلسلہ تیزی سے شروع ہو گیا۔ تاکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا آخری دیدار کر سکیں اور نمازِ جنازہ میں شرکت کر سکیں۔ شمس المشائخ حضرت صاجزادہ میاں غلام احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ مسجد اور مدرسہ الرحمت سے متصل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پسند کردہ جگہ پر تدفین عمل میں لائی گئی۔ مزار مرجع خلائق ہے۔

خدام، متوسلین اور عقیدت مندوں نے مل کر دربارِ عالیہ تعمیر کروایا۔ عظیم الشان دربار عالیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شان کا مظہر اور دید کے قابل ہے جو زائرین کو دور سے دعوت نظارہ دیتا ہے۔[1]

❁❁❁❁

---

[1] تلخیص از کتب ''تذکرہ حضرت شیر ربانی شرق پوری اور چشمہ فیض ربانی مصنفہ محمد یسین قصوری اور ''انوار عمر'' مصنفہ پروفیسر غلام عابد خان

باب نمبر ۱۵

سفرِ آخرت (وصال)

زہد و ریاضت اور مجاہدہ و نفس کشی کرنے والی ہستیوں کے اجسام اور طبیعتوں پر ضعف و نقاہت کے اثرات جلدی ہی نمایاں ہو جاتے ہیں اور بڑھاپا وقت سے بہت پہلے آجاتا ہے۔ حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحت اوائل عمر کی ریاضت اور مجاہدہ کی وجہ سے شروع سے ہی کمزور چلی آرہی تھی۔ آخری عمر میں زیادہ ہی کمزور اور نحیف ہو گئے تھے۔ تبخیر معدہ کی تکلیف آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن سے ہی تھی اور کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ جمعہ کی نماز پڑھانے کے بعد تبخیر معدہ کی تکلیف شدت اختیار کر جاتی اور دو دن تک بیہوش رہتے۔ بڑے بڑے حکماء سے علاج کروایا گیا لیکن یہ تکلیف دور نہ ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند مولوی فضل حق صاحب تحصیل دار نے کئی دفعہ عرض کیا کہ حضور ایک مرتبہ ہمارے ساتھ میو ہسپتال لاہور چلیں۔ ان کے بے حد اصرار پر ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ میو ہسپتال تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بڑا قابل ڈاکٹر مولوی فضل حق صاحب کا دوست تھا۔ اس نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہر طرح سے معائنہ کیا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس نے مولوی فضل حق صاحب سے کہا کہ چند دن تک ولایت سے ایک انگریز ڈاکٹر آرہا ہے، بہت قابل ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اسے ضرور دکھانا چاہیے۔ چنانچہ انگریز ڈاکٹر کے آنے پر دوبارہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو میو ہسپتال لے جایا گیا۔ انگریز ڈاکٹر بڑی دیر تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معائنہ کرتا رہا۔ آخر حیران و

پریشان ہو کر کہنے لگا ان بزرگوں کو کوئی بیماری نہیں ان کے تو رُونئیں رُونئیں سے اللہ اللہ کی آواز آرہی ہے۔سبحان اللہ!

نقاہت وکمزوری اس حد تک ہوگئی کہ پانچوں نمازیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں باجماعت ادا فرماتے تھے گھر پر ادا فرمانے لگے حتیٰ کہ جمعہ کی نماز بھی گھر پر ادا فرمانے لگے جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت رنجیدہ ہوئے۔فرماتے مجھے کیا ہوگیا ہے کہ لوگ دور دور سے جمعہ پڑھنے مسجد میں آئے ہوئے ہیں اور میں یہاں پڑا ہوں۔

مشتاقانِ دید جو جمعہ کے روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو منبر پر تشریف فرما نہ پاکر صبر کا دامن کھو بیٹھتے اور زار وقطار روتے۔ان پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی غیر موجودگی موت سے کم نہ ہوتی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحت دن بدن کمزور ہورہی تھی۔کمزوری حد سے زیادہ بڑھ گئی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حکماء اور اطباء کے مشورہ پر چند دن کشمیر جانے کا فیصلہ کیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کمزوری اور علالت کے پیش نظر چند دوستوں نے سفر کرنے کی مخالفت کی،لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کیا کہ کشمیر میں امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی مساجد اور خانقاہوں میں ہیں اُن کی زیارت کے لیے وہاں جا رہے ہیں۔چنانچہ بابا مستری کرم دین،سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر چند احباب کی معیت میں کشمیر تشریف لے گئے۔سرینگر پہنچ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہوٹل میں اپنے کسی ملنے والے کے ہاں قیام فرمایا۔ساتھی وہاں رہنے سے ناخوش تھے اور باتوں کے علاوہ مچھر بہت زیادہ تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ احباب کی دلی کیفیت کو سمجھ گئے اور فرمایا:"اچھا خدا بخش ڈرائیور کو کہو کہ اپنے حوالے سے گلمرگ ہری صاحب کو اطلاع کر دے۔"

اجازت ملتے ہی خدا بخش ڈرائیور جس نے اب ڈرائیوری چھوڑ کر مزنگ لاہور میں دودھ دہی کا کاروبار شروع کر دیا تھا اور لاہور سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آیا تھا نے ہری صاحب کو گلمرگ تار دے دیا۔ہری صاحب کا اسلامی نام شیخ محمد حسین تھا۔

نیڈو ہوٹل کے مالک کا بیٹا تھا اور چند سال پیشتر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پر بیعت ہوا تھا۔ گلمرگ جب شیخ محمد حسین کو ٹیلی گرام ملا تو وہ بے قرار ہو کر سرینگر چل پڑا۔ سرینگر پہنچ کر دریافت کیا کہ خدا بخش ساکن مزنگ لاہور کون ہے۔ اور کہاں مقیم ہے۔ لیکن پتہ نہ چل سکا آخر اس نے ریاست کی سرحدی چوکی سے رابطہ کیا اور وہاں سے معلومات لے کر خدا بخش کی تلاش میں ہوٹل پہنچ گیا۔

جس وقت شیخ محمد حسین ہوٹل پہنچا اس وقت آپ سرکار رحمۃ اللہ علیہ گراؤنڈ میں چادر تانے آرام فرمارہے تھے۔ شیخ صاحب نے وہاں بیٹھے دوستوں سے پوچھا: "تم میں خدا بخش کون ہے اور مجھے کیوں بلایا ہے۔"

مستری کرم دین مرحوم نے اٹھ کر بتایا خدا بخش باہر گیا ہوا ہے۔ شرقپور شریف سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ شیخ صاحب حیران رہ گیا اور پوچھا: "آپ رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں؟" مستری کرم دین نے اشارہ سے بتایا وہ چادر تانے آرام فرمارہے ہیں۔ اسی دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چہرہ سے چادر ہٹاتے ہوئے مسکرا کر دیکھا۔ شیخ صاحب کی چیخ نکل گئی۔ اس نے روتے ہوئے کہا اس سے بہتر ہے کہ میں مر جاؤں۔ کشمیر میں میرے ہوتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک ہوٹل میں ٹھہریں یہ میری بدبختی نہیں تو اور کیا ہے۔

اس کے بعد شیخ صاحب تھوڑی دیر کی اجازت لے کر اپنی کوٹھی پہنچا اور کوٹھی کو صاف کروا کر واپس آیا اور کار میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں لے گیا۔ وہ کہنے لگا اس طرح مزہ نہیں آئے گا۔ میرے اہل وعیال گلمرگ میں ہیں ان کو بھی یہاں لے آتا ہوں۔ چنانچہ وہ بچوں کو لینے گلمرگ چلا گیا۔ مستری کرم دین صاحب کا کہنا ہے کہ احباب جب بازار سودا وغیرہ لینے جاتے تو کوئی دوکاندار پیسے نہ لیتا اور سودا دے دیتا۔ پیسے دینے پر بہت اصرار کیا جاتا لیکن دوکاندار پیسے نہ لیتے۔ ایک دوکاندار نے بتایا کہ شیخ

صاحب نے سب دوکانداروں کو کہہ دیا ہوا تھا کہ ان آدمیوں میں سے کوئی بھی سودا لینے آئے تو رقم اس کے کھاتے میں لکھ دی جائے اور سودا دے دیا جائے۔ شیخ صاحب چونکہ بااثر اور مقتدر شخصیت تھے اس لیے باوجود تقاضے کے کوئی دوکاندار پیسے نہ لیتا۔

تغیر معدہ کا عارضہ تو پہلے سے لاحق تھا قے آنا بھی شروع ہو گئی۔ قے کے دوروں سے نقاہت اور کمزوری میں بے حد اضافہ ہو گیا۔ رات کو ساتھی بہت گھبرائے اور سوچنے لگے کہ گھر سے اتنی دور اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت آپ سرکار رحمۃ اللہ علیہ بیلیوں کی پریشانی سمجھ گئے۔ رات سحری کے وقت فرمایا" گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں یقین جانیئے میں یہاں نہیں مروں گا۔" لیکن ساتھیوں کو چین کہاں ان کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا گیا۔ علی الصبح حالات کے پیش نظر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" اگر تمہاری طبیعتوں کو چین نہیں آتا تو شیخ صاحب کو تار دے دو کہ ہم واپس جا رہے ہیں۔" وہ بیچارہ تار ملتے ہی روتا ہوا حاضر خدمت ہوا۔ اس نے ہر چند کوشش کی کہ میں راجہ کا حکیم بلاتا ہوں یا لاہور سے کوئی قابل ڈاکٹر لا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا علاج کرواتا ہوں لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ساتھیوں کی طبیعت گھبرا گئی ہے ہمیں جانا ہی چاہیے۔ چنانچہ شیخ صاحب بادل نخواستہ اپنی کار پر آپ رحمۃ اللہ علیہ اور ساتھیوں کو لاہور لے آئے۔ وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خالہ زاد بھائی سر محمد شفیع کی کوٹھی واقع مزنگ میں چند دن قیام پذیر رہے اور پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شرقپور شریف لایا گیا۔

نقاہت کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو چارپائی پر لایا گیا تھا جب چارپائی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے محلہ میں پہنچی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا" میں کہاں ہوں۔" عرض کیا گیا: آپ رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف میں ہیں۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" میں تو مکان شریف میں ہوں۔"

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بیٹھک شریف میں پہنچایا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پر غشی طاری تھی۔

یہ کیفیت اس قدر شدید تھی کہ عوام الناس نے سمجھا کہ شاید آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال قریب آپہنچا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اور متعلقین بے چین ہو گئے اور زار و قطار رونے لگے۔ مریدین اور چاہنے والوں کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ تمام احباب غم سے نڈھال ہو رہے تھے۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت قدرے سنبھل گئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں کھول کر فرمایا "میں خداوند کریم کے ہاں گیا تھا حکم ہوا کہ ابھی دو چار کام باقی ہیں انہیں مکمل کرنا ہے۔ ان دنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پنجابی زبان کی بجائے اردو میں گفتگو کرنا شروع کر دی تھی حالانکہ اس سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی اردو بولتے نہیں سنا گیا۔

ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "کوئی آدمی جائے اور میاں نظام دین ریوڑی والے سے پانچ صد روپیہ لے آئے" جب وہاں سے روپیہ آگیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیربل شریف والوں کو بلا کر دے دیا کہ اپنا قرض ادا کریں۔ جس کا ذکر حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف انقلاب الحقیقت میں بھی کیا ہے۔

ایسے ہی ایک دو روز بعد مزید پانچ صد روپیہ منگوا کر میاں ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیا۔

ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے ایک نقاب پوش آیا اور بیٹھک میں بیٹھ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اوپر چوبارے میں تشریف فرما تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نیچے جو اجنبی شخص بیٹھا ہوا ہے اسے اوپر بھیج دو۔ چنانچہ جب وہ اجنبی شخص اوپر گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پاس بیٹھے ہوئے سب احباب کو اُٹھ جانے کا حکم دیا اور خود چارپائی پر یوں اٹھ کر بیٹھ گئے جیسے بیمار ہوئے ہی نہیں بالکل تندرست نظر آرہے تھے۔ اندر سے دروازہ بند کر کے دونوں صاحبان آمنے سامنے خاموش بیٹھ گئے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ کے بعد دروازہ کھلا اور وہ نقاب پوش اجنبی باہر نکل کر اپنے راستے پر ہولیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پھر چارپائی پر لیٹ گئے۔

لوگوں نے دیکھا کہ وہ چادر جسے وہ اجنبی اوڑھے ہوئے تھا نم آلود تھی۔ لوگ سمجھ گئے کہ آنے والا شخص ضرور کوئی بزرگ ہستی ہے جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تخلیہ میں نوازا ہے اور وہ سرشار ہوکر جارہا ہے کہ لوگ اس کے پیچھے دوڑے لیکن وہ سب سے گریزاں بغیر کچھ بتائے اپنی دھن میں مست تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا شہر سے باہر نکل گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں سے ایک شخص اس کے پیچھے دوڑتا چلا گیا اور آخر کار اس نے رجی والے کنوئیں کے پاس اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا اے اجنبی جب تک یہ نہ بتاؤ گے کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ مجبور ہوکر اجنبی یوں گویا ہوا "راہرو جادۂ سلوک ہوں ایک کٹھن منزل آپڑی تھی مشکل کشائی کے لیے سرکارِ مدینہ سرورِ قلب وسینہ صاحب معطر پسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور مدینہ طیبہ حاضری دی تو وہاں سے حکم ملا" شرقپور شریف جاؤ۔" مجھے شرقپور شریف کا پتہ نہیں تھا حیران و پریشان تھا کہ دوسرے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر ارشاد فرمایا شرقپور اسٹیشن لاہور، ہندوستان۔ چنانچہ میں لاہور آ گیا۔ لاہور سے آگے روانہ ہوا تو جب قدم شرقپور شریف کے راستے پر اٹھتے تو اٹھتے ہی جاتے لیکن اگر راستہ بھول جاتا تو قدم رک جاتے اس طرح میں آسانی سے شرقپور شریف پہنچ گیا اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چند لمحوں میں میری مشکل حل کروادی۔

اجنبی باتیں کیے جارہا تھا اور پوچھنے والا گوش برآواز محویت میں کھویا ہوا تھا۔ ایسے میں چلتے ہوئے وہ اجنبی تیز قدموں سے چلا اور فضا میں اٹھنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے غائب ہوگیا۔

اس واقعہ کے دوسرے دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غلام محمد حجام کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ منڈی وارٹن کے قریبی گاؤں "کنجری دے چک" جاؤ اور مہر بخش مونگا کو بلا لاؤ۔

حسب ارشاد غلام حجام وہاں گیا اور بابا مہر بخش مونگا کو بلا لایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بابا مہر بخش کو فرمایا۔ "فضل الٰہی کو ساتھ لے جا کر اپنی پوتری کا نکاح بابا حاجی نوردین کے

لڑکے حاجی محمد حسین سے کر دو۔" بابا مہر دین نے عرض کی میرے لڑکے موجود نہیں ہیں۔ فرمایا: "کسی کی ضرورت نہیں میں جو ہوں۔" چنانچہ بابا مہر بخش گھر پہنچا اور سب عورتوں کو اکٹھا کر کے کہا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حکم ہے لہٰذا یہ نکاح کیے دے رہا ہوں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عم زاد میاں غلام کبریا صاحب مرحوم و مغفور نے خطبہ نکاح پڑھا اور ایجاب و قبول کروائے یہ نکاح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے کیوں کروایا۔ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ رشتہ بچپن میں طے ہوا تھا اور بعض خاندانی رنجشوں کی وجہ سے ٹوٹ رہا تھا۔ اس طرح ایک باعزت گھرانے میں فتنہ و فساد پیدا ہونے کا خدشہ تھا، جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فراست اور جرأت واثر سے مٹا دیا۔

یہی وہ واقعات اور کام تھے جن کے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا "کہ ابھی دو چار کام کرنے باقی ہیں۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کمزوری اور نقاہت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا حتیٰ کہ غشی کے دورے پڑنا شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر یوسف صاحب، حکیم سید علی احمد نیر واسطی اور حکیم سید ظفریاب حسین جیسے قابل ترین ڈاکٹر اور اطباء آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معالج تھے۔ وہ نہایت جانفشانی، محنت اور محبت و خلوص سے علاج کر رہے تھے لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ جیسے کسی نے کہا ہے "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" والا معاملہ بنتا گیا۔

بیماری کی حالت میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنا مشن اور مقصد پورا کرنے میں لگے رہے۔ فریضہ تبلیغ برابر ادا فرماتے رہے۔ ملنے والوں کو نماز اور درودِ پاک پڑھنے کی تاکید فرماتے اور خود نیم بیہوشی کی حالت میں بھی اشاروں سے نماز ادا فرماتے رہے۔ جب ذرا سا افاقہ ہوتا قرآنِ پاک کی تلاوت فرماتے اور درودِ پاک کا ورد کرتے۔ اکثر اپنے برادرِ اصغر حضرت غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آواز دیتے اور فرماتے۔ وہ کہاں ہے اسے بلاؤ کہ میرے پاس بیٹھے۔ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بابا عبداللہ فیروز پوری کے سامنے چند

وصیتیں فرمائیں۔فرمایا: ''گھبرانا نہیں مہمانوں کی خدمت کرنا، جمعہ کی نماز خود پڑھانا، باقی نمازیں اور مسجد کا انتظام میاں محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ صاحب اور حاجی عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دینا۔جمعہ کے علاوہ وقتاً فوقتاً مسجد میں جا کر اور نمازیں بھی پڑھانا اس کے علاوہ حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تلقین و ارشاد کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

وصال شریف سے کچھ دن پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ زنان خانے بھی گئے اور فرمایا ''اب میں ڈاہراں[1] والا جانا چاہتا ہوں۔ ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۴۷ھ ۲۰ اگست ۱۹۲۸ء دوشنبہ یعنی سوموار کا دن شرقپور شریف کی تاریخ میں اداس ترین دن تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ پر بار بار غشی طاری ہو جاتی تھی۔حالت مسلسل دگرگوں ہو رہی تھی۔اس وقت بھی آپ سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک پر سورہ اخلاص کا ورد تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہچکیاں آنے لگیں اور سینہ میں گڑگڑاہٹ شروع ہوگئی۔آخرکار آدھی رات گزرنے کے بعد جب گرمی کی شدت و حِدّت میں کمی ہوئی اور میٹھی میٹھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہوئی جو یقیناً آپ رحمۃ اللہ علیہ کو میٹھی اور ابدی نیند سلانے کے لیے بھیجی گئی ہوگی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک قفس عنصری سے آزاد ہو کر عالم قدس میں اپنے مالکِ حقیقی کے حضور اس طرح حاضر ہوئی کہ بفرمانِ الٰہی ''تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی'' اور یہ ہی سب سے بڑی کامیابی ہے (القرآن) سپہر ولایت کا یہ درخشندہ آفتاب ۶۳ برس تک اپنی ضیاء پاشیوں سے خلق اللہ کے تاریک دلوں کو منور فرمانے کے بعد پردہ فرما گیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ملال کی خبر آناً فاناً طول و عرض میں پھیل گئی۔

---

[1] آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں پا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شیدائیوں کا برا حال تھا۔عاشق تڑپ تڑپ کر پاگل ہوئے جا رہے تھے خاص کر سید نورالحسن شاہ صاحب کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی ان کو رخصت کیا جاتا لیکن وہ راستہ سے ہی واپس آجاتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ضرور کیلیانوالہ ہو آؤ واپسی پر لاہور آ کر مل لو گے۔

متوسلین و مریدین میں کہرام مچ گیا۔ اس شمع ہدایت کے پروانے زاروقطار رو رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی میں احباب کا برا حال تھا لوگ دیوانے ہوئے جا رہے تھے قیامت کا سا سماں تھا۔

ایسا مردِ خدا جو یتیموں کا خبر گیر، بیواؤں کا سہارا، ضعیفوں اور ناتوانوں کا پرسانِ حال، شفقت و محبت فرما کر ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والا مخلوقِ خدا کا مونس و غمخوار، طریقت کا مہتاب، حقیقت کا آفتاب، چشمۂ ہدایت، عارف اکمل، عالم باعمل، نیکی کی طرف بلانے والا، برائی سے روکنے والا ہو، کا دنیا سے پردہ فرمانا نہ صرف اہالیانِ شرقپور شریف کے لیے صدمہ جانکاہ تھا بلکہ تمام اسلامیانِ برصغیر ایک چشمۂ فیض سے محروم ہو گئے تھے۔ اطراف و اکناف سے لوگوں کے گروہ کے گروہ جنازہ میں شمولیت کے لیے آنا شروع ہو گئے۔ مسلمان تو درکنار ہندو سکھ و دیگر غیر مسلم خاصی تعداد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا آخری دیدار کرنے کے لیے جمع ہو گئے۔ باوجود اس کے کہ ان دنوں آمد و رفت کے ذرائع آج جیسے تیز رفتار اور ترقی یافتہ نہ تھے پھر بھی دور دراز سے لوگ ہجوم در ہجوم آ رہے تھے۔ جدھر نگاہ اٹھتی خلقت ہی خلقت نظر آتی تھی۔

رات کے پچھلے حصے میں ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نہلا کر کفن پہنا دیا گیا۔ بروز منگل سہ شنبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھے گئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ کندھا دے سکیں۔ اللہ اللہ عاشق رسول کا جنازہ کس شان سے رواں تھا۔ اژدھام اتنا تھا کہ محلوں اور بازاروں میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ ہجوم کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں اس قدر خلقت کہاں سے آ گئی تھی۔ جنازہ جدھر سے گذرتا لوگ دوڑ دوڑ کر لپکتے اور جو کندھا نہ دے سکتے بانسوں کو ہاتھ لگا لینا اپنی سعادت سمجھتے۔ گھروں اور دوکانوں کی چھتیں عورتوں اور بچوں سے بھری ہوئی تھیں۔ سب لوگ ذکر اور درودِ پاک کا وِرد کر رہے تھے۔ شرقپور شریف اور گردونواح میں بارش برسے کئی ماہ

گزر گئے تھے۔ گرمی اور تپش سے ہر ذی روح تڑپ رہا تھا۔ ہر طرف دھول اڑ رہی تھی۔ جنازہ جب قبرستان پہنچا۔ رحمتِ خدا جوش میں آئی، گھٹائیں جھوم کر اٹھیں، بادل گھر گھر کر آئے اور وہ بارش ہوئی کہ جل تھل ہو گیا۔ موسلا دھار بارش سے موسم کا خوشگوار ہو جانا یومِ وصال پر نزولِ رحمت کا مظہر تھا۔

سہ پہر چار بجے کے قریب حضرت میر مظہر قیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ[1] سجادہ مکان شریف نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ لاکھوں لوگوں نے شرکت کی۔ بعد نمازِ جنازہ عوام کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا آخری دیدار کرایا گیا۔

شام کے قریب ڈوہراں والا قبرستان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بتائی گئی جگہ پر لکڑی کے صندوق میں داخل کر کے قبر میں اتار دیا گیا۔

حکیم سید علی احمد نیر واسطی جو جنازہ میں شمولیت کے لیے لاہور سے آئے ہوئے تھے بے پناہ عقیدت مندوں کی والہانہ شیفتگی وارفتگی ذوق وشوق اور جنازے کی شان وتمکنت دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے۔ ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی اور بے اختیار مندرجہ ذیل اشعار فی البدیہہ پڑھنے لگ گئے۔

شان وشوکت سے یہ کس دولہا کی آتی ہے برات
تھرتھراتے ہیں فرشتے کانپتی ہے کائنات
ہر زبردست اس کی سطوت کے مقابل زیر ہے
یہ کوئی شاید محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بہادر شیر ہے

---

[1] وصال شریف کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ پر جو جائے نماز تھی وہ مع پھولوں کے جو عقیدت مندوں نے نچھاور کیے تھے۔ میر مظہر قیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ مکان شریف لے گئے۔ فرمایا کرتے تھے ہمیں جب بھی کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے۔ ہم وہ جائے نماز مع سوکھے ہوئے پھولوں کے سامنے رکھ کر رب ذوالجلال کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مشکل حل فرما دیتے ہیں۔

آج اٹھی ہے یہ کس عاشق کی میت دھوم سے
وصل ہے کس کا خدائے قادر و قیوم سے
کس جنید وقت کی میت چلی آتی ہے یہ
قدسیوں کی عصمت وعفت میں شرماتی ہے یہ
لوگ کہتے ہیں کہ ہوا شیر محمد (رحمۃ اللہ علیہ) کا وصال
اُٹھ گئے گویا ابوذرؓ ہو گئے رخصت بلالؓ
اب یہ شکلیں پھر نہ دکھلائے گی دنیا! دیکھ لو
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشقوں کی شکل زیبا دیکھ لو
ملتِ مرحوم کے ماتم میں اب روئے گا کون
دامنوں سے داغہائے معصیت دھوئے گا کون
اے زمین شرقپور شیر الٰہی کی کچھار
دفن ہوتا ہے تیری مٹی میں شیر کردگار
ہے دعا نیر کی برسے تجھ پر بدلی نور کی
ہو ہمیشہ تجھ پہ نور افشاں تجلی طور کی

❁❁❁❁

اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شجرہ منظومہ

اعلیٰ حضرت قبلہ شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ و حضرت میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

(از علامہ حکیم سید علی احمد نیر واسطی رحمۃ اللہ علیہ)

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

بخش دے یا رب تجھے اپنی سخا کا واسطہ
رحم فرما شافع روزِ جزا کا واسطہ

صدق دے یا رب مجھے صدیق اکبرؓ کے لیے
فقر دے سلمانؓ محبوب پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے

حضرت قاسمؒ کا صدقہ میری بگڑی کو بنا
حضرت جعفرؒ کا صدقہ دے مرے دل کو ضیاء

رکھ مجھے باعافیت بہر جناب بایزید رحمۃ اللہ علیہ
بوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ دے مجھ کو نصرت کی نوید

بوعلی رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ کر دے مری مشکل کو حل
دے مجھے علم طریقت اور توفیق عمل

بہر یوسف رحمۃ اللہ علیہ قید غم سے دہر میں آزاد کر
عبد خالق رحمۃ اللہ علیہ کے لیے عقبیٰ میں مجھ کو شاد کر

حضرت عارف رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں مجھے عرفان دے
حضرت محمود رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ مجھے ایمان دے
واسطہ خواجہ علی رحمۃ اللہ علیہ کا فقر درویشانہ دے
واسطہ بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کا دل دیوانہ دے
اے خدا بہر جناب شیر حق میر کلال رحمۃ اللہ علیہ
حرص دنیا کو مرے بتخانۂ دل سے نکال
دے مجھے صبر و رضا صدق و صفا بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کا
کر مجھے صحت عطا صدقہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کا
دے میرے دل کو سکون یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل
حضرت احرار رحمۃ اللہ علیہ کے صدقہ میں دھو دے دل کا میل
حضرت زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں مجھے زاہد بنا
حضرت درویش رحمۃ اللہ علیہ کے صدقہ میں دے فقر و غنا
خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ داغ عصیاں کو مٹا
حضرت باقی رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ دے بقا بعد الفنا
شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے لیے غیروں کی منت سے بچا
صرف اپنا ہی مجھے محتاج رکھ اے کبریا
کھول دے دل کی کلی بہر سعید رحمۃ اللہ علیہ نامدار
تاکہ میرے گلشن امید میں آئے بہار
حضرت معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ دکھا کوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بس رہی ہے جس میں اب تک خوشبوئے گیسوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

واسطہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کا مالک ارض و سما
کر مجھے ایمان اور توحید کی دولت عطا

اے خدا بہر جناب خواجہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ پارسا
وقت آخر نزع کی تکلیف سے مجھ کو بچا

بخش دے شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے لیے میری خطا
واسطہ خواجہ زکی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی الفت کر عطا

واسطہ خواجہ زماں رحمۃ اللہ علیہ کا دے مجھے ذوقِ فنا
بہر احمد رحمۃ اللہ علیہ قبر میں ہو نُورِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ضیاء

اے خدا بہرجناب خواجہ حاجی شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ
دے میرے بے چین دل کو دین اور دنیا میں چین

حشر میں جب ہو ترے دربار میں میرا قیام
ہاتھ میں ہو میرے دامانِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہر امام رحمۃ اللہ علیہ

بہر حضرت میر صادق رحمۃ اللہ علیہ صاحب صدق و صفا
سُرخرو رکھ دو جہاں میں مجھ کو اے میرے خدا

واسطہ یا رب تجھے خواجہ امیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کا
دے مجھے علم و حیاء رزق و شفا صبر و غنا

واسطہ دیتا ہوں یا رب میں تجھے اس نام کا
جو ہمیشہ تیری محبوبی کے گُن گاتا رہا!

عشق میں جس کے دل حسرت زدہ دیوانہ ہے
شرقپور اب جس کے باعث نُور کا کاشانہ ہے

اے خدا کیا نام پیارا ہے تیرے محبوب کا
حضرت شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب جو دو سخا
قطب دوراں شیخ عالم ہادی راہِ صفا
نائب شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ صدر العلیٰ

اے خدا صدقہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام پاک کا
حشر میں ہم عاصیوں کو ظل رحمت میں چھپا
واسطہ یا رب تجھے حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا
تابع احکام کر مجھ کو کلام اللہ کا

حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ اے ربِ قدیر
کر مرے سینے کو انوارِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستنیر
بہر حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ جناب قبلہ گاہ
ہم سیہ کاروں کو اپنی رحمتوں میں دے پناہ

ثانی اثنین کے صدقے میں اے ربِ جلیل
اس جہاں کی زندگی ہو تابع سنتِ خلیل علیہ السلام
ثانی اثنین کے صدقے میں اے ربِ جلیل
دو جہاں کی زندگی ہو زیر دامانِ جمیل

اے خدا صدقے میں ان ناموں کے دل کو شاد کر
کفر کو برباد کر اسلام کو آباد کر

❁❁❁❁

کتابیات

1. آفتابِ ولایت، احمد علی شرقپوری مکتبہ حضرت میاں صاحب شرقپور شریف
2. احوالِ مقدسہ، علامہ قاضی ظہور احمد اختر مکتبہ کرمانوالہ بک شاپ، دوکان نمبر ۲ دربار مارکیٹ، لاہور
3. انوارِ عُمر ﷫ پروفیسر غلام عابد خان ادارہ تصوف بیربل شریف
4. انوارِ شیر ربانی ﷫ ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی، ناشر بزمِ جمیل سمن آباد، لاہور
5. انقلاب الحقیقت، حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی ﷫، ادارہ تصوف، احمد پارک موہنی روڈ، لاہور
6. آبِ کوثر از شیخ محمد اکرام، مطبوعہ فیروز سنز، لاہور
7. الناس العارفین بحوالہ صوفیاء اور حسن اخلاق، از حافظ محمد سعد اللہ مکتبہ انوار مدینہ ٹاؤن شپ، لاہور
8. اوصافِ حمیدہ، ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری، ناشر بزمِ جمیل، سمن آباد، لاہور
9. آئینہ تصوف، پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی تصوف فاؤنڈیشن، سمن آباد، لاہور
10. خطبات کا مجموعہ، میاں خدا بخش ﷫ جمیل بک سنٹر، ۱۲راحت مارکیٹ، چوک بازار لاہور
11. تاریخ مشائخ چشت مطبوعہ دار المؤلفین، اسلام آباد
12. تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریاتِ اسلام، لاہور
13. تاریخ مشائخ نقشبندیہ، پروفیسر صاحبزادہ محمد عبدالرسول للّٰہی مکتبہ زاویہ C-8، دربار مارکیٹ، لاہور
14. تذکرہ اعلیٰ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی ﷫ حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی، ناشر جناب صاحبزادہ محمد مظہر قیوم سجادہ نشین بیربل شریف
15. تذکرہ حضرت شیر ربانی شرقپوری اور ان کے خلفاء، محمد یٰسین قصوری نقشبندی، کرماں

والا بک شاپ لاہور
- چشمۂ فیض ربانی محمد یٰسین قصوری نقشبندی، کرماں والہ بک شاپ لاہور
- حدیث دلبراں، حاجی فضل احمد مونگہ شرقپوری
- خزینہ معرفت، صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ مکتبہ نوراسلام شرقپور شریف (شیخوپورہ)
- سنت کی آئینی حیثیت، سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور
- ذکر محبوب، از احمد علی شرقپوری، مکتبہ حضرت میاں صاحب شرقپور شریف
- صوفیا اور حُسنِ اخلاق، حافظ محمد سعد اللہ مکتبہ انوار مدینہ ٹاؤن شپ، لاہور
- عارف حقانی شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنی نگارشات کی روشنی میں، پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، صدیقی پبلی کیشنز، لاہور
- مہر منیر: سوانح حیات حضرت سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف، تالیف: مولانا فیض احمد صاحب فیض مطبوعہ جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور بدری
- معدنِ کرم، حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت کرماں والے، محمد اکرام طیبی پبلی کیشنز ۱۵۵۔ حبیب اللہ روڈ خضر پارک، گڑھی شاہو لاہور
- ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، علامہ عبداللہ یوسف علی کریم سنز پبلشرز، کلفٹن روڈ، کراچی
- مکتوبات، امام ربانی، دفتر اول
- نزہۃ المجالس، مطبوعہ کان پور، انڈیا (بھارت)
- ماہنامہ سلسبیل، جون ۱۹۶۵ء ادارہ تصوف موہنی روڈ، مارکیٹ چوک بازار، لاہور
- ماہنامہ سلسبیل جولائی ۱۹۶۳ء ادارہ تصوف موہنی روڈ، لاہور
- ماہنامہ سلسبیل، سیرۃ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم) نمبر، ادارہ تصوف موہنی روڈ، لاہور

❀❀❀❀